خطباتِ حرمین

مسجدِ نبوی

1424ھ

فہرست خطبات

سال نو کا آغاز اور محاسبۂ نفس

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ
4/1/1424ھ، 8/3/2003

حمد وثناء کے بعد!

نعمت الٰہی:

یہ ماہ وسال کی آمد ورفت بھی اللہ کے بندوں پر اللہ ایک نعمت ہی ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ[33] وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾

"اور اس (اللہ تعالی) نے سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام میں لگا رکھا ہے کہ دونوں (دن رات) ایک دستور پر چل رہے ہیں اور رات اور دن کو بھی تمہاری خاطر کام میں لگا دیا اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تم کو عطا کیا اور اگر اللہ کے انعامات گننے لگو تو شمار نہ کرسکو، بلاشبہ انسان بڑا ناانصاف وناشکرا ہے۔" (ابراہیم:33-34)

ایسے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے:"نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ"

"دو نعمتیں ایسی ہیں کہ بکثرت لوگ ان سے غافل ولاپرواہ ہیں اور وہ ہیں صحت وفرصت۔"[1] (صحیح بخاری)

اور اللہ تعالی نے شب وروز کے مختلف حصوں کی متعدد آیات میں قسمیں کھائی ہیں مثلاً فرمایا: قسم ہے فجر کی، قسم ہے عصر (زمانے) کی اور قسم ہے وقت ضحیٰ (چاشت) کی۔

وداع سال:

آج ہم نے اعمال سے بھرے ہوئے ایک سال کو الوداع کر دیا ہے اور اس میں ہم نے وہ اعمال ودیعت وسپرد کئے ہیں جو قیامت کے دن (بروز محشر) ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیئے جائیں گے۔ کتنی جلدی یہ پچھلا سال گزر گیا ہے۔ اور کتنی عظیم یادیں سمیٹ کر لے گیا اور چھوڑ گیا ہے، اسی سال کے دوران ہم نے کتنے ہی دوست واحباب کے فراق کا داغ لیا ہے اور اسی کے دوران ہم نے کتنی مصیبتیں اور بلائیں جھیلی اور اسی کے دوران ہم نے کتنے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے جبکہ یہ شب وروز ہی اعمال خیر وشر کے خزینے اور ہماری عمروں کے مرحلے ہیں جو کہ نئی اشیاء کو پرانا اور دور والی چیزوں کو قریب کر دیتے ہیں۔ دن گزرے اور سال بیتتے چلے جارہے ہیں اور آخرت کی راہ پر نسلوں پر نسلیں باری باری چلی آتی ہیں، یہ آرہی ہوتی ہے وہ جارہی ہوتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:" كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَايِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا" (صحیح مسلم)

---

1) صحیح بخاری، حدیث:6412۔

"تمام لوگ صبح نکلتے ہیں کوئی اپنے نفس پر اللہ کی راہ داؤ پر لگا کر اسے نارِ جہنم سے آزاد کروالیتا ہے جبکہ دوسرا اسے ہلاک کر بیٹھتا ہے۔"[1]
زمانہ شب وروز کا مجموعہ ہے جس میں آلام ومصائب بدل کر فرحت ومسرت بنتے رہتے ہیں اور فرحت وخوشی مصائب ومشکلات میں بدلتی رہتی ہے اور لوگوں کے لئے دن یوں گزرتے ہیں جیسے سال ہوں اور کچھ لوگوں کے لئے سال یوں گزرتے چلے جاتے ہیں جیسے دن، اور عقلمند وہ ہے جو اس سے عبرت ونصیحت حاصل کرے۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ﴾
"اللہ تعالیٰ شب وروز کو بدلتا رہتا ہے، اہلِ بصیرت وہوش کے لئے اس میں بڑی عبرت ہے۔" (النور:44)
ایک سال ان عمال کو لئے گزر گیا ہے جو بندوں نے اس میں کئے اور وہ اعمال ان پر (قیامت کے دن) پیش کئے جائیں گے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يُنَبَّأُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾
"اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے ہوں گے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتا دیئے جائیں گے۔" (القیامہ:13)

محاسبۂ نفس:

اپنے ایامِ ماضیہ کے صحائف میں جھانک کر دیکھیں کہ آپ نے ان میں اپنی آخرت کے لیے کیا کیا عمل کر کے ڈالے ہیں۔ اپنے نفس کے ساتھ کچھ دیر کے لیے خلوت گزیں ہو جائیں اور اس کا خوب محاسبہ کریں۔
قالَ میمونُ بنُ مِهرانَ: "لا یکونُ العبدُ تقیّاً حتی یکونَ لنفسهِ أشدَّ محاسبةً مِن الشَّریكِ لشریکهِ۔
میمون بن مہران فرماتے ہیں: "بندہ اس وقت تک پاک صاف نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے نفس کا حساب کتاب بھی اسی طرح باریکی سے نہیں کرتے جیسا کہ وہ اپنے شریک تجارت کے ساتھ کرتا ہے۔"[2]
صاحبِ عقل ورشد وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور حساب وکتاب اور کمی کوتاہی پر اس پر عقاب وناراضگی کا اظہار کرتا جائے۔ اس کی منزل وڈگر کو درست کرے اور اس کی لرزشوں کا تدارک کرے، اپنے شب وروز میں اپنے نامۂ اعمال کو ٹٹولے کہ اس میں کیا کیا رکھا ہے۔ اگر اچھے عمل ودیعت کئے ہیں تو انہیں اپنائے چلا جائے اور اگر برے اعمال وافعال نامۂ اعمال کے سپرد کئے ہیں تو ان سے باز آجائے اور آئندہ اپنی روش تبدیل کر کے مستقبل میں اچھے عمل کو اپنائے، کیونکہ وہ ایسے سفر پر نکلنے والا ہے جس سے واپسی نہیں ہے، اور اگر کوئی بندہ اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے تو خطرہ ہے کہ وہ خواہشاتِ نفس میں غرق ہو کر رہ جائے گا، کفار کو اندھیرے کنوئیں میں ان کے اسی گمان نے دھکیلا کہ وہ بلا کسی نگران کے اپنی من مرضی سے چلتے جائیں گے اور بلا کسی حساب وکتاب لینے والے کے ہی وہ خوشیاں مناتے رہیں گے ان کے بارے میں یہ بات اللہ تعالیٰ نے بتاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا﴾
"یہ لوگ حسابِ آخرت کی امید نہیں رکھتے۔" (النبأ:27)

محاسبۂ نفس کے فوائد:

1) صحیح مسلم، حدیث:223۔
2) مصنف ابن ابی شیبۃ:7/ 195۔

اپنے نفوس کے عیوب ونقائص پر اطلاع اسے گمراہی میں بھگٹٹ بھاگے چلے جانے سے لگام ڈال کر روک لیتی ہے اور بندے کو اپنے نفس کی معرفت و پہچان کرواتی ہے اور بندے کا انجام تو قبر ہی ہے اور یہ بندے کو تذلل و انکساری اور اللہ کی عبودیت و بندگی کے جذبات عطا کرتی ہے وہ چاہے جتنا بڑا عمل بھی کیوں نہ کرے وہ اس پر اتراتا و تکبر نہیں کرتا اور گناہ چاہے کتنا چھوٹا کیوں نہ ہو وہ اسے معمولی نہیں سمجھتا

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: " لا يفقه الرجل كل الفقه حتى يمقت الناس في جنب الله، ثم يرجع إلى نفسه فيكون أشد لها مقتاً "

”کوئی شخص مکمل طور پر دین کی سمجھ حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اللہ کے معاملہ میں لوگوں کے اعمال پر ناراضگی کا اظہار اور پھر جب اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے تو وہ اپنے آپ پر لوگوں سے بھی زیادہ غصہ وناراضگی کا اظہار کرے۔[1]

اور جب لوگوں کے ساتھ مل کر بیٹھے تو اپنے دل کے لیے اس مجلس کو واعظ بنائے، لوگ آپ کے ظاہر کو دیکھتے ہیں، جبکہ اللہ آپ کے باطن کو دیکھتا ہے، جس نے اخلاص ونگرانی کے ساتھ اپنے باطن کی اصلاح کرلی، اللہ اس کے ظاہر کو بھی لوگوں کی نظروں میں مزین کردے گا۔“

حقوق اللہ کی معرفت حاصل کرنا:

اللہ کے حقوق کو پہچاننا، اس کے فضل و کرم اور احسانات کو جاننا اور اس کی نعمتوں کو بکثرت یاد کرنا بندے کے سر کو مالک الملک الجبار کے سامنے جھکا دیتا ہے، اور بندہ دیکھتا ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا کما حقہ شکر ادا کرنے سے قاصر ہے۔ اور اس وقت تک نجات ممکن ہی نہیں جب تک کہ اللہ کی طرف رجوع نہ کریں گے اور یہ کہ بندہ اللہ کی اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی نہ کرے اور نہ ہی اس کی نعمتوں کی ناشکری کرے بلکہ اس کے انعامات واکرام کا شکریہ ادا کرتا رہے۔

اللہ کے حقوق اور اپنے واجبات میں موازنہ:

اہل علم نے کہا ہے کہ محاسبۂ نفس کا آغاز اس بات سے کرے کہ اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں اور اللہ کی جناب میں اپنے گناہوں کا باہم موازنہ کرے، اگر آپ لوگوں نے یہ موازنہ کرلیا تو آپ کو اس کی نعمتوں کی کثرت اور اپنے شکر کی قلت معلوم ہوجائے گی کہ ان دونوں میں کتنا بڑا تفاوت و فرق ہے اور وہ اسے بہ آسانی سمجھ لیں گے کہ یہ صرف اس مالک کا عفوو کرم اور اس کی رحمت ومہربانی ہی ہے ورنہ وہ ناراض ہوکر ہلاک کر دیتا ہے۔

اپنے نفس کے عیوب ونقائص کو ٹٹولنا نفس کو پاک کردیتا اور اس کا تزکیہ وتطہیر کردیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا [9] وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا﴾

”جس نے اپنے نفس (روح) کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک آلود کرلیا وہ خسارے میں رہا۔“ (الشمس:9-10)

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں: " رحم الله عبدًا قال لنفسه: ألست صاحبة كذا؟! ألست صاحبة كذا؟! ثم زمها، ثم خطمها، ثم ألزمها كتاب الله عز وجل، فكان لها قائدًا ".

1) مصنف ابن ابی شیبہ: 11/ 255۔

"اللہ اس بندے پر رحم کرے جو اپنے نفس کی باز پرس کرتے ہوئے اسے کہے کہ تو نے فلاں گناہ نہیں کیا تو نے فلاں جرم کا ارتکاب نہیں کیا؟۔اس طرح مذمت کرکے اسے بالآخر نکیل پہنالے اور آخرکار اسے اپنے رب کی کتاب کا پابند اور اب اسے نکیل سے پکڑ کر چلانا شروع کر دے۔"[1]

نفس کو بلا رقیب چھوڑنے کے مضمرات:

بندے کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ چیز یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو بے لگام چھوڑ دے اور اس کا محاسبہ نہ کرے اور اسے خواہشات کے پیچھے کھلا چھوڑ دے یہاں تک وہ ہلاکت میں جا پڑے اور یہ ان اہل غرور کا حال ہے جو اپنے گناہوں سے آنکھیں بند کئے رہتے ہیں اور اللہ کے عفوو کرم پر تکیہ کئے گناہ کرتے جاتے ہیں۔جب وہ اللہ کے عفوو کرم پر تکیہ کر لیں گے، تو گناہ کرنا ان کے لیے آسان ہو جائے گا اور وہ گناہوں سے مانوس ہو جائیں گے۔جبکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾

"اے انسان تجھے اپنے کرم گستری کرنے والے رب کے بارے میں کس نے دھوکہ دیا۔" (الانفطار:6)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"لا تلقى المؤمن إلا وهو يعاتب نفسه، ماذا أردتُ بكلمتي؟ ماذا أردتُ بأكلتي؟ ماذا أردتُ بشربتي؟ والفاجر يمضي قدماً لا يعاتب نفسه"

"بندے کو چاہیئے کہ وہ اپنے نفس پر غصہ وگرمی جھاڑتا رہے اور اس سے یہ کہتا رہے: تو نے فلاں کلمہ کہلوانے سے کیا لیا، تو نے مجھے فلاں چیز کھلا کر کیا کمایا؟ وغیرہ یوں اپنا محاسبہ کرتا رہے کہ میں نے فلاں بات کیوں کہی اور فلاں چیز کیوں کھائی؟ جبکہ فاجر و گناہ گار شخص گناہوں میں بڑھتا ہی چلا جاتا ہے وہ اپنے نفس پر ناراض نہیں ہوتا لیکن مومن اپنے نفس پر قادر رہوتا ہے اور وہ اسے ٹٹولتا اور اس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔"[2]

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾

"جو لوگ متقی و پرہیز گار ہیں جب انھیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور (دل کی آنکھیں کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں۔" (الأعراف:201)

محاسبۂ نفس اور آخرت میں آسانی:

جو لوگ دنیا میں اپنے نفس کا حساب کتاب کرتے رہتے ہیں آخرت میں ان کا حساب وکتاب بہت سہل و آسان ہوگا اور جو لوگ اپنے نفس کا حساب دنیا میں نہیں کرتے، قیامت کے دن ان کا حساب سخت و مشکل ہو جائے گا، لرزش میں واقع ہونے سے بچیں کیونکہ گناہ کو ترک کرنا اللہ سے توبہ و معافی مانگنے سے آسان ہے۔اطاعت و عمل صالح میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ یہ دن سدا نہیں رہیں گے۔آپ نہیں جانتے کہ آپ کب اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔اپنے نفس سے مخاطب ہو کر اسے پوچھیں کہ پچھلے سال میں تم نے کیا کیا عمل صالح سر انجام دیا اور آئندہ سال کے لیے کیا کیا تیاریاں کی ہیں۔

---

1) احیاء علوم الدین:4/405۔

2) اخرجہ احمد فی الزھد:281۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا"

"اپنے نفسوں کا محاسبہ خود ہی کرلو قبل اس کے کہ اس کا محاسبہ کوئی دوسرا کرے اور اس کا وزن آپ خود کرلیں قبل اس کے کہ اسے کوئی دوسرا تولے۔"[1] (ترمذی)

اس نئے سال کے آغاز سے ہی اپنے نفس کا خیال رکھو، مسلمانوں کے ساتھ مساجد میں جا کر باجماعت نمازیں ہی ادا کرنے کا اہتمام شروع کردو، مفید علم حاصل کرنے لگو اور اسے نشر کرنا شروع کردو اور تمام حرام باتوں سے مثلاً جھوٹ، غیبت وچغلی، بدزبانی اور فحش گوئی سے اپنی زبان کی حفاظت کرو، اور کھانے پینے کی چیزوں میں اللہ سے ڈریں اور ہر اس چیز سے مکمل اجتناب کریں جو کہ حلال نہیں ہے۔

اعمال حسنہ کا آغاز:

اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کریں، صلہ رحمی کو اپنائیں، ہر قریبی رشتہ دار اور اجنبی مسلمان کے ساتھ نیکی کا رویہ اختیار کریں۔ اپنے دل کو تمام روحانی امراض مثلاً حسد وبغض اور عداوت ودشمنی سے محفوظ رکھیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی عزت وآبرو کے درپے ہونے سے بچیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہیں اور اپنی بیوی بچوں کے حقوق صحیح ومکمل شکل میں ادا کرتے جائیں، راستوں میں چلتے اور سیٹلائٹ چینلز دیکھتے وقت حرام چیزوں پر نظر ڈالنے سے اپنی نگاہوں کو بچائیں۔ کتنا ہی خوب ہو کہ یہ سال نو معاشروں کے لیے اچھے انقلاب وتغیر کا نقطۂ آغاز بن جائے۔ عورتیں اپنے ستر وحجاب اور شرم وحیاء کا تحفظ کریں تا کہ احکام الٰہی کی پیروی، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا اتباع اور صحابیات کی سیرت ونمونہ کی اقتداء ہو۔

قرب موت:

یہ شب وروز کی آمد ورفت ہمیں دنیا سے دور اور آخرت کے قریب لے جارہی ہے۔ بشارت وخوشخبری ہے اس مومن کے لیے جو اپنی عمر سے فائدہ اٹھائے اور اپنے اس نئے سال کا استقبال اس طرح کرے کہ وہ اپنے ماضی کے بارے میں اپنے نفس کا باریک حساب وکتاب کرے۔

ہر دن کہ اس کا سورج جب ڈوبتا ہے تو وہ آپ کو آپ کی عمر کے کم ہونے کی تنبیہ کرتا ہے۔ عقلمند وہ ہے جو اپنے ماضی وکل سے نصیحت پکڑے اور اپنے حال اور آج کے دن میں عمل صالح کرنے کی محنت کرے اور اپنے مستقبل یا کل کی تیاری کرتا رہے۔ موت کے لیے تیار رہیں۔ سفر قریب ہے لہٰذا زادِ راہ تیار رکھیں اور بہترین زادِ راہ وہ ہے جس میں تقوی وافر مقدار میں شامل ہو اور اللہ کے نزدیک اعلی وارفع درجہ اس شخص کا ہے جو اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیئے کہ اس نے کل (یعنی قیامت) کے لیے کیا (عمل) بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔" (الحشر:18)

1) ترمذی، حدیث:2459۔

محرم سے سالِ نو کا آغاز:

سال کے مہینوں کا آغاز وافتتاح اللہ کے مہینے محرم سے ہوتا ہے، اور اللہ کے نزدیک انتہائی عظمت والے مہینوں میں سے ہے۔ اس کا مقام ومرتبہ بہت بلند اور اس کی عزت وحرمت عہدِ قدیم سے چلی آ رہی ہے۔ یہ سال کا سر اور اللہ کے حرمت والے مہینوں سے ہے۔ اسی ماہ میں اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون اور اس کی فوج پر فتح ونصرت عطا فرمائی اور اس ماہ کے فضائل میں سے ہی یہ بھی کہ اس ماہ کے بکثرت روزے رکھے جائیں، چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ" (صحیح مسلم)

"ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے ماہ محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد افضل ترین نماز نمازِ تہجد ہے۔"[1]

افضل ماہ و دن کے روزے:

اس ماہ کے دنوں میں سے افضل ترین دن، یوم عاشورا (10 محرم) ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَسُئِلُوا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالُوا: هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي أَظْهَرَ اللهُ فِيهِ مُوسَى وَبَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى فِرْعَوْنَ، فَنَحْنُ نَصُومُهُ تَعْظِيمًا لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَحْنُ أَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ، فَأَمَرَ بِصَوْمِهِ"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: یہ کیا دن ہے جس کا تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہی عظیم دن ہے جس میں اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون کو اس کی قوم سمیت غرق کیا۔ اس کے شکرانے کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا اور ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہم آپ سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام پر حق رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔"[2] (متفق علیہ)

جبکہ صحیح مسلم میں ہے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے یوم عاشورا کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ"

"مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ اس کے ذریعے ایک سال کے گناہوں کو مٹا دے گا۔"[3] (صحیح مسلم)

نبی ﷺ نے یہود کی مخالفت میں اس سے ایک دن پہلے بھی روزہ رکھنے کا عزم فرمایا اور ارشاد فرمایا: "فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ"

---

1) صحیح مسلم، حدیث: 1163۔
1) صحیح مسلم، حدیث: 1130۔
2) صحیح مسلم، حدیث: 1162۔

"اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو میں نو محرم کا روزہ بھی ضرور رکھوں گا۔"[3] (صحیح مسلم)

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دس محرم (یوم عاشورا) کا روزہ رکھیں جس میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اقتداء ہوگی اور اللہ کی طرف سے اجر وثواب کی طلب بھی، اور اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھ لیں تا کہ یہود کی مخالف ہو اور اس سنت پر عمل بھی ہو جائے جس پر عمل کرنا طے پایا ہے، یہ اللہ کی نعمتوں پر شکر بھی ہوگا اور نئے سال کا افتتاح و آغاز بھی ایک ایسے افضل ترین عمل صالح سے ہو جائے گا جس میں اللہ تعالی سے اجر و ثواب کی بجا طور پر امید کی جا سکتی ہے۔

سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

3) صحیح مسلم، حدیث: 1134۔

فتنوں کا وقوع اور ان سے بچاؤ کی تدابیر و بنیادیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین آل الشیخ حفظہ اللہ

11/ 1/ 1424ھ 14/ 3/ 2003ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلم امہ اور فتنے:

امت اسلامیہ اس وقت من حیث الافراد اور من حیث الجماعت بہت ہی بڑے بڑے فتنوں سے دو چار ہے جن کے اسباب وموضاعات اور مصادر متعدد ہیں اور ان فتنوں میں سے دین وعقیدہ، سیاست وانتظامات، اقتصاد ومعاشرت اور سماج وعقل ہر میدان میں فتنے رونما ہو چکے ہیں اور ان پر مستزاد وہ فتنے ہیں جو اولاد، آبروؤں اور جانوں میں سامنے آرہے ہیں۔

حقائق کی توڑ موڑ:

مسلمان جن فتنوں میں مبتلا ہیں ان کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اچھی چیزوں کو بری اور بری چیزوں کو اچھی ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہیں۔ اسی طرح دین اسلام اور اہل دین پر بھی حملے ہو رہے ہیں۔ انھیں طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ وہ باطل کو مزین کر کے اور بنا سنوار کر پیش کر رہے ہیں اور باطل کی ترویج میں شب وروز مصروف عمل ہیں۔ وہ حق کو محو کرنے اور لوگوں کو اس سے دور کرنے کی کوششوں میں مشغول ہیں۔ وہ فتنے لوگوں میں تخریب کاری، تباہی وبربادی اور قلق وتشویش پیدا کر رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ فتنے قولی ہیں اور کچھ فعلی اور انھیں نشر کرنے کے اسباب وذرائع بڑے ہی ترقی یافتہ اور تیز ترین ہیں۔ ان فتنوں کا خطرہ بہت ہی بڑھ چکا ہے اور اس کا شر ہر طرف پھیل رہا ہے۔ اس کے نقصانات بڑھتے جارہے ہیں اور اس کے اسلوب طرح طرح کے ہیں، جیسے تباہ کن افکار ونظریات کی اشاعت، گمراہ فرقوں کی ترویج، باطل عقائد کو عام کرنا، غلط مبادیات اور برے اخلاقیات (بداخلاقیوں) کو پھیلانا اور غلط چیزوں کی ایڈورٹائزمنٹ کرنا وغیرہ۔

فتنوں کی صورتیں:

ان فتنوں میں کئی کئی شکلیں سامنے آرہی ہیں۔ کہیں اسلام پر طعن وتشنیع کا رویہ اپنایا جارہا ہے اور کہیں دین میں شکوک وشبہات ابھار کر لوگوں کو اس سے دور کرنے کی کوششیں شروع ہیں۔ کئی فتنے دین کی جزئیات کو متاثر کر چکے ہیں اور اس کی فروغ سے بڑھ کر اب اس کے اصول اور ارکان کی طرف بھی بڑھ رہے ہیں اور انھوں نے افراد کو متاثر کرنے کے بعد اب معاشروں پر اثر ڈالنا شروع کر دیا ہے، وہ فتنے اس امت کے بکثرت افراد کو اپنی رو میں بہالے جانے کے قریب پہنچ چکے ہیں اور ان کے دین اور دنیا پر اپنے برے اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ خاص طور پر ان لوگوں پر ان فتنوں کے برے اثرات زور شور سے مرتب ہو رہے ہیں جو اچھے برے اور مفید ومضر کے مابین فرق نہیں کر سکتے اور نہ ہی حقائق کو ان کی اصل شکل وصورت پر سمجھنے دیکھنے اور نہ ہی ان کا ادراک کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

فتنہ تشکیک:

یہ فتنے بعض مسلمانوں کے دلوں میں ان کے دین کے قواعد وضوابط اور ان کی شریعت کے احکام ومقررات میں شک پیدا کر رہے ہیں۔ بکثرت لوگوں کے لئے دین کے معاملات و احکام میں حیرت وآوارہ ذہنی کا باعث بن رہے ہیں اور دوسرے بکثرت لوگوں کے لیے انحراف کا سبب بن رہے ہیں۔

ظہورِ فتن کی پیش گوئی:

اللہ کے بندو! نبی اکرم ﷺ دین و دنیا میں فتنوں کے ظہور پذیر ہونے کی خبر دے چکے ہیں۔ اور دین میں فتنے وہ ہیں جو اللہ پر ایمان لانے، اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے اور اس کے نبی ﷺ کی سنت ومنہج پر چلنے سے روکیں اور یہ کام فاسد عقائد، تباہ کن افکار اور منحرفانہ کردار، سرانجام دیتے ہیں۔ ایسے ہی دین میں فتنے ذکر الٰہی سے روکنے والی چیزیں اور فرائض ترک کروا کر حرام لذتوں اور شہوانی افعال میں مصروف کرنے والی اشیاء امور بھی ہیں۔ اور دنیوی فتنوں سے مراد قتل و غارت گری، خوف و ہراس، چوری وڈاکے اور ایسی ہی دوسری چیزیں ہیں۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ، وَيُلْقَى الشُّحُّ، وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ"

"زمانہ بہت قریب (وقت کی رفتار تیز)، عمل بہت کم، طمع ولالچ عام اور فتنوں کا ظہور تیز ہو جائے گا۔"[1] (صحیح بخاری)

فتنوں کا نقصان عام:

مسلمانو! فتنوں کا نقصان سبھی کو پہنچتا ہے اور ان کے ساتھ ہی ملکوں اور بندوں کے لئے شر وفساد بھی آتا ہے۔ خصوصاً جبکہ ان چیزوں کا علاج معالجہ شریعت کے ترازو میں رکھ کر نہ کیا جائے اور لوگ اپنے آپ پر شریعت کے فیصلے اور تعلیمات نافذ نہیں کرتے اور اس کی حدود کا لحاظ نہیں رکھتے۔ اور امور ومعاملات پر صحیح نظر نہیں رکھتے اور نہ ہی جدید مسائل پر گہری نظر ڈالتے ہیں کہ ان کے نقصانات کا دفعیہ اور ان کے آثار کو رفع کیا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ فتنوں اور ان کے شر ونقصانات سے شریعت نے متنبہ کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾

"تم ایسے وبال و فتنے سے بچو! کہ جو خاص کر صرف ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔" (الانفال:25)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: "یہ آیت ایسی ہے کہ اس کے مخاطب تو اگرچہ نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں لیکن درحقیقت یہ حکم کے اعتبار سے ہر مسلمان کے لیے عام ہے کیونکہ نبی ﷺ ہمیشہ فتنوں سے آگاہ ومتنبہ کیا کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللهِ تَعَالَى {وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً} وَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَذِّرُ مِنَ الْفِتَنِ"

---

1) صحیح بخاری، حدیث: 7061۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں، کتاب الفتن کے تحت ایک باب ہی یوں قائم فرمایا ہے: اللہ تعالی کے اس ارشاد کا بیان جس میں اس نے فرمایا ہے:﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾

"تم ایسے وبال و فتنے سے بچو! کہ جو خاص کر صرف ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتنوں سے آگاہ ومتنبہ فرمایا کرتے تھے۔

فتنوں سے بچنے کی بنیادیں:

مسلمانو! شریعت اسلامیہ ہر زمانہ اور ہر مقام کے لیے قابل عمل ہے اور اس میں ایسی تمام ضمانتیں، بنیادیں، مبادیات اور اصول موجود ہیں جو پوری امت کو فتنوں کے خطرات سے بچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ان فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے ہی ان کے راہ کی رکاوٹ بن سکتے ہیں اور اگر وہ واقع ہو ہی جائیں تو ان کے اثرات بد اور اضرار ونقصانات کو دور کر سکتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ کی اعلی ہدایات امور میں انحراف کو روک کر انھیں منظم ومنصف کر سکتی ہیں اور اسلام کی کریمانہ تعلیمات عقلوں کو گمراہ ہونے سے محفوظ رکھ سکتی ہیں اور شرعی تدابیر قدموں کو ڈگمگانے یا ان میں لرزتیں آنے سے یا راہ صواب سے ہٹ جانے سے روک سکتی ہیں، شریعت کی ہدایات فتنوں کے ظہور کی شکل میں امت کے لیے صحیح راستے کی نشاندہی کرتی ہیں اور تغیر کے وقت اسلام کا منہج رشید حالات کا رخ سیدھا کرنے کی تمام تر صلاحیت رکھتا ہے، وہ ہدایات و تعلیمات آدمی کو بگڑنے اور پھسلنے سے بچا سکتی ہیں اور امت کو تباہی و بربادی، ہلاکت اور فساد و بگاڑ سے محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ ان ہدایات و تعلیمات کا اگر حقیقی ادراک حاصل ہو جائے، ان کا صحیح طور پر خیال رکھا جانے لگے اور واقعی زندگی میں انھیں نافذ کیا جانے لگے تو مکمل طور پر سدھار وسنوار آسکتا ہے اور شر اپنی تمام شکلوں وصورتوں اور اسباب و دوافع کے ساتھ دفع ہو سکتا ہے اور ان ہدایات وتعلیمات کا مرجع چند اصولوں میں منحصر ہے۔

پہلی بنیاد و اصول:

فتنوں سے بچانے والی ان بنیادوں اور اصولوں میں پہلی اصل و بنیاد یہ ہے کہ فتنوں کے مقامات، ان کے اسباب ومحرمات اور ان کے مواقع سے دور بھاگیں اور اس میں خاص وعام کا کوئی فرق نہیں یہ سبھی مسلمانوں کے لیے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾

"تم ایسے وبال و فتنے سے بچو! کہ جو صرف ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔" (الانفال:25)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ"

"قریب ہے کہ مسلمانوں کا بہترین مال اس کی وہ بکریاں ہو جائیں جن کے پیچھے وہ پہاڑی چوٹیوں پانی اور بارش کے مقامات تلاش کرتا پھرے اور اپنے دین کو فتنوں سے نکال کرلے بھاگے۔"[1] (صحیح بخاری)

1) صحیح بخاری، حدیث:19۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کے زبردست خطرات کو واضح کر دیا ہے اور ان سے اجتناب کرنے اور ان سے دور بھاگنے کی ترغیب دلائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی بتا رکھا ہے کہ فتنوں کا ضرر و نقصان کسی کو اتنا ہی پہنچے گا جتنا کسی کا ان سے تعلق ہوگا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :"سَتَكُونُ فِتَنٌ ، الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي ، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ، فَمَنْ وَجَدَ فِيهَا مَلْجَأً، أَوْ مَعَاذًا، فَلْيَعُذْ بِهِ"

"ایسے فتنے رونما ہوں گے کہ ان کے دوران جو آدمی بیٹھا ہوا ہوگا وہ کھڑے آدمی سے بہتر ہوگا اور جو کھڑا ہوگا وہ چلنے والے سے بہتر ہوگا اور جو شخص چل رہا ہوگا وہ ان فتنوں میں حصہ ڈالنے والے (کسی طرح کی کوشش کرنے والے) سے بہتر ہوگا، جس نے ان فتنوں کی طرف قصداً جھانکا، انھوں نے اسے دھر لیا (ہلاک کر دیا) اور جو شخص وہاں کوئی جائے پناہ پائے تو وہ اس میں پناہ لے۔ (گوشہ نشینی اختیار کر لے)۔"[1] (صحیح بخاری و مسلم)

دوسری بنیادی اصول:

فتنوں سے بچانے والی دوسری بنیادی اصول یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمسک و تعلق مضبوط رکھا جائے۔ ان سے تعلق و تمسک امت کو ہر طرح کے شر و فساد اور گمراہی و انحراف سے نجات کا سبب بنتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کرو اور جو تم میں سے صاحب امر و حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو جائے تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی طرف رجوع کرو، یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل انجام بھی اچھا ہے۔" (النساء:59)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:" امام مجاہد اور متعدد علماء سلف کا کہنا ہے کہ جس مسئلہ میں اختلاف و تنازعہ ہو جائے اسے کتاب و سنت کی طرف لوٹایا (ان سے فیصلہ لیا) جائے۔"[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اس میں فرمایا: "تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا : كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ"[3] (مؤطا مالک و مستدرک حاکم اور علامہ البانی نے اس کی سند کو حسن درجہ کی قرار دیا ہے۔)

"اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم نے اسے پکڑا رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اور وہ چیز ہے اللہ کی کتاب اور میری سنت۔"

---

1) صحیح بخاری، حدیث:7081۔
2) تفسیر ابن کثیر:2/300۔
3) مؤطا مالک، حدیث:677۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے مابین کھڑے ہوئے اور فرمایا: "أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ ، وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ"

"تم پر لازم ہے کہ اللہ کا خوف وتقوی اختیار کرو اور سمع وطاعت کا رویہ اپناؤ اگر تمہارا سردار کسی حبشی غلام کو ہی کیوں نہ بنا دیا گیا ہو۔ میرے بعد تم لوگ بہت اختلافات وتنازعات دیکھوگے۔ ایسے میں تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت وطریقہ اپنانا ضروری ہے، ان پر دانتوں سے پکڑنے کی طرح مضبوطی سے جم جاؤ اور محدثات و بدعات سے بچو۔ بلا شبہ ہر بدعت گمراہی ہے۔"[1] (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، سنن دارمی)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "انسان جب اپنے گریبان میں جھانکے یا کسی دوسرے شخص سے مناظرہ کرے اور اس دوران کتاب وسنت کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے تو اللہ اسے صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔ شریعت اسلامیہ سفینۂ نوح علیہ السلام کی طرح ہے. جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔"[2]

یہ سب سلف صالحین امت کے منہج وطریقہ کا التزام و پابندی کرنے سے ممکن ہو گا جو کہ بندے کو انحراف سے محفوظ رکھتا ہے اور اگر کسی میں انحراف کی کوئی قدر واقع ہو جائے تو اس کا ازالہ وعلاج کرتا ہے۔

اللہ والو! کتاب وسنت سے اعتصام وتعلق اور اس کے لوازمات میں سے ہی یہ بھی ہے کہ اللہ کا تقوی اختیار کیا جائے اسی کی طرف انابت و رجوع کیا جائے، اسی کے دین پر ثابت قدمی اختیار کی جائے اور اسی کی شریعت پر استقامت کا مظاہرہ کیا جائے کیونکہ تقوی ہی تمام بحرانوں، مصائب ومشکلات سے، قلق و اضطرابات اور فتنوں سے نکلنے کا راستہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا [2] وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

"جو کوئی اللہ تعالی کا خوف وتقوی اپنائے گا وہ اس کے لئے (رنج وغم سے) خلاصی (کی صورت) پیدا کر دے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق مہیا کرے گا جہاں اسے وہم وگمان نہ ہو۔" (الطلاق:2-3)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا ، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا ، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا"

"سیاہ رات کے حصوں کی طرح کے فتنوں کے چھا جانے سے پہلے پہلے اعمال صالحہ کر لو اس وقت آدمی صبح مومن اٹھے گا اور رات کو کافر ہو جائے گا اور رات کو کافر ہو گا تو صبح کو مومن ہو جائے گا۔"[3] (صحیح مسلم)

---

1) ترمذی حدیث: 2676۔

2) درأ التعارض: 1/ 234۔

3) صحیح مسلم حدیث: 118۔

فتنوں کے قوی اثرات ضعیف الایمان اور شہوات نفس کی پیروی کرنے والے لوگوں پر ظاہر ہوئے ہیں۔اور وہ فتنے اپنے سامنے مقابلہ کرنے والے اور دفاع کرنے والا نہیں پاتے تو پھر وہ خوب تباہی مچاتے ہیں اور اس آدمی کو ایسے چیڑ پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں جیسے تیر اپنے شکار کو چیر دیتا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لَا تَضُرُّكَ الْفِتْنَةُ مَا عَرَفْتَ دِينَكَ ، إِنَّمَا الْفِتْنَةُ إِذَا اشْتَبَهَ عَلَيْكَ الْحَقُّ وَالْبَاطِلُ

"اگر تم نے اپنے دین کی معرفت حاصل کر لی تو تمہیں فتنے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔فتنہ اپنا اثر تب دکھائے گا جب حق و باطل تم پر مشتبہ و مختلط ہو جائے گا۔"[1]

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:" وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هَذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا ، وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا ، وَتَجِيءُ فِتْنَةٌ فَيُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا ، وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ: هَذِهِ مُهْلِكَتِي ، ثُمَّ تَنْكَشِفُ ، وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ: هَذِهِ هَذِهِ ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيَدْخُلَ الْجَنَّةَ ، فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ، وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ"

"تمہاری اس امت اسلامیہ کے پہلے حصے میں عافیت رکھی گئی ہے اور اس کے آخری حصے کو بلائیں آ گھیریں گی اور وہ ان امور میں پھنس جائیں گے جو تمہیں ناپسند ہیں۔ان پر ایسا فتنہ واقع ہو گا جو ان فتنہ میں سے ہی بعض دوسروں کا بھی پیش خیمہ ثابت ہو گا۔پھر ایک فتنہ رونما ہو گا تو مومن کہے گا کہ یہ فتنہ تو میری ہلاکت کا باعث ہے پھر وہ فتنہ رفع ہو جائے گا۔پھر فتنہ آئے گا اور مومن کہے گا کہ شائد یہ یہی سب سے بڑا فتنہ ہے۔پس جو شخص یہ چاہے کہ اسے جہنم سے بچا کر دور کر لیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو اسے ایسے حال میں موت آنی چاہیئے کہ وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے ہو،اور وہ صرف ان لوگوں کے پاس جائے جنہیں وہ چاہتا ہے کہ صرف وہ اس کے پاس آئیں۔"[2] (صحیح مسلم)

آج مسلم حکام و عوام پر تمام بلاد اسلامیہ میں واجب ہے کہ ہر سو فتنوں میں مبتلا ہیں، وہ اس بات کو ضرور سمجھ لیں مسلمانوں کو جو فتنے اور شر و بلا گھیرے ہوئے ہیں یہ سب ان کے اپنے ہی افعال اور کرتوتوں کا نتیجہ ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ﴾

"(بھلا یہ) کیا (بات ہے کہ) جب (بروز احد) تم پر مصیبت واقع ہوئی حالانکہ (بروز بدر) اس سے دو چند مصیبت تمہارے ہاتھوں ان پر پڑ چکی ہے تو تم چلا اٹھے کہ (ہائے) یہ آفت (ہم پر) کہاں سے آن پڑی؟ کہہ دیں (اے پیغمبر) کہ یہ تمہاری ہی شامت اعمال ہے۔(کہ تم نے پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کی)۔" (آل عمران:165)

اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں مکمل شریعت کے احکام کا نفاذ امت سے کئے گئے ضروری مطالبات میں سے ایک ہے اور شریعت سے

---

1) مصنف ابن ابی شیبہ: 7/ 468۔

1) صحیح مسلم حدیث 1844۔

تمسک و تعلق ہی دنیا کی عزت و عظمت اور آخرت کی سعادت و خوشی کا ضامن وحید ہے اور یہی تمام مصائب و فتن سے بچنے کا اور ان سے خلاصی پانے کا پر امن ضامن ہے، اور اس وقت امت میں جو فتنے اور شر و برائیاں منتشر ہیں ان کا واحد سبب اور بنیادی باعث ہی یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کے نفاذ سے چشم پوشی کی جا رہی ہے، اور اسلامی معاشروں اور ملکوں کو ان فتنوں اور مصائب و شر سے بچانے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے شریعت سے گہرا تعلق پیدا کرنے اور اس کے تمام اجزاء کو مکمل طور پر نافذ کرنا، حتیٰ کہ تمام اسلامی ممالک میں پوری امت اسلامی وسیاسی اور انتظامی و اقتصادی نظام نافذ کرے اور ان تمام شعبوں کو اسلامی نظام کے مطابق چلائے اور زندگی کے تمام معاملات میں بھی شریعت کی ہدایات و تعلیمات کا التزام و پابندی کرے۔ غرض امت اسلامیہ پر واجب ہے کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں کو اپنائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾

"(یہ) کیا (بات ہے کہ) تم کتاب اللہ کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کئے دیتے ہو۔ تم میں سے جو لوگ ایسی حرکت کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں جائیں اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے غافل نہیں۔" (البقرہ:85)

تیسری بنیاد و اصول:

امت کو فتنوں سے بچانے والی تیسری بنیاد و اصول ہے مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾

"اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رکھنا اور متفرق نہ ہونا۔" (آل عمران:103)

اور اللہ کی رسی جس طرح اہل سنت کے نزدیک کتاب کو شامل ہے اسی طرح ہی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہنے کو بھی شامل ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " إِنَّ اللهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا، فَيَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ "

"اللہ تمہاری تین باتوں سے راضی ہوتا ہے۔ اور تین باتوں سے ناراض ہوتا ہے۔ وہ اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ (اس کی عبادات میں) کسی کو شریک نہ کرو اور اللہ کی رسی کو تم سب پکڑے رکھو اور باہم متفرق و مختلف نہ ہو جاؤ۔ اور تم سے جن کاموں کو پسند نہیں کرتا وہ ہے کثرت کلام، کثرت سوال اور ضیاع مال۔"[1] (صحیح مسلم)

اور مسند احمد میں ہے۔ تین عادات و افعال ایسے ہیں کہ جن پر کسی مسلمان کے دل میں خیانت ہرگز نہیں آتی (وہ حسد و بغض نہیں کرتا) عمل میں اخلاص للہ، اولیاء امور یا حکام کو نصیحت و خیر خواہی اور جماعت کا ساتھ۔ کیونکہ جماعت اہلسنت کی دعاء پیچھے سے ان کا تحفظ کرتی ہے، یہ

1) صحیح مسلم حدیث:1715۔

حدیث بکثرت اسناد کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کی ہے اور یہ حدیث لوگوں کے دین اور ان کی دنیا کو قائم کرنے کی شرائط کی جامع حدیث ہے۔

ان تین امور کے بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ اصول دین اور اس کے قواعد کا مجموعہ ہے۔"

اور آخر میں جا کر کہتے ہیں: "ان کے دین اور دنیا کی مصلحت اسی میں ہے کہ وہ سب متحد و متفق رہیں اور سب اللہ کی رسی (دین) کو پکڑے رکھیں۔"

ثَلَاثُ خِصَالٍ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ : إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ، وَمُنَاصَحَةُ أُلَاةِ الْأَمْرِ، وَلُزُومُ الْجَمَاعَةِ، فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ "[1] (صحیح ابن حبان)

جبکہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ان تین صفات و افعال کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "لوگوں کے دین و دنیا میں جو خلل و بگاڑ رونما ہوا ہے وہ صرف ان تینوں افعال و خصال کو ترک کرنے کے نتیجے میں ہوا ہے۔"

ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ، فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ فَمِيتَةٌ جَاهِلِيَّةٌ "

"تم میں سے جو شخص اپنے حاکم یا امیر سے کوئی ایسا فعل دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اسے چاہیئے وہ اس پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے کیونکہ جس نے ایک بالشت کے برابر بھی جماعت کا ساتھ چھوڑا (صرف اتنا پیچھے ہٹ) کر وفات پائی وہ جاہلیت کی موت مرا۔"[2] (صحیح مسلم)

حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُولُ: كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَنَا اللهُ بِهَذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَفِيهِ دَخَنٌ. قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: قَوْمٌ يَسْتَنُّونَ بِغَيْرِ سُنَّتِي، وَيَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ. فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ، دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، صِفْهُمْ لَنَا. قَالَ: نَعَمْ، قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَمَا تَرَى إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ؟ قَالَ: تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ. فَقُلْتُ: فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟ قَالَ: فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ عَلَى أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ "

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ لوگ نبی ﷺ سے خیر و بھلائی کے بارے میں پوچھا کرتے تھے جبکہ میں شر و فتن کے بارے میں سوال کیا کرتا تھا اور یہ اس خوف کی وجہ سے ہوتا تھا کہ میں کسی شر یا فتنے میں مبتلا نہ جاؤں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ

---

1) صحیح ابن حبان، حدیث: 67۔

2) صحیح مسلم حدیث: 1849۔

!ہم جاہلیت اور شر میں تھے پھر اللہ تعالی نے خیر (دین اسلام) سے ہمیں نوازا ۔کیا اس خیر کے بعد پھر شر واقع ہونے کا کوئی امکان ہے؟ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں میں نے عرض کیا: اس شر کے بعد پھر حصول خیر کا بھی امکان ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں ۔لیکن اس عہد میں خرابی (دخن) بھی ہوگی ۔میں نے عرض کیا: یہ دخن کیا ہے؟ فرمایا:" لوگ میری سنتوں کو چھوڑ کر بدعات کو اپنا لیں گے اور میری لائی ہوئی ہدایت کو ترک کر کے دوسرے ہی طریقوں (اور نظاموں) کو اپنالیں گے ۔آپ ان کو پہچانیں گے اور ان کے اس فعل پر ان پر نکیر کریں گے ۔" میں نے عرض کیا: اس خیر کے بعد کیا پھر شر کا دور آجائے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا:" ہاں ، اس دور میں لوگ جہنم کے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو اپنی طرف بلائیں گے اور جس نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اسے وہ جہنم میں پھینک دیں گے ۔" میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! ہمیں ان کی نشانیاں و اوصاف بتائیں: نبی ﷺ فرمایا:" ہاں (سنو) وہ قوم ہماری اپنی ہی نسل سے ہوگی اور وہ لوگ ہماری ہی بولی بولنے والے ہوں گے ۔" میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! اگر میں اس زمانہ کو پالوں تو میں کیا کروں؟ نبی ﷺ نے فرمایا:"مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہنا ۔"[1] (صحیح بخاری مسلم)

چوتھی بنیاد و اصول:

امت اسلامیہ کو شر و فتن سے بچانے والی چوتھی بنیاد اور اصل یہ ہے کہ وقوع فتنہ کی حالت میں مسلمان صبر و ہمت سے کام لے کیونکہ صبر وہ صفت ہے کہ یہ آدمی کو ہر ایسا کام کرنے سے منع کر دیتی ہے جس کا انجام اچھا نہ ہو ۔بلکہ بکثرت فتنے واقع ہی صبر کی قلت کی وجہ سے ہوتے ہیں اور صبر کو اختیار کرنے میں اللہ کے فضل و کرم سے تمام فتنوں کے شر ظلمات اور انحرافات سے سلامتی ہے بلکہ صبر تو بکثرت فتنوں کا سر کچل کر رکھ دیتا ہے اور صبر کا عدم وجود فتنوں کی آگ کو بڑھاتا و بھڑکاتا ہے ایسے میں حقد و بغض جنم لیتا ہے فتنے سر اٹھاتے ہیں، تلواریں سونتی جاتی ہیں اور خون ریزی کی جاتی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہر بات پر صبر و نماز سے مدد حاصل کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

" اے ایمان والو! صبر و نماز سے مدد حاصل کرو اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔" (البقرہ:153)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:" فتنہ جنم ہی تب لیتا ہے جب اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی کی جائے اللہ تعالی نے حق گوئی اور صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور جس نے حق کو ترک کیا وہ فتنہ میں مبتلا ہوا اور جس نے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا وہ بھی مبتلائے فتنہ ہوگا ۔"

عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ: أَتَيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَلْقَى مِنَ الْحَجَّاجِ، فَقَالَ: اصْبِرُوا، فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ إِلَّا الَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ، حَتَّى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ، سَمِعْتُهُ مِنْ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "

حضرت زبیر بن عدی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ہم نے حجاج کے ظلم و زیادتیوں کی داستان انھیں سنائی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:" صبر و ہمت کا دامن تھامے رکھو ۔آنے والا ہر دور اپنے سابقہ دور سے بدترین ہی آئے گا یہاں تک کہ تم

1) صحیح مسلم حدیث: 1847 ۔

اپنے رب سے نہ جا ملو۔ میں نے یہ بات تمہارے نبی ﷺ سے سنی ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فتنہ خلق القرآن کے موقع پر فرمایا تھا: عَلَيْكُمْ بِالْإِنْكَارِ بِقُلُوبِكُمْ وَلَا تَخْلَعُوا يَدًا مِنْ طَاعَةٍ وَلَا تَشُقُّوا عَصَا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَسْفِكُوا دِمَاءَكُمْ وَدِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ مَعَكُمْ، وَانْظُرُوا فِي عَاقِبَةِ أَمْرِكُمْ، وَاصْبِرُوا حَتَّى يَسْتَرِيحَ بَرٌّ أَوْ يُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ۔

" اس فتنے کا دل سے انکار کرو (یعنی قرآن کو مخلوق نہیں بلکہ کلام اللہ مانو اور دل سے مخلوق کہنے والوں کا انکار کرو۔ لیکن حاکم وقت کی اطاعت سے سرتابی نہ کرو اور نہ ہی مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرو اور نہ اپنے اور نہ ہی اپنے ساتھ دوسرے مسلمان بھائیوں کے خون بہاؤ۔ اپنے معاملے کے انجام پر نظر رکھو اور صبر کا دامن تھامے رکھو یہاں تک کہ نیک آدمی کو سکون و راحت مل جائے اور فاسق و فاجر (اسے موت دے کر) اللہ لوگوں کو راحت دے دے۔"[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے ہی یہ بھی فرمایا: " ہم جس مصیبت و سزا میں مبتلا کئے گئے ہیں اس پر صبر کرنا اس سے بہتر ہے کہ فتنہ پیدا ہو اور اس میں خونریزی ہو، لوگوں کے مال چھینے جائیں اور حرمتیں پامال اور آبروئیں برباد کی جائیں۔"

پانچویں بنیادی اصول:

مسلم امہ کو فتنوں کے شر سے بچانے والی پانچویں بنیادی اصول یہ ہے کہ تمام امور و معاملات کو حلم و بردباری سے اور آرام و سکون کے ساتھ حل کیا جائے ان پر تیزی و جلد بازی نہ دکھائی جائے، اللہ تعالی نے انبیاء کا منہج بیان کرتے ہوئے بتایا کہ وہ حلم و بردباری اور عقل و رشد پر مبنی تھا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ﴾

" یقیناً ابراہیم (علیہ السلام) بہت تحمل والے، نرم دل اور اللہ کی جانب جھکنے والے تھے۔" (ہود 75)

اور ہمارے نبی ﷺ نے اشج عبدالقیس سے فرمایا تھا: "إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ: الْحِلْمُ، وَالْأَنَاةُ"

" تم میں دو چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں۔ حلم و بردباری۔ میانہ روی و سبک رفتاری۔"[3] (صحیح مسلم)

اور یہ اس لئے کہ حلم و بردباری اور سبک ساری و تحمل سے آدمی تمام امور کو ان کی اصل حقیقت پر دیکھ سکتا ہے اور ان کے صحیح میزان میں انہیں تول سکتا ہے اور اسی طرح انسان بیماری کی تشخیص کرتا اور اس کا انکشاف کرتا ہے اور پھر اس کا علاج تجویز کرتا ہے جو کہ برمحل اور صحیح نکلتا ہے۔ جب فتنے برپا ہو جائیں اور مصائب و مشکلات گھیرا ڈال لیں تو ایسے میں لوگوں کو سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ لوگ حلم و بردبادی کی صفت کو اپنائیں اور عجلت و جلد بازی سے بچیں اور یہ چیز اللہ کے حکم سے بقاء و دوام اور شر و فساد کو دفع کرنے کا آسان راستہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بعض امتوں کے بکثرت اور باقی ہونے کا سبب ہی یہ بیان کیا ہے کہ: "إِنَّهُمْ لَأَحْلَمُ

---

1) صحیح بخاری، حدیث: 7068۔

2) اخرجہ ابوبکر فی السنۃ: 90۔

3) صحیح مسلم حدیث: 17۔

النَّاسِ عِنْدَ فِتْنَةٍ "

" وہ فتنہ کے وقت سب سے زیادہ حلیم و بردبار ہوتے ہیں۔"[1] (صحیح مسلم)

چھٹی بنیادی اصول:

فتنوں سے بچانے والی چھٹی بنیادی اصول یہ ہے کہ پیش آمدہ امور و معاملات میں رفق و نرمی اور لطافت سے کام لیا جائے اور فتنہ کے وقت لوگوں کے ساتھ ہر ممکن حد تک نرمی اختیار کرنا خیر و صلاح کے حصول کا اہم ترین ذریعہ ہے بلکہ شرعی قاعدہ اور اسلام کا عام اصول ہے کہ تمام امور و معاملات میں رفق و نرمی کا التزام کیا جائے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: " إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ "

" اگر کسی چیز میں رفق و نرمی ہو تو وہ اسے مزین کر دیتی ہے اور اگر کسی چیز سے یہ چھن جائے تو وہ چیز عیب دار ہو جاتی ہے۔"[2] (صحیح مسلم)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہے: " إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ "

" اللہ تعالی ہر چیز میں رفق و نرمی کو پسند فرماتا ہے۔"[3] (صحیح مسلم)

ساتویں بنیادی اصول:

جتنے امور و معاملات درپیش ہوں ان کا صحیح ادراک کر کے حقائق کے فہم میں خوب تجرو گہرائی پا کر اور ان کے تصور کو پوری طرح پا کر انھیں حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ جب فتنے بپا ہو جائیں اور حالات بگڑ جائیں تو مسلمان پر واجب و ضروری ہے کہ وہ ظاہری حالات اور صرف ان کی ظاہری صورت کو دیکھ کر دھوکے میں نہ آجائے بلکہ ہر معیار و منصب اور ہر علمی و ثقافی درجہ کے لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ ان امور کے سمجھنے کے لیے گہرائی سے کام لیں اور ان کے وقائع پر دقت و باریکی کا رویہ اپنائیں اور کسی بھی معاملے کے حل، علاج یا فیصلے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے بلکہ پہلے تحقیق بینی سے حقائق کا مطالعہ کر لینا چاہیے۔ اسلام کے جامع مانع اصولوں میں سے ہی یہ ہے کہ: " اعتبار الفاظ اور کلمات کا نہیں ہوتا بلکہ اصل اعتبار مقاصد و اغراض اور مفاہیم و معانی کا ہوتا ہے۔"

اور اسلامی شریعت میں اہل عقل نے ایک قاعدہ وضع کیا ہے کہ " کسی چیز کے بارے میں فیصلہ دینا اس چیز کے تصور کی ہی شاخ ہوتا ہے۔"

اور ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾

" جس بات کی آپ کو خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑیں۔" (بنی اسرائیل: 36)

آٹھویں بنیادی اصول:

فتنوں سے بچنے والی آٹھویں بنیادی اصول یہ ہے کہ مسلمان عوام پر فرض ہے کہ وہ اپنے علماء کے حقوق کو پہچانے اور ان کا بھرپور خیال رکھیں

---

2) صحیح مسلم، حدیث: 2898۔

1) صحیح مسلم، حدیث: 2594۔

2) صحیح مسلم، حدیث: 2165۔

اور جب کسی معاملہ میں کوئی شبہ یا اشکال پیش آجائے تو اپنے علماء سے پوچھیں ۔ بندہ کی ہدایت اس بات میں ہے کہ وہ کتاب وسنت سے تمسک وتعلق رکھے اور کتاب وسنت سے تعلق وتمسک اور اعتصام صرف اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب قرآن وسنت کے جاننے والے علماء سے تعلق وواسطہ قائم رہے گا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

”تم اہل علم سے پوچھ لو اگر تمہیں علم نہ ہو۔“ (الانبیاء:7)

لوگوں پر واجب ہے کہ وہ صحیح مسلک اور صحیح عقائد والے معروف ربانی علماء کی طرف رجوع کریں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ” لوگ کھانے پینے سے بھی زیادہ علم کے ضرورت مند ہوتے ہیں کیونکہ (کھانے پینے کے بعض اوقات ہے)لیکن علم کی ہر وقت حاجت وضرورت رہتی ہے۔

اہل علم سے میل جول:

تمام مسلمانوں خصوصا نوجوان نسل پر واجب ہے کہ اہل علم و درایت اور نصح وخیر خواہی کے جذبات والے علماء کے ساتھ میل جول رکھیں ان سے سیکھیں، ان کے اقوال تلاش کریں اور ان کی آراء پر عمل پیرا ہوں ۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾

” اور جب انھیں امن یا خوف کی کوئی خبر ملتی ہے تو وہ اسے مشہور کرنا (پھیلانا) شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اپنے لوگوں میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو محدود سے چند لوگوں کے علاوہ تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے۔“ (النساء:83)

ایک اہم ادب:

بعض مفسرین نے کہا ہے:” یہ نازیبا کام کرگزرنے پر اللہ تعالی کی طرف سے بندوں کی تادیب ہے اور انھیں سرزنش ہے،اور انھیں یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ انھیں یہ چاہیئے کہ جیسے ہی کوئی اہم معاملہ یا عمومی مصالح کا کوئی کام درپیش ہو اور اس کا مومنوں کے امن وامان اور فرحت و سرور سے بھی واسطہ ہو یا اہل ایمان کے خوف اور ان کے مبتلائے فتنہ کئے جانے کے خدشے والا کوئی امر ہو تو اس خبر کو افواہ کی شکل میں پھیلائیں نہیں بلکہ پہلے اس کی خوب تحقیق وتصدیق کر لیں بلکہ اسے اللہ،اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولی الامر کی طرف لوٹا دیں جن میں ہی اہل علم وبصیرت، اہل عقل ورائے، اہل فکر و درایت اور خیر خواہی کے جذبات سے لبریز لوگ بھی شامل ہیں جو کہ ان امور ومعاملات اور مصالح ومنافع کو بھی جانتے ہیں اور ان کے برعکس پہلو کی بھی خبر رکھتے ہیں، اگر وہ سمجھیں کہ اس خبر کو عام کرنے میں مومنین کی مصلحت، ان میں تازگی وجذبہ اور فرحت وخوشی پیدا کرنے کے اسباب موجود ہیں اور اسے عام کرنے میں دشمن کی طرف سے بھی کوئی خطرہ نہیں تو وہ اسے عام کروائیں گے اور اگر وہ سمجھیں گے کہ اس کے عام کرنے میں کوئی مصلحت وفائدہ نہیں بلکہ اس سے نقصان پہنچنے کا ہی خطرہ ہے تو وہ اس

بات کو عام کرنے سے روک دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾

"اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے ہیں جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔" (النساء:83)

یعنی وہ لوگ اپنی فکرِ سلیم، رائے شدید و صوابدید اور اپنے علمِ رشید کے ذریعے اس معاملے کی حقیقت اور تہہ تک پہنچ جائے۔

معمول کے حالات اور فتنوں کے دور میں فرق:

فتنوں کا حال عام امور جیسا نہیں ہے، فتنوں کے ظہور اور ان کے بکثرت رواج پا جانے کی صورت میں ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ چاہے کسی بھی پوزیشن میں ہو اور چاہے کسی بھی منصب و مرتبہ پر فائز ہو وہ اس بات کو بخوبی سمجھے کہ معاشرے کے فوائد اور مصلحتوں سے متعلقہ وہ امور جو عام حالات سے تعلق رکھتے ہیں اور ان معمول کے حالات میں جو باتیں کہی اور جو کام کئے جاتے ہیں وہ فتنہ کے ظہور پذیر اور عام ہو جانے کی شکل میں وہ باتیں کہی جا سکتی ہیں اور نہ وہ کام کئے جا سکتے ہیں۔ بلکہ فتنوں کے زمانے میں ہر بات اور ہر کام کے انجام پر نظر اور اس کا خیال رہنا چاہئے۔ صحیح بخاری میں ارشاد نبوی ہے: "لَوْلَا حَدَاثَةُ عَهْدِ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ وَلَجَعَلْتُهَا عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيمَ، فَإِنَّ قُرَيْشًا حِينَ بَنَتِ الْبَيْتَ اسْتَقْصَرَتْ، وَلَجَعَلْتُ لَهَا خَلْفًا"

"اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اگر تیری قوم کے لوگ عہدِ کفر کے قریب ہی نہ ہوتے تو میں کعبہ کو گرا دیتا اور اسے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیادوں پر تعمیر کر دیتا اور اس کے دو دروازے رکھتا۔"[1] (صحیح بخاری و مسلم)

فتنہ واقع ہو جانے کی صورت میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع و توجہ کریں، اسی سے التجائیں کریں اور دعائیں مانگیں کہ وہ مسلمانوں کو فتنوں کے شر سے محفوظ رکھے، معاشروں کو ان کے خطرات سے بچائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز میں تشہد کے بعد جن دعاؤں کا حکم فرمایا ہے ان میں سے ہی یہ بھی ہے کہ موت و حیات کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگا کرو۔

اے مسلمانو! دلِ صادق اور خلوصِ نیت سے اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعائیں کریں کہ اللہ انھیں فتنوں کے شر اور ان کے ہر طرح کے خطرات سے محفوظ رکھے اور ان کے حالات کی اصلاح و درستگی فرمائے۔

نویں بنیادی اصول:

فتنوں سے بچانے والی نویں بنیادی اصول یہ ہے کہ مایوسی میں مبتلا ہونے سے بچیں اور مایوسی یہ ہے کہ مطلوب کے حاصل ہونے اور غیر مرغوب و خوفناک چیز کے دفع کے بارے امیدیں ٹوٹ جائیں۔ مسلمان کو ان مصائب اور ڈگمگا دینے والے فتنوں کے دفع ہونے کی امیدیں منقطع نہیں کرنی چاہئیں وہ مصائب و فتن کسی کی ذات سے تعلق رکھتے ہوں یا پھر وہ پوری مسلم امت کو درپیش ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ میں فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ [139] إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ [140] وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ﴾

---

1) صحیح مسلم، حدیث: 1333۔

”تم نہ سستی کرو اور نہ غم میں مبتلا ہو، اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ اگر تم زخمی ہوئے ہو تو تمھارے مخالف لوگ بھی تو ایسے ہی زخمی ہو چکے ہیں ہم ان دنوں کو لوگوں کے مابین ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ (شکست احد) اس لئے تھی کہ اللہ تعالی ایمان والوں کو ظاہر کر دے اور تم میں سے بعض کو شہادت کا درجہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالی ظالموں سے محبت نہیں کرتا اور (یہ وجہ بھی تھی) کہ اللہ تعالی ایمان والوں کو بالکل الگ کر دے اور کافروں کو مٹا دے۔“ (آل عمران: 139_141)

جس نے اللہ تعالی سے صدق وسچائی کا معاملہ رکھا، اس پر ایمان لایا اور اس کے رسول پر ایمان لایا وہ مایوس وناامید نہیں ہوتا۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾

”بہت سے نبیوں کے ہم رکاب ہو کر، بہت سے اللہ والے جہاد کر چکے ہیں، انہیں بھی اللہ کی راہ میں تکلیفیں پہنچیں لیکن نہ تو انھوں نے ہمت ہاری نہ سست رہے اور نہ ہی دبے اور اللہ صبر کرنے والوں کو ہی چاہتا ہے۔“ (آل عمران 146)

اے مؤمن صادق فتنوں کے دور میں صادق الایمان، قوی الاسلام، ثابت قدم و مستحکم دل اور اللہ رحمان کی مرضی پر چلنے والے رہو اور انبیاء و رسل علیہم السلام کے سردار و امام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار رہو۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ[2] وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ﴾

”کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں آزمائے بغیر ہی چھوڑ دیں گے؟ ان سے پہلے لوگوں کو بھی ہم نے خوب جانچا پرکھا۔ یقیناً اللہ تعالی انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں۔“ (العنکبوت: 32)

فتنہ بقدر ایمان وعقیدہ:

کسی کے دل میں جتنا ایمان ہو اور کسی کا عقیدہ جتنا مضبوط ہو اسی کے بقدر فتنے بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حقائق کی طرف لوٹ آؤ اور انہیں اپنا لو، اللہ کی ذات پر ایمان کی تجدید کر لو اور اللہ کے ساتھ صدق وسچائی کے راہ ورسم استوار کر لو۔ اللہ کو اپنی طرف سے خیر و بھلائی کر کے دکھا دو، اپنے حالات بدل کر ان کی اصلاح کر لو، اپنے آپ میں تبدیلی وتغیر لے آؤ۔ اللہ سبحانہ وتعالی کے سامنے جھک جاؤ اور اسی کی طرف رجوع کر کے اس سے ہی التجائیں کرو، اس پر توکل و بھروسہ کرو اور اس پر وثوق واعتماد کرو۔

سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

دورِ فتن میں اسلامی طرزِ عمل

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

18 / 1 / 1424ھ،21 / 3 / 2003

حمد وثناء کے بعد!

حمد وثناء باری تعالی کے بعد عرض ہے کہ اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرو اور اسی کی اطاعت کرو، اسی کی طرف رجوع کرو اور اس سے بخشش مانگتے رہو، اللہ کا تقوی و پرہیز گاری بہترین عمل اور حسن انجام کا سبب ہے۔

اصلاح قلوب و کردار:

اللہ کے بندو! اسلام کے اغراض و مقاصد میں سے سب سے اعلی غرض دلوں کی اصلاح اور اخلاق کی تہذیب وتقویم ہے۔ دلوں کی اصلاح اللہ کی توحید اور اس کی عبادات کو صرف اسی کے لیے خالص کرنے کے ذریعے ہوگی اور اسی طرح دلوں کی اصلاح کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اسی چیز کو پسند کیا جائے جس میں اللہ تعالی کی رضاء وخوشنودی اور پسندیدگی ہو اور ہر اس چیز سے نفرت کی جائے جسے اللہ ناپسند کرتا ہے اور وہ اقوال ہوں یا افعال اور ظاہری اعمال ہوں یا باطنی۔ چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ"

"حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے مابین کچھ امور و اشیاء مشتبہ ہیں جنھیں بکثرت لوگ نہیں جانتے۔ جو شخص ان مشتبہ اشیاء امور سے بچ گیا اس نے اپنے دین وآبرو کو محفوظ کر لیا۔ اور جو شخص ان مشتبہ اشیاء میں واقع ہو گیا وہ گویا حرام میں واقع ہو گیا، اس کی مثال اس چرواہے کی طرح ہے جو بادشاہ کی مخصوص کردہ چراگاہ کے اردگرد اپنے جانور چرائے اور خدشہ ہے کہ کسی بھی وقت اس کے جانور بادشاہ کی چراگاہ میں داخل ہو کر چرنے لگیں، خبردار! ہر بادشاہ کی اپنی مخصوص کردہ چراگاہ ہوتی ہے اور خبردار! اللہ کی چراگاہ اس کے حرام کردہ امور و اشیاء ہیں۔ خبردار! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ سدھر گیا تو سارا جسم ہی درست ہو گیا اور اگر وہ ایک ٹکڑا بگڑ گیا تو سارا جسم ہی بگڑ گیا، خبردار رہو کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔"[1] (بخاری ومسلم)

اتحاد واتفاق اور پیار ومحبت:

ایسے ہی شریعت اسلامیہ کی بکثرت اغراض و مقاصد میں سے ایک بڑی غایت یہ ہے کہ افراد امت میں اتحاد واتفاق رہے۔ مسلمان آپس

---

1) صحیح مسلم، حدیث: 1599۔ بخاری: 52۔

میں پیار ومحبت کے رشتے میں بندھے رہیں کیونکہ اتحاد واتفاق اور پیار ومحبت سے دین و دنیا کے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور اسی طرح ہی باہمی مدد ونصرت اور تعاون ممکن ہوتا ہے اور اسی کا حکم دیتے ہوئے ۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾

” اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔“ (آل عمران: 103)

اور دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾

” اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے لہذا اسی پر چلنا اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر جا کر) اللہ کے راستے سے ہٹ جاؤ گے۔“ (الانعام: 153)

اسی طرح اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

” اور نیکی و پرہیزگاری کے کاموں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ وظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔“ (المائدہ: 3)

ایک جگہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾

” مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہذا اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو۔“ (الحجرات: 10)

ایک اور مقام پر اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾

” اللہ کا تقوی وخوف اختیار کرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر تم مؤمن ہو تو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم پر چلو۔“ (الانفال: 1)

ان قرآنی آیات کی طرح ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں بھی اتحاد امت و وحدت ملت کی تاکید کی گئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: " مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى "

” باہمی پیار ومحبت اور رحم وکرم اور عطف ومہربانی میں مؤمنوں کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک جسم ہوتا ہے اور اس کا جب کوئی ایک عضو بھی کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو سارا جسم ہی بخار اور رتجگے (رات کی بے آرامی) میں مبتلا ہو جاتا ہے۔“[1] (صحیح بخاری ومسلم)

عن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری حدیث میں ہے: " الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا "

” ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایک مضبوط عمارت کی طرح ہوتا ہے جو ایک دوسرے حصے سے تقویت پاتی ہے۔“[2] (صحیح بخاری ومسلم عن ابی موسی اشعری رضی اللہ عنہ)

ایسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد ہے: من لم يهتم بأمور المسلمين فليس منهم۔

” جو شخص مسلمانوں کے معاملات میں دلچسپی نہیں لیتا وہ ان میں سے نہیں ہے۔“[3]

---

1) صحیح مسلم، حدیث: 2586، بخاری: 6011۔

2) صحیح مسلم، حدیث: 2585، بخاری: 481۔

3) حاکم: 4/320۔

تفرقہ و اختلاف سے اجتناب:

اللہ تعالی نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے وہ ہے تفرقہ بازی و اختلافات۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

”اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا اور صبر کرو کہ اللہ صبر کرنے والوں کا مددگار ہے۔“

(الانفال:46)

اور ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

”اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو متفرق ہو گئے اور واضح احکام کے آجانے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے، یہ وہ لوگ ہیں جنھیں (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا۔“ (آل عمران:105)

ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾

”جن لوگوں نے اپنے دین میں (بہت سے) راستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہو گئے ان سے آپ کو کچھ کام نہیں، ان کا کام اللہ کے حوالے ہے پھر جو جو کچھ وہ کرتے رہتے ہیں وہ انہیں سب بتائے گا۔“ (الانعام:159)

مذکورہ قرآنی ہدایات کی طرح ہی نبوی ہدایات میں بھی اختلات انتشار سے بچنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:"وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ"

”تم باہم مختلف نہ ہونا ورنہ تمھارے دلوں میں بھی اختلاف پیدا ہو جائے گا، یا فرمایا۔“ تمہارے چہرے ایک دوسرے سے مختلف ہو (پھر) جائیں گے۔“[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"فَإِنَّ الْخِلَافَ شَرٌّ"

”اختلاف سارے کا سارا ہی شر ہے۔“[2] (ابو داود)

جبکہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے:”اے لوگو! تمہیں اتحاد و اتفاق کی صورت میں جو چیز ناپسند ہے وہ اس چیز سے بہتر ہے جو تمہیں تفرقہ و اختلاف میں پسند ہے۔“

بحرانوں اور فتنوں کے دور میں:

یہ امور ہر مسلمان پر ہر وقت واجب ہیں لیکن جب سختیوں، بحرانوں اور فتنوں کا دور ہو تو ان چیزوں کا وجوب و اہمیت دو چند ہو جاتی ہے، تاکہ

---

1) صحیح مسلم، حدیث:432۔

2) ابو داؤد، حدیث:1960۔

مسلمانوں کا ملک محفوظ رہے اور ملت و دین کا بھی تحفظ ہو کیونکہ اتحاد و اتفاق میں مسلمانوں کی قوت و طاقت پنہاں ہے اور تفرقہ و اختلاف مسلمانوں کے لیے ضعف و کمزوری کا باعث ہے، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے امام و حاکم اور ان کی جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ إِمَامٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً"

"جو شخص اس حالت میں مرگیا کہ وہ کسی امام و حاکم کے ساتھ نہیں تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرگیا۔"[1] (مسند احمد، معجم طبرانی ابن حبان)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً"

"جس نے اطاعت و پیروی سے دست کشی (وسرکشی کی،) وہ اللہ کو قیامت کے دن ایسے ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل و حجت نہیں ہوگی، اور جو شخص اس حال میں مرگیا کہ اس کی گردن پر کسی کی بیعت کا جوا نہیں، وہ جاہلیت کی موت مرگیا۔"[2] (صحیح مسلم)

اور حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "وَأَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ، اللهُ أَمَرَنِي بِهِنَّ: السَّمْعُ، وَالطَّاعَةُ، وَالْجِهَادُ، وَالْهِجْرَةُ، وَالْجَمَاعَةُ، فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ، إِلَّا أَنْ يَرْجِعَ، وَمَنِ ادَّعَى دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ مِنْ جُثَى جَهَنَّمَ. فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ، قَالَ: وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ، فَادْعُوا بِدَعْوَى اللهِ الَّذِي سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ الْمُؤْمِنِينَ عِبَادَ اللهِ"

"میں تمہیں ان پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں جن کا حکم مجھے اللہ تعالی نے دیا ہے: جماعت کے ساتھ رہو، توجہ سے سنو، اطاعت کرو، (بلاد کفر و شرک سے) ہجرت کر جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جو شخص ایک بالشت جماعت سے نکلا اس نے اپنے گلے سے اسلام کا حلقہ اتار دیا (اور وہ اس وقت تک حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوگا) جب تک کہ وہ واپس نہ لوٹ آئے، اور جس نے جاہلیت کے دور کی کوئی حرکت کی (بین و نوحہ کیا) وہ جہنم کا ڈھیر ہے۔" صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگرچہ وہ نمازی و روزہ دار بھی ہو؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ وہ نمازی و روزہ دار بھی ہو اور یہ بھی گمان کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے۔ لوگوں کو ان کے ان ناموں سے پکارو جو اللہ نے انھیں دیئے ہیں جیسے مسلمان، مومن، اور اللہ کے بندے، (عباد اللہ عز و جل)۔"[3]

(یہ حدیث صحیح ہے اور اسے امام احمد بن حنبل نے مسند میں امام ترمذی نے سنن میں اور امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "ثَلَاثَةٌ لَا يُسْأَلُ عَنْهُمْ: رَجُلٌ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ، وَعَصَى إِمَامَهُ، وَمَاتَ عَاصِيًا، وَأَمَةٌ أَوْ عَبْدٌ أَبَقَ مِنْ سَيِّدِهِ فَمَاتَ، وَامْرَأَةٌ غَابَ زَوْجُهَا وَقَدْ كَفَاهَا مُؤْنَةَ

1) معجم طبرانی الاوسط، حدیث: 5820۔
2) صحیح مسلم، حدیث: 1851۔
3) ترمذی، حدیث: 2863۔

الدُّنْيَا فَخَانَتْهُ بَعْدَهُ"

" تین آدمیوں کے بارے میں مت پوچھو، ایک وہ شخص جس نے جماعت کو چھوڑ دیا، اپنے امام و حاکم کی نافرمانی کی اور اسی نافرمانی کی حالت میں ہی مرگیا، دوسرا وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگ گیا اور مفرور ہونے کی حالت میں ہی اسے موت آگئی اور تیسری وہ عورت جس کا شوہر گھر سے غائب ہوگیا مگر وہ اس کے تمام اخراجات پورے کر رہا ہے اور وہ اس کے بعد بے پردہ (باہر آوارہ) پھرنے لگے۔"[1] (صحیح حدیث- مسند احمد، الادب المفرد و امام بخاری مستدرک حاکم)

اور اس حدیث میں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے بارے میں مت پوچھیں، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی معصیت و نافرمانی کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی م صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " وَيَدُ اللهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ "

" جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔"[2] (ترمذی، معجم طبرانی کبیر)

مسلمانوں کے امام جماعت کے ساتھ رہنا:

یہ شریعت اسلامیہ کا کمال ہے کہ اس نے مسلمانوں پر اتحاد و اتفاق رہنا، جماعت کے ساتھ چلنا اور اپنے حاکم و امام عادل کی اطاعت کرنا واجب قرار دیا ہے تا کہ وہ مصائب و مشکلاب اور فتنوں کی آندھیوں کے سامنے پہاڑوں کی طرح جم کر کھڑے رہ سکیں اور اپنے دین میں تغیر و تبدل کے واقع ہونے سے اس کا تحفظ کر سکیں اور اپنی دنیوی مصلحتوں اور منافع کی حفاظت کر سکیں جن پر کہ ان کی زندگی کا انحصار ہے۔ چنانچہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایسا وعظ فرمایا کہ دل ڈھل گئے اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یوں لگتا ہے جیسے کسی کا الوداعی و پر تاثیر وعظ ہو ہمیں وصیت فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

:"أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"

" میں تمہیں اللہ کے تقوی و پرہیزگاری اور امام و امیر کی سمع و طاعت کی وصیت و تاکید کرتا ہوں چاہے تمہارے امیر کسی غلام کو ہی کیوں نہ بنا دیا گیا ہو، تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ سخت اختلافات دیکھیں گے، ایسے میں تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کا التزام ضروری ہے، انہیں خوب مضبوطی سے پکڑے رہنا اور نئی نئی ایجادات دینیہ (بدعات) سے بچنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔"[3] (ابوداؤد، ترمذی- حدیث حسن صحیح)

---

1) صحیح ابن حبان، حدیث: 4559۔

2) ترمذی، حدیث: 2167۔

3) ترمذی، حدیث: 2676۔

فتنوں میں بے جا دخل اندازی سے گریز:

اسلام نے جن چیزوں سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے انہی میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ فتنوں کے دور میں باطل طریقے سے بے جا دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾

"اور (اے مخاطب) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔" (بنی اسرائیل:36)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِيَّاكُمْ وَالْفِتَنَ، فَإِنَّ اللِّسَانَ فِيهَا مِثْلُ وَقْعِ السَّيْفِ"

"فتنوں سے بچو کہ ان کے دوران زبان کی بات تلوار کی کاٹ کا کام کرتی ہے۔"[1] (ابن ماجہ)

مسلمان پر واجب ہے کہ جب بکثرت قیل وقال چل رہی ہو اور فتنہ برپا ہو چکا ہو تو ہر حرام چیز سے اپنے ہاتھ اور زبان کو روک کر رکھے۔

حکام وعلماء کا تعاون:

ہم عام مسلمانوں اور بالخصوص نوجوان نسل کے لوگوں کو جھوٹی افواہوں، من گھڑت جھوٹی خبروں اور تباہ کن مغربی افکار ونظریات سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں جو کہ سٹلائٹ چینلز اور انٹرنیٹ کے ذریعے پھیلائے جا رہے ہیں اور وہ دین واخلاق اسلامیہ میں طعن وتشنیع پر مبنی ہیں اور وہ لوگوں میں تفرقہ واختلافات اور خوف وہراس پیدا کر رہے ہیں اور حکام وعلماء پر حرف گیری کرتے اور ان پر انگلیاں اٹھاتے ہیں۔ اگر علماء اور اولیاء امور یا حکام درست ہو گئے تو سب لوگ بھی درست رہیں گے، ان کے لئے اصلاح ودرستگی اور خیر وبھلائی کی دعاء کی جائے، ان کے خلاف بدعائیں نہ کی جائیں۔ ان کی تعظیم کی جائے اور ذمہ داریوں کو نبھانے میں ان کی مدد کی جائے، حکام کی اس معاملہ میں مدد کی جائے کہ وہ لوگوں کی مصلحتوں کا خیال رکھیں اور اللہ کی شریعت کو نافذ کریں، اور علماء کی مددیوں کی جائے کہ وہ شریعت کو بیان کریں، اس کے احکام کی تفصیل ووضاحت کریں اور انہیں جو امور شریعت اور لوگوں کے مصالح سونپے گئے ہیں وہ انھیں ادا کریں۔

صبر ویقین کا دامن نہ چھوٹے:

اللہ کے بندو! صبر اور یقین کا دامن ہاتھ سے نہ جائے، افواہوں، جھوٹی من گھڑت خبروں اور باطل ومخرب اخلاق افکار ونظریات سے بچنے کی تلقین کے ساتھ ساتھ ہی ہم اپنے ان نوجوانوں کو یہ بھی تاکید کرتے ہیں، جو کہ ان سے متاثر ہو چکے ہیں۔ اپنے ملکوں کی املاک کو نقصان پہنچانے والے حرام تخریبی کاموں سے بچیں، یہ کام مکار لوگوں کے مکر وحاقدین کی حماقتوں اور ان میں سے نالائق وبے عقل لوگوں کی دین ہیں، اگرچہ وہ اپنے مخصوص مقاصد اور ذاتی فوائد کے حصول کے لئے دین کا لباس ہی کیوں نہ پہنے ہوئے ہوں، ان تخریبی کاروائیوں میں وہ پرامن لوگوں کو ہراساں کرتے اور حرام کردہ خون کو بلا سبب بہاتے ہیں۔ پوری امت جس میں حکام وعوام، علماء اور قبائل وخاندان سب شامل ہیں، ان سب پر واجب ہے وہ ان چیلنجوں کے مقابلے یکمشت ویکدست اور متحد ومتفق رہیں جو کہ اس امت کے ڈھانچے کو للکار رہے ہیں۔

---

1) ابن ماجہ، حدیث: 3967۔

مسلمانو! اپنے او پر اللہ تعالی کی تمام ظاہری و باطنی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو، اللہ کے سامنے پیش کئے جانے سے پہلے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرلو، خوشحالی کے زمانے میں بھلائیاں اور نیکیاں کرلو، مشکلات اور سختیوں کے دنوں میں اللہ تمہاری مدد کرے گا، ہر حال میں تمام گناہوں سے توبہ کرتے رہا کرو اللہ تم سے تمام مشکلات و مصائب کو دور کرے گا۔ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ﴾

"اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور پھر سیدھے راستے پر چلے میں اسے بخش دینے والا ہوں۔" (طٰہٰ:82)

توبہ صادقہ ونصوحہ:

مسلمانو! جس نے اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرلیا وہ کبھی ہلاک نہ ہوگا اور جس نے اس کی نافرمانی کا رویہ اختیار کرلیا وہ کبھی فلاح و کامرانی نہ پائے گا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"اور اے ایمان والو! سب کے سب اللہ کے آگے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔" (النور:31)

اللہ والو! امت اسلامیہ پر جب بھی کوئی مشکل وقت اور مصائب آئے ہیں نکلنے کا راستہ یہی رہا ہے کہ ہر مسلمان اللہ کی طرف تائب ہو اور توبہ صادقہ ونصوحہ کرے، اللہ، اس کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھے۔

جرم وسزا:

لوگو! دور حاضر میں افراد بشریت (تمام انسانوں نے) اللہ تعالی کی نافرمانی کا ارتکاب کیا ہے، اور ماضی کے کسی بھی دور سے زیادہ سرکشی و سرتابی کا ارتکاب کیا ہے، ہر وہ گناہ جس کے نتیجے میں اللہ نے اقوام ماضی کو ہلاک وتباہ کیا تھا اس کا ارتکاب دور حاضر میں لوگوں نے کیا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالی نے ایمان کی بدولت ان سے محفوظ رکھا، منشیات نے دنیا کو برباد کر کے رکھ دیا ہے، انسان انسان پر ظلم ڈھا رہا ہے، طاقتور قومیں کمزور قوموں پر مشق ستم کر رہی ہیں، تباہ کن جنگیں مسلسل چلی آ رہی ہیں، جنہوں نے کھیت کھلیاں اور نسل انسان وحیوان سب کو ہلاک کر کے رکھ دیا ہے، عقل نے وہ چاند چڑھائے ہیں کہ اس نے انتہائی ہلاکت انگیز اسلحہ تیار کر دیا ہے، جس نے ہر جگہ انسان کو خطرے میں ڈال دیا ہے، فسق وفجور، نافرمانیاں اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب دنیا میں عام ہو رہا ہے، اور بشریت روز بروز اللہ کی ذات سے سرکشی میں اضافہ کرتی جا رہی ہے اور ہلاکت خیز گناہوں کے بے دھڑک ارتکاب کرتی جا رہی ہے، طرح طرح کی فحاشیوں اور منکرات و معاصی کو اپنایا جا رہا ہے، خطرات کے آوازئے اٹھ رہے اور نقارے بج رہے ہیں اور بشریت کو خوفناک وتباہ کن گڑھے کے کنارے پر پہنچنے سے روک رہے ہیں اور یہ سب انسان کے ہاتھوں اپنے ہی جیسے دوسرے پر انسان ظلم وسرکشی، قتل وغارت گری، بے گھر کرنا، خوف و ہراس پھیلانا، فقر وفاقہ، بھوک میں مبتلا کر دینا، تسلط واستعمار، ظلم وجبروت، املاک کی تباہی، گھروں کی بربادی حتی کہ عبادت گاہوں کی مسماری و ویرانی یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہی ہو رہے ہیں لیکن آخر یہ کہاں جائیں گے؟ اللہ عزوجل ہر کسی کو دیکھ رہا ہے اور اس کے افعال و کرتوتوں کا بدلہ انھیں دنیا و آخرت میں دے گا: ﴿لَّيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ مَن يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا﴾

”(نجات) نہ تو تمھاری آرزووں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزووں پر، جو برے عمل کرے گا، اسے اسی طرح کا بدلہ دیا جائیگا اور وہ اللہ کے سوا کسی کو اپنا حمایتی و مددگار نہ پائے گا۔“ (النساء:123)

دعائیں:

مسلمانو! خلوص دل سے دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ امت اسلامیہ کے مصائب و مشکلات کو رفع کرے اور وہ حکام و علماء اور عام مسلمانوں کو اپنی رضاء و مرضی اور پسند کے کام کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے اور اپنی دعاؤں میں یہ بھی شامل کریں کہ اللہ تعالیٰ عراق کے مومنوں مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور عراقی عوام کو جنگ کے نقصانات سے بچائے، ان کے اموال اور آبرو کا تحفظ فرمائے۔ یہ بھی دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ فلسطینی مسلمانوں کو صہیونی غنڈوں، یہودی ظالموں کے شر سے بچائے اور ان کے اموال و آبروؤں کو محفوظ رکھے، مسلمانوں کی روزیاں آسان کرے، انہیں خوف سے امن و امان دے اور ہر جگہ مسلمانوں کے اسرار و مقامات شرم و حیاء کی پردہ داری کرے۔ اعداء اسلام کو ذلیل و رسوا کرے، ان کی مکاریوں میں خود انھیں ہی مبتلا کر دے، ان میں پھوٹ ڈال دے اور مسلمانوں کو ان کے شر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دے، اوقات مقبولیت کو تلاش کرو کیونکہ امر و خلق سب اللہ ہی کے لیے ہیں۔

نبی ﷺ نے فتنوں کے مقابلے کے لیے دعائیں کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: "وَاسْتَقْبِلُوا أَمْوَاجَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ"

”مصائب و بلاؤں کا استقبال دعاؤں سے کرو۔“[1] (مراسیل ابوداود)

اور ایک صحیح حدیث میں ہے،: "الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ"

”دعاء عبادت کا مغز ہے۔“[2] (ترمذی)

جبکہ ایک صحیح حدیث میں ہے: "الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ"

دعاء عین عبادت ہے۔“[3] (سنن اربعہ، مسند احمد، مستدرک حاکم صحیح بن حبان، مسند ابویعلی، مصنف ابن ابی شیبہ۔ صحیح الجامع:3407، صحیح ابوداود:1329، مشکوۃ بتحقیق الالبانی:233)

مسلمانو! ہر وقت تجدید توبہ کرتے رہا کرو، ہر مشکل کے مقابلے کے لیے یہی سب سے بہترین ہتھیار ہے۔

سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

---

1) مراسیل ابوداود:105۔
2) ترمذی، حدیث:3371۔
3) ترمذی، حدیث:3372۔

فتنے، دعائیں، راہ نجات اور اللہ کا وعدہ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ
25/1/1424ھ موافق 28/3/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

فتنوں کے بادل:

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اس کا تقوی ہی تمام مصائب ومشکلات سے بچاؤ کا بہترین ذریعہ اور تمام مہلک تازیانے کو روکنے کا بہترین سبب ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔" (آل عمران: 102)

اس وقت امت اسلامیہ بڑے ہی مشکل حالات سے گزر رہی ہے۔ مصائب ومشکلات کے بادل چھائے ہوئے ہیں اور پورے آفاق ہی زہر آلود ہو چکے ہیں، ہلاکت آفرین جنگیں اور آویزشیں چھڑ چکی ہیں جن کی ابتداء کا پتہ چلتا ہے نہ ہی انتہاء کی کوئی واضح خبر ہے۔ جنگیں اور آویزشیں شروع کرنے والوں نے بلاسوچے سمجھے شروع کر رکھی ہیں اور ان کا دروازہ کھول دیا ہے اور اگر وہ ان کے عواقب وانجام کے بارے میں سوچ لیتے تو پھر وہ ایسا نہ کرتے اور مکار ہی اپنی مکاری کے جال میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور گڑھا کھودنے والا ہی اس میں گرتا ہے، یہ سب اللہ کی قضاء وقدر ہی ہے اور وہی عنقریب ان سے نجات دلائے گا وہ بڑا سننے اور قبول کرنے والا ہے۔ اس کے اوامر واحکام پر سر تسلیم خم کئے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے، اور اس کے فیصلوں کے سامنے صبر وشکر کرنا ہی مسلمان کا شیوہ ہے، بڑی بڑی مشکلات کا مقابلہ ایمان اور تسلیم و رضاء کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے، اور اللہ اپنے بندوں پر لطف وکرم کرنے والا اور اس کا فضل واحسان انھیں اپنے سائے میں لیے ہوئے ہے اور ان کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہے۔

ظلم وستم کی آندھیاں:

مسلمانو! امت اسلامیہ ایک بڑے سانحہ سے دوچار ہے اور خاک وخون لتھڑی ہوئی ہے، ہر طرف خون کی ندیاں ہیں، جرائم سر اٹھائے ہوئے ہیں، نت نئے مسائل درپیش ہیں، جسم امت ہمہ داغ داغ ہے، زخموں سے چور ہے۔ بقول شاعر

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم مترجم

غم واندوہ ہیں جو کہ حزن وملال میں مبتلا کئے ہوئے ہیں، ہر طرف سے گریہ زاری کی آوازیں اٹھ رہی ہیں، ہر بالشت پر سرکشوں کا ڈیرہ ہے اور غاصب ولٹیرے کھڑے ہیں، وہ نہ تو کسی بوڑھے پر ترس کھاتے ہیں کہ وہ کمزور بدن کا شخص ہے نہ وہ کسی بیمار کو معاف کرتے ہیں کہ لاغر و بے بس ہے، کسی مرد کو نہیں چھوڑ رہے کہ وہ اکیلا اپنے بچوں کے لیے کمانے والا ہے اور نہ ہی وہ کسی بچے پر پسیجتے ہیں کہ یہ تو بے چارہ بے کس ہے، وہ کسی عورت پر بھی ترس نہیں کھاتے جو مصیبتوں کی ماری گریہ کناں ہے۔

نبوی طرزِ عمل اور دعائیں:

سیاستیں ہیں جن میں کوئی عدل وانصاف نہیں، ایک شترِ بے مہاری ہے کہ عقل خرد کا ساتھ نہیں، جب کوئی خوفناک چیز سامنے آجائے، مصیبت ودکھ شدت اختیار کر جائے اور مشکل حد کو پہنچ جائے تو ہمارے لیے اللہ تعالی کے سوا کون ہے جو مدد کرنے والا ہو؟

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْكَرْبِ: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ"

ہمارے نبی وہادی اعظم ﷺ کرب ومصیبت میں یہ دعائیں کیا کرتے تھے: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ"

"ظلمت والے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں عرش عظیم کے مالک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، سات آسمانوں اور عرش کریم کے مالک کے سوا کوئی معبود و برحق نہیں ہے۔"[1] (صحیح بخاری ومسلم)

اور یہ دعاء کیا کرتے تھے: "حسبنا الله نعم الوكيل" "ہمیں اللہ کافی اور وہ بہترین کارساز ہے۔"

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: {حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ} قَالَهَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالُوا: {إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ}"[2] (صحیح بخاری)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں پھینکا گیا تو انھوں نے یہ دعاء کی اور نبی اکرم ﷺ کو جب یہ خبر دی گئی کہ کفار ومشرکین آپ ﷺ کے قتل کی سازشیں کر رہے ہیں تو اس وقت آپ ﷺ نے بھی یہی دعاء فرمائی چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾

"ان سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے مقابلے کے لیے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو، تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔" (آل عمران:173)

مسلمانو! آپ بھی اللہ کی طرف ہاتھ اٹھاؤ، گڑگڑاؤ اور طرح طرح کی عبادتوں کو وسیلہ بنا کر اس سے دعائیں کرو کہ وہ ہر جگہ تمہارے بے گھر بھائیوں کی مدد کرے، ان کی کمزور ونا تواں لوگوں کی دست گیری کرے، اندھیرے میں غرق (حضرت یونس علیہ السلام) والی دعاء کرو اور طلب وامید میں پورے صدق دل کے ساتھ اس سے مانگو کہ وہ مسلمانوں کو تمام مصائب سے نجات دے اور ہر مشکل سے نکالے۔

اے اللہ! تو ہی ہمارا معبود برحق ہے، ہم تیرا ہی سہارا چاہتے اور تیری ہی پناہ مانگتے ہیں اور تجھی پر ہمارا بھروسہ وتکیہ ہے۔ اے اللہ! ہم سے اور تمام مسلمانوں سے تمام بلاؤں اور مصیبتوں کو ٹال اور ہمارے تمام مسلمان بھائیوں سے مشکلیں مٹا دے، ہم اور ہمارے تمام مسلمانوں سے

---

1) صحیح بخاری:7426، مسلم:2730۔

2) صحیح بخاری:4563۔

تمام تنگیاں ترشیاں دور کر دے اور اے اللہ! ہماری اور تمام مسلمانوں کی عزت و آبرو اور ہماری سب کی جانوں کی حفاظت فرما اور ہمارے خون کا تحفظ کر، اے اللہ! ہم لوگوں کے مقابلے میں اپنی کمزوری و بے بسی کا شکوہ صرف تجھی سے کرتے ہیں۔ اے تمام رحم کرنے والوں کے رحم کرنے والے! تو ہمیں کن کے سپرد کر رہا ہے؟ ہمارے ہی دشمن کے سپرد یا اس باغی و سرکش کے سپرد جسے تو نے ہمارے سر پر بٹھا دیا ہے۔ اگر تو ہم پر ناراض نہ ہو تو ہمیں کسی کی پرواہ نہیں اور تیری عافیت ہم سب کے لیے بہت وسیع ہے۔

اے اللہ! ہم تیرے رخ انور کے نور اور تیرے ذات بابرکات سے پناہ چاہتے ہیں۔ تیرے رخ انور کے نور سے تمام ظلمات و اندھیرے چھٹ گئے اور وہ چمک اٹھے اور اسی پر دنیا و آخرت کے تمام امور کے صلاح درستگی کا انحصار ہے۔ اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں کہ ہم پر تیرا غضب نازل ہو، یا ہم پر تیری ناراضگی آئے۔ اے اللہ! انجام تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور ہم میں کسی قسم کی کوئی طاقت نہیں سوائے اس کے کہ تیرا فضل و کرم ہمارے شامل حال ہو جائے۔

اسباب زوال امت:

مسلمانو! امت اسلامیہ نے جب احکام الٰہی پر عمل چھوڑ دیا تو وہ ذلت و رسوائی میں ایسی مبتلا ہوئی کہ اسے قدموں کے نیچے روندا جانے لگا۔ مکار کافروں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ مسلمان امت نے ان پر وثوق بھروسہ کیا جو عہد و پیمان کی وفا نہ کرنے میں معروف چلے آرہے ہیں۔ اس امت نے اپنے آپ کو اس دشمن جان کے سپرد کر دیا۔ اس نے اپنی پیشانی ایسے ذبح کرنے والے سفاک کے سامنے ٹیک دی اور اپنی باگ وڈور اس کے ہاتھ میں سونپ دی جو اس کا گلا گھونٹنے کی منتظر ہے، جو اپنا دین، امن و امان، حاضر اور مستقبل سب داؤ لگا پر دینے کے لیے تیار ہے جو کذب و جھوٹ، مکر و فریب اور دھوکہ و طمع کی دنیا میں رہتے ہیں۔ اس طرح امت دوسری ناراضگی میں مبتلا ہوئی اور دین و دنیا دونوں کا نقصان کر بیٹھی۔ اور ایسی پھنسی ہے کہ اب چیخنے چلانے اور رونے پیٹنے سے بھی کچھ حاصل نہیں۔ بقول شاعر

اب پچھتائے کیا ہوت — جب چڑھیاں چگ گئی کھیت (مترجم)

راہ نجات:

اس ذلت و رسوائی سے نکلنے کا اس کے سوا اب کوئی راستہ نہیں کہ صدق دل سے اللہ کی طرف رجوع کر لیا جائے اور بڑا اعظمت والا ہے، اس سے زیادہ عظمت و بزرگی والا کوئی نہیں ہے اور وہ عالی مقام ہے اس سے بڑا اعالی مرتبت کوئی نہیں۔ وہ ہی بڑا ہے اور اس سے بڑا کوئی نہیں وہ تمام قدرتوں والا قادر مطلق ہے۔ اس سے بڑا قادر کوئی نہیں۔ وہ طاقت وقوت والا ہے اس سے زیادہ قوی کوئی نہیں۔ وہی حق وصدق کے ساتھ اور ہمیشہ کے لیے دائمی عظمت والا ہے۔ مجبوری میں بھی اس کی نافرمانی نہیں ہونی چاہیے اور نہ ہی اس کے احکام و اوامر کی مخالفت کے لیے کسی کے جبر و قہر کو خاطر میں لایا جا سکتا ہے۔ کہ اس کے زیر اثر مخالفت کی جائے۔

شامت اعمال ما:

مسلمانو! آج ہم جن حالات سے دوچار ہیں یہ ہمارے اپنے ہی گناہوں اور کوتاہیوں کا نتیجہ ہیں اور کچھ یہ حالات پیدا کرنے میں ہمارے

بعض کم عقل لوگوں کے کرتوتوں کا بھی ایک خاص حصہ ہے۔اللہ کے سامنے اپنی حاجتوں،مجبوریوں بے بسیوں اور فقر و مسکینی کا اظہار کرو،اللہ سے صدق دل کے ساتھ معافی مانگو اور توبہ کرو اور بکثرت دعاء واستغفار کرو اور ہلاکت وخسارے میں مبتلا کرنے والے تمام افعال اور برائیوں سے اجتناب کرو کیونکہ جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کسی نہ کسی گناہ کے سبب اور وہ صرف توبہ ہی کے ذریعے رفع ہوتی ہے۔

وقت آگیا ہے:

اے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام!وقت آگیا ہے کہ برائیوں کو نگاہ نفرت ونکیر سے دیکھا جائے۔وقت آگیا ہے کہ ان سیٹلائٹ چینلز کو روکا اور توڑا جائے جو کہ باعث ننگ وعار اور سبب شرم ورسوائی ہیں۔اب وقت آگیا کہ سود کا لین دین ترک کیا جائے،اب وقت آگیا ہے کہ امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینے) کا فریضہ ادا کیا جائے اور نہی عن المنکر (برائی سے روکنے) کی ذمہ داری کو صحیح طور پر پورا کیا جائے۔بلاد اسلامیہ کے لیے وقت آگیا ہے کہ وہ تمام گناہوں اور برائیوں سے پاک ہو جائیں اور اللہ کے دین کے لیے وقت آگیا ہے کہ اس کے لئے فتح ونصرت کی چارہ جوئی کی جائے۔امت کے لیے وقت آگیا ہے کہ وہ سید البشر حضرت محمد ﷺ کے اس ارشاد کو یاد کریں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَأَرْضَى النَّاسَ عَنْهُ، وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ، سَخَطَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَأَسْخَطَ عليه الناس

”جس نے لوگوں کی ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر اللہ کی رضا چاہی اللہ اس سے راضی ہو گیا اور وہ لوگوں کو بھی راضی کر دے گا اور جس نے اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضامندی طلب کی۔اللہ اس سے ناراض ہو گیا اور وہ لوگوں کو بھی اس پر ناراض کر دے گا۔“[1] (ترمذی)

اور ایک روایت میں ہے:"مَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ، وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ إِلَى النَّاسِ"

”جس نے لوگوں کی ناراضگی برداشت کر کے اپنے رب کو راضی کر لیا اللہ اس کے لیے (ساری دنیا کے مقابلے میں) کافی ہو جائے گا۔اور جس نے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اللہ کو ناراض کر لیا۔اللہ اسے لوگوں کے سپرد کر دے گا۔“

اسی طرح مسلمانوں کو نبی ﷺ کا وہ ارشاد بھی یاد رکھنا چاہیے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:" احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ، لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ"

”اللہ (کے احکام) کی حفاظت کرو (ان پر عمل) کرو۔اللہ تعالی تمہاری حفاظت کرے گا،اللہ (کے دین) کا تحفظ (اس پر عمل) کرو،اسے اپنے سامنے مدد کے لیے پاؤ گے۔جب سوال کرو تو اللہ سے کرو،جب مدد مانگو تو اللہ سے مانگو اور یہ بات ذہن نشین کر لو کہ اگر پوری دنیا بھی تمھیں کوئی فائدہ پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو نہ پہنچا سکے گی سوائے اس کے کہ جو اللہ نے لکھ رکھا ہے۔اور اگر ساری دنیا تمہیں کوئی نقصان

1) ترمذی:2414۔

پہنچانے کے لیے اکٹھی ہو جائے تو وہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی سوائے اس کے کہ جو اللہ نے لکھ رکھا ہے (تقدیر لکھنے والے) قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحائف و اوراقِ تقدیر (کی سیاہی خشک ہو چکی ہے۔"[1]

اور ایک روایت میں ہے: احْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاھَكَ تعرف إلی اللہ فی الرخاء یعرفك فی الشِدَّۃِ۔

"اللہ (کے احکام) کی حفاظت (پیروی) کرو۔ اسے تم اپنی مدد کے لیے اپنے سامنے پاؤ گے۔ تم آسودگی و خوشحالی کے دور میں اللہ کو پہچانو۔ (شکر و اطاعت کرو) وہ تنگدستی کے ایام میں تمہیں پہچانے (مدد) کرے گا۔"[2]

ہوشیار باش:

دورِ حاضر میں امت کو چاہیے کہ منافقین اور دو رخے لوگوں سے ہوشیار رہے جن کی شرارتوں اور سازشوں سے کوئی امن و سکون ممکن ہی نہیں ہے اور نہ وہ اس سے باز رہتے ہیں۔ انھوں نے اپنی ندیاں کوئی و ژاژ خائی کی بدبو سے ناک میں دم کر رکھا ہے جو اپنے باطل نظریات سے ماحول کو متعفن کئے ہوئے ہیں جنھوں نے امت کو نقصانات میں مبتلا کرنے کے ساتھ ساتھ ہی اسے تباہی و بربادی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے اور اسے مصائب و مشکلات سے دوچار کر دیا ہے۔ یہ لوگ بڑے فخر و مباہات کے انداز میں "روشن خیالی" کے نعرے لگاتے ہیں اور امت کی مغربی طرزِ تہذیب اور فرنگی کے رنگ میں رنگ دینا چاہتے ہیں۔ یہ روسیاہ، دروغ صفت اور غلط افکار و نظریات کے پرچار کی ایک شور مچائے ہوئے ہیں اور افرادِ امت کے دلوں میں ایسے وقت تفرقہ و نفرت کے بیج بو رہے ہیں جبکہ ہم اتحاد و اتفاق امت کے سخت محتاج و ضرورتمند ہیں۔

غفلت کی انتہاء:

مسلمانو! دل کو پارہ پارہ کرنے اور روح کو نچوڑ جھنجھوڑ کر مبتلاء دکھ و الم کرنے والی چیز یہ ہے کہ ہم ان المناک حالات میں بھی اپنے مسلمان بھائیوں کو نہایت غفلت و لاپرواہی میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ ان کے دل انتہائی بے فکری سے لہو و لعب میں مشغول ہیں۔ ہمیں ان کی بیمار صورتیں اور گری پڑی شکلیں نظر آتی ہیں۔ وہ ان تاریک حالات میں بھی کھیل کود میں مصروف ہیں اور خطرناک احوال میں ہنستے کھیلتے پھرتے ہیں اور سنجیدگی و مستقل مزاجی کی بجائے مزاحیہ رنگ اپنائے ہوئے ہیں۔ بلاء و مصیبت اور تنگی و مشکل کے زمانے میں بھی انھیں کھیل سے فرصت نہیں ہے۔

اللہ کی طرف سے آنے والے ڈراووں سے غفلت، یاد دہانیوں سے روگردانی، اللہ کی پکڑ سے بے خوفی اور نبی ﷺ کے منہج و طرزِ عمل سے پہلوتہی بھی موجودہ تمام مصائب و آلام کا سبب ہیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: "نبی ﷺ جب بادل یا ہوا دیکھتے تو اس کے آثار آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر محسوس کئے جا سکتے تھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور انھیں یہ امید ہوتی ہے کہ ان سے بارش برسے گی لیکن جب آپ بادل دیکھتے ہیں تو میں آپ کے چہرۂ انور پر خوف و ناخوشی

1) ترمذی: 2516۔
2) اخرجہ احمد: 1/ 307۔

کے آثار دیکھتی ہوں ؟ نبی ﷺ نے فرمایا: "فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ! مَا يُؤَمِّنُنِي أَنْ يَكُونَ فِيهِ عَذَابٌ. قَدْ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ. وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ. فَقَالُوا: {هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا}"

"اے عائشہ رضی اللہ عنہا! مجھے اس بات کا خوف دامن گیر ہو جاتا کہ کہیں اس بادل میں عذاب نہ ہو، ایک قوم کو ہوا (آندھی) کے عذاب میں مبتلا کیا گیا تھا۔ اور ایک قوم (قوم عاد) نے (بادل کی شکل) میں عذاب آتے دیکھا تو کہنے لگے: ﴿هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا﴾ "یہ تو بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔"[1] (الاحقاف:24) (صحیح مسلم)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكَدْ يَرْكَعُ، ثُمَّ رَكَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ، ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَسْجُدُ، ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ، ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَسْجُدُ، ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ، ثُمَّ رَفَعَ، وَفَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ نَفَخَ فِي آخِرِ سُجُودِهِ، فَقَالَ: أُفْ أُفْ، ثُمَّ قَالَ: رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَأَنَا فِيهِمْ، أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ. فَفَرَغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صَلَاتِهِ، وَقَدْ أَمْحَصَتِ الشَّمْسُ"

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ایک دن سورج کو گرہن لگ گیا تو نبی ﷺ اٹھے اور نماز پڑھنے لگ گئے اور اتنا لمبا قیام کیا کہ شائد رکوع کرنا ہی نہ ہو پھر اتنا لمبا رکوع کیا کہ شائد سر اٹھانا بھی نہ ہو پھر رکوع سے اٹھ کر اتنی دیر قومہ میں رہے کہ جیسے سجدہ کرنا ہی نہ ہو پھر آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ جیسے سجدہ سے سر اٹھانے والے ہی نہیں، پھر اتنی دیر تک (بین السجدتین) بیٹھے رہے کہ جیسے دوسرا سجدہ کرنا ہی نہ ہو، پھر دوسرا سجدہ کیا اور اتنی دیر تک سر بسجود رہے کہ جیسے سجدہ سے سر اٹھانا ہی نہ ہو اور آپ ﷺ نے رونا شروع کر دیا اور کہنے لگے: "اے میرے رب! تو نے میرے ساتھ یہ وعدہ نہیں کیا ہوا کہ تو انھیں اس وقت تک عذاب نہیں دے گا جب تک کہ میں ان کے مابین موجود ہوں؟ اے میرے رب! کیا تو نے میرے ساتھ وعدہ نہیں فرمایا کہ تو انھیں اس وقت تک مبتلا عذاب میں نہیں کرے گا جب تک کہ یہ توبہ و استغفار کرتے رہے۔ اور ہم تجھ سے مغفرت و بخشش طلب کرتے ہی رہتے ہیں۔"[2] (ابوداؤد)

نبی اکرم ﷺ کا حال تو اس طرح تھا، ان بینا آنکھوں کو کیا ہوا کہ یہ دیکھتی نہیں؟ ان دلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ سنگدلی کیسی ہے کہ یہ سوچتے ہی نہیں؟ ان نفسوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ سب بھول بیٹھے ہیں؟ انہیں کچھ یاد ہی نہیں پڑ رہا، ان نفسوں کو اس مہلت اور ڈھیل نے بہکا دیا ہے یا اس کے اعمال نے اسے نجات کی بشارت دے دی ہے؟ یا پھر غفلت تمام اعضاء پر چھا گئی ہے؟ اور دلوں پر اس کے تالے مضبوطی سے لگ گئے ہیں؟

اے اللہ کے بندو! اللہ کے عذابوں اور پہلی قوموں پر ان کے نازل ہونے کے واقعات کو یاد کرو۔ اس کے عذاب و غضب کی شدت و سختی کو یاد کرو کہ اگر وہ انتقام لے تو کتنا سخت لیتا ہے اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کے زوال سے بھی باخبر و ہوشیار رہو کہ وہ جب چاہے انہیں چھین

---

1) صحیح مسلم:899۔

2) ابوداؤد:1194۔

سکتا ہے۔

فتنوں سے کنارہ کشی:

مسلمانو! ناگہانی و دگرگوں حالات اورفتنوں کے دور میں ان کے بگولوں سے دور رہواوران سے بچنے اور سلامت رہنے کو ترجیح دو، اور عقلمندوں کی راہ لو اور صحیح موقف اختیار کرو، مصلحتوں کا خیال رکھواورنجاح وفلاح کو نظر میں رکھو،ان نیکیوں اور برائیوں کے مثبت و منفی اثرات میں موازنہ کرتے رہواور زیادہ نفع بخش اورزیادہ باعث فلاح وکامرانی امور (حسنات ونیکیوں) کو اپناؤ،خون ریزیوں کو رد ّکرو اورفتنوں کو جڑوں سے ہی ختم کروکہ وہ اپنے گھواروں سے اٹھنے ہی نہ پائیں کیونکہ فتنے وہ مہلک بلائیں ہیں جس نے اس کی نکیل کو ہاتھ میں لیااس نے اسے ہی روندڈالااور جس نے اس کادروازہ کھولااس نے اسے ہی پچھاڑ کررکھ دیااور جس نے اس کی ہتھیلی (چکی کا پاٹ) کو پھیرا،اسے اس نے ہلاک کرکے رکھ دیا،نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:"لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ"

"جب بھی کسی جان کو ناحق (از راہ ظلم) قتل کیا جائیگا۔ان کا گناہ پہلے قاتل حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے کو بھی پہنچے گا"۔[1] (صحیح بخاری)

سفیان کہتے ہیں: کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے کو ہر قتل کا گناہ اس لئے جاتا ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کاارتکاب کیا تھا۔اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:"لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ"

"میرے بعد کہیں دوبارہ کافر (مرتد) نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے (قتل کرنے) لگو"۔[2] (صحیح مسلم)

اپنے نفسوں کو علم کی لگام کے ساتھ چلاؤ اور انھیں صبر کی لگام پہنا کر رکھو،آپس کی لڑائیوں اور جھگڑوں میں مبتلا نہ ہو جاؤ کہ اپنی ہی امت کے لوگوں کے خون بہانے لگو اور امت میں اختلاف وانتشار پیدا ہو جائے جس سے سوائے اتحاد واتفاق کے پارہ پارہ ہونے اور قوم کا شیرازہ بکھرنے کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا اور دشمن کو آپ پر ہنسنے کا موقع ہاتھ آجائے گا۔اور یہ بات آپ کے علم میں رہنی چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد:"لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوقِ وَلَا يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَلِكَ"

"کوئی آدمی کسی دوسرے مسلمان کو فاسق نہیں کہتا! اور نہ ہی اسے کافر قرار دیتا ہے سوائے اس کے کہ یہ گالیاں سامنے والی کی بجائے اسی پر آجاتی ہیں جس نے نکالی ہوں"۔[3] (متفق علیہ)

علماء سے مشورہ و تعلق:

مسلمانو! بڑے بڑے اور مشکل امور کی حقیقت کا ادراک اور ان کے معانی کی وضاحت کوئی نہیں جان سکتا، بلکہ یہ تو ذہین فطین اور اہل عقل و دانش علماء کرام کی خاصیت ہے اور علماء کرام ہی مملکت اسلام کی سرحدوں کے دل وجان سے محافظ ہیں۔وہ ساری دنیا کے قدوہ ہیں اور اسلام

---

1) صحیح بخاری:3336۔
2) صحیح مسلم:65۔
3) صحیح بخاری:6045،مسلم:61۔

کا صحیح نمونہ ہیں وہ اللہ کے دین کی خاطر کسی کی ملامت وناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، اور نہ ہی وہ حق کے سوا کسی دوسری راہ کو اختیار کرتے ہیں اور نہ دین اسلام کے سوا کسی کو اپنی پناہ گاہ سمجھتے ہیں۔ ان علماء کرام سے ہی رائے مشورہ کرو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی فکر ونظر سب سے زیادہ صحیح اور گہری ہے۔

اپنے حکام وائمہ اور ملت سے وابستگی:

مسلمانو! اللہ کے حکم سے سب سے زیادہ ہلاکتوں سے بچانے، خطرات سے تحفظ دینے اور نقصانات واضرار سے بچانے والا راستہ جس کی طرف اہل بصیرت کی نگاہ جاتی ہے وہ راستہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا اور ان کے امام کا ساتھ دینا اور مسلم آئمہ وعلماء کی پیروی کرنا۔ اور یہ بات ہر کسی کو معلوم ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ"

"مسلمان شخص پر چارہ وناچارہ (خوش ہو یا ناخوش) اطاعت کرنا واجب ہے جب تک کہ وہ (اللہ کی) نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے۔ اگر نافرمانی کے کسی کام کا حکم دیا گیا تو پھر اس کی سمع وطاعت نہیں ہے۔"[1] (متفق علیہ)

خبردار! سمع وطاعت سے دست کش نہ ہوں اور ملت اسلامیہ سے کنارہ کش نہ ہوں۔

اللہ سے مدد چاہنے والا توفیق پا جاتا ہے۔ اللہ تعالی مجھے اور آپ سب کو راہ صواب وہدایت پانے والے اور دوسروں کو راہ ہدایت دکھانے والے بنائے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع وپیروی کرنے والا بنادے۔

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اسے اپنے اوپر ہر وقت نظر رکھنے والا سمجھو، اس کی اطاعت وپیروی کرو اور اس کی معصیت ونافرمانی سے باز رہو۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا [70] يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی سچی باتیں کہا کرو تا کہ اللہ تعالی تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف کردے اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وپیروی کرے گا اس نے بڑی فوز وفلاح (بڑی مراد) پالی۔" (الاحزاب: 70-71)

غلبۂ اسلام اور حکومت مسلمان اللہ کا وعدہ:

اے امت اسلامیہ کے غمزدہ فرد! اے ان خوفناک حالات کا زخم کھائے ہوئے شخص! دشمنان دین اور اعداء اسلام چاہے جتنی بھی کوششیں کریں اور اسلام ومسلمانوں کو ناکام کرنے کی وہ جتنی بھی چارہ سازیاں کرلیں وہ اللہ کے نور (دین اسلام) کو کبھی بھی نہیں بجھا (ختم) کر سکتے۔ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

"یہ اپنے منہ (کی پھونکوں) سے نور (دین اسلام) کو بجھا دینا (ختم کر دینا) چاہتے ہیں جبکہ اللہ اپنے نور (دین) کو پورا (غالب) کر کے

1) صحیح بخاری: 7144، مسلم: 1839۔

رہے گا چاہے یہ کافروں کو برا ہی لگے۔" (الصف:8)

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا (مترجم)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: لَيَبْلُغَن هذا الأمر ما بلغ اللَّيل والنَّهار، ولا يترك الله بيت مَدَرٍ ولا وَبَرٍ إلَّا أدخله اللهُ هذا الدِّين، بِعِزِّ عَزِيزٍ أو بِذُلِّ ذَليلٍ، عِزًّا يُعِزُّ الله به الإسلام، وذُلًّا يُذِلُّ الله به الكفر

"یہ امر (دین) ہر جگہ تک ضرور بضرور پہونچ کر رہے گا جہاں دن اور رات (کی روشنیاں اور اندھیرے) پہنچتے ہیں۔ اللہ تعالی کسی مٹی گارے یا اون کے گھر کو نہیں چھوڑے گا جس میں دین نہ پہنچائے وہ عزت والے کو عزت دے کر اور ذلت کے مستحق کو ذلیل کر کے رہے گا۔ عزت سے اللہ تعالی دین اسلام کو معزز کر دے گا اور ذلت سے اللہ تعالی کفر کو ذلیل کرے گا۔"[1] (مسند احمد)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " إِنَّ اللهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا "

"اللہ نے میرے لئے پوری زمین کو سمیٹ سکیڑ دیا اور میں نے اس کے مشرق ومغرب (ساری زمین) کو دیکھ لیا اور میری امت کی حکومت ہر اس جگہ تک پہنچ جائے گی جو میرے لئے سمیٹی سکیڑی گئی تھی۔"[2] (صحیح مسلم)

خلاف ورزی نہیں، وعدہ پورا ہو کر رہے گا:

یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اور اللہ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا﴾

"بیشک اس کا وعدہ پورا ہونے والا ہے۔" (مریم:61)

﴿وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا﴾

"اور اللہ کا یہ حکم تو پورا ہو کر ہی رہنے والا ہے۔" (الاحزاب:37)

﴿وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا﴾

"بیشک میرے رب کا وعدہ سچا اور حق ہے۔" (الکہف:98)

یہ اللہ کا وعدہ ہے (کہ وہ اس دین اسلام) کو پوری روئے زمین پر غالب کر کے رہے گا۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾

"یقیناً اللہ تعالی اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔" (الرعد:31)

"یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ دین اسلام کو غالب اور مسلمانوں کی حکومت روئے زمین کے چپے چپے پر ہو جائے گی۔"

---

1) رواہ أحمد: 4/103۔

2) صحیح مسلم: 2889۔

﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾

”آپ ہر گز یہ خیال نہ کریں کہ اللہ اپنے نبیوں سے وعدہ خلافی کرے گا۔ اللہ بڑا ہی غالب اور انتقام و بدلہ لینے والا ہے۔“ (ابراہیم:47)

﴿وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا﴾

”(اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجیے: کیا عجب کہ وہ ساعت وگھڑی) قریب ہی آن لگی ہو۔“ (بنی اسرائیل:5)

سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

توبہ اور دعائیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ
1424/2/2ھ 2003/4/4ء

اردو حمد وثناء کے بعد!

نیکیوں میں اضافہ:

اے اللہ کے بندو! یہ بات ذہن میں بٹھالو کہ آپ کے رب نے بنی آدم کو خطا کار اور واجبات میں کوتاہیاں کرنے والا پیدا فرمایا ہے، اس کی نیکیاں تو کئی گناہ بڑھتی چلی جاتی ہیں لیکن اس کی برائیاں اصل مقدار سے نہیں بڑھتیں، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾

”جو کوئی (اللہ کے حضور) نیکی لے کر آئے گا، اس کو ایسی دس نیکیاں ملیں گی، اور جو برائی لائے گا اسے سزا ویسی ہی ملے گی۔ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا“ (الانعام:160)

ایسے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ، ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً. فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً. فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً"

”اللہ تعالی نے نیکیاں اور برائیاں لکھ رکھی ہیں، جس نے کوئی نیکی کرنے کی نیت کی مگر کر نہ پایا۔ اللہ تعالی اپنے پاس پوری نیکی لکھ لیتا ہے، اور اگر وہ نیکی کر گزرا تو للہ تعالی دس سے لے کر سات سو اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیاں لکھتا ہے۔ اور اگر وہ کسی برائی کا ارادہ کرے مگر اس کا ارتکاب نہ کرے تو اللہ اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا اور اگر اس برائی کو کر گزرے تو اللہ اس کی صرف ایک برائی ہی لکھتا ہے۔“[1] (بخاری و مسلم، صحیح الجامع: 1/369)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصَّلَاةُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ"

”پانچ نماز، جمعہ سے لے کر جمعہ اور رمضان سے لے کر رمضان اپنے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہیں بشرطیکہ وہ شخص کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔“[2] (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أَرْبَعُونَ خَصْلَةً، أَعْلَاهُنَّ مَنِيحَةُ الْعَنْزِ، مَا

---

1) صحیح بخاری: 6491، صحیح مسلم: 131۔
2) صحیح مسلم: 233۔

مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا ، وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا ، إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ بِهَا الْجَنَّةَ"

"چالیس خصلتیں (کام) جن میں سے اعلیٰ ترین یہ ہے کہ کوئی کسی کو دودھ پینے کس لیے بکری دے دے، ان (چالیس) میں سے جو شخص ثواب کی امید سے اور روزِ آخرت کی تصدیق کرتے ہوئے کوئی نیکی کرے گا تو اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے گا۔"[1] (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے: "الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً ، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ"

"ایمان کی ساٹھ اور کچھ یا ستر اور کچھ شاخیں ہیں اور ان میں سے افضل ترین شاخ "لا الہ الا اللہ" کہنا (اس بات کی گواہی دینا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے) اور ان میں سے کم تر درجہ راستے میں سے تکلیف دہ چیز (کانٹا یا پتھر وغیرہ) ہٹانا ہے۔ اور حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ وحصہ ہے۔"[2] (بخاری ومسلم)

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ : الْإِيمَانُ بِاللهِ ، وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ ، قَالَ : قُلْتُ : أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ : أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا ، وَأَكْثَرُهَا ثَمَنًا ، قَالَ : قُلْتُ : فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ ؟ قَالَ : تُعِينُ صَانِعًا ، أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ ، قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَرَأَيْتَ إِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ ؟ قَالَ : تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ ، فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ"

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا؟ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔" میں نے عرض کیا: کونسی گردن آزاد کرنا افضل ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو مالکوں کے نزدیک سب سے زیادہ نفیس اور سب سے زیادہ قیمتی ہو۔" میں نے عرض کیا؟ اگر میں اس میں سے کچھ بھی نہ کرسکوں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کسی کام کرنے والے کی مدد کردو، یا دوسروں کے لیے کچھ نیکی کرو۔" میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں کوئی کام کرنے سے بوجہ عدمِ توفیق رہ جاؤں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں کو اپنے کے شر سے بچا کر رکھو، یہ تمہاری طرف سے اپنے نفس پر صدقہ ہوگا۔"[3] (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا ، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ"

"کسی بھی نیکی کو حقیر و معمولی ہرگز نہ سمجھو، اگر چہ وہ صرف آتی ہی کیوں نہ ہو کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو۔"[4] (صحیح مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ اللهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا ،

1) صحیح بخاری: 2631۔
2) صحیح بخاری: 9، صحیح مسلم: 35۔
3) صحیح بخاری: 2518، صحیح مسلم: 84۔
4) صحیح مسلم: 2626۔

أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا "

"اللہ تعالی اپنے اس بندے پر راضی ہو جاتا ہے جو جب بھی کھانے کا لقمہ کھائے تو اس کی حمد و ثناء کرے اور جب بھی پانی کا گھونٹ پیئے تو اس کی حمد و ثناء کرے۔"[1] (صحیح مسلم)

محرّمات کا سدّ باب:

جس طرح اللہ تعالی نے خیر و بھلائی کے راستے اور نیکیوں کے ذرائع بہت سارے بنائے ہیں اسی طرح اس نے شر اور محرّمات کے دروازے بند بھی کر دیئے ہیں اور معاصی و گناہ کے وسائل و ذرائع کو بھی حرام قرار دے دیا ہے، تا کہ نیکی و بھلائی کا پلڑا بھاری ہوتا جائے اور گناہ و شر کا پلڑا ہلکا ہوتا رہے۔ اور بندہ کامیابی و مراد پانے والوں میں سے ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

"(اے نبی ﷺ!) کہہ دیں کہ میرے رب نے تو بے حیائی کی باتوں کو، وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ، اور گناہ کو، اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں علم نہیں۔" (الاعراف:33)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ"

"میں نے تمہیں جن چیزوں سے روک دیا ہے ان سے باز آجاؤ اور جن کا میں نے حکم دیا ہے انہیں حسب استطاعت بجالاؤ۔"[2] (بخاری و مسلم)

توبہ: مجموعہ خیرات:

خیر و بھلائی کا مجموعہ، تمام نیکیوں کا سرچشمہ اور سعادت دارین کا ذریعہ اللہ کی طرف توبہ تائب ہونا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"اور اے ایمان والو! سب اللہ کے آگے توبہ کرو تا کہ فلاح و کامیابی پاؤ۔" (النور:31)

توبہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی طرف رجوع و توجہ کر لی جائے، حرام فعل، گناہ کے کام چھوڑ دیئے جائیں اور واجبات کو ترک یا ان میں کوتاہی کرنے میں بھی صدق دل سے باز آجائیں اور ماضی میں جو کچھ ہو گیا اس پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کریں۔

توبہ نصوح کے ذریعہ اللہ تعالی بندوں کے اعمال صالحہ کی حفاظت کرتا ہے اور وہ جن گناہوں کا ارتکاب کر لے اس توبہ کے ذریعہ ان کو مٹا دیتا

1) صحیح مسلم:2734۔
2) صحیح بخاری:7288، صحیح مسلم:1337۔

اور توبہ کی بدولت ہی اللہ تعالی نازل ہونے اور پیش آنے والی مصیبتوں کو ٹال دیتا ہے، چنانچہ اسی سلسلہ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ﴾

"کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لائی تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا، ہاں، یونس (علیہ السلام) کی قوم کہ جب ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ایک مدت تک (دنیوی فوائد سے) انہیں بہرہ مند رکھا۔" (یونس:98)

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "کسی بستی کو اس کے ایمان نے فائدہ نہ دیا جس نے کفر کیا اور پھر جب عذاب آتے دیکھا تو ایمان لے آئی اور اسی عذاب نے اسے چھوڑ دیا ہو سوائے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے۔ جب انہوں نے اپنے نبی (حضرت یونس علیہ السلام) کو گم پایا اور دیکھا کہ عذاب الٰہی ان کے بہت قریب آگیا ہے تو اللہ تعالی نے ان کے دل میں توبہ کرنے کی فکر ڈال دی تو انہوں نے کھردرے کپڑے پہن لئے اور ہر جانور کو اور اس کے بچے کو الگ الگ کر دیا اور پھر چالیس راتیں اللہ کے سامنے گڑگڑاتے رہے اور جب للہ نے ان کے دلوں کا صدق و سچائی اور سابقہ گناہوں پر توبہ و ندامت کا اظہار دیکھ لیا تو ان سے وہ عذاب ڈال دیا جو کہ ان کے بالکل قریب آچکا تھا۔"[1]

ایسے ہی اللہ تعالی نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ﴾

"اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو، اور اس کے آگے توبہ کرو، وہ تمہیں ایک وقت مقررہ تک متاع نیک سے بہرہ مند کرتا رہے گا اور ہر صاحب بزرگی کو اس کی بزرگی (کی داد) دے گا، اور اگر روگردانی کرو گے تو مجھے تمہارے بارے میں (قیامت کے) بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔" (ہود:3)

وجوب توبہ:

توبہ تمام مسلمانوں میں سے ہر فرد پر واجب ہے۔ جو شخص کسی بھی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے اس پر واجب ہے کہ فوراً توبہ کرلے تاکہ کہیں ایسی حالت میں ہی موت کا آہنی پنجہ اسے نہ دبوچ لے جب کہ وہ گناہ کی حالت میں ہی ہو، اور جو شخص صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والا ہے اس پر بھی توبہ واجب ہے کیونکہ صغیر گناہوں پر اصرار و تکرار انہیں کبیرہ گناہ بنا دیتا ہے، جو شخص واجبات کو ادا کرتا ہے اور محرّمات کو چھوڑے ہوئے ہے اس پر بھی توبہ واجب ہے کیونکہ عمل کی کچھ شرطیں اور اس کی قبولیت کی راہ میں جو رکاوٹیں ہیں وہ بھی ختم ہونی ضروری ہیں اور وہ شکوک وشبہات بھی ختم ہونے چاہیں جن سے خبردار کیا گیا ہے جو کہ عمل کو خراب کر دیتے اور اس کی قبولیت کو مخدوش بنا دیتے ہیں۔

اسوۂ نبوی:

حضرت اغر بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَىٰ قَلْبِي، وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ فِي الْيَوْمِ

1) تفسیر ابن جریر الطبری: 11/ 171۔

مِائَةَ مَرَّةٍ"

"اے لوگو! اللہ کے سامنے توبہ تائب ہوتے رہو اور اس سے بخشش طلب کرتے رہو، میں روزانہ ایک سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔"[1] (صحیح مسلم)

توبہ: باعث کثرت حسنات:

توبہ ایک بہت بڑا دروازہ ہے جس سے بہت ساری اور بڑی بڑی نیکیاں حاصل ہوتی ہیں جنہیں اللہ پیار کرتا ہے کیونکہ بندہ جب بھی کوئی گناہ کرے تب تب ہی توبہ بھی کرتا جائے تو اس کی نیکیاں بڑھتی جاتی ہیں اور برائیاں گھٹتی جاتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا [68] يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا [69] إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾

"وہ (بھی اللہ کے بندے ہیں) جو اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہیں پکارتے اور جن کا مارڈالنا اللہ تعالی نے حرام کیا ہے انہیں قتل نہیں کرتے مگر جائز طور پر (یعنی حکم شریعت کے مطابق) اور زنا و بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اسے درد ناک عذاب ہوگا اور ذلت وخواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔" (الفرقان:68-70)

توبہ: ذریعۂ مغفرت:

مسلمانو! اللہ کی رحمت، اس کے فضل عظیم، اس کی جود وسخاء، کرم ونوازش اور حلم و بردباری کو یاد کرو، وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول کرتا اور گناہگاروں کے گناہ اور تقصیریں معاف کرتا ہے۔ اس نے اس انسان پر اپنا رحم فرمایا ہے کہ توبہ کرنے پر بھی اسے ثواب سے نوازتا ہے اور اس نے اپنے بندوں کے لئے طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے اور خیرات وبھلائیاں سمیٹنے کے دروازے کھول رکھے ہیں، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا "

"اللہ تعالی رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کرکے اس کے دامن کا سہارا لے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرکے اس کی طرف لوٹ آئے۔"[2] (صحیح مسلم)

توبہ: عظیم عبادت:

توبہ عبادت میں سے عظیم عبادت اور اللہ تعالی کو بہت ہی محبوب ہے، جس نے توبہ کرلی اس نے فلاح پالی اور تمام امور میں کامیاب ہوگیا۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَى أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ﴾

---

1) صحیح مسلم:2702۔

2) صحیح مسلم:2759۔

"ہاں جو شخص توبہ کرلے، ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے، یقیناً وہ نجات پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔" (القصص:67)

توبہ سے اللہ خوش ہوتا:

توبہ کی فضیلت وشرف کے لئے یہی کیا کم ہے کہ اس سے اللہ تعالی بہت ہی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ إِذَا اسْتَيْقَظَ عَلَى بَعِيرِهِ، قَدْ أَضَلَّهُ بِأَرْضِ فَلَاةٍ"

"اللہ تعالی بندے کی توبہ پر تم میں سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری جنگل بیابان میں گم ہو جائے اور پھر اچانک اسے مل جائے۔"[1] (بخاری ومسلم)

توبہ اور انبیاء ومومنین:

توبہ انبیاء علیہم السلام اور مومنین کی صفات میں سے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾

"اللہ تعالی نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی (اور ان کی توبہ قبول کی) اور مہاجرین وانصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا، اس کے بعد کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ تعالی نے ان کے حال پر توجہ (ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بلاشبہ اللہ تعالی ان سب پر بہت ہی شفیق ومہربان ہے۔" (التوبہ:117)

حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ﴾

"عرض کیا: (اے اللہ) آپ کی ذات پاک ومنزہ ہے۔ میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والا ہوں۔" (الاعراف:143)

اور اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾

"ہمارے بندے داؤد (علیہ السلام) کو یاد کریں جو بڑی قوت والے تھے یقیناً وہ بہت رجوع (توبہ) کرنے والے تھے۔" (ص:17)

اور اللہ تعالی نے ایک جگہ فرمایا ہے: ﴿التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾

"وہ (فوز وفلاح پانے والے ہیں) ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد وثناء کرنے والے، روزہ رکھنے والے (یا راہ حق میں سفر کرنے والے) رکوع وسجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال کرنے رکھنے والے۔ ایسے مومنوں کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔" (التوبہ:112)

توبہ کتنا عظیم وصف ہے کہ اللہ تعالی نے مومنوں کی صفات ذکر کرتے ہوئے سب سے پہلے توبہ کا ذکر فرمایا ہے۔

1) صحیح بخاری:6309، صحیح مسلم:2747۔

یوم توبہ: اور ساعت توبہ:

توبہ دل اور اعضاءِ جسم سے اللہ کی عبادت ہے اور وہ دن جس میں بندہ اللہ کی طرف توبہ تائب ہو اور اللہ بندے کی توبہ قبول کرلے وہ دن زندگی کا سب سے بہترین دن ہوتا ہے اور وہ گھڑی جب بندے کے لیے توبہ کا دروازہ کھلتا ہے اور اللہ بندے پر اس کی بدولت رحم کرتا ہے وہ زمانے کی بہترین گھڑی ہے، کیونکہ بندہ توبہ اور اس کی منظوری سے وہ سعادت وخوشی پالیتا ہے جس کے بعد شقاوت ونامرادی ہرگز نہ ہوگی۔

قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُورِ: أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ"

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک میں شرکت کرنے سے پیچھے رہ گئے تھے پھر انہوں نے توبہ کی جسے اللہ نے قبول فرمالیا۔ اپنی اس توبہ کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے وہ بیان کرتے ہیں کہ: ”جب میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اقدس خوشی کی وجہ سے بجلی کی طرح چمک رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تمہیں اس دن کی مبارک ہو جو تمہاری ماں کے تمہیں جنم دینے سے نے لے کر آج تک کے تمام دنوں سے بہتر ہے۔“[1] (بخاری ومسلم)

موجودہ مصائب ومشکلات اور توبہ:

مسلمانو! تمھیں بہت بڑے بڑے خطرات نے گھیر رکھا ہے اور آپ لوگ بہت بڑی بڑی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ تم سے پہلے مسلمانوں پر بھی ناگہانی مصائب ومشکلات آئیں وہ ہلا کر رکھ دیئے گئے، انہیں فتنوں اور مشکل امتحانوں سے گزرنا پڑا اور انہیں ان مصائب ومشاکل اور تنگیوں تکلیفوں سے نجات دلانے والی صرف یہی ایک چیز توبہ (اور رجوع) الی اللہ ہی تھی، اس روئے زمین پر بسنے والے ہر شخص پر چھوٹے بڑے ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے تاکہ اللہ تعالی ہم سب پر دنیا وآخرت میں رحم فرمائے اور مصائب ومشکلات کو دور فرمائے اور ہمیں اپنی سخت پکڑ اور دردناک عذاب سے نجات دے۔

اہل علم نے کہا ہے: ”اگر گناہ کا تعلق بندے اور اس کے رب سے ہی ہو اور اس میں کسی بندے کا کوئی حق نہ ہو۔ ایسے گناہ سے توبہ کی شرطیں یہ ہیں کہ:

(1) بندہ اس گناہ کو فورا چھوڑ دے۔

(2) اپنے کئے پر نادم وشرمندہ ہو۔

(3) اس فعل کے دوبارہ کبھی بھی ارتکاب نہ کرنے کا پختہ عزم وعہد کرے۔

اور اگر اس گناہ کا تعلق کسی بندے کی حق تلفی سے ہو تو مذکورہ شرائط کے ساتھ ہی یہ شرط بھی ہے کہ:

اس کا وہ حق ادا کرے یا اس معافی مانگ لے اور وہ اسے معاف کردے۔

1) صحیح بخاری: 4418، صحیح مسلم: 2769۔

تمام گناہوں سے توبہ:

توبہ تمام گناہوں سے کرنا ہی واجب ہے لیکن اگر کوئی بعض گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو بھی اس گناہ سے توبہ صحیح ہو گی اور باقی گناہوں کا بوجھ اس پر رہ جائے گا جب تک کہ وہ ان سے توبہ نہ کرے گا۔

اے مسلمانو! اللہ کے حضور توبہ کر لو اور اپنے فضل و کرم والے رب کی طرف لوٹ آؤ کہ اس نے تم پر ظاہری و پوشیدہ نعمتوں کا جال بچھا رکھا اور تمہاری طلب کردہ ہر چیز تمہیں عطا کی ہے اور تمہیں طویل عمر دی ہے۔

قصص تائبین:

ان لوگوں کے واقعات اور قصے یاد کرو اور پڑھتے رہا کرو جنہوں نے توبہ کی، اللہ کی طرف رجوع کیا جن پر اللہ نے یہ فضل و کرم کیا کہ انہیں گناہوں کے کیچڑ میں لت پت ہونے کے بعد توبہ نصوح کی نعمت سے نوازا جبکہ وہ خواہشات نفس، شہوات دنیا اور شبہات میں مبتلا تھے۔ اللہ نے ان کی بصیرتوں سے پردہ اٹھا دیا، ان کے دل کو حیات نو عطا کی ان کے نفسوں کو منور کیا اور انہیں اللہ نے غفلت کی موت سے بیدار کیا، انہیں گمراہی و سرکشی کے اندھے پن سے بصارت و بینائی عطا کی، گناہوں کے اندھیروں سے نکالا، اور کبیرہ گناہوں کی شقاوت سے نکال کر سعادت و خوشی عطا کی اور وہ یوں ہو گئے جیسے انہوں نے نئے سرے سے جنم لیا ہو، وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل کو پا کر خوش و خرم ہو گئے۔ ان میں کوئی عیب و تکلیف باقی نہ رہی اور انہوں نے اللہ کی رضاء کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل و کرم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

"اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، جس دن اللہ تعالیٰ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اور ایمان والوں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ کرے گا، ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں (جانب) دوڑ رہا ہو گا یہ دعائیں کرتے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہمیں کامل نور عطا فرما، اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔" (التحریم:8)

دعائیں:

اللہ کے بندو! اپنے رب کے سامنے حاضری کا تصور کرو تمہیں تمہارے تمام اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی، اس زمین کو اپنے اعمال صالحہ سے سنوار دو اور اے مسلمانو! ہر نیک عمل کے ساتھ ساتھ ہی دعا کرنے کے دروازے سے بھی نہ ہٹو اور اللہ تعالیٰ مجبور و مظلوم لوگوں کی دعاؤں کو قبول کرتا اور مانگنے والوں کو عطا کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾

"جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں (کہ اللہ کہتا ہے): میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ پکارے قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔" (البقرہ:186)

فلسطین و عراقی مسلمانوں کے لئے دعائیں:

اپنی دعاؤں میں مظلوم فلسطینی بھائیوں کو یاد رکھیں اور اللہ سے صدق دل اور خصوصی رغبت کے ساتھ اپنے عراقی بھائیوں کے لئے بھی دعا کریں کہ وہ ان کی مصیبت کو دور کرے اور وہ جس مشکل میں مبتلا ہیں اللہ انہیں اس سے نجات دلائے، وہ ان ظالموں کی غاصبانہ جنگ سے بہت تکلیف و نقصان اٹھا رہے ہیں۔ عالمی معاشرے پر فرض ہے کہ وہ اس جنگ کو فی الفور بند کروائے بلکہ اس کا انسانی فرض ہے کہ اس کے مزید پھیلنے سے پہلے پہلے اسے فوراً بند کروائے۔

عراقی جنگ کی مذمت اور اسے فوراً بند کرنے کا مطالبہ:

ہم مسلمان اس جنگ کو فی الفور بند کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس جنگ پر نکیر و اس کی مذمت کرتے ہیں، کیونکہ یہ ظالمانہ و سفاکانہ جنگ ہے جس میں بچے، بوڑھے اور عورتیں بھی قتل ہو رہی ہیں اور اس جنگ کا ٹارگٹ پورے عراقی عوام کی تباہی و بربادی ہے اور عراق کے فطری سرچشموں (تیل کے کنوؤں کی ثروت) پر قبضہ کرنا ہے۔

عہد جاہلیت والے نام اختیار نہ کرو:

اے مسلمانو! اپنا نام وہی رکھو جو نام تمہیں اللہ نے عطا فرمایا ہے۔ کسی بندے کے لیے کس قدر اچھا ہے کہ وہ اپنا نام مسلم، مومن، متقی، محسن (نیکی و احسان کرنے والا) بارّ (نیکی و خدمت کرنے والا) صالح (نیک) عبداللہ (اللہ کا بندہ) اور حنیف (یکسو موحد) رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ﴾

"دین اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا قائم رکھو، اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اس قرآن سے پہلے اور اس میں بھی تا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم پر گواہ ہو جائیں اور تم تمام لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔ پس تمہیں چاہئے کہ نمازیں قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لو۔ وہی (اللہ ہی) تمہارا ولی اور مالک ہے۔ پس کیا ہی اچھا مالک ہے اور کتنا ہی بہترین مددگار ہے۔" (الحج:78)

خبردار! خبردار! اسلام کے منافی جاہلانہ جماعتوں کے نام نہ رکھو جو کہ انتہائی گندے و بدبودار ہیں۔ اور ملحدانہ مذاہب و نظریات تو پیدا ہی اس لئے کئے گئے ہیں تا کہ بلاد اسلامیہ میں انہیں داخل کر کے امت اسلامیہ میں تفریق و اختلافات پیدا کئے جائیں اور امت اسلامیہ کی جڑیں کاٹی جائیں تا کہ باہمی مدد و نصرت، رحم و کرم، پیار و محبت اور بھائی چارہ و تعاون باہمی ختم ہوں اور مسلمانوں کے ملکوں کو ایک ایک کر کے باری باری نقصان پہنچانا آسان ہو جائے۔

تمام مسلمانوں کیلئے دعائیں:

اسی طرح دوسرے ممالک میں اعداء اسلام اور دشمنان دین کے ظلم وستم کی چکی میں پستے مسلمانوں کے لیے بھی دعائیں کریں اور ضعیف العمر لوگوں اور کمسن بچوں سے یہ دعائیں کروائیں کہ اللہ ہر جگہ اسلام اور مسلمانوں کو عزت وشان دے کر سرفراز کرے۔ کفار کو بے یارومددگار کرے۔ ان کی شان وشوکت اور قوت کو توڑ دے اور ان کی مکاریوں کو باطل کردے اور اللہ تعالی برّ وبحر، ہوا وفضاء اور اپنی ہر مخلوق کو ان کافروں کے خلاف کردے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آنسو اور دعائیں:

آنسو بہائیں اور دعائیں کریں کہ شائد اس طرح ہی دعاؤں کو قبول کرلے اور اس تباہ کن ظالمانہ وجارحانہ جنگ کی آگ کو بجھادے۔

التزام جماعت وامام:

مسلمانو! مسلمانوں کی جماعت، ان کے امام اور علماء کرام کے ساتھ جڑے رہو۔ اختلافات تمہارے درمیان راہ نہ پائیں اور تفرقہ بازی سے بچے رہو، اپنے قائدین پر اعتماد کرو اور اگر کوئی اللہ کی نافرمانی کا کام نہ ہو تو اپنے اولیاء امور کی اطاعت وفرمانبرداری کریں کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی بھی (معروف غیر معصیت الہی میں) پیروی کرو۔“ (النساء:59)

سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

مصائب ومشکلات اور فتح ونصرت کی بشارات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ

9/2/1424ھ 4/12/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

فتح ونصرت پر یقین:

جب امت پر بحرانوں کی کثرت ہو جائے اور حوادث و فتنے شدت اختیار کر جائیں تو پھر وہ مدد ونصرت کا راستہ ڈھونڈتی ہے، اور مصائب و مشکلات چاہے کتنی ہی شدید کیوں نہ ہوں ہمیشہ اور ہر حال میں اللہ کی طرف سے مدد ونصرت کی آمد کا مکمل یقین رکھنا چاہیے اور فتح ونصرت ضرور بضرور آئے گی کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"مجھے اللہ کی قسم ہے کہ یہ دین اسلام یقینا پورا (غالب) ہو کر رہے گا" (صحیح بخاری)

اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَى مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ﴾

"اور آپ سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے جاتے رہے تو وہ تکذیب اور ایذاء پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد پہنچتی رہی اور اللہ کی باتوں کو کوئی بھی بدلنے والا نہیں" (الانعام:34)

دامن صبر اور بشارتیں:

مکہ مکرمہ میں جہاں نبی اکرم ﷺ پر بڑی سختیاں اور مشکلات کا دورہ تھا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ وہاں بھی نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو برداشت کرنے اور صبر کا دامن پکڑے رکھنے کی تلقین فرماتے رہے اور اس وقت آپ انہیں اسلام کے روشن مستقبل کی بشارتیں دیتے اور اطمینان دلاتے رہے اور ان کے دلوں میں اعتماد ووثوق کی روح پھونکتے رہے اور انہیں یہ خوشخبری دیتے رہے کہ ان کا دین عنقریب اس دنیا کو مشرق تا مغرب منور کرے گا۔ اور یہ آپ سب کچھ اس لئے کرتے رہے تا کہ ان کے دلوں کی گہرائیوں میں نیک فالی ، بشارت اور امید کی روح جاگزیں ہو جائے اور کوئی بھی معاشرہ ان معانی کے سائے میں آئے بغیر سعادت وخوشحالی نہیں پا سکتا کیونکہ نفسیاتی شکست تو اس امت کے مستقبل کے لیے سب سے زیادہ سخت و تلخ خطرہ اور شدید ترین شکست ہے اور امت جس ذلت و پستی میں مبتلا ہے۔ اس سے مایوسی و ناامیدی میں ہرگز مبتلا نہیں ہو جانا چاہئے۔ اللہ کی فتح ونصرت پر اعتماد ویقین، مصائب ومشکلات کے دوران دلوں میں سکون واطمینان کا باعث بنتا، ہمارے نبی ﷺ جب ایک غار میں چھپ گئے اور دشمن بہت ہی قریب پہنچ گئے بلکہ وہ تلواریں سونتے ہوئے دو قوس کے فاصلے سے بھی زیادہ نبی ﷺ کے قریب پہنچ چکے تھے حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ان میں سے کوئی اگر اپنے پاؤں اٹھاتا تو دیکھ لیتا۔" اس وقت نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا: "مَا

ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا "

"تمہارا ان دو شخصوں کے (محفوظ و بے خطر ہونے) کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خود اللہ تعالی ہو۔"[1] (بخاری)

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ اور اس کی مدد و نصرت پر وثوق و یقین تھا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس بلاء و مصیبت کے اللہ کی طرف سے رفع کئے جانے پر یقین اور اللہ کے ان کے ساتھ ہونے کا شعور تھا۔

یقین موسوی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس واقعہ سے کہیں پہلے حضرت موسی علیہ السلام دریا کے کنارے پر کھڑے ہو جاتے ہیں تو ان کے ساتھیوں میں سے بعض لوگ کہنے لگے: "فرعون ہمارے پیچھے ہے اور دریا ہمارے آگے ہے، ہم کیسے بچ پائیں گے؟ قرآن کریم کہتا ہے:﴿قَالَ أَصْحَابُ مُوسَى إِنَّا لَمُدْرَكُونَ﴾

"موسی کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو پکڑے گئے۔" (الشعراء:61)

اور حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ کے وعدہ پر مکمل وثوق و یقین کرتے ہوئے جواب دیا:﴿قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾

"ہرگز نہیں! میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راستہ مہیا کرے گا۔" (الشعراء:62)

پھر اللہ تعالی نے انھیں مدد و نصرت اور اقتدار و حکومت عطا فرمائی۔

اسلام کا روشن مستقبل:

انسان جب دیکھتا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو ہر دور میں مکر و فریب اور مصائب و مشکلات، قتل و غارت، گھروں سے بے گھر کئے جانا اور طرح طرح کی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا اس کے باوجود اسلام ہمیشہ سے ڈٹا ہوا ہے اور اہل اسلام کے دلوں میں ایمان مضبوط ہے۔ جب مسلمان اس بات پر غور کرتا ہے تو پھر اسے اللہ کی مدد و نصرت آنے اور اگرچہ کچھ وقت ہی لگے مگر اس دین کے روشن مستقبل اور غلبہ پا جانے میں ذرہ برابر شک نہیں رہ جاتا اور اس دین کے روشن مستقبل اور غلبے کا پتہ دینے والی شرعی و واقعی بشارتیں اتنی ہیں کہ اس سب کو حصر و شمار بھی ناممکن ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ [20] كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

"بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں وہ نہایت ذلیل و رسوا ہوں گے۔ اللہ کا حکم ناطق ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے، بیشک اللہ زورآور اور زبردست ہے۔" (المجادلہ:20-21)

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾

"ہم اپنے رسولوں کی اور جو لوگ ان پر ایمان لائے ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں۔" (المومن:51)

1) صحیح بخاری:4663۔

اسلام اور تحفظ الٰہی:

ہمارا دین اسلام اللہ کی حفاظت میں محفوظ ہے۔ارشاد الٰہی ہے:﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾
”بیشک یہ(کتاب)نصیحت ہم نے ہی اتاری ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ونگہبان ہیں۔“(الحجر:9)
لہٰذا اسلام پر خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اپنے نفس وجان،دین وایمان اور ثبات واستقلال کی فکر کریں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
﴿وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم﴾
”اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا اور پھر وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔“(محمد:38)

ہاتھوں پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا؟

اللہ کی طرف سے آنے والی بشارتوں کا یہ معنیٰ بھی ہرگز نہیں کہ انسان کام چھوڑ دے اور کاہلی وسستی میں مبتلا ہو جائے کیونکہ اللہ کی مدد ونصرت ان لوگوں پر نازل نہیں ہوتی جو گناہوں میں ملوث ولت پت ہوئے ہیں،جن کے دل خواہشاتِ نفس کے غلام ہوتے ہیں اور حقد وبغض،کینہ اور حسد کی میل سے اٹے ہوئے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان لوگوں پر نازل ہوتی ہے جو بھائی بھائی تو ہیں مگر تفرقہ وتنازعہ اور لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے وہ تنکا تنکا بکھرے ہوئے ہیں اور یہی سنت الٰہیہ اور طریقہ ونظام ربانی ہے اور تم سب پر واجب ہے کہ اسے اچھی طرح سے سمجھیں اور اس کے مطابق چلیں۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾
”اللہ اس نعمت(حالت)کو ہرگز جو کسی کو حاصل ہے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے حالت کو خود نہ بدلے۔“(الرعد:11)

ایثار وقربانی کے نمونے:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح ونصرت کی آمد کا یقین کامل تھا۔اور اللہ کا وعدۂ فتح ونصرت ان کے لئے ایندھن(پٹرول)کا کام کرتا تھا اور وہ بڑھ چڑھ کر عمل کرتے تھے،اللہ کی راہ میں خرچ کرتے،لوگوں کو نوازتے اور قربانیاں دیتے تھے۔ان میں بعض لوگوں نے وہ مثالیں قائم کیں کہ اللہ کی رضاء کے لیے اپنی تمام جمع پونجی اور سارا مال ہی لاکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ڈھیر کر دیا اور یہ پوچھنے پر کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا آئے ہو تو عرض کیا:(میں ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول(کی محبت)کو چھوڑ آیا ہوں۔
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾
”اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنے راستے دکھلا دیں گے،اور بیشک اللہ تو نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔“
(العنکبوت:69)

باطل کا غلبہ:محض وقتی:

کبھی کبھی اہل باطل وقتی طور پر کامیاب ہو جاتے ہیں اور فتح حاصل کر لیتے ہیں لیکن وہ عمارت جو فاسد بنیادوں پر تعمیر کی جائے وہ لازمی بات ہے کہ مسمار وزمین بوس ہو کر رہتی ہے،اور پھر انجام صرف اہل تقویٰ کے لیے اور فتح ونصرت مومنوں کے لئے ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی

ہے:﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ[196] مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾

”(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکہ نہ دے، یہ دنیا کا تھوڑا سا فائدہ ہے پھر (آخرت میں) ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔“ (آل عمران:196-197)

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی راہ اختیار کی تو اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ فرمایا:﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ﴾

”(اے پیغمبر!) جس (اللہ) نے آپ پر قرآن (کے احکام) کو فرض کیا ہے وہ آپ کو بازگشت کی جگہ لوٹا دے گا۔“ (القصص:85)

اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعی صحیح وسالم، فتح ونصرت پا کر غنیمتوں کے مستحق بن کر دوبارہ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوگئے اور یوں اللہ کا وعدہ پورا ہوگیا۔

معانی نصرت کی وسعت:

وہ شخص غلطی پر ہے جو نصرت کو صرف ایک ہی معنی میں منحصر سمجھتا اور شمار کرتا ہے کیونکہ نصرت کے مفاہیم ومعانی بڑے وسیع اور اس کی صورتیں بکثرت ہیں حتی کہ:

(1) جو شخص اسلام کے احکام پر چلنے کا التزام کرتا ہے۔ حرام اشیاء سے لطف اندوز ہونے اور نفس امارہ کی پیروی کرنے سے بچ جاتا ہے وہ فاتح ہے نصرت پانے والا ہے۔

(2) نصرت کا ایک رنگ یہ بھی ہے کہ بندہ اپنے رب سے ملے اور وہ اس سے راضی ہو۔

(3) اور نصرت کے معنوں میں سے ہی یہ بھی ہے کہ فتنوں کے دور میں بندہ اپنے دین پر ثابت قدم رہے اور مصائب ومشکلات میں ایمان کی عزت کا مالک رہے۔

(4) حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے جب باطل کے جھوٹ وجعل سازی کو آشکارا کر دیا تو انہیں اس کی پاداش میں آگ میں پھینک دیا مگر وہ اپنے عقیدے پر قائم رہے اور یہ ان کی عظیم فتح ونصرت تھی۔ اللہ تعالی نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ[69] وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ﴾

”ہم نے حکم دیا: اے آگ! سرد ہوجا اور ابراہیم (علیہ السلام) پر (موجب) سلامتی (بن جا) ان لوگوں نے برا تو ان کا چاہا تھا مگر ہم نے انہی کو نقصان اٹھانے والے کر دیا۔“ (الانبیاء:69-70)

(5) فرعون نے اپنے جادوگروں کو دھمکی دی کہ انہیں قتل کردے گا اور انہیں سخت سزاؤں میں مبتلا کرے گا مگر وہ جادوگر باطل کے مقابلہ کمزور نہ پڑے۔ یہ بھی عقیدہ و دین کی فتح تھی۔ اللہ نے جادگروں کے بارے میں فرمایا:﴿قَالُوا لَا ضَيْرَ إِنَّا إِلَى رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ[50] إِنَّا نَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطَايَانَا أَنْ كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

”انہوں نے کہا کچھ نقصان کی بات نہیں، ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہ بخش دے گا

اس لیے ہم اول ایمان لانے والوں میں ہیں۔" (الشعراء:50-51)

(6) ایک مؤمن بچہ اپنی قوم پر ایسی فاتحانہ شان سے مرا کہ اس کی موت کے ذریعے اللہ نے لوگوں کی ایک امت و جماعت کو زندگی عطا فرمائی جب کہ وہ لوگ اس بچے کے رب یعنی اللہ تعالی پر ایمان لے آئے۔ (دیکھئے سورت البروج) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾

"ہم اپنے رسولوں کی اور جو ایمان لائے ہیں، ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی (مدد کرینگے) جس دن گواہ کھڑے ہوں اگے۔ (بروز قیامت)۔" (المؤمن:51)

تفسیر نقاط:

مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:" اللہ تعالی اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد و نصرت کرتا ہے اگر چہ نصرت کی شکلیں مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔ بعض کی نصرت اس طرح فرماتا ہے کہ انہیں دشمن کے مقابلہ میں مدد و نصرت دے کر اسے اس پر غالب کر دیتا اور دشمن پر اقتدار عطا کر دیتا ہے۔

☆ بعض کی مدد اللہ نے اس طرح فرمائی کہ انہیں جھٹلانے والی ان کی قوموں کو فوراً عذاب میں مبتلا کر دیا۔

☆ اور بعض کی مدد و نصرت اس طرح فرمائی کہ جب کچھ لوگوں نے اپنے انبیاء کرام کو قتل کر دیا تو اللہ نے ان سے ان کے اس فعل کا انتقام لینے کے لیے کسی کو بھیج دیا جو ان مقتول انبیاء کے لئے باعث نصرت بنتا ہے۔

مفسرین کرام اس سلسلہ میں کہتے ہیں:

" یہی وجہ ہے کہ اللہ عز و جل نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور قوم عاد و ثمود، اصحاب الرس، قوم لوط علیہ السلام، اہل مدین اور انہی جیسی دوسری قوموں کو ہلاک کر دیا اور ان کی معاون جماعتوں کو بھی ملیامیٹ کر دیا جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور حق کی مخالفت کی اور انہی کے درمیان سے اللہ تعالی نے مومنوں کو نجات عطا فرمائی اور ان میں سے کسی ایک کو بھی ہلاک نہیں کیا اور اللہ تعالی نے کافروں کو عذاب دیا اور ان میں سے کوئی ایک بھی اس سے نہ بچ پایا۔"

مفسرین کرام مزید کہتے ہیں:

" اللہ تعالی نے جب کسی رسول کو مبعوث فرمایا اور ان کی قوم نے اسے قتل کر دیا، یا پھر اہل ایمان لوگوں کی جماعت جوحق کی طرف دعوت دیتی تھی اور انہیں ان کی قوم نے قتل کر دیا تو وہ دور گزرنے سے پہلے پہلے ہی اللہ تبارک وتعالی ایسے لوگوں کو بھیج دیتا جو ان مقتولین کی مدد کے لیے کھڑے ہو جاتے اور جن لوگوں نے اس دنیا میں کوئی ظلم کیا ہوتا ہے ان سے اسی دنیا میں ان کے خون کا حساب چکا لیتے۔ غرض انبیاء کرام اور اہل ایمان اس دنیا میں قتل کئے جاتے تو اسی دنیا اور اسی دور میں وہ فتح و نصرت بھی پا لیتے تھے۔"

اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کی دعوت اور آپ کے دین کی پہلے ہی لمحہ میں غزوۂ احد میں مدد کر دیتا اور آپ کو کسی مشکل میں مبتلا نہ کرتا اور نہ ہی آپ کے صحابہ و مومنین کو وقتی شکست سے دو چار کرتا لیکن یہاں صرف مدد و نصرت کا مسئلہ ہی نہیں تھا بلکہ وہاں

بلاء ومصیبت اور سختی کے موقع پر صبر واستقلال کی تعلیم دینا اور تزکیہ نفس کرنا مطلوب تھا۔

ہمارا ایمان وعمل:

ہمارا یہ ایمان ہے کہ اس دین اسلام ہی کا مقدر روشن مستقبل ہے یہ چیزیں ہمیں امید دلاتی اور اس بات پر آمادہ کرتی ہیں کہ علم سیکھیں اور عمل کریں تا کہ ہم فتح ونصرت کو پائیں اور اس کے لئے عقیدے میں رسوخ وگہرائی، عبادت میں اخلاص للہ، اطاعت میں صحیح طرز عمل اور بلند اخلاق اپناتے ہیں۔

جب تک دلوں میں ایمان کی بہار نہ آئے اور نفوس میں عقیدہ اچھی طرح راسخ وجا گزیں نہ ہو تو طغیانی وسرکشی غالب آتی ہے اور باطل بال و پر نکالتا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں مادی قوت کی مالک ہوتی ہیں۔

حصول فتح ونصرت کا طریقہ:

اگر مسلمان کو اللہ کی طرف سے فتح ونصرت مطلوب ہو تو اس کا صرف ایک طریقہ ہے کہ پہلے خود اپنی ذات، خاندان، گھروں، معاشروں اور اپنے تمام ہی معاملات میں اللہ (کے دین کو نافذ کر کے اس) کی مدد کریں اور ہر معاملہ میں دین کو اپنا فیصل بنائیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ کی شریعت کو نافذ کریں۔

اس طریقہ سے آپ اپنے دشمن کو شکست دے دیں گے کہ آپ اپنے دین اسلام کو اپنے لئے سرمایہ افتخار و باعث اعزاز سمجھیں، اپنے منہج وطرز عمل پر ثابت قدم رہیں اور دعوت الی اللہ میں مشغول رہیں۔ یوں آپ اپنے دشمن کو مات دے دیں گے۔ حالانکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنی جماعت کا ممبر بنالے۔ چنانچہ دشمنوں کی اس خواہش کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا﴾

"وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں اسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ۔" (النساء:89)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے:﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾

"پس آپ کی طرف جو وحی کی گئی ہے، اسے مضبوطی سے پکڑے رہیں، بیشک آپ سیدھے راستے پر ہیں۔" (الزخرف:43)

حقیقی فتح ونصرت:

حقیقی فتح ونصرت کی اساس و بنیاد یہ ہے کہ دل میں اللہ کے لئے عبودیت و بندگی کے جذبات موجزن ہو جائیں اور نفس پر غلبہ حاصل ہو جائے، چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾

"اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے جب وہ صبر کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔" (السجدہ:24)

اور ارشاد باری تعالی:﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا﴾

"تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین (ملک) کا حاکم بنادے گا، جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا۔ اوران کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند فرمایا تھا، مستحکم و پائیدار کردے گا۔ اورخوف کے بعد انہیں امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ بنائیں گے۔" (النور:55)

اختلافات کے نتائج بد:

ہم اس وقت مغلوب ہو جاتے ہیں (اور دشمن غلبہ پا جاتا ہے) جب ہم آپس میں تفرقہ و اختلافات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور تنازعات میں گھر جاتے ہیں نتیجہ یہ کہ ہم ناکام ہو جاتے ہیں اور ہمارا اقبال جاتا رہتا ہے اور ہوا اکھڑ جاتی ہے۔ جب نیتیں فاسد ہو جائیں اور مقاصد میں بگاڑ آجائے اور ہمارے دلوں میں آخرت کی جگہ دنیا کی محبت موجزن ہو جائے تو بھی ہم شکست خوردہ ہو جاتے ہیں غرض فتح و نصرت صرف اللہ ہی سے حاصل ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ﴾

"اگر اللہ تمہارا مددگار رہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے؟ (آل عمران:160)

اسباب فتح و نصرت اور موجبات ہزیمت و شکست:

معرکہ احد میں مسلمانوں کی فتح بھی شکست میں بدل گئی اور یہ اس لئے ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام میں سے صرف ایک حکم کی نافرمانی کی تھی جب کہ ان کا نافرمانی کا قصد بھی نہ تھا۔ اور نہ ہی ان لوگوں میں کوئی فساد و بگاڑ در آیا تھا مگر اس کے باوجود انتہائی دردناک سبق آموز اور سخت سزا دی گئی۔ لہذا آج کل مسلمان جن مشکل ایام سے دو چار ہیں اور ان میں جو نا اتفاقی و افراتفری کا عالم اور شان و شوکت (رعب و دبدبہ) کا خاتمہ نظر آرہا ہے۔ اس پر تعجب نہ کریں۔ فرمان باری تعالی ہے:﴿أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

"(بھلا یہ) کیا (بات) ہے کہ جب (بروز احد) تم پر مصیبت واقع ہوئی تو تم چلا اٹھے حالانکہ (بروز بدر) اس سے دوگنا مصیبت تمہارے ہاتھوں سے ان پر پڑ چکی ہے (تو پھر یہ چلانا کیسا کہ) یہ آفت ہم پر کہاں سے آن پڑی (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کہہ دیں کہ یہ تمہاری ہی شامت اعمال ہے اور اللہ بلاشبہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (آل عمران:165)

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ایک اسلامی لشکر کا امیر مقرر کیا تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

حمد و ثناء اور درود و سلام کے بعد:

"میں آپ کو اور آپ کے ساتھ والے فوجی مجاہدین کو حکم دیتا ہوں کہ ہر حال میں ہی اللہ کا تقوی اختیار کریں کیونکہ اللہ کا تقوی دشمن کے مقابلے

کے لئے بہترین سامان جنگ ہے اور جنگ میں غلبہ پانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، اور میں آپ کو اور آپ کی فوج کے جوانوں کو اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ وہ دشمن کے ڈر سے بھی زیادہ گناہوں سے ڈریں کیونکہ فوج کے گناہ اس پر دشمن کے خوف سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں، مسلمانوں کو فتح ونصرت اس لئے حاصل ہوتی ہے کہ ان کے دشمن کفار اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اگر ان کی نافرمانی نہ ہو تو ہم ان کے مقابلے کی تاب نہ رکھیں کیونکہ ہماری تعداد ان کی نفری جتنی نہیں ہوتی، نہ ہی سامان جنگ ان کے سامان جنگ جیسا ہوتا ہے۔ اگر معصیت و نافرمانی میں دشمن کے برابر ہی ہو جائیں تو پھر وہ قوت میں ہم پر بھاری ہو جائیں گے، اگر ہم اپنی (ترک نافرمانی کی) فضیلت کی وجہ سے ان پر فتح نہ پاسکے تو ہم انہیں اپنی قوت وطاقت سے بھی مغلوب نہ کرسکیں گے۔ اور یہ بات ذہن نشین کرلو کہ دوران سفر اللہ کے محافظ تمہارے ساتھ رہیں گے جو تمہاری تمام حرکات وسکنات اور افعال کو جانتے اور دیکھتے ہیں۔ ان سے شرم کھانا اور اللہ کی راہ میں نکل کر اللہ کی نافرمانیوں کا ارتکاب نہ کرنا اور یہ ہرگز نہ کہنا کہ ہمارا دشمن ہم سے بہت برا ہے اور وہ ہم پر کبھی تسلط نہیں پاسکتا بلکہ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ غلبہ وہ پا جائے جو ان سے بھی زیادہ شریر و برا ہو۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی مسلم افواج سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

"تم اپنے دشمن پر ہرگز فتح نہیں پاسکتے جب تک کہ تم اللہ کے قریب ترین نہ ہو جاؤ اور دشمن اللہ سے دور نہ ہو۔ اور اگر تم بھی نافرمانیوں کے سبب دشمن کے برابر ہی ہو گئے تو پھر غلبہ اسی کا ہوگا جو تعداد اور ساز وسامان جنگ کے لحاظ سے کثرت والا ہوگا۔"

غلط شکوک وشبہات:

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگ اللہ کی مدد کو دور سمجھنے لگتے ہیں اور خطرناک حالات کو دیکھ کر وہ شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جانے لگتے ہیں جیسا کہ بعض لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ﴾

"وہ اللہ کے بارے میں ناحق (ایام) کفر کے سے گمان کرنے لگتے ہیں۔" (آل عمران:154)

وہ کہنے لگتے ہیں کہ اہل حق ہی مصائب ومشکلات سے دوچار کیوں کئے جاتے ہیں؟ باطل کیوں نجات پا جاتا ہے! مسلمانوں کو فتح ونصرت حاصل کیوں نہیں ہو رہی؟

اللہ کی حکمتیں:

جو لوگ فتح ونصرت، شکست وہزیمت، ابتلاء وآزمائش اور مصائب ومشکلات کے سلسلہ میں سنت الہي اور طریقہ ربانیہ کو نہیں جانتے۔ انہی کے ذہنوں میں اس قسم کے سوالات گھومتے ہیں جب کہ ان کائنات کے تمام امور ومعاملات اللہ ہی کے حکم سے اور اس کی حکمتوں کے مطابق ہی چلتے ہیں جن میں سے ہی ایک حکمت یہ ہے کہ اللہ ظالم اور اہل باطل کو ڈھیل دیتا تاکہ وہ شدید عذاب کے صحیح طور پر مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾

"اور کافر لوگ یہ خیال نہ کریں کہ ہم انہیں جو مہلت دیئے جاتے ہیں یہ ان کے حق میں اچھی ہے (نہیں بلکہ) ہم انہیں اس لیے مہلت دیتے

ہیں کہ تا کہ وہ مزید گناہ کر لیں ۔آخر کار انہیں رسوا کن عذاب ہوگا۔" (آل عمران:178)

اللہ کے کاموں کی دوسری حکمت یہ ہوتی ہے کہ وہ مشکلات کے ذریعے اچھے اور برے کی تمیز کرتا ہے اور مصیبت و آزمائش میں صبر کرنے والوں کے اجر میں اضافہ کرتا ہے ۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾

"(لوگو!) جب تک اللہ پاک کو ناپاک سے الگ نہ کر دے گا، مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو، ہرگز نہیں رہنے دے گا۔"

(آل عمران:179)

اللہ کی حکمتوں میں سے ہی یہ بھی ہے کہ دل صاف ہوں، ایمان نکھر جائے، صفیں ممتاز ہو جائیں اور بنیاد و عمارت خوب مضبوط ہو جائے ۔اور اس کی حکمتوں میں سے ہی یہ بھی ہے کہ مسلمان تکلیف پر صبر کرنا سیکھیں ۔شکست پر صبر کرنا سیکھیں اور فتح و نصرت کے انتظار میں صبر کرنا سیکھیں ۔اور فتح و نصرت حاصل ہو جائے تو اس پر بھی صبر و شکر کرنا سیکھیں ۔ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾

"اگر تمہیں زخم (شکست) آیا ہے تو وہ لوگ بھی ایسا زخم (بدر میں) کھا چکے ہیں، اور یہ جو دن ہیں انہیں ہم لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔"

(آل عمران:140)

وصلّى الله على نبيّنا محمّد وعلى آله وأصحابه أجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

موجودہ بحران اور کرنے کے کام

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ

16/2/1424ھ 18/4/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

خطرناک تاریخی موڑ:

آج بشریت ایک ایسے عظیم عالم میں جی رہی ہے جس میں دھڑے بندیاں اور جماعتی تفریق وانتشار اور بکثرت لوگوں کے ذہنوں سے عقل و حکمت کی منطق غائب ہے۔ ایک عالم، ایک ایسا دور چل رہا ہے جو تاریخ کا ایک انتہائی خطرناک موڑ ہے، جس میں تعلقات بگڑ چکے ہیں اور موازین وپیمانے بدل چکے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی سے دوری اختیار کرلی گئی ہے۔ اللہ کی نازل کردہ شریعتوں کی صحیح تعلیمات سے روگردانی اپنالی گئی ہے۔ ایک ایسا دور چل رہا ہے جس میں دنیوی مصالح وفوائد ہی قائد اور انسانی مشین کو حرکت دینے والے میزان وانجن کے ڈرائیور ہیں اور دنیوی نفع پر مشتمل مقاصد واغراض ہی مہلک ترین وسائل کو اختیار کرنے کا بہانہ ہیں۔

غلبۂ شر کا دور:

یہ ایک ایسا دور ہے جس میں امن وسلامتی، رحم وکرم اور نیک احسان پر قوت وبلندی اور جبروت وسطوت غالب آگئے ہیں۔ ایک ایسا دور جس میں موہوم اور مبنی بر دھوکہ اصطلاحوں کے ذریعے شرور وبرائیوں کا ارتکاب کیا جائے اور جھوٹے زعموں اور محض گمانوں پر مبنی مبادیات کی وجہ سے حقوق کو ہضم کیا جائے۔ اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ [204] وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾

"اور لوگوں میں سے کوئی شخص تو ایسا ہے جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں آپ کو دیکھا معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔ اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا ہے پھرتا کہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو (برباد) اور (انسان وحیوان کی) نسل کو نابود کردے، اور اللہ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا۔" (البقرہ: 204-205)

مسئلہ فلسطین وعراق:

مسلمانو! ہماری امت پہلے بھی مشکل حالات سے دوچار ہوئی ہے اور آج کل بھی مشکل ایام اور تلخ وسخت حالات سے گزر رہی ہے۔ آج پیاری سرزمین فلسطین، دجلہ وفرات والا محبوب ملک اور امن وسلامتی والا شہر بغداد آج کل ایسے خوفناک حالات سے دوچار ہیں کہ قلم لکھنے اور زبان بیان کرنے سے قاصر اور ہر مسلمان کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے اور ہر مومن کی آنکھ سے آنسو جاری ہیں، ان دونوں ملکوں کے مسلمان بے قصور شہری کسی قسم کا گناہ کئے بغیر ہی انتہائی سخت حالات سے دوچار ہیں اور اہل ایمان کسی بھی جرم وگناہ کا ارتکاب کئے بغیر مصائب و

مشکلات میں مبتلا ہیں۔ پاک خون بے قیمت بہایا جارہا ہے اور ظلم و جور کے ذریعے جانیں تلف کی جارہی ہیں۔کتنی ہی صلاحیتیں بے وجہ برباد کردی گئی ہیں۔اللہ تعالی اپنے فیصلوں کو نافذ کرنے پر غالب ہے۔ہم اسی سے التجاء وشکائت کرتے ہیں۔اللہ تعالی ان لوگوں کے بے وجہ موت کے منہ میں چلے جانے کے بعد ان پر رحم فرمائے اور ان کی اس موت کو شہادت کے درجے سے نوازے۔اور پوری امت اسلامیہ کو ان کی موت پر صبر وہمت کی توفیق سے نوازے۔

شہر امن وسلام کی تباہی:

اے امت مسلمہ: منصور نے جب بغداد کو تعمیر کیا تو اس نے اس کا نام مدینۃ السلام (امن وسلامتی والا شہر) رکھا تھا، اور اس کے نقشے میں لکھا تھا: ﴿إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

”اللہ کے نام، اور ہر قسم کی تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں یہ زمین تو اللہ ہی کی ہے وہ جسے چاہتا ہے وارث و مالک بناتا ہے اور آخر اچھا انجام تو صرف متقی لوگوں کے لیے ہی ہے۔“ (الاعراف:128)

علماء و اولیاء کی آماجگاہ:

یہ شہر علماء وفضلاء کی ماوی وملجاء، نیک وصالح لوگوں کی آماجگاہ، اہل تقوی لوگوں اور اولیاء اللہ کا وطن رہا ہے۔ چاہے ظالم کتنا بھی ظلم کیوں نہ کریں اور بغداد کے مکین چاہے کتنا ہی مجرموں کی زیادتیوں کو سہنے پر مجبور کیوں نہ ہوجائیں۔ بہر حال اس شہر امن وسلام کی تاریخ اور اصلیت یہی ہے۔کہ یہ شہر اسلام کے بغیر امن وسلامتی سے نہیں رہ سکتا۔اور نہ ہی یہ علم وایمان کی دولت کے بغیر ترقی پاسکتا ہے اور قرآن و سنت کے بغیر اس میں امن واستقرار اور خوشحالی بھی نہیں آسکتی۔

اے اہل عراق! غور کرو:

آج اہل بغداد اور دجلہ وفرات کے ملک کے تمام باسیوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے ماضی اور حاضر دونوں پر غور کریں۔اپنی تاریخ اور وراثت پر گہری نظر ڈالیں اور اس بات کو سمجھیں کہ ان کا حال بھی اس وقت تک نہیں سدھرے گا جب تک یہ وہی راہ اختیار نہ کریں گے جو ان سے پہلے علماء وصلحاء نے اختیار کیا تھا۔انھیں چاہیئے کہ اللہ کی رسی (قرآن کریم) کو مضبوطی سے پکڑے رہیں، نبی اکرم ﷺ کی سنت سے گہرا تمسک و تعلق رکھیں اور اپنے آپ پر بھی کتاب اللہ کو فیصل وحاکم مانیں۔

وادیٔ دجلہ وفرات کے باسیو! جم جاؤ:

اے اہل عراق! یاد رکھو! تمہارا ملک اسلامی ملک ہے اور تمہارا علاقہ اہل ایمان کا علاقہ ہے۔اسی ایمان واسلام پر جم جاؤ اور اس میں کوئی اختلاف نہ کرو۔تمہارا امن وسلامتی تمہارے عقیدۂ توحید کے مرہون منت ہیں اور آپ لوگوں کی خوشحالی وسعادت اسی دین اسلام سے مضبوط تمسک وتعلق رکھنے میں ہے۔اہل عبرت ونصیحت کے لیے ماضی قریب کے حالات باعث عبرت ونصیحت ہیں اور: " لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ "

"مومن ایک بل سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔"[1] (بخاری، مسلم، مختصر مسلم: 44، ابو داوٗد، ابن ماجہ)

قومی عصبیت اور اسلام:

مسلمانو! بعض مسلمان ملک قومی عصبیت و دھڑا اور جعلی نعروں کے زیر سایہ عرصہ تک رہے اور اب تک چلے آرہے ہیں جنھوں نے ان کے اللہ اور رسول سے ولاء و محبت کے رشتوں کو کمزور کر دیا، ایمانی تعلقات اور اخوت و بھائی چارے کو مٹا دیا ہے اور عقیدہ کے رابطوں کو توڑ دیا ہے اور وہاں اسلام کے نام پر مدد و نصرت طلب کرنے کو ترک کرنے کی تنظیمیں بنائی گئیں بلکہ ان کی تنظیموں نے ہر محمدی راستے اور منہج نبوی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔

نتیجہ اس کے سوا کیا نکلا کہ انھیں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہ ملا، اور اس ملک و قوم کو رسوائی و بربادی کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگا۔ لوٹ مار اور دولتوں کو چھین لے جانے اور امت کو معنوی بحرانوں میں مبتلا کرنے اور گلا گھونٹ دینے والے مادی و مالی حصار کے سوا کیا ملا؟ اسلام سے بعید ان تنظیموں نے امت محمدیہ پر کیا کیا ظلم نہیں ڈھائے اور وہ اتنے مصائب و مشکلات کا باعث بنیں کہ قلم لکھنے سے عاجز ہے۔ اخبارات اسے پیش کرنے سے تنگ داماں ہیں اور ذہن ان سب کو یاد رکھنے سے قاصر ہے۔ امت اسلامیہ پر تمام کافر قومیں ٹوٹ پڑی ہیں اور یہ چہار سو سے مسلمانوں پر شر و مصائب امڈ آئے ہیں۔ اور اگر امت کے افراد ایمان حقیقی کے ذریعے طہارت قلوب حاصل کر لیں اور اسلام سے اپنا تعلق استوار کر لیں حتی کہ اس کے احکام ان کے تمام شعبہ حیات میں اپنا رنگ دکھانے لگیں تو پھر یقیناً یہ حالت بدل جائے گی ورنہ نہیں۔

خیر الامم اور سنن الٰہیہ:

اے اہل ایمان! امت محمدیہ تمام امتوں میں سے سب سے بہتر امت ہے۔ اللہ کے یہاں اس کی عزت اور اپنے خالق و مالک کے یہاں اس کا احترام ہے، اور اسے جن بھی بحرانوں اور مصائب سے دو چار ہونا پڑتا ہے یہ سب اللہ کی سنن اور طریقوں اور اس کی آزمائشوں اور امتحانوں میں سے ہی ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لِيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ﴾

"اور اگر اللہ چاہتا تو (کسی دوسری طرح) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمھاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے۔" (محمد: 4)

ایک جگہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ [140] وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ﴾

"اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں اور اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ ایمان والوں کو متمیز کر دے اور تم میں سے گواہ بنائے اور اللہ ناانصافی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ ایمان والوں کو خالص (مومن) بنا دے اور کافروں کو نابود کر دے۔" (آل عمران: 140-141)

---

1) صحیح مسلم: 2998۔

ابتلائیں اور فتوحات:

اس امت پر پہلے بھی کتنے ہی مصائب آئے ہیں اور انہی کے نتیجہ میں بالآخر خیر امت کو فتوحات و اصلاحات نصیب ہوئیں اور ایسے ہی اس امت پر کتنے ہی مشکل وقت آئے اور وہ امت کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کا باعث بن گئے۔مصائب کے ذریعے اللہ نے مسلمانوں میں سے منافق لوگوں کو الگ کر دیا، اور کافروں میں سے مومنوں کو نکھار کر جدا کر دیا، جھوٹوں میں سے صادقین کو جدا کر دیا۔اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو نکھار کر شیطان کی راہ میں لڑنے والوں سے ممتاز کر دیا۔مصائب و مشکلات کے نتیجہ میں اللہ سے تعلق و محبت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا معیار و مقام واضح ہو گیا۔

دلدوز مصائب:

اے امت اسلامیہ! آج امت اسلامیہ کی حالت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔مصائب و مشکلات اور آلام و تکالیف ہر قسم و درجہ اور ہر معیار کی کہ اصل حالت کے بیان کرنے سے زبان عاجز و قاصر ہے۔جن کے صرف ذکر کرنے سے دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے اور بیان میں ان کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔

درس عبرت:

ان حالات میں جبکہ مسلمانوں پر طرح طرح کے مصائب اور رنگارنگ مشکلات نازل ہو رہی ہیں۔ایسے میں انہیں چاہیئے کہ ان آزمائشوں سے درس حاصل کریں اور اپنے کردار پر نظر ثانی کریں، اپنے افعال پر بحث و تمحیص کرنے اور انھیں سنوارنے کی ضرورت کو محسوس کریں اور اپنی ڈگر کو سیدھا کرنے اور اپنے قبلہ کو درست کرنے کی چارہ جوئی کریں۔ساری امت پر یہ فرض بنتا ہے کہ وہ پوری سنجیدگی و اخلاص کے ساتھ اور پوری صدق و صفائی سے غور و فکر کریں اور دیکھیں کہ ان پر جو مصائب چھائے ہوئے ہیں اور جن مہیب حالات سے وہ دو چار ہیں ان کے اسباب و عوامل کیا ہیں؟ کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾

"بیشک جو لوگ پرہیزگار ہیں جب انھیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور (دل کی آنکھیں کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں۔" (الاعراف:201)

موازنہ:

ایک حقیقت جو کسی کے ذہن سے غائب نہیں ہونی چاہیئے وہ یہ ہے جب ہم اپنی امت کے ضعف و کمزوری، ذلت و پستی اور رسوائی و بے آبروئی کی حقیقت و واقع سامنے لانا چاہیں تو بھی امور کو بنگاہ عبرت و اعتبار اپنے سامنے رکھنا ہوگا اور وہ ہے موجودہ چیلنجوں اور ان کے خطرات اور ان بحرانوں اور ان کے اسباب میں دینی و دنیوی اسباب و عوامل کے مابین موازنہ کرنا۔

رجوع الی اللہ:

امت اسلامیہ پر واجب ہے کہ وہ اپنے اصول وضوابط میں سے پائے جانے والے خلل کی اصلاح کرے اور اپنی تاریخ وتہذیب اور دینی اصولوں کی روشنی میں اپنی روش وڈگر کو صحیح کرے۔ اور ان سب میں سے جس چیز کو اولیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ کوئی بھی فرد امت اس سے غافل نہ رہے کہ مسلمانوں کو اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں اور اسے یہ اپنا ملجا وماوی بنائیں۔ یہی وہ نور ہے جو انھیں اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے اور بھٹکنے سے بچا سکتا ہے اور یہی وہ آہنی زرہ ہے جو انھیں اضطراب وپریشانیوں سے نجات دے سکتی ہے۔

مسلم حکمران اور احساس ذمہ داری:

اور تمام مسلم حکمرانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور اسلامی نقطۂ نظر سے اصلاح احوال کے کسی معاہدہ پر متفق ہونے کے سلسلہ میں اپنے اندر اپنی ذمہ داریوں کا احساس وشعور پیدا کریں۔ ایسے ہی ان کے سامنے اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی جوابدہی کا خیال کریں، اور صراحت ووضاحت کے ساتھ ساتھ عقل وحقائق کی بنیاد پر تعلقات قائم کرنے کے نئے مرحلے کا آغاز کریں۔ اور اس بات کی کوشش کریں کہ اپنی ذاتی قوتوں اور صلاحیتوں کو ترقی دیں (اور غیروں پر اعتماد کرنا چھوڑیں) اور صحیح اسلامی اخوت وبھائی چارگی کا بھی التزام کریں اور اس واجبی تعاون باہمی پر بھی توجہ دیں جو سب سے پہلے اپنے دین اسلام کے دفاع کے لیے اور پھر امت اسلامیہ کے دفاع کے لیے ضروری ہے اور اس کے لئے اس شرعی قاعدہ کو بھی پیش نظر رکھا جائے جس کا اللہ تعالی نے اپنے اس ارشاد میں ذکر فرمایا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

”اور نیکی وتقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ وظلم کی باتوں میں مدد نہ کرنا۔“ (المائدہ:2)

عقلمندانہ رائے، مطلوبہ حکمت ودانائی، اور عقل راجح پر اتفاق کریں تا کہ افراد گندی سیاست اور احمقانہ حرکات میں واقع نہ ہونے پائیں۔

توکل علی اللہ:

امت پر واجب ہے کہ وہ اس بات کا یقین کر لے کہ اللہ کے سہارے کے سوا کوئی سہارا کارگر نہیں۔ اس کی قوت ومدد کے سوا کوئی قوت نہیں اور اس سے بچ کر نکلنے کا سوائے اس کی مدد کے کوئی چارہ نہیں اور ساتھ ہی اس عقیدہ میں بھی فرق نہ آنے پائے کہ ہمارے سارے کا سارا توکل صرف اللہ ہی کی ذات پر ہے اور اگر یہ اللہ کے دین پر استقامت وثابت قدمی اختیار کر لے تو تمام بلاؤں اور مصیبتوں سے بچانے کیے لیے اسے اللہ ہی کافی ہے۔ اور اگر امت نے اللہ کی حدود کا بخیال رکھا اور ان سے تجاوز نہ کیا تو دشمنوں کی چالوں سے اسے اللہ محفوظ رکھنے والا ہے۔

ترک توکل کا انجام:

اس امت نے جب بھی اللہ پر اعتماد کرنا چھوڑ دیا، اس کے حالات بگڑ گئے، غموں اور پریشانیوں نے اسے گھیر لیا اور اس کے سامنے راہیں تنگ ہوگئیں اور یہ مشکلات کو برداشت کرنے سے عاجز آ گئی اور اس کے سامنے صرف سیاہ مستقبل اور ناامیدی کے اندھیرے ہی رہ گئے کیونکہ

روشن مستقبل تو صرف دین سے تعلق رکھنے والوں ہی کا مقدر ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾

"اور جس نے اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا وہ سیدھے راستے پر لگ گیا۔" (آل عمران:101)

اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ، لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ"

"اللہ کے احکام کی پیروی کرو، پھر پکارنے پر اسے سامنے پاؤ گے. جب سوال کرو تو صرف اللہ سے کرو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اسی سے مدد مانگو، اور اس بات کو خوب پلے باندھ لو کہ اگر پوری دنیا بھی آپ کو نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ آپ کو نفع نہ پہنچا سکے گی سوائے اس کے جو کہ اللہ نے آپ کے لئے لکھ رکھا ہے اور اگر پوری دنیا آپ کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جائے تو وہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی سوائے اس کے جو کہ اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے۔ تقدیر لکھنے والی قلم اٹھائی جا چکی ہے اور تقدیر کے صحیفوں کی سیاہی خشک ہو چکی ہے۔"[1] (ترمذی-حسن صحیح)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے احکام کی پیروی کرو۔ اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ خوشحالی میں اللہ کو پہنچانتے (اس کا ذکر کرتے) رہو۔ بدحالی میں وہ تمہارا خیال کرے گا۔ اور یہ ذہن میں رکھو کہ جو مشکل تمہیں پہنچی نہیں وہ پہنچ نہیں سکتی تھی، اور جو مصیبت تمہیں آ گئی ہے وہ ٹل نہیں سکتی تھی یاد رکھو کہ مدد و نصرت صبر کے نتیجے میں ملے گی تکلیف کے ساتھ ہی کشائش و فراخی ہے اور تنگی کے ساتھ ہی آسانی ہے۔"

اسلام: سرچشمۂ عزت وقوت:

اس امت کی عزت، تحفظ، سلطنت اور قوت صرف دین اسلام کی بدولت ہی ہے اور کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ سنت رسول اللہ ﷺ کے منہج کو اپنانے میں ساری سربلندیاں ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ﴾

"اور یہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لئے نصیحت ہے اور (لوگو!) تم سے عنقریب باز پرس ہو گی۔" (الزخرف:44)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ غزوۂ موتہ کے سلسلہ میں بیان فرماتے ہیں کہ مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف تین ہزار تھی جبکہ ان کے مقابلے میں رومی لشکر کی تعداد دو لاکھ تھی۔ وہ ایک ایسی حقیقت بیان کرتے ہیں جو کہ اکثر مسلمانوں کے ذہن سے غائب ہے۔ وہ فرماتے ہیں: يا قوم ما نقاتل الناس بعدد ولا قوة ولا كثرة، ما نقاتلهم إلا بهذا الدين الذي أكرمنا الله به، فانطلقوا فإنما هي إحدى الحسنيين إما ظهور وإما شهادة

"اللہ کی قسم ہم تعداد اور قوت وکثرت کی بنیاد پر نہیں لڑ رہے بلکہ ہم تو ان سے صرف اس دین اسلام کی برکت سے لڑ رہے ہیں، جس کے ذریعے

---

1) ترمذی:2516۔

اللہ نے ہمیں عزت وا کرام نوازا سے تھا، مجاہدو! قدم بڑھاؤ، تمہیں دو نیکیوں میں سے ایک تو ضروری ملے گی۔ یا فتح ونصرت اور غلبہ واقتدار پاؤ گے یا پھر شہادت کے مرتبہ سے سرفراز ہو گے۔"[1]

خواہشاتِ نفس پر غلبہ:

جی ہاں! امت محمدیہ وہ امت ہے کہ اس کے نزدیک فتح ونصرت کے سامان میں سے پہلی چیز اور غلبہ واقتدار حاصل کرنے کے لیے مرکزی اہمیت کا سامان نفس اور اس کی خواہشات پر غلبہ وفتح پالینا ہے، دنیا کی محبت اور مال دنیا کے پیچھے لگ جانے کے جذبات پر قابو پالینا ہے۔ اور آخرت اور اس کی نعمتوں کو ترجیح دینے پر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ"

"جب تم بیع عینہ (خالص منافع خوری) پر رضامند ہو گئے اور گائے بیل کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی میں کھو گئے اور جہاد کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ تم پر ذلت ورسوائی کو مسلط کر دے گا اس وقت تک زائل نہیں کرے گا جب تک کہ اپنے دین کی طرف رجوع نہ کر لیں گے۔"[2]

(ابوداود صحیح بمجموع طرقہ)

اب وقت آگیا ہے:

اب وقت آگیا ہے کہ حاکم ورعایا اور علماء وطلبہ (عوام) اس بات کا یقین کر لیں کہ اس امت کو اس کے اصل مقام ومرتبہ پر پہنچانا اور اس کی عظمت رفتہ کو واپس لانا بہت بڑی ذمہ داری ہے اور اسے ہر کسی کو اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اٹھانا اور ادا کرنا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ یہ سمجھ لیں کہ دل لگی کی بات مصلحت عامہ کی کوئی خدمت نہیں کرتیں اور اصلاح سے لاپرواہی برتنا اور منفی صفات وعادات کی تشخیص میں پوری غیر جانب داری وموضوعیت سے غفلت برتنا بھی شر وفساد اور بگاڑ کا باعث بنتا ہے۔

نفاذ اسلام سے فرار:

کیا ہماری امت میں اللہ کے احکام واوامر کے بارے میں لاپرواہی اور ان کے ضیاع سے متعلقہ کتنی ہی صورتیں اور وقائع ایسے نہیں جو کہ دل خوش کن نہیں ہیں؟ زندگی کے مناہج وانداز سخت مضطرب وتلپٹ ہو چکے ہیں۔ اسی طرح افراد امت میں کتنے ہی مظاہر ونمونے ایسے ہیں جو کہ قطعاً نامنظور قسم کے ہیں جن میں سے ہی بعض نعروں، دعوتوں اور تحریکوں کا انتشار وپھیلاؤ ہے، بعض بے دینی پر مبنی غیر اخلاقی اور کیمونسٹوں، قومیت پرستوں، اباحیت کے داعیوں اور زندیقوں کے سے افکار ونظریات ہیں۔۔۔کیا ہم بکثرت اسلامی ممالک میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زندگی کے اکثر معاملات اور شعبوں میں نافذ کرنے سے فرار نہیں اختیار کئے ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ ہی فرمایا ہے: "وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللهِ، وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللهُ، إِلَّا جَعَلَ اللهُ

---

1) تاریخ طبری: 2/150۔

2) ابوداؤد: 3462۔

بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ "(ابن ماجہ)

"اور جب ان کے آئمہ وحکام ان میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہ کریں گے تو ان میں باہمی منافرت وخانہ جنگی کی صورت بنی رہے گی۔"[2]

بھرپور مقابلے کی تیاریاں:

کیا واقعی امت میں حقد و بغض، نفرت و کینہ اور تفرقہ و دھڑے بندیاں نہیں پائی جاتیں جو کہ اس کی ہلاکت وتباہی اور فناء کا سبب ہیں اور یہ دشمن کا وہ تیز دھار ہتھیار ہے جس سے اس نے اس امت کے حاضر اور مستقبل دونوں کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ کیا امت نے اللہ تعالی کے اس حکم پر عمل کرنے میں کوتاہی نہیں کی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ﴾

"اے ایمان والو! (جہاد کے لیے) ہتھیار لے لیا کرو۔" (النساء:71)

اور کیا امت اللہ تعالی کے اس حکم کو بھلا نہیں چکی جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾

"اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت کے) زور سے ان کے مقابلے کے لیے تیار رہو۔" (الانفال:60)

کیا امت نے موازین و پیمانوں کو خلط ملط اور تلپٹ نہیں کر دیا اور ترجیحی امور کی ترتیب پلٹ نہیں دی اور اب وسائل و ذرائع اس کے نزدیک غایت ومقصد بن چکے ہیں اور جو اصل غایات واغراض اور مقاصد ہیں انہیں وہ بھول ہی چکی ہے۔ اہم کو اہم ترین سے مقدم کر دیا گیا، ضروریات پر تحسینات وکمالیات کو اولیت دے دی گئی، امت چھلکے کے پیچھے لگی ہوئی ہے اور اصل گودے سے بے فکر ہوگئی ہے۔ اس کی تمام تر دلچسپیاں لایعنی امور میں جم کر رہ گئی ہیں۔

ترکِ دین کا نتیجہ:

مسلمانو! اللہ کی سنت وقانون نافذ ہو کر رہنے والا ہے کہ ہر جو امت ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو اپنا لیتی ہے اور بارآور ونفع بخش کام کو چھوڑ کر لایعنی اشیاء میں لگ جاتی ہے اور جب تک وہ اس رویے پر قائم رہے گی وہ مسلسل تنزلی وانحطاط، ضعف وکمزوری اور ترقی وپیش قدمی کی بجائے رجعت قہقری میں مبتلا رہے گی۔ اس کی فکر وقوت اور سلوک وکردار ہر چیز میں اضمحلال وکمزوری وارد رہے گی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم صدق دل سے ہدایت ودین کی طرف لوٹ آئیں اور پھر قیادت وسیادت اور قوموں کی سربراہی کا مقام حاصل کر لیں اور ضروری ہے کہ اپنی نسل نو کی ایسی تعلیم وتربیت کے لیے کندھے سے کندھا ملا کر کام کریں کہ وہ اپنے دین اسلام کو اپنے لئے باعث عزت وافتخار سمجھیں اور دیگر تمام اقوام کے مابین اپنی عظمت وشان کو محسوس کریں۔

دینی تربیت کی ضرورت:

اس کے لئے امت کی زندگی میں ایسے تربیتی پروگرام مرتب کرنے ضروری ہیں جو ایک مسلمان کی زندگی کو اسلامی احکام کے مطابق ڈھال دیں، دینی آداب اور اسلامی نظریات سے اس کی زندگی مزین ہو اور تمام گندے ذہنوں کو مغربی افکار ونظریات سے خلاصی پائی جائے۔ اور یہ

---

2) ابن ماجہ:4019۔

بھی از حد ضروری چیز ہے کہ ان کے ذہنوں میں یہ چیز گزیں ہونی چاہیئے کہ اس امت کے چھوٹے بڑے تمام معاملات میں اس کا قانون و دستور اور اس کا دین شریعت اسلامیہ ہی ہے۔

کھلی جارحیت:

مسلمانو! دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے کہ برادر اسلامی ملک میں کتنی ننگی جارحیت ولاقانونیت کا ارتکاب کیا جا رہا ہے، کسی نظام و دستور کی پرواہ نہیں کی گئی اور سراسر ظلم و جبر کی راہ اپنائی گئی ہے ہر طرف خوف و ہراس پھیلا دیا گیا ہے، قتل و غارت ہے چوریاں اور ڈاکے ہیں اور سرکاری وعوامی املاک کو یوں برباد کیا جا رہا کہ کوئی حد ہی نہیں رہ گئی اور خوف وخطرات ایسے کہ اللہ ہی انجام کار کو جانتا، اللہ سے دعاء ہے کہ وہ تمام اسلامی ممالک کو اپنی حفظ وامان اور عافیت وسلامتی سے رکھے۔

محاسن اسلام:

یہ حالات ہمارے لئے ایک اہم لحۂ فکریہ مہیا کرتے ہیں اور یوں کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ حکومت کے سلسلہ میں عظیم اسلامی نظام منہج وطریقہ کو اچھی طرح سے سمجھیں اور اس بات کا ادراک کریں کہ اسلام وہ نظام ہے جو عام وخاص کو مصالح ومنافع مہیا کرنے اور کلی وجزئی تمام مفاسد و نقصانات کو روکنے کا کام کرتا ہے۔ اور اسلام وہ نظام ہے جو دین و دنیا کے تمام امور کا تحفظ کرتا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ: ”اس بات کا جاننا واجب وضروری ہے کہ لوگوں کے معاملات کی ولایت وسرپرستی کرنا واجبات میں سے اہم ترین واجب ہے بلکہ دین اور دنیا دونوں کا قیام صرف اسی کے ذریعے ممکن ہے کیونکہ بنی آدم ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور ان کی مصلحتیں اور ضرورتیں اجتماع واتحاد اور معاشرے کے بغیر پوری نہیں ہو سکتیں اور اجتماع ومعاشرے کا کوئی سربراہ بھی ہونا چاہیئے۔۔۔

آگے چل کر وہ لکھتے ہیں: ”یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ حاکم وسلطان زمین میں اللہ کا سایہ ہوتا ہے“

اور یہ بھی کہا جاتا کہ: ”ساٹھ سال کسی ظالم حکمران کی حکمرانی میں گزارنا، صرف ایک رات بلاسلطان وحاکم گزارنے سے بہتر ہے“

اور تجربہ اس بات کو واضح کر دیتا ہے۔

” آگے چل کر وہ مزید لکھتے ہیں: ”اگر دین، سلطان سے اور سلطان دین سے جدا ہو جائیں تو لوگوں کے حالات بگڑ جائیں۔“[1]

ع   جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی   (المترجم)

خبردار ہو جاؤ اور سن لو! تمام مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہو جانی چاہیے کہ ان انقلابات و اضطرابات میں سے کسی میں کوئی خیر وبھلائی نہیں بلکہ موجودہ حالات میں جو کچھ مسلمانوں پر گزر رہی ہے یہ سراسر وبال وسزا ہے اور اس (جنگ عراق) نے دنیا کو فساد و بگاڑ اور تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں دیا۔

حاکم ومحکوم میں ربط وتعلق:

1) السیاسۃ الشرعیۃ:140۔

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ دین اسلام کے زیر سایہ زندگی گزاریں۔ وہ دین اسلام جو برو تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرنے کے قاعدہ پر حاکم ومحکوم کو باہم مربوط رکھتا ہے اور مسلمانوں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خالص اللہ کے لیے باہمی محبت وخیر خواہی کی فضاؤں میں زندگی بسر کریں اور ہر کام باہمی رائے مشورہ سے سر انجام دیں اور اللہ کی قائم کردہ حدود کا خیال رکھیں ان سے تجاوز نہ کریں۔

بہترین حکام:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ، وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ، وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ. قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ بِالسَّيْفِ؟ فَقَالَ: لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْ وُلَاتِكُمْ شَيْئًا تَكْرَهُونَهُ فَاكْرَهُوا عَمَلَهُ، وَلَا تَنْزِعُوا يَدًا مِنْ طَاعَةٍ"

"تمہارے بہترین آئمہ وحکام وہ لوگ ہیں جنھیں تم پسند کرو اور جو تم سے محبت کریں۔ تم انھیں دعاء وسلام دو اور وہ تمہیں دعاء وسلام دیں اور تمہارے بدترین آئمہ وامراء وہ ہیں جنھیں تم برا سمجھو اور وہ تم سے بغض ونفرت رکھیں۔ تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تمہیں لعنت وملامت کریں۔ ہم نے عرض کیا: کیا ہم تلوار کے ذریعے ان سے لڑیں نہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں، جب تک وہ تمہارے مابین نظام صلوۃ قائم کئے رکھیں تب تک تم ان سے لڑائی نہ کرو، ہاں اگر کسی پر کوئی ایسا شخص والی حاکم بنا دیا جائے جو ایسے امور کا ارتکاب کرتا ہو جن میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہے، وہ اس سے ان امور کی نافرمانی والے کاموں کی حد تک تو نفرت کرے لیکن اس کی اطاعت سے کلی طور ہاتھ نہ کھینچ لے۔"[1] (مسلم)

مثالی نظامِ حکومت:

اے مسلم امہ! اسلام کے کامل منہج میں سے ہی یہ بھی ہے کہ اسلام کا نظام حکومت ایک مثالی نظام ہے جس کا مقابلہ دنیا کا کوئی دوسرا کوئی نظام نہیں کر سکتا۔ اسلامی نظام حکومت میں رعایا کا خیال رکھنا ایک بھاری ذمہ داری اور بہت بڑی امانت ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ"

"کسی بندے کو اگر اللہ تعالی حکومت واقتدار دے اور وہ اس حال میں مرجائے کہ اس نے اپنی رعایا کو دھوکہ دیا (صحیح ان کا خیال نہ رکھا) ہو تو اس پر جنت حرام ہے۔"[2] (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے: "ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ"

"وہ اپنی رعایا کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔"

1) صحیح مسلم: 1855۔
2) صحیح بخاری: 7151، صحیح مسلم: 142۔

رفق ونرمی والا نظام:

اسلامی نظام حکومت وہ منہج وطرز ہے جوکہ رفق ونرمی پر قائم ہے۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:"اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ"

”اے اللہ! میری امت کے معاملات کا جو سرپرست وسربراہ بنایا گیا اور اس نے ان پر سختی ومشقت ڈال دی، تو اسے مشقت میں مبتلا کر دے، اور جسے میری امت پر حکومت دی گئی اور اس نے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا، تو بھی اس کے ساتھ نرمی ورحم کا برتاؤ فرما۔“[1] (صحیح مسلم)

عادلانہ نظام:

اسلامی نظام حکومت وہ منہج وطرز ہے جو عدل وانصاف کی تمام صورتوں پر قائم ہوتا ہے اور ظلم وجبر کی تمام اقسام سے قطعاً پاک ومنزہ ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جن سات لوگوں کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جبکہ اس دن دوسرا کوئی سایہ نہیں ہوگا:"سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ"

”ان میں سے ہی ایک وہ حاکم بھی ہے جو عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرے گا۔“[2] (متفق علیہ)

ظلم کا سد باب کرنے والا نظام:

اسلامی نظام حکومت ایسا منہج وطرز حکومت ہے جو ظلم وستم اور جور وجفا کا سدّ باب کرتا ہے۔صحیح سند کے ساتھ مسند امام احمد میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:" مَا مِنْ أَمِيرِ عَشَرَةٍ فَصَاعِدًا إِلَّا وَهُوَ يَأْتِي مَغْلُولٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، عَافَاهُ اللهُ بِمَا شَاءَ، أَوْ عَاقَبَهُ بِمَا شَاءَ"

”کوئی شخص جو دس آدمیوں کا امیر وحاکم ہو، وہ قیامت کے دن بیڑیوں میں جکڑا ہوا لایا جائے گا، اب اسے اس کا عدل وانصاف ہی ان بیڑیوں سے آزاد کروائے گا یا پھر اس کا ظلم وجور اسے پھانس (الاک) کردے گا۔“[3] (طبرانی الاوسط)

ظلم کا انجام:

غرض ظلم کا انجام بہت ہی برا ہے اور اس کی انتہاء بہت ہی افسوسناک ہوتی ہے۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:"إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُمْلِي لِلظَّالِمِ، فَإِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَأَ: { وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ}"

---

1) صحیح مسلم:1828۔

2) صحیح بخاری:660،صحیح مسلم:1031۔

3) طبرانی الاوسط:272۔

" اللہ تعالی ظالم کو ڈھیل دیئے چلا جاتا ہے اور جب اسے پکڑتا ہے تو پھر وہ اس سے بچ کر بھاگ نہیں پاتا۔" پھر نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی جس میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَ كَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾

" اور تمہارا رب جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے، بیشک اس کی پکڑ دکھ دینے والی (المناک) اور سخت ہوتی ہے۔" [1] (ہود:102) (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: لَوْ بَغَى جَبَلٌ عَلَى جَبَلٍ لَدَكَّ الْبَاغِي

" اگر کوئی پہاڑ بھی کسی دوسرے پہاڑ کے خلاف بغاوت کر دے تو اللہ اس باغی پہاڑ کو بھی ریزہ ریزہ کر دے۔" [2]

مظلوم کی بد دعاء:

امام خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ ابیّ نے اپنے والد یحیی بن خالد بن برمک سے کہا جبکہ وہ قید میں محبوس اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے: " اے اباجان! امر بالمعروف کی خدمات سرانجام دے کر، نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر کے اور ہولناک حالات سے گزرنے پر بھی زمانے نے ہمیں اس حبس و قید میں بند کر دیا ہے، بیڑیوں میں جکڑے ہوئے اور دوشت اونی کپڑا پہننے پر مجبور ہیں۔ آخر کیوں؟ تو اسے اس کے والد نے جواب دیا: " بیٹا کسی مظلوم کی بد دعا کسی رات آسمان کی طرف اٹھی جس سے ہم تو غافل رہے مگر اللہ تعالی نے اس سے لاپرواہی نہیں برتی۔"

ایسے واقعی قصے اور اس سے ملتے جلتے تاریخی واقعات اور عبرتوں کے نشان بکثرت ہیں۔ کوئی ظالم و زبردست ہو، تو اللہ تعالی کا ہاتھ اس کے بھی اوپر (اور وہ اس سے بھی زبردست) ہے، اور ہر ظالم کا کسی اس سے بھی بڑے ظالم سے سامنا کروا دیا جاتا ہے۔

عدل کی برکتیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کہتے ہیں:

" لوگوں کے امور اس عدل و انصاف سے بکثرت سلجھتے ہیں اگرچہ اس عدل میں کئی گناہوں کا اشتراک بھی کیوں نہ ہو، بہ نسبت لوگوں کے حقوق میں ظلم کی صورت میں سلجھنے کے اگرچہ اس ظلم کا دیگر گناہوں سے کوئی اشتراک بھی نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کہا گیا ہے کہ اللہ عدل پسند حکومت کو قائم کر دیتا ہے چاہے وہ کافروں کی ہی کیوں نہ ہو اور ظالم حکومت کو قائم نہیں رہنے دیتا وہ اگرچہ مسلمانوں کی ہی کیوں نہ ہو۔" [3]

اور یہ بھی کہا گیا ہے:

" یہ دنیا عدل و کفر کے ساتھ تو قائم رہ سکتی ہے مگر ظلم و اسلام کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی۔"

غرض تباہی و بربادی اور جہنم ہے اس شخص کے لیے جس نے اللہ کے بندوں پر ظلم و ستم ڈھایا اور مومنوں و مسلمانوں کو اپنے شر کے ظلم و قہر

---

1) صحیح بخاری: 4686 صحیح مسلم: 2583۔

2) بخاری فی ادب المفرد: 588۔

3) الاستقامہ: 2/246۔

کے زیرِ سایہ دبائے رکھا۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:"إِنَّ اللهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا" ”اللہ (قیامت کے دن) ان لوگوں کو عذاب جہنم میں مبتلا کرے گا جو لوگ (دنیا میں) دوسروں کو عذاب ومشقت میں مبتلا کر رکھتے ہیں۔“[1] (صحیح مسلم)

اسلام پر الزام:

اے امت مسلمہ! آج دنیا کی ایک بہت بڑی تعداد بعض کھوکھلے نعروں اور جعلی اصلاحات کے دھوکے میں آئی ہوئی ہے اور انھوں نے اسلام پر الزامات واتہامات کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔اور اصل حقائق کو توڑ موڑ کر ان کی اصل شکل کی بجائے اس کے برعکس پیش کیا جا رہا ہے۔

اصل دہشت گرد کون؟

جو لوگ اسلام کو دہشت گردی کا دین کہتے ہیں وہ آج کہاں ہیں؟ کیا موجودہ دور میں جو کچھ پچھلے دنوں (افغانستان میں) ہوا اور جو کچھ آج کل (فلسطین وعراق میں) ہو رہا ہے یہ حالات ہم سے کوئی دور نہیں ہیں۔وہ لوگ جو اسلام پر دہشت گردی کا الزام لگاتے ہیں وہ اب کہاں ہیں تاکہ اسلام کی عادلانہ تعلیمات اور موجودہ حالات میں موازنہ کر کے دیکھیں اور بتائیں کہ دہشت گرد کون ہے؟ (اسلام یا عیسائیت و یہودیت)

اسلامی فلسفۂ جنگ:

اسلام میں دنیوی فوائد ومصالح اور عالمی لالچ کی خاطر جنگ روا ہی نہیں،اسلام میں جنگ صرف شریفانہ مقاصد کے لیے روا کی گئی ہے مثلاً دین کے خلاف اٹھنے والے کسی فتنے کی سرکوبی کرنا مطلوب ہو،کسی کے ظلم وسرکشی کو روکنا مقصود ہو اور کسی کی بغاوت کا خاتمہ کرنا ہو۔

اسلام کا جنگی ضابطۂ اخلاق:

اسلامی نقطۂ نظر سے لڑی جانے والی جنگیں انتہائی صاف ستھری جنگیں ہوتی ہیں وہ نہ لوگوں کی زندگی کے لیے دھمکی کا باعث ہوتی ہیں نہ ان پر ظلم کا سبب بنتی ہیں اور نہ ہی انھیں اپنے قہر وغضب میں مسلتی ہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ وصیت فرمایا کرتے تھے کہ کھیتوں کو برباد نہ کریں۔

چنانچہ ارشاد نبوی ہے:"اغْزُوا بِاسْمِ اللهِ، فِي سَبِيلِ اللهِ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ، اغْزُوا وَلَا تَغُلُّوا، وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تُمَثِّلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا"

”اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں چل پڑو،اللہ کے دشمنوں سے قتال وجہاد کرو،نہ مال غنیمت میں خیانت کرو اور نہ ہی غداری کرو۔کسی لاش کا مثلہ نہ کرو (اس کے ناک کان نہ کاٹو) اور نہ ہی کمسن بچے کو قتل کرو۔“[2] (صحیح مسلم)

---

1) صحیح مسلم:2613۔

1) صحیح مسلم:1731۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: "لَا تَقْتُلَنَّ امْرَأَةً، وَلَا عَسِيفًا"

" بچوں کو قتل نہ کرو اور نہ ہی نو کر چاکر (خادموں) کو قتل کرو۔"[1]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مقتول عورت کی لاش کو دیکھ کر فرمایا: "مَا كَانَتْ هَذِهِ لِتُقَاتِلَ"

" اس کو قتل نہیں کیا جانا چاہیئے تھا۔"

اور مثلہ کرنے سے منع کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " لاش کا مثلہ کرنے سے بچو۔"

قیدیوں سے حسن سلوک:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھ جس اخلاق عالیہ اور حسن معاملہ کا مظاہرہ کیا وہ قابل رشک ہے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے آپ کو اذیتیں پہنچائیں، آپ سے عداوت کی اور آپ کے ساتھیوں کو اپنے قہر وغلبہ میں سخت تنگ کیئے رکھا، اور جب انہیں قیدی بنایا تو انہیں سخت تکلیفیں دیں ۔ ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إذهَبُوا فأَنتُم الطُلَقَا

" جاؤ! تم آزاد ہو۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اسْتَوْصُوا بِالْأُسَارَى خَيْرًا"

" قیدیوں کو ساتھ حسن معاملہ کا مظاہرہ کرو۔"[2] (طبرانی فی الصغیر)

تاریخ وواقع کے گواہی:

ان تعلیمات نبوی اور کافروں کے موجودہ رویہ کو سامنے رکھ کر ذرا بتائیں تو سہی کہ دہشت گرد کون ہے؟ اور انسانی حقوق کا پاس کرنے والا کون ہے؟ اگر اس بات کا فیصلہ کرنا ہے تو تاریخ بہترین گواہ اور اصل واقع سب سے سچی دلیل ہے ۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾

" (سنو) ہم یا تم، یا تو سراسر ہدایت پر ہیں یا پھر کھلی گمراہی میں ہیں۔" (سباء:24)

قرآنی واقعات پر تدبر:

آج یورپ دنیا اس بات کی کتنی سخت ضرورت مند ہے کہ وہ اللہ کے بیان کردہ قصوں پر تفکر وتدبر کرے اور ان سے عبرت حاصل کرے اور اپنی زندگی اور اپنے نظام کو اپنے رب کے قانون کے مطابق ہی بنائے ۔ ہر ابتلاء وآزمائش اور مشکل کا وقت کٹ جائے گا اور ہر علو و بلندی کی انتہاء اور تکبر کا خاتمہ ہو کر رہے گا اور ہر ظالم و جابر کا سر کچلنے والا کوئی ضرور اٹھ آتا ہے ۔ جو شخص پوری گہرائی کے ساتھ تاریخ کا مطالعہ کرے اور جو شخص بشریت کے تجربوں کو پڑھے وہ بآسانی سمجھ جاتا ہے لیتا ہے کہ ہر بشری طاقت، اس کی قوت چاہے کس حد تک پہنچ چکی ہو اور اس کی جبروت و

---

1) ابوداؤد:2669۔

2) طبرانی فی الصغیر:409۔

ظلم چاہے کتنی بلندی تک پہنچ گئے ہوں وہ ایک وقت تک رہتی ہے اور پھر برباد ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ﴾
”ہر گروہ کے لیے ایک میعاد مقرر ہے۔“ (الاعراف:34)

اور ایک قدسی حدیث میں نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: "الْعِزُّ إِزَارُهُ، وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَاؤُهُ فَمَنْ يُنَازِعُنِي عَذَّبْتُهُ"
”عزت میری چادر اور کبریائی میری اوڑھنی (تہبند) ہے۔ جس نے ان میں میرے ساتھ منازعت (کھینچا تانی) کی۔ میں اسے عذاب دوں گا۔“ [2] (صحیح مسلم)

منافقین امت؟

مسلمانو! امت اسلامیہ کو ظہور اسلام سے ہی ایسے دشمنوں سے آزمایا گیا ہے جو نفاق کی صفت سے موصوف چھپے رہتے ہیں اور پس پردہ رہ کر وار کرتے ہیں اور وہ مرض نفاق میں مبتلا ہونے کے ساتھ ساتھ صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں اور انہی کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ﴾
”اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے اور جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔“ (البقرہ:14)

اور دوسری جگہ فرمایا: ﴿لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ﴾
”اور اگر یہ (منافق) تم میں مل کر نکلتے بھی تو تمہارے لئے سوائے فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتے بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے اور تم میں فتنے ڈالنے کی تلاش میں رہتے۔ ان کے ماننے والے خود تم میں موجود ہیں اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔“ (التوبہ:47)

غداران قوم وملت:

اے اپنے ملک وقوم کے ساتھ مکر وفریب اور غداری کرنے والو! یہ سازشیں حرکتیں اور منافقانہ چالیں چھوڑ دیں۔ جس نے اپنی قوم سے خیانت کی اور دشمنوں کی خدمت وکاسہ لیسی کرنے کی کوشش کی اس کے قدم پھسل گئے اور وہ دلدل میں پھنس گیا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد کریں کہ جب نبی ﷺ نے ہجرت کا حکم دیا اور ان کے ساتھی ہجرت کر گئے مگر وہ غزوہ تبوک کے موقع پر پیچھے رہ گئے۔ حضرت کعب کو شاہ روم کا خط ملا جس میں اس نے کہا کہ ”ہمیں خبر ملی ہے کہ تمہارے ساتھی (نبی ﷺ) نے تمہیں نظر انداز کر کے تم پر جفا کی ہے جبکہ اللہ نے تمہیں اہل ذلت ورسوائی میں سے تو نہیں بنایا۔ تم ہمارے پاس آجاؤ، ہم تمہاری عزت وقدر غمخواری کریں گے۔ حضرت کعب

---

2) صحیح مسلم:2620۔

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے میری آزمائش ہے، میں نے تنور کو گرم کر" لیا۔" اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ﴾

" اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (کے حقوق) میں جانتے بوجھتے ہوئے خیانت مت کرو اور اپنی قابل حفاظت چیزوں (امانتوں) میں بھی خیانت مت کرو۔" (الانفال:27)

جبکہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اسْتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

" قیامت کے دن غدار کے چوتڑوں (سرینوں) کے پاس اس کی غداری کے بقدر جھنڈا گاڑا جائے گا۔"[1] (صحیح مسلم)

ننگ قوم وننگ دین:

یہ کس کی مصلحت کے لیے پوشیدہ انگلیوں کو موقع مہیا کیا جا رہا ہے جو کہ اصل ہماری اپنی ہی قوم ونسل کے لوگ ہیں اور وہ ہمارے اپنے ہی ملکوں سے کھیل رہے ہیں۔

امت کی شیرازہ بندی:

مسلم معاشرے کے ہر فرد کا فرض ہے کہ دین کی آواز پر کان دھریں، عقل و ہوش سے کام لیں اور صوابدید وفکر سدید کو اختیار کریں اور اپنے ملکوں اور ان میں بسنے والے اللہ کے بندوں کی حفاظت وحمایت کی سعی کریں لوگوں میں صلح وصفائی اور اتحاد و اتفاق کی کوشش کریں۔ انھیں عقیدۂ توحید پر اکٹھا کریں اور انھیں وحدت کلمۂ پر متحد کریں ان کی صفوں میں وحدت پیدا کریں اور انھیں سید البشریت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے یکجا کر دیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی کے ہر کام میں ان کے امام وقائد بنیں اور خواہشات نفس کی پیروی سے بچیں۔ ہر مسلمان شخص کو صرف یہی ایک فکر ہونی چاہیئے کہ وہ ذاتی مصلحت سے بالاتر ہو کر امت مسلمہ کے اجتماعی فوائد، پورے معاشرے کی سلامتی اور مصلحت عامہ کے تحفظ کے لیے کوشاں رہے۔

وصلّ اللهمّ على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

---

1) صحیح مسلم:1738۔

نعمت امن وامان کی برکات اوراسباب بدامنی

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی بن عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ
1424/2/23ھ، 2003/4/23ء

حمد وثناء کے بعد!

ذکروشکرنعمت کاحکم:

مسلمانو! جو چیزیں دلوں کی اصلاح، اعمال کا تزکیہ اور رب العزۃ والجلال سے حیاء کو واجب کرنے اور توبہ وانابت الی اللہ کو بارآور بنانے کا سبب بنتی ہیں انہی میں سے ایک بندوں پر اور ساری مخلوق پر عموما خصوصا اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ اور ان کا یاد کرنا بھی ہے، اللہ تعالی نے ہر وقت اپنی نعمتوں کا شکر کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ ان کا شکر ادا ہو اور ان کے حقوق کی ادائیگی ہو اور اس لئے بھی تا کہ اس شکر کے نتیجے کے شکر میں انہیں دوام وہمیشگی حاصل ہو جائے اور اللہ کے جود وکرم کے خزانوں میں سے ان میں مزید اضافہ ہو، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ﴾

"اے لوگو! اللہ کی جو تم پر نعمتیں (احسانات) ہیں، انہیں یاد کرو، کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق (ورازق) ہے جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق دے، اس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔" (فاطر:3)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ نے جو تم پر احسان وانعام کیا ہے، اسے یاد کرو جب ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ وہ تم پر دست درازی کریں تو اس (اللہ) نے ان کے ہاتھ روک لئے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔" (المائدہ:11)

اور فرمان الہی ہے: ﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾

"اور اللہ نے تم پر جو نعمتیں اور احسانات کئے ہیں، انہیں یاد کرو اور اس عہد کو بھی جس کا تم سے قول لیا تھا جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے حکم الہی سن لیا اور قبول کرلیا۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ دلوں کی باتوں (تک) سے واقف ہے۔" (المائدہ:7)

اور حضرت عیسی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر اللہ تعالی فرمائے گا: ﴿إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَى وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِإِذْنِي وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ

﴿إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ﴾

"جب اللہ عیسیٰ (علیہ السلام) سے فرمائے گا: اے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام)! میرے ان احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کئے جب میں نے روح القدس (حضرت جبرائیل علیہ السلام) سے تمہاری مدد کی۔ تم جھولے اور جوان ہو کر لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور جب میں نے تمہیں کتاب وحکمت (دانائی) اور تورات وانجیل سکھلائی۔ اور جب تم میرے حکم سے مٹی کا جانور بنا کر اس میں پھونک مار دیتے تھے وہ میرے حکم سے اڑنے لگتا تھا۔ اور مادر زاد اندھے اور سفید داغ (کوڑھ) والے کو میرے حکم سے تندرست کر دیتے تھے اور مردے کو میرے حکم سے (زندہ کر کے قبر سے) نکال کھڑا کرتے تھے۔ اور جب میں نے بنی اسرائیل (کے ہاتھوں) کو تم سے روک دیا جب تم ان کے پاس کھلے نشان لے کر آئے تو جو ان میں سے کافر تھے کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔" (المائدہ:110)

شکر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے نعمتوں میں اضافہ کرنے کا وعدہ کیا ہے چنانچہ ارشاد رب العباد ہے: ﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾

"اور جب تمہارے رب نے تمہیں آگاہ کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) بڑا سخت ہے۔" (ابراہیم:7)

(1) ایمان باللہ، نعمت عظمیٰ:

اللہ کی عظیم ترین اور جلیل القدر نعمتوں میں سے ہی ایک نعمت اللہ کی ذات گرامی پر ایمان لانا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیا و آخرت کی عزت و سرخروئی سے سرفراز کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ[18] أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَى نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ[19] وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ﴾

"بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو فاسق (نافرمان) ہو؟ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان کے (رہنے کے لیے) جنتیں ہیں۔ یہ مہمانی ان کاموں کی جزاء ہے جو وہ کرتے تھے اور جنہوں نے نافرمانی کی ان کے لئے نار جہنم ہے، جب چاہیں گے کہ اس میں سے نکل جائیں تو اس میں لوٹا دیئے جائیں گے، اور ان سے کہا جائے گا جس جہنم کے عذاب کو تم جھٹلاتے (جھوٹ سمجھتے) تھے اس کے مزے چکھو۔" (السجدہ:18-20)

ایمان وہ عظیم وجلیل القدر نعمت ہے جو بندے میں ہر اچھے اخلاق کی تخم ریزی کرتی اور آبیاری کرتی ہے، ایمان وہ نعمت ہے جو بندے میں رحم وکرم، عطف ومہربانی، عدل وانصاف، صدق وسچائی، ایثار وقربانی، حلم وبردباری، صبر وثبات، شکر واحسان مندی، تواضع وانکساری، دین اسلام کو اپنے لئے باعث عزت وسبب افتخار سمجھنے، شجاعت وبہادری، جود وسخاء، ایفائے عہد ووفاء ومعاہدات کی پاسداری، بر ونیکی، صلاح و بہتری، حب خیر، بھلائی کا حکم دینے، شر وبرائی سے نفرت کرنے، دوسروں کو اسی سے باز رکھنے جیسی ایمانی صفات اور قدروں پر آمادہ کرتا

ہے اور ایسی ہی دیگر تمام صفات واقدار پر ابھارتا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے یا اس کے رسول ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔

ایمان ہی وہ نعمت ہے جو بندے کو پاک کرتی اور شرک قتل وظلم وزیادتی، بغاوت وسرکشی، سنگدلی، غفلت، مکروفریب، دھوکہ دہی، جھوٹ و حرام خوری، سود، زنا، شراب ومنشیات سے باز رکھتا ہے، مہلک گناہوں، کینہ وبغض، حسد وحقد، تکبر، فسق اور دوسرے ان تمام گناہوں سے روکتا ہے جن سے اللہ تعالی یا اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ [21] وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ [22] أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾

”جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے اور ان کی زندگی وموت یکساں ہوگی۔ یہ جو دعوے کرتے ہیں برے ہیں اور اللہ نے آسمان وزمین کو حق (حکمت) سے پیدا کیا ہے تاکہ ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ پائے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اور باوجود جاننے بوجھنے کے (گمراہ ہو رہا ہے تو) اللہ نے (بھی) اسے گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اب اللہ کے سوا اسے کون راہ پر لا سکتا ہے بھلا تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے۔“ (الجاثیہ: 21-23)

(2) امن وامان: نعمت کبری:

نعمت ایمان باللہ کے بعد اللہ کی سب سے عظیم نعمت وجلیل القدر نعمت امن وامان اور سکون واطمینان ہے۔

اقسام امن:

اپنے دین کے بارے میں امن کہ مومن ومسلمان اپنے دین کے معاملہ میں کسی فتنے میں مبتلا ہونے کا کوئی خوف وخطرہ نہ رکھے۔ صرف اللہ تعالی کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور اسے اس سے کوئی چیز روکنے نہ پائے۔

اسی طرح ہی اپنی عزت وآبرو کا امن میں ہونا بھی ہے کہ اسے نہ اپنی آبرو پر کسی کے زیادتی کرنے کا کوئی خطرہ رہے اور نہ ہی خون بہائے جانے کا ڈر ہو۔

ایسے ہی اپنے مال کے بارے میں امن وامان ہے کہ اس کے ضائع ہونے کا کوئی خدشہ نہ ہو۔

ایسے ہی سفر وقیام میں امن وامان کی نعمت بھی ہے۔

شکر نعمت کیسے؟

ہر طرح کا یہ امن ایسی نعمت کبری ہے کہ اس کے عوض ہمارے لئے اللہ کا شکر ادا کرنا، اس کی عبادت کرنا اور اس کی نافرمانی سے بچنا واجب ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ [3] الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ﴾

”لوگوں کو چاہیئے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر (خانہ کعبہ) کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔“ (قریش: 3-4)

حضرت عبیداللہ بن محصن انصاری رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا"

”جو شخص اپنے گھر میں پر امن ہونے کی شکل میں رہ رہا ہے۔ جسمانی طور پر صحت مند ہے اور ایک دن کے لیے کھانا (غذاء) اس کے پاس موجود ہے۔ اس کے لئے گویا ساری دنیا (کی نعمتیں) اکٹھی ہو کر آ گئیں۔“[1] (ترمذی - حدیث حسن)

فوائد نعمت امن:

(1) امن و امان کے وجود سے زندگی سنورتی اور ترقی کرتی ہے۔

(2) اس کی بدولت امیدیں بر آتی ہیں۔

(3) رزق کمانے میں آسانی ہوتی ہے۔

(4) اس کی برکت سے تجارت و کاروبار فروغ پاتا ہے۔

(5) امن و امان کے بل بوتے پر ہی ڈھور ڈنگر پھلتے۔

(6) امت میں کثرت ہوتی ہے۔

(7) امن کے ساتھ ہی ترقی آتی ہے۔

(8) امن و امان کی حالت میں ہی علم کا حصول اور اس کی تعلیم و تدریس عام ہوتی ہے۔

(9) امن و امان کے زمانے میں ہی دین اور عدل و انصاف کی عزت میں چار چاند لگتے ہیں۔

(10) امن و امان میں اچھے لوگ برے لوگوں پر غالب آتے ہیں۔

(11) اور امن و امان ہی استقرار جنم لیتا ہے اور درست رہتا ہے۔

(12) امن و امان کی حالت میں ہی انفرادی و اجتماعی شکل میں مال و دولت کو مفید و نفع آور کاموں میں لگایا اور سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔

(13) امن و امان کی حالت میں ہی خونریزیاں رکتیں اور لوگوں کے جان و مال اور آبروئیں محفوظ رہتی ہیں۔

(14) امن کی حالت میں رات میں آنکھ سکون کی نیند سوتیں اور راحت میسر آتی ہے۔

(15) امن سے ہی ہر چھوٹا بڑا اور انسان و حیوان ناز و نعمت میں پلتا ہے۔

غرض امن و امان اللہ کی عظیم نعمتوں اور جلیل القدر احسانات میں سے ایک ہے جس کے بغیر نہ زندگی سنورتی و سدھرتی ہے اور نہ اس کے بغیر حیات طیبہ حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کی دائمی نعمتوں میں سے بنایا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ادْخُلُوهَا

1) ترمذی: 2346۔

﴿بِسَلَامٍ آمِنِينَ﴾
"ان (جنتوں) میں امن وامان سے داخل ہوجاؤ۔" (الحجر:46)

خوف وبدامنی کے نقصانات:

امن وامان کے برعکس خوف وبدامنی ہے جس میں ہے۔

(1) جان ومال ضائع ہوتے ہیں۔

(2) دین کمزور ہوتا ہے۔

(3) خوف وبدامنی میں راستے کٹ جاتے ہیں ۔

(4) تجارت وکاروبار رک جاتا ہے۔

(5) لوگوں کے مصالح اور کام کاج معطل ہوجاتے ہیں۔

(6) ترقی رک جاتی ہے۔

(7) برے لوگ غالب آجاتے ہیں۔

(8) انتشار وانارکی اور لاقانونیت کا دور دورہ ہوجاتا ہے۔

(9) امر بالمعروف کا فریضہ غائب ہوجاتا ہے۔

(10) نہی عن المنکر کے ادارے معطل ہوجاتے ہیں۔

(11) مالی لین دین میں رکاوٹ اور کساد بازاری عام ہوجاتی ہے اور زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔

(12) اور خوف وبدامنی وہ بلا ہے کہ یہ زندگی کو مکمل طور پر تباہ وبرباد کرکے رکھ دیتے ہیں اور حیات انسانی شل ہوکر رہ جاتی ہے۔

ذریعۂ حصول امن:

اس بات کو خوب پلے باندھ لو کہ زمین پر امن وامان صرف اسلام وایمان کی بدولت ہی وجود میں آسکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾

"جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط وملوث نہیں کیا، ان کے لئے امن وامان ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔" (الانعام:82)

دین کا اثر:

مومن آدمی اپنے دین کی تعلیمات کے زیر اثر امن وامان کی حفاظت کرتا اور عوامی مصلحتوں کا زیادہ خیال رکھتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ

وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً، يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ، حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ "

"کوئی زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا، کوئی چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا اور کوئی شرابی جب شراب نوشی کرتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں رہتا۔ البتہ توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔"[1] (صحیح مسلم، مختصر المنذری: 43، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مصنف ابن ابی شیبہ، صحیح الجامع: 2/1274)

بدامنی ولاقانونیت یاانارکی کے موجد:

امن وامان کے ارکان کو صرف کافر وفاجر و بدبخت اشرار توڑتے ہیں اور لاقانونیت وانارکی کا پھیلنا، چوری، ڈاکو اور قتل وغارت کا عام ہونا اور ملکوں میں مصائب ومشکلات کا نزول صرف باطل کی بالادستی اور عدل وانصاف کے فقدان کی صورت میں ہی ہوتا ہے اور تاریخ اس بات کی شاہد وگواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد حقیقت بنیاد ہے: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ [39] أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ﴾

"جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال (کی مثال) ایسی ہے جیسے (میدان میں ریت) کہ پیاسا اسے پانی سمجھے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے اور اللہ کو اپنے پاس دیکھے تو وہ اس کا حساب پورا پورا چکا دے اور اللہ جلد حساب کرنے والا یا (ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے) جیسے گہرے دریا میں اندھیرے جس پر لہر چلی آئی اور اس کے اوپر ایک اور لہر (آرہی ہو) اور اس کے اوپر بادل ہو، غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں، ایک پر ایک (چھایا ہوا) جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھ سکے اور جسے اللہ روشنی نہ دے،، اسے (کہیں سے بھی) روشنی نہیں (مل سکتی)۔" (النور: 39-40)

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ﴾

"جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا، ہم انہیں عذاب پر عذاب دیں گے، اس لیے کہ وہ فساد وشرارت کیا کرتے تھے۔" (النحل: 88)

تعلیمات دین پر عمل: ہر مشکل کا حل:

مسلمانو! اپنے دین کی تعلیمات پر عمل پیرا رہو، ہر بلاء سے بچاؤ، ہر خوف سے امن، ذلت ورسوائی سے نکالنے والی اور عزت افزائی کرنے والی ہر بڑی بڑی قوت کے مقابلے میں تمہاری طاقت وقوت، ہر گمراہی سے نکالنے اور بچانے والی، ہر سختی وتنگدستی کے مقابلے کا ہتھیار ہیں۔ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو جو اس نے ظاہری وباطنی ہر طرح کی کر رکھی ہیں اور اس کا بہترین طریق یہ ہے کہ ہمیشہ اس کی اطاعت

1) صحیح بخاری: 2475، صحیح مسلم: 57۔

وفرمانبرداری کرتے رہو۔اور اس کے حرام کردہ امور واشیاء سے دور رہو۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾

"تم میرا ذکر کیا کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر کرتے (احسان مانتے) رہو میری ناشکری نہ کرنا۔" (البقرہ:152)

شکر نعمت کا طریقہ:

مسلمانو! اللہ نے تمہیں جن ظاہری و باطنی نعمتوں سے نواز رکھا ہے ان پر اس کا شکر کرتے اور احسان مانتے رہو۔اس نے تم پر یہ انعامات اس لیے فرمائے ہیں تا کہ تم صرف اس کی عبادت کرو اور اپنی عطاؤں سے اس لئے زیر بار کر رکھا ہے تا کہ تم اپنی جبین نیاز اسی کے سپرد اور اسی کے در پر جھکا دو اور اس نے تم پر یہ احسان کیا ہے تا کہ تم اس کی رضاء وخوشنودی طلب کرو اور اس کے حرام کردہ امور واشیاء سے دور رہو۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ﴾

"اسی طرح اللہ تعالی تم پر اپنا احسان پورا کرتا ہے۔" (النحل:81)

اپنے نفسوں کا محاسبہ خود کر لو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور گوشمالی ہو۔اپنے رب کی نعمتوں میں سے کسی بھی نعمت کو حقیر ومعمولی نہ سمجھو، کیونکہ اس کی نعمتوں میں سے کوئی بھی نعمت حقیر ومعمولی نہیں ہے۔اور نہ ہی اس کے انعامات میں سے کوئی انعام چھوٹا ہے۔نعمتیں شکر وصبر کی ضرورت کا مطالبہ کرتی ہیں۔

نامۂ اعمال میں ریکارڈ:

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ آپ سب پر اللہ کی طرف سے محافظ ونگران مقرر ہیں اور اللہ سے تمہارے اعمال، نیتوں، مقاصد اور ارادوں میں سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے بلکہ ایک ایک چیز کو اللہ نے نامۂ اعمال میں شمار کر رکھا ہے اور قیامت کے دن اللہ ہر بندے سے کہے گا :﴿اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا﴾

"اپنی کتاب پڑھ لے، آج تو اپنا محاسب خود آپ ہی کافی ہے۔" (بنی اسرائیل:14)

اور اللہ تعالی بندوں کے ہاتھوں میں کتاب دے کر کہے گا:"يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللهَ، وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ"

"اسے پڑھ لو یہ تمہارے (نیک و بد) تمام اعمال کی تفصیلی فہرست ہے۔"[1] (حدیث قدسی)

دنیاوی تنگی وفراخی کا انحصار:

یہ بات بھی یاد رہے کہ جو شخص جہنم میں داخل ہو گیا اسے دنیا میں عطا شدہ نعمتوں کا کوئی فائدہ نہ ہو گا اور کسی شخص کو اس دنیا میں پیش آنے والی سختیاں اور محرومیاں وہاں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گی۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ [205] ثُمَّ

1) صحیح مسلم:2577۔

جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ[206] مَا أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يُمَتَّعُونَ﴾

" بھلا دیکھو تو اگر ہم انہیں برسوں فائدے دیتے رہے۔ پھر ان پر وہ (عذاب) آ رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے تو جو فائدے یہ اٹھا رہے ہیں ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔" (الشعراء:205-207)

حدیث شریف میں ہے نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "يُؤْتَى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ. وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ، مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ"

" قیامت کے دن اہل جہنم میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں بڑے ناز و نعمت میں رہا۔ اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا: اے ابن آدم: کبھی تم نے نعمتوں کا مزہ چکھا ہے؟ تو وہ جواب دے گا: اللہ کی قسم! میں نے تو کبھی کوئی نعمت دیکھی ہی نہیں۔ اور اہل جنت میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جس نے دنیا کی زندگی بڑی دشواریوں اور محرومیوں میں گزاری ہوگی، اور اس کہا جائے گا: کیا کبھی تمہیں (دنیا میں) کسی محرومی و مایوسی کا سامنا کرنا پڑا وہ کہے گا: اللہ کی قسم! میں نے محرومی و مایوسی کو کبھی نہیں پایا۔"[1] (مختصر مسلم 1986، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، صحیح الجامع 3/1326، الصحیحہ: 1167)

مسلمانو! جہنم کی آگ سے ڈرو اور اس کی طرف پہنچانے والے راستوں پر چلنا چھوڑ دو، اس کی گرمی بڑی ہی سخت اور اس کی گہرائی بہت اتھاہ ہے، اہل جہنم کا کھانا تھوہڑ اور خاردار جھاڑیاں ہوگا اور ان کا پینا پیپ وخون کا آمیزہ اور ان کا لباس آتش گیر مادہ سے کولتار اور لوہے کا ہوگا اور انہیں ہمیشہ عذاب دیا جاتا رہے گا جو روز افزوں بھی ہوگا۔

جنت کی راہوں پر چلو:

جنت تلاش کرو جس کا عرض اتنا ہے جتنی زمینوں اور آسمانوں کی چوڑائی ہے۔ اس کی نعمتیں کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ اللہ اہل جنت کی نعمتوں کو بدلتا رہے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے بارے فرمایا: ﴿لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ﴾

" وہاں وہ جو چاہیں گے ان کے لئے حاضر ہے اور ہمارے یہاں اور بھی (بہت کچھ) ہے۔" (ق:35)

وصلّ اللهمّ على نبيّنا محمّد وعلى آله وأصحابه أجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

1) صحیح مسلم:

خلافت ارضی: نعمت، شرائط، تقاضے

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ
1424/03/01ھ 2003/05/02ء

حمد وثناء کے بعد!

خلافت ارض:

مسلمانو! ارشاد الٰہی ہے: ﴿اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾
"اللہ کی عبادت کرو اور روز آخرت کے آنے کی امید رکھو اور زمین میں فساد نہ مچاؤ۔" (العنکبوت:36)
اسی طرح ایک دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ﴾
"اور اس اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلی مخلوق کو پیدا کیا۔" (الشعراء:184)

اللہ تعالی نے تمھیں اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور اپنی حکمت سے تمھیں زمین میں خلیفہ بنایا اور اپنی رحمت سے اس روئے زمین کی تمام زینتوں کو تمہارے لیئے مسخر و زیر کر دیا اور تمہارے لئے زمین کو ایسا تیار کر دیا کہ تم اس کے ہموار حصوں پر اپنے محلات بناتے ہو اور پھر اس زمین پر اس نے تمہیں زمانوں تک بسایا، جبکہ تم پہلے کوئی قابل ذکر چیز نہیں غیر موجود تھے۔ اسی کے ہاتھ میں دنیا و آخرت کی سلطنت و بادشاہی ہے، دنیا و آخرت میں ہمیں اسی کے حکم اور فیصلوں کو اختیار کرنا ہے۔ اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو کام وہ کرنا چاہے اس کے ارادے میں کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾
"کہہ دیں (اے نبی ﷺ!) اے اللہ! اے بادشاہی کے مالک تو جسے چاہے بادشاہی بخشے اور جسے چاہے ذلیل کرے، ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔" (آل عمران:26)

اہل خلافت و اقتدار کا فرض:

اللہ نے آپ کو اس زمین میں اس لئے خلعت خلافت نوازا تا کہ اس کے احکام و اوامر کو نافذ کرو، اس کی شریعت کو اپناؤ اور اس کی توحید و اطاعت کرو، چنانچہ اسی سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾
"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو نماز وزکوۃ کا نظام قائم کریں، نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔" (الحج:41)

ایفاءعہد و پیمان:

اللہ اور بندوں کے مابین یہ عہد و معاہدہ ہے کہ جس نے ایفاء عہد کیا، اس نے دنیا کی سعادت وخوشی حاصل کرلی، اور اس دنیا میں تمام خوف و خطرات اور شقاوت ومحرومی سے بچ گیا، اور جس نے اس عہد و پیمان کو توڑ دیا اس نے اپنی اسی خلاف ورزی کو سزا سرکشی کا انجام اور جہالت کا نتیجہ پالیا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾

"اسی اللہ نے موت وحیات کو پیدا کیا ہے تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے اور وہ غالب وزبردست اور بخشنے والا ہے۔" (الملک:2)

تاکہ اللہ آزمائے تم میں سے کون زیادہ اطاعت گزار، اس کی رضاء وخوشنودی کے حصول کا خواہاں اور اس کے حرام کردہ امور و اشیاء سے بچنے والا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ﴾

"اور اگر تم منہ پھیر و گے تو وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔" (محمد:38)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿وربّك الغنيّ ذو الرّحمة إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ﴾

"اور تیرا رب بے پرواہ اور صاحب رحمت ہے، اگر وہ چاہے تو (اے بندوں!) تمہیں نابود کردے اور تمہارے بعد جن لوگوں کو چاہے تمہارا جانشین بنادے۔ جیسا کہ تمہیں بھی دوسروں لوگوں کی نسل سے پیدا کیا ہے۔" (الانعام:133)

اور ایک تیسرے مقام پر اس نے فرمایا ہے: ﴿إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِآخَرِينَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ قَدِيرًا﴾

"(لوگوں!) اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کردے اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو پیدا کردے اور اللہ اس بات پر قادر ہے۔" (النساء:133)

یہ بات ایسی ہے کہ اس کی قدرت میں ہے اور اس کے لئے آسان و معمولی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ﴾

"اور تم اللہ کو مغلوب نہیں کرسکتے۔" (الانبیاء134، یونس:53)

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اسے قرآن کریم جگہ جگہ بار بار اور تسلسل وتکرار کے ساتھ بکثرت بیان کرتا اور دہراتا ہے لیکن ہم اس سے کتنے غافل اور فی نفس الوقت اس کے کتنے محتاج وضرورتمند ہیں۔

خلافت واقتدار: ایک آزمائش:

مسلمانوں! زمین میں خلافت دیا جانا، اس کے اطراف واکناف میں زندگی بسر کرنا اور اس کی چھاتی پر چلنا ایک فتنہ وآزمائش ہے اور نعمت و خوشی کے فتنے سے بڑا دوسرا کوئی فتنہ نہیں ہوتا کیونکہ فراغت وخوشحالی اصل مالک کو بھلا دیتی ہے، متاع دنیا بندے کو لہو ولعب میں مبتلا کر دیتی ہے اور دولت وثروت سرکشی پر آمادہ کردیتی ہے اور اس دنیا کے جھنجھٹوں میں پھنسا دیتی ہے جس کا مزہ بڑا عمدہ، منظر انتہائی دل پسند اور مظہر بڑا ہی خوشگوار ہے۔ دنیا کی دولت وزینت سے آزمائش وامتحان لیا جاتا ہے اور اس امتحان میں کامیابی اور اس فتنے سے نجات مشکل اور اس میں پھنس جانا غالب ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ

كَيْفَ تَعْمَلُونَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا، وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ"

"دنیا میٹھی و سرسبز و خوشگوار ہے اور اللہ تمہیں اس میں خلیفہ بنانے والا ہے اور وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔ اس دنیا کے فتنے سے بچو اور عورتوں کے فتنے سے بچو اور بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے بارے میں ہی تھا۔"[1] (صحیح مسلم)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مستخلفکم فیها" کا معنی لغت میں یہ ہے کہ وہ تمہیں پہلے لوگوں کے خلفاء بنا رہا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ تم اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہو یا اپنی خواہشات نفس کے پیچھے لگ کر اللہ کی نافرمانی میں لگ جاتے ہو۔"

مسلمانو! تم خلیفۂ ارض ہو:

مسلمانو! تم اب زمین میں عہد ماضی میں گزرے لوگوں کے خلیفہ اور سابقہ اقوام کے وارث ہو اور گزشتہ افراد کے ملکوں کے رہائشی ہو، یہ تمہارے مکانات لوگوں کی نظروں میں ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ﴾

"پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا تا کہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔" (یونس: 14)

کس طرح حکومت کرتے ہو؟ کیا کیا حرکتیں کرتے ہو؟ کیا کیا تعمیر کرتے ہو؟ اطاعت گزاری کرتے ہو یا نافرمانی و معصیت شعاری اپناتے اللہ کا تقویٰ و خوف کھاتے ہو اور اس کا شکر ادا کرتے ہو یا اللہ کی نعمتوں کا انکار و کفر کرتے ہو۔

شذرات الذہب:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا: "اے عمر کی ماں کے بیٹے! تجھے خلیفہ بنایا گیا اب دیکھو کہ کیا عمل کرتے ہو؟ مزید فرمایا: "ہمارے رب نے سچ ہی فرمایا ہے کہ اس نے ہمیں اس دنیا میں اسی لئے خلیفہ بنایا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ ہم کیا عمل کرتے ہیں؟ کوشش کرو کہ اللہ کو اچھے اور صالح اعمال کر کے دکھلاؤ اور یہ سلسلہ شب و روز اور پوشیدہ و اعلانیہ ہر صورت میں اور ہر وقت جاری رہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ﴾

"قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور اس کی جگہ تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟"

(الاعراف: 129)

وہ دیکھے کہ غنی و مالدار تونگری کی حالت میں ہی کیا کیا گل کھلاتا ہے؟ اور جسے جاہ و حشمت سے نوازا ہے وہ کیا کیا بال و پر نکالتا ہے؟ اور جسے صحت و تندرستی سے ہمکنار کیا ہے وہ کیا رنگ دکھلاتا ہے؟ وہ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں یا اس کی نافرمانی میں لگ جاتے ہیں؟ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم زمین میں صحیح طرز عمل اور راہ حق کو اختیار کرتے ہو؟ یا کہ اللہ کی رضاء و خوشنودی کے برعکس افعال سرانجام دیتے ہو؟

واقعات عبرت:

1) صحیح مسلم: 2742۔

مسلمانوں! اللہ نے اس دنیا میں کتنی ہی قوموں کو مدت مدید تک خلافت وحکومت عطا کئے رکھی اور عرصہ دراز تک وہ اس روئے زمین پر رہے مگر انہوں نے اللہ کے عہد کی پرواہ نہ کی حالانکہ ان کے رب نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ تعالی نے ان کے واقعات ہمارے لئے بیان فرمائے ہیں جو کہ عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے باعث عبرت ہیں، ظالم و جابر لوگوں کے لئے زجر وتوبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کا ذریعہ ہیں اور اہل تقوی وخوف کے لئے وہ واقعات باعث نصیحت ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ وَإِن وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ﴾

"اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد (کانباہ) نہیں دیکھا اور ان میں سے اکثر کو بدکار پایا۔" (الاعراف:102)

عہد شکنی اور انجام:

وہ اپناء عہد والے اور امانت دار نہ تھے بلکہ وہ فاسق وگناہگار اور اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری سے سرتابی کرنے والے اور معصیت وگمراہی میں مبتلا ثابت ہوئے۔ امتیں آئیں اور سردار بن گئیں پھر ختم ہو گئیں انہوں نے قیادت وحکومت کی اور مٹ گئیں۔ غرض حسب ارشاد الہی ہے:

﴿مَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يُمَتَّعُونَ﴾

"جو فائدے وہ اٹھا رہے تھے ان کے کسی کام نہ آئے۔" (الشعراء:207)

خبردار! ہمارا حال بھی کہیں انھیں جیسا نہ ہو، خبردار! آپ بھی انہی لوگوں کی طرح اللہ کی زمین میں اللہ کے احکام کی نافرمانی اور اس کی منشا کے خلاف ورزی نہ کرنے لگنا، یہ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عطا کردے۔

شکر نعمت:

مسلمانوں! تم اللہ کی وافر نعمتوں، اس کی خیرات و برکات اور ایک ناز و نعمت کی زندگی عطا کئے گئے ہو، اس کی ان نعمتوں کا شمار کرنا بہت مشکل ہے اور ان کا شکر ادا کرنا بھی ناممکن ہے۔ رنگا رنگ قسم کی روزی، طرح طرح کے کھانے، نوع بنوع ملبوسات اور قسم قسم کی لذت بردوش چیزیں کیا آپ نے نعمتیں عطا کرنے والی ذات کا شکر ادا کیا یا پھر خلیفہ بنانے والے مالک کی زمین میں اور اس کے آسمان کے نیچے اس کی نافرمانی کی ہے جبکہ تم اس کا دیا ہوا رزق کھا رہے ہو اور اس کی عطا کردہ نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہو۔

نعمتیں اور فتنے:

مسلمانو! وہ کون ہے جس نے ہمیں اپنے گھروں میں امن وامان عطا کیا؟ وہ کون ہے جس نے ہماری پردہ پوشی کی؟ وہ کون ہے جس نے ہم سے مصائب ومشکلات اور بلائیں دور کیں جبکہ ہمارے چاروں طرف فتنہ ہی فتنہ چھایا ہوا ہے، کیا یہ سب اس رحم و کرم اور مغفرت وبخشش کرنے والے رب کی طرف سے حاصل ہونے والی نعمتیں نہیں ہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری تقصیریں اور گناہ زیادہ ہو گئے ہیں اور نصیحت و عبرت کم ہی پکڑ رہے ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ ہم نے معصیت ونافرمانی کا لباس اوڑھ رکھا ہے؟ اور غفلت ونسیان نے ہمیں اپنے رب سے بے گانہ کر رکھا ہے۔ ہم اس کے انتقام سے خوف نہیں کھاتے بلکہ صرف اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں، اس کی عظمت وسطوت کا دل میں

خطرہ محسوس نہیں کرتے بلکہ اس کے عفو و کرم کی آس لگائے بیٹھے ہیں اور نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ہمارے گھر منکرات اور برائیوں کی دلدل میں پھنس گئے ہیں مگر ہم انہیں ختم نہیں کر رہے، ہمارے ماحول و معاشرہ میں معصیت و نافرمانی کا دور دورہ ہے مگر ہم نے اس کا خاتمہ نہیں کیا یہ انتہائی غصہ دلانے والی رخصت، انتہائی قابل نفرت تساہل و سستی اور تباہ کن لاپرواہی ہے۔

اے نافرمانی کا ارتکاب کرنے والوں! اللہ کے شعائر کی تعظیم کہاں ہے؟ حدود الٰہیہ سے تجاوز کرنے والوں! اللہ کی حدود کا لحاظ کرنا اور ان تک جا کر رک جانا کہاں ہے؟ وہ لوگ کہاں گئے جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں؟ وہ کہاں ہیں جو اپنے رب کے خوف و خشیت سے گھبرا کر اٹھتے ہیں وہ خوف و خطرہ کہاں گیا؟ اور برے اعمال سے بچانے والی خشیت الٰہی کہاں ہے؟

افسوناک حالت:

عفت و پاکدامنی کی عمارت زمین بوس ہو چکی ہے، فضیلت و پارسائی کی دیوار ہی گر چکی ہے، پوری نسل ہی اپنی جوانی اور عنفوان شباب میں ہی نقصان اور روہ پوست و چمڑہ بن چکے ہیں۔ اونٹوں کی ایک بیماری تو رفع ہوگئی لیکن وہ انھیں وباؤں کی دلدل میں دھکیل کر گئی۔ وہ کون ہے جس نے اس نسل نو کو ہلاکتوں کی چوکھٹ تک پہنچایا ہے؟ وہ کیا چیز ہے جس نے اسے خاردار کانٹوں والی جگہ میں پھینک دیا ہے؟ آج اور کل، دور حاضر اور مستقبل میں کتنی قریبی مشابہت ہے یعنی تب بھی جہالت اور اب بھی جہالت، پوری نسل ایک گہرے گڑھے میں ایک وسیع و عریض جنگل اور کھلے صحراء میں گری پڑی بھٹک رہی ہے۔ ہماری موجودہ نسلیں فساد و بگاڑ کا ڈنک کھا رہی ہیں، مغربیت کی سرکشی و لاپرواہی کے مرض اور اپنی شناخت ضایع کرنے کی بیماری میں مبتلا ہو رہی ہے۔ اللہ ہم سے ان نسلوں کے ضیاع کے بارے میں باز پرس کرے گا۔ کیا ہم نے اللہ کا کوئی جواب تیار کیا ہے؟ اور کیا کوئی صحیح و معقول ہوسکتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"

"تم میں سے ہر شخص چرواہا ہے و ذمہ دار ہے اور ہر شخص اپنی رعایا کے بارے میں جوابدہ ہے۔ امیر و حاکم بھی ذمہ دار و جوابدہ ہے۔ آدمی اپنے گھر والوں کا جوابدہ ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کے بارے میں جوابدہ ہے۔ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار اور ہر شخص اپنے زیر دست لوگوں کا مسئول و جوابدہ ہے۔"[1] (صحیح بخاری و مسلم)

لمحۂ فکریہ:

مسلمانوں! جب ہم نے اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کرنے، اپنے ماحول و معاشرے کی اصلاح اور اپنی نئی نسلوں کی اصلاح و سدھار کا جہاد کرنے میں ناکام ہو گئے تو پھر ہم جنگ و جدال اور ضرب و قتال کے میدانوں میں بھی بازی ہار جائیں گے۔ یہ روز روز کی المناک پٹایاں، مسلسل شکستیں اور سر کے بل بازیاں لگوایا جانا یہ سب صرف اور صرف اللہ کے ساتھ کے اس عہد و معاہدہ کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہے۔ جسے پورا

1) صحیح بخاری:893، صحیح مسلم:1829۔

کرنے کے لئے اس نے ہمیں دنیا میں خلافت وحکومت عطا کی اور اسے نافذ کرنے کے لئے اقتدار و غلبہ عطا کیا۔

واجب امت:

امت پر واجب ہے کہ وہ جھوٹے اور جعلی امن کا پردہ چاک کر دے اور اس غفلت مہلک کو ترک کر دے اور بشر کے تجربات سے نصیحت حاصل کرے اور اس دنیا کی زندگی کے مزوں اور خوشحالی پر نہ اترائے کیونکہ اللہ کی سنت و قانون میں کوئی تغیر و تبدل آنے والا نہیں ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ﴾

”کیا ان لوگوں کے لئے جو اہل زمین کے مر جانے کے بعد زمین کے مالک ہوتے ہیں یہ امر موجب ہدایت نہیں ہوا کہ ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب ان پر مصیبت ڈال دیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں کہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔“ (الاعراف:100)

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا﴾

”اگر ہم پر اللہ کا عذاب آ گیا تو اسے دور کرنے کے لئے ہماری مدد کون کرے گا؟“ (المومن:29)

غرض توبہ تائب ہونے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کے لئے فوراً تیار ہو جائیں اور اللہ کے دین کے مددگار بن جائیں اور اللہ سے گڑ گڑا کر دعائیں مانگیں اور اپنے رب سے مغفرت و بخشش طلب کریں وہ بہت ہی بخشنے والا ہے۔

برکات توبہ:

توبہ وہ چیز ہے کہ آپ کا ایسا دفاع کرے گی جو دوسرا کوئی اسلحہ بھی نہیں کر سکتا۔ اور توبہ ہی آپ سے شر و برائی کو ایسا روکے گی کہ یہ چیخ و چنگاڑ اور باچھیں پھاڑ پھاڑ کر باتیں کرنا ویسا نہ روک پائے۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

”جو لوگ تم میں سے پہلے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے انھیں زمین کی حکومت و اقتدار عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو عزت و خلعت اقتدار سے نوازا تھا۔ اور انہی کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا، اور خوف کے بعد انھیں امن سے نوازے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ کریں گے، اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ فاسق و بدکردار ہیں۔“ (النور:55)

گویا زمین وراثت ہے اور ہر شخص اپنا حصہ لینے کے لئے کوشاں ہے لیکن اصحاب الفروض اور عصبہ ہونے کے اعتبار سے اس زمین کے وراثت صرف ان لوگوں ہی کا نصیب و حصہ ہے جو اہل تقوی ہیں۔

تقوی وفکر آخرت:

مسلمانو! اللہ کا تقوی وخوف اختیار کرو، اللہ کا تقوی حاصل کر لینا سب سے بہترین کمائی اور اس کی اطاعت اختیار کر لینا نہائت اعلی نسب ہے ۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے ایمان والوں! اللہ کا تقوی اختیار کرو جیسا کہ تقوی اختیار کرنے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو صرف مسلمان ہی مرنا۔" (آل عمران 102:)

مسلمانو تمہارا یہ گھر صرف راستہ عبور کرنے والا ٹھکانا ہے ۔ یہ استقرار کی جگہ نہیں ہے، لہذا معمولی چیز پر راضی نہ ہو جانا اور نہ ہی نقصان کا سودا کر بیٹھنا بلکہ روحوں کی لذت اور خوشیوں کے گھر کی طرف لپکو ورنہ یہ دنیا تو آخرت کے مقابلے میں چند گھڑیوں کے برابر بھی نہیں ۔ ارشاد الہی ہے: ﴿فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ﴾

"دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابل بہت ہی کم ہیں۔" (التوبہ:38)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "يُؤْتَى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ. وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ، مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ"

"جہنم سے اس آدمی کو نکال کر لایا جائے گا جو دنیا میں سب زیادہ ناز ونعمت کی زندگی گزار کر گیا ہوگا اور اسے جہنم میں ایک غوطہ لگوا کر پوچھا جائے گا: اے ابن آدم کیا تو نے کبھی کوئی خیر وبھلائی دیکھی تھی؟ کیا کبھی تو کسی نعمت سے شادکام ہوا تھا؟ وہ کہے گا: اے اللہ! قسم ہے کہ ہرگز نہیں، پھر جنت میں سے اس آدمی کو نکال کر لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ محروم وکم نصیب رہا اور اسے جنت کا چکر لگوانے کے بعد پوچھا جائے گا: اے ابن آدم! تم نے دنیا میں کبھی محروم ونامرادی کا مزہ چکھا ہو؟ یا تم نے کبھی تنگی دیکھی ہو؟ وہ کہے گا: اے اللہ تیری قسم ہے، مجھ پر کبھی کوئی مایوسی ونامرادی کا وقت نہیں گزرا، اور نہ ہی میرا کبھی تنگدستی سے پالا پڑا ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

باب توبہ وا ہے:

مسلمانو! توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور اپنی اصلاح کا موقع موجود ومہیا ہے، اے غفلت کے صحراء میں پڑے ہوئے شخص! اے خواہش نفس کے غلام! اے وہ شخص جسے بڑے الحاح کے ساتھ نصیحتیں کی گئیں تو اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہے گا کہ مال و دولت جمع کرنے کے لئے مارا مارا پھرتا رہا ہے ۔ تو سدا کھیتی باڑی، زراعت و باغبانی، اکل وشرب، عیش کوشش، لہولعب اور عیاشی کے لئے دنیا میں نہیں رہے گا بلکہ عنقریب تو مر جائے گا اور تم سے پوچھا جائے گا کہ کیا کیا کرتے رہے ہو ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کا ارشاد ہے: "لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ،

1) صحیح مسلم:2807۔

وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ"

"اس وقت تک میدان محشر سے قدم نہ ہلا پائے گا جب تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے:

(1) اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں فنا کیا تھا؟

(2) جوانی کے بارے میں کہ اسے کن اعمال میں ضائع کیا؟

(3) مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا تھا اور کہاں لگایا تھا؟

(4) اور جو علم حاصل کیا تھا، اس پر کتنا عمل کیا تھا۔"[1] (ترمذی)

ایسے ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خواب سے متعلقہ حدیث میں ہے: " فَيَلْقَى الْعَبْدَ فَيَقُولُ: أَيْ فُلْ، أَلَمْ أُكْرِمْكَ، وَأُسَوِّدْكَ، وَأُزَوِّجْكَ، وَأُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَالْإِبِلَ، وَأَذَرْكَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ؟ فَيَقُولُ: بَلَى. قَالَ: فَيَقُولُ: أَفَظَنَنْتَ أَنَّكَ مُلَاقِيَّ؟ فَيَقُولُ: لَا. فَيَقُولُ: فَإِنِّي أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي. ثُمَّ يَلْقَى الثَّانِيَ فَيَقُولُ: أَيْ فُلْ، أَلَمْ أُكْرِمْكَ، وَأُسَوِّدْكَ، وَأُزَوِّجْكَ، وَأُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَالْإِبِلَ، وَأَذَرْكَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ؟ فَيَقُولُ: بَلَى، أَيْ رَبِّ. فَيَقُولُ: أَفَظَنَنْتَ أَنَّكَ مُلَاقِيَّ؟ فَيَقُولُ: لَا. فَيَقُولُ: فَإِنِّي أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي. ثُمَّ يَلْقَى الثَّالِثَ فَيَقُولُ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ، آمَنْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ وَبِرُسُلِكَ، وَصَلَّيْتُ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ. وَيُثْنِي بِخَيْرٍ مَا اسْتَطَاعَ. فَيَقُولُ: هَاهُنَا إِذًا. قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: الْآنَ نَبْعَثُ شَاهِدَنَا عَلَيْكَ. وَيَتَفَكَّرُ فِي نَفْسِهِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْهَدُ عَلَيَّ؟ فَيُخْتَمُ عَلَى فِيهِ، وَيُقَالُ لِفَخِذِهِ وَلَحْمِهِ وَعِظَامِهِ: انْطِقِي، فَتَنْطِقُ فَخِذُهُ وَلَحْمُهُ وَعِظَامُهُ بِعَمَلِهِ، وَذَلِكَ لِيُعْذِرَ مِنْ نَفْسِهِ، وَذَلِكَ الْمُنَافِقُ، وَذَلِكَ الَّذِي يَسْخَطُ اللهُ عَلَيْهِ"

"بندہ اپنے رب سے ملے گا تو وہ فرمائے گا: اے فلاں شخص! کیا میں نے تیری عزت وتکریم نہیں بنائی؟ کیا تجھے میں نے سیادت وسرداری نہیں بخشی؟ کیا میں نے تیری شادی نہیں کرائی؟ کیا میں نے تیرے لئے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کئے؟ ان سوالوں کے جواب میں بندہ کہے گا کہ اے اللہ: کیوں نہیں، اللہ کہے گا: تیرا کیا خیال تھا کہ تو مجھے ملے گا؟ بندہ کہے گا: نہیں، اللہ کہے گا: تم نے جس طرح بھلائے رکھا ویسے ہی اب میں تجھے بھول گیا ہوں۔ پھر اللہ دوسرے بندے کو ملے گا تو اس سے فرمائے گا: اے فلاں! کیا میں نے تجھے عزت وتکریم نہیں بخشی؟ تجھے قیادت وسرداری سے نہیں نوازا؟ تیری شادی نہیں کروائی؟ تیرے لیے گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرا فرمانبردار نہیں کیا؟ تو وہ بندہ کہے گا: کیوں نہیں اے میرے رب پھر اللہ کہے گا: تیرا کیا خیال تھا کہ تو مجھے ملے گا؟ وہ کہے گا: نہیں۔ اللہ کہے گا: اب میں تجھے اسی طرح بھول جاؤں گا جیسے تو نے مجھے بھلا رکھا تھا، پھر تیسرے شخص سے ملے گا اور اسے بھی وہی باتیں کہے گا: بندہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھ پر ایمان لایا، تیری کتاب اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، نمازیں پڑھیں، تیری حمد وثناء بیان کی، صدقہ وخیرات کیا اور جس قدر بھی ممکن ہوگا اپنے رب کی ثناء بیان کرے گا: تب اللہ کہے گا: تب تم یہیں کھڑے رہو، پھر اسے کہا جائے گا، اب ہم تمہارے پاس اپنا گواہ بھیجیں گے، وہ بندہ اپنے دل

---

1) ترمذی: 2417۔

میں سوچنے لگے گا اور کہے گا: وہ کون ہوسکتا ہے جو میرے خلاف گواہی دے گا، اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا: بولیں: تب اس کی ران، گوشت، اور ھڈیاں بولنے اور اس کے اعمال کے بارے میں خبر دینے لگیں گی اور یہ سب اس لئے تاکہ اس کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔ یہ شخص منافق ہے اور یہ وہ شخص ہے جس پر اللہ ناراض ہوتا ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

رجوع الی اللہ:

اے اللہ کے بندے! اپنے آپ کو گناہوں کے جہنم سے آزاد کروالو۔ شرم و عار کی راہوں سے باز آجاؤ اور جب تک تمہارے پاس مہلت ہے، کچھ کرلو، پھر تو وہ وقت آجائے گا جب گناہ کم نہ کئے جائیں گے، تب تو جنت ہے یا جہنم۔ خوشخبری اور بشارت ہے اس شخص کے لئے جس نے اسی زندگی میں اللہ کی طرف رجوع کرلیا، گناہوں کا اعتراف کیا اور انہیں چھوڑ دیا ایسے شخص کے سابقہ تمام گناہ اللہ معاف کر دیتا ہے، ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

"اے ایمان والوں! تم اللہ کے سامنے سچی و خالص توبہ کرو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ جس دن اللہ نبی ﷺ کو اور ایمان داروں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ کرے گا۔ ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا، یہ دعائیں کرتے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمیں کامل نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔" (التحریم :8)

مسلمانوں! سننے کا پھل اتباع و پیروی ہے لہذا آپ ایسے لوگوں میں سے ہو جائیں جو سنتے ہیں اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔

وصلّ اللهمّ على نبيّنا محمّد وعلى آله وأصحابه أجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

---

1) صحیح مسلم:2968۔

نیکی و احسان ثمرات و برکات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

8/3/1424ھ، 9/5/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

غرض وغایت اسلام:

مسلمانو! اسلام اور اس کے عظیم قوانین کی اصل غرض وغایت اپنے نفس اور دوسرے لوگوں کے ساتھ احسان کرنا ہے، اور اپنے نفس کے ساتھ ساتھ دوسروں کے ساتھ احسان کرنے کی بدولت ہی دنیا وآخرت میں لوگوں کو اللہ سے قرب یا دوری کے الگ الگ درجات حاصل ہوتے ہیں اور ہوں گے اور اسی احسان کی بدولت ہی انسان کی قدر ومنزلت اور دوسرے انسانوں کے یہاں اس کی مقبولیت یا اس سے نفرت پائی جاتی ہے۔

فرضیت احسان:

چونکہ تمام مامورات وفرائض اور محرّمات منہیات کا مرجع احسان ہی ہے لہذا اللہ تعالی نے اسے اپنے قانون میں فرض قرار دیا ہے،، چنانچہ ابو یعلی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " إِنَّ اللہَ کَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ "

"اللہ تعالی نے ہر چیز کے ساتھ احسان کرنا فرض قرار دے رکھا ہے چنانچہ جب تم کسی کو (قصاصاً وحدّاً) قتل بھی کرو تو اسے اچھے طریقے سے قتل کرو، اور جب کسی جانور کو ذبح کرو تو اسے اچھے طریقے سے ذبح کرو، تم میں کوئی (ذبح کرنے سے پہلے) اپنی چھری کو خوب تیز کر لے اور اپنے ذبیحے کو راحت پہنچائے۔"[1] (صحیح مسلم)

احسان کے مفاہیم ومعانی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کہ اللہ تعالی نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض قرار دے رکھا ہے اس کے دو معنے ہیں:

(1) پہلا معنی یہ کہ اللہ تعالی نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کر دیا ہوا ہے کہ جن اعمال کی ادائیگی واجب ہے، مسلمان انہیں مکمل شکل میں اور احسن طریق سے ادا کرے، اس کے واجبات کو پوری طرح ادا کرے اور اس کے مستحبات کو بھی ادا کرنے کی کوشش کرے اور جن چیزوں کو حرام کیا گیا انہیں ترک کرنے میں احسان میں یہ ہے کہ ان کے ظاہر و باطن ہر چیز سے باز آجائے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ﴾

"اور ظاہری و پوشیدہ (ہر طرح کا) گناہ ترک کردو۔" (الانعام:120)

---

1) صحیح مسلم:1955۔

فرائض کی ادائیگی اور محرّمات کے ترک کرنے میں احسان اپنے نفس کے ساتھ احسان کرنا ہے اور اپنے نفس کے ساتھ احسان کرنے کی سب سے بہترین شکل یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ تعالی کی عبادت کے ذریعے توحید باری تعالی کا قولی وعملی اظہار کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک عبادت نہ کرے اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہے وہ اس اصل عظیم کے تابع ہے۔

(2) اللہ تعالی کے ہر چیز پر احسان کرنے کو فرض قرار دینے کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہر شخص پر فرض کیا ہے کہ وہ ہر چیز پر احسان کرے اور ہر مخلوق پر اس کی حالت وطلب کے مطابق احسان کیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ہر چیز پر احسان کرنے کا مطلق اور عام حکم دیا۔

چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَأَحۡسِنُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلۡمُحۡسِنِينَ﴾

"اور نیکی واحسان کرو، بیشک اللہ نیکی واحسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (البقرہ:195)

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَٱلۡإِحۡسَٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ﴾

"بیشک اللہ تمہیں انصاف ونیکی واحسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے۔" (النحل:90)

احسان کی وسعتیں قرآن کریم کے حوالے سے:

ایسے ہی اللہ تعالی نے نیکی واحسان کرنے کا مقید ومفصل حکم فرمایا ہے۔ اس نے والدین، اعزا واقارب، ہمسایوں، فقراء ومساکین، ناگہانی بلاؤں میں گھرے ہوئے اور دشمنوں کی طرف سے آمدہ مصائب ومشکلات میں مبتلاء لوگوں اور یتیموں وغیرہ سب کے ساتھ نیکی واحسان کرنے کا حکم دیا ہے۔

مخلوق کے ساتھ احسان کرنے کا معنی یہ ہے کہ انہیں خیر وبھلائی پہونچاؤ اور ان سے شر وبرائی کو ہٹاؤ، قرآن کی ان آیات میں سے جن میں اپنے نفس اور دوسری مخلوقات کے ساتھ نیکی واحسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے سب سے جامع ترین آیت وہ ہے جس میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَلَا تُشۡرِكُواْ بِهِۦ شَيۡـٔٗاۖ وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنٗا وَبِذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡيَتَٰمَىٰ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱلۡجَارِ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡجَارِ ٱلۡجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلۡجَنۢبِ وَٱبۡنِ ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخۡتَالٗا فَخُورًا﴾

"اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ داروں اور ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقاء پہلو (پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جولوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو کہ اللہ (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا اور) تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔" (النساء:36)

دوسری جگہ ارشاد الہی ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَٱلۡإِحۡسَٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَيَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِ وَٱلۡبَغۡيِۚ يَعِظُكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُونَ﴾

"بیشک اللہ تمہیں عدل اور انصاف اور نیکی واحسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، فحاشی و نامعقول کاموں اور بغاوت وسرکشی سے منع کرتا ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔" (النحل:90)

اللہ تعالی کے ارشاد میں (وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ) سے مراد وہ ہمسایہ ہے جو مسلمان اور قرابت دار بھی ہو۔

(وَالْجَارِ الْجُنُبِ) سے مراد کافر پڑوسی ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ: الجيرانُ ثَلاثَةٌ: جَارٌ لهُ حَقٌّ وَاحِدٌ، وَهُوَ أَدْنَى الجيرانِ حقًّا، وجار له حقَّان، وجَارٌ له ثلاثةُ حُقُوقٍ، وَهُوَ أفضلُ الجيرانِ حقا، فأما الذى له حق واحد فجار مُشْرِكٌ لا رَحِمَ لَهُ، لَهُ حق الجوار. وأمَّا الَّذِى لَهُ حقانِ فَجَارٌ مُسْلِمٌ، له حق الإسلام وحق الْجِوارِ، وأَمَّا الَّذِى لَهُ ثَلاثةُ حُقُوقٍ، فَجَارٌ مُسْلِمٌ ذُو رَحِمٍ لَهُ حق الجوار وحق الإسلام وحقُّ الرحِمِ۔

"ہمسائے تین قسم کے ہیں" ایک وہ ہمسایہ ہے جسے ایک حق حاصل ہے اور یہ ہمسایوں میں سے کمترین درجے والا ہے، دوسرا ہمسایہ وہ ہے جسے دو حق حاصل ہیں اور تیسرا ہمسایہ وہ ہے جسے تین حق حاصل ہیں اور یہ ہمسایوں میں سے از روئے حقوق افضل ترین ہمسایہ ہے، جس ہمسائے کو صرف ایک ہی حق (حق ہمسائیگی) حاصل ہے، وہ کافر پڑوسی ہے جس سے کوئی قرابت داری نہیں ہے۔ اسے صرف حق ہمسائیگی حاصل ہے۔ اور جس ہمسائے کو دو حق ہیں وہ مسلمان ہمسایہ ہے اسے حق اسلام اور حق ہمسائیگی دونوں حاصل ہیں اور جس ہمسائے کو تین حقوق حاصل ہیں وہ قرابت داری، مسلمان پڑوسی ہے، اسے حق اسلام، حق ہمسائیگی اور حق قرابت (تینوں ہی) حاصل ہیں۔"[1] (مسند بزار، حلیۃ الأولیاء ابونعیم)

ارشاد الٰہی کے کلمات (وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ) کی تفسیر اہل علم کی ایک جماعت نے بیوی سے کی ہے اور بعض مفسرین نے اس سے مراد رفیق سفر قرار دیا ہے اور اس میں رفیق سفر کے ساتھ ہی رفیق حضر بالاولی شامل ہے۔

مخلوقات کے ساتھ احسان کی اعلیٰ ترین شکل یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ دین حنیف کے تقاضوں کے مطابق حسن معاملہ سے پیش آیا جائے ان سے وفاء، صدق وسچائی، عدل وانصاف، رحم وکرم، انکساری وتواضع، صبر وضبط، حلم وبردباری، ان کی اذیتوں پر برداشت اور اچھے کلمات سے گفتگو کا معاملہ کیا جائے اور ان کے ساتھ ہر وہ حسن معاملہ کریں جو آپ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کے ساتھ کریں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالعقود﴾

"اے ایمان والو! اپنے اقراروں (معاہدوں) کو پورا کرو۔" (المائدہ:1)

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا﴾

"اور جب اللہ سے عہد واثق کرو تو اس کو پورا کرو اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو انہیں مت توڑو کہ تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو۔۔۔" (النحل:91)

اور ارشاد ربانی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ کا تقوی وخوف اختیار کرو اور راست بازوں کے ساتھ رہو"۔ (التوبہ:119)

---

1) حلیۃ الأولیاء ابونعیم: 5/207،

ایک جگہ ارشاد ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾

"ایمان والو! اللہ کے لئے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ عدل و انصاف چھوڑ دو، انصاف کیا کرو، یہی تقوی و پرہیزگاری کی بات ہے۔" (المائدہ:8)

اور ایک جگہ فرمان الٰہی ہے:﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ﴾

"(مومنو!) جتنی امتیں (قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں ہیں تم ان سب سے بہتر ہو۔" (آل عمران 110)

حدیث شریف میں ہے:"الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ"

"رحم کرنے والوں پر رحم کرنے والا رحم کرتا ہے۔"[1] (ابوداؤد، ترمذی)

اور ارشاد الٰہی ہے:﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾

"اور اللہ کے بندے (عباد الرحمن) تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے ہیں۔" (الفرقان:63)

اور ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾

"اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا، اور نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے رہنا" (البقرہ:83)

اور فرمان الٰہی ہے:﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾

"اور ایک دوسرے کا مال ناحق (باطل طریقے سے) نہ کھاؤ۔" (البقرہ:188)

احادیث شریفہ کی روشنی میں:

قرآن کریم کی طرح ہی احادیث شریفہ میں بھی نیکی و احسان کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" يَا عُقْبَةُ، أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَفْضَلِ أَخْلَاقِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَأَهْلِ الْآخِرَةِ؟ تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ، وَتُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ، وَتَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ"

"اے عقبہ! کیا میں تمہیں دنیا و آخرت کے بہترین اخلاق کی خبر نہ دوں؟ اس شخص سے رشتہ جوڑو جو تم سے اپنا تعلق توڑ رہا ہے اور جو شخص تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو، اور جو شخص تم پر ظلم کرے اسے معاف کرتے رہو۔"[2] (مسند احمد، مستدرک حاکم)

ایسے ہی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ وَإِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَيَبْلُغُ بِهِ دَرَجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ"

---

1) ابوداؤد:4941، ترمذی:19243۔

2) مسند احمد:4/148۔

"میزان حسنات میں سب سے زیادہ بھاری چیز حسن اخلاق ہے، حسن اخلاق کا مالک شخص حسن اخلاق کی بدولت دن کو روزہ رکھنے والے اور رات کو قیام کرنے (نفلی نماز پڑھنے) والے کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔"[1] (مسند احمد، ابوداود، ترمذی، صحیح الجامع 2/ 997_99، الصحیحہ: 876)

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ، وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَّرَهُ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ"

"میں نے جنت میں ایک آدمی کو دیکھا جو کہ ناز ونعمت میں لوٹ پوٹ ہو رہا تھا اور اس نے راستے سے اس درخت کو کاٹا تھا جو مسلمانوں کو اذیت وتکلیف دیتا تھا۔"[2] (صحیح مسلم)

نتائج و برکات احسان:

اللہ کے بندو! اللہ تعالی نے تمہیں جن اطاعتوں کا حکم دیا ہے ان کے ذریعے اپنے نفس پر اور اللہ کی مخلوقات پر احسان و نیکی کرو اور اللہ نے جن چیزوں سے تمہیں منع فرمایا ہے ان سے باز آجاؤ۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ[133] الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

"اور اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے بنائی گئی ہے، جو کہ آسودگی وتنگی میں (اپنا) مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصے پر قابو پاتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ نیکی واحسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (آل عمران: 133-34)

اللہ کا تقوی اختیار کرو اور آئندہ پیش آنے والے ہولناک واقعات کے لئے تیاری کرلو کیونکہ یہ دنیا تو ختم ہونے والی ہے اور آخرت کا وقت آنے والا ہے جس میں کہ جنت کی دائمی نعمتیں بھی ہیں، اور دردناک عذاب وسزائیں بھی ہیں۔ اللہ والو! وہ احسان و نیکی جسے اللہ نے ہر چیز پر لکھ دیا ہوا ہے اور آپ سب کو بھی اس کا حکم دیا ہے وہ انسان وحیوان اور تمام جانوروں کے لئے عام ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ[7] وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾

"جس نے ایک ذرہ برابر بھی نیکی کی وہ اسے (اپنے نامۂ اعمال میں) دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ بھی دیکھ لے گا۔" (الزلزال: 8-7)

ایسے ہی ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا﴾

"اور جو نیک کام کرے گا اور وہ مومن بھی ہوگا تو اسے نہ ظلم کا خوف ہوگا نہ نقصان کا۔" (طٰہٰ: 112)

---

2) ابوداؤد: 4799، ترمذی: 2003۔

1) صحیح مسلم: 1914۔

اسی طرح ایک جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾

"بیشک اللہ کسی کی ذرہ بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اگر نیکی (کی) ہوگی تو اسے دو چند (دوگنا) کر دے گا اور اسے اپنے ہاں سے اجر عظیم عطا کرے گا۔" (النساء:40)

جانوروں سے احسان:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ مِنِّي! فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً، ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ حَتَّى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَإِنَّ لَنَا فِي هَذِهِ الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا؟ فَقَالَ: فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ"

"ایک شخص راہ چلتے جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس محسوس ہوئی، اسے ایک کنواں ملا وہ اس میں اتر گیا اور پانی پی کر باہر نکل آیا، کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے ہانپ رہا اور گیلی مٹی کھا رہا ہے، اس شخص نے سوچا کہ اس کتے کی پیاس بھی اسی طرح شدت کو پہونچی ہوئی ہے جیسے کہ خود اسے شدید پیاس لگی ہوئی تھی، وہ دوبارہ کنویں میں اترا اور اپنے موزے کو پانی سے بھر کر اس کا منہ پکڑے باہر نکل آیا اور اس سے کتے کو پانی پلایا، اللہ نے اس کی اس نیکی و احسان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا حتی کہ اس کی مغفرت فرمادی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا جانوروں کے ساتھ احسان (کرنے) میں بھی ہمارے لیے اجر ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہر تر جگر (والے پر احسان کرنے) میں اجر ہے۔"[1] (صحیح بخاری ومسلم)

اور بخاری ومسلم کی ہی ایک روایت میں ہے: "بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ إِذْ رَأَتْهُ بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَنَزَعَتْ مُوقَهَا فَاسْتَقَتْ لَهُ بِهِ فَسَقَتْهُ إِيَّاهُ، فَغُفِرَ لَهَا بِهِ"

"ایک کتا کنویں کے کنارے پڑا تھا اور قریب تھا کہ پیاس اس کی جان لے لے، اس بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت (پیشہ ور) نے دیکھا تو اس نے اپنا موزہ نکالا اور اس میں کنویں سے پانی نکال کر اسے پلایا تو اللہ نے اس کی اس نیکی و احسان کے بدلے میں اس کی مغفرت و بخشش فرمادی۔"[2] (بخاری ومسلم)

اس حدیث میں الموق اور پہلی میں الخف کا لفظ آیا ہے جب کہ معنی دونوں کا موزہ ہی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث میں ہے: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا إِلَّا كَانَ مَا أُكِلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةً، وَمَا سُرِقَ مِنْهُ

---

1) صحیح بخاری:6009، صحیح مسلم:2244۔
2) صحیح بخاری:3467، صحیح مسلم:2245۔

لَهُ صَدَقَةٌ ، وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ مِنْهُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ ، وَمَا أَكَلَتِ الطَّيْرُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ ، وَلَا يَرْزَؤُهُ أَحَدٌ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ"

"اگر کوئی انسان کوئی فصل بوئے یا درخت لگائے اور اس کے پھل یا اناج سے پرندے جانور اور انسان کھائیں تو یہ بھی اس کے لے صدقہ شمار ہوگا۔" [1] (صحیح بخاری ومسلم)

اللہ کے بندو! اللہ کا خوف کھاؤ اور نیکی و احسان کا رویہ اپنائے رکھو کیونکہ یہ اللہ نے تم پر فرض کر دیا ہوا ہے کہ اپنے نفسوں پر احسان کرو جو اللہ کی اطاعتوں کو سرانجام دینے اور اس کے حرام کردہ امور و اشیاء کر ترک کرنے کی شکل میں ہے، اسی طرح اللہ کی مخلوقات کے ساتھ بھی نیکی و احسان کرتے رہا کرو جس کا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے، ایسا کرنے سے تمہارا رب تمہیں عزت و اکرام کے مقام تک پہنچائے گا اور آپ سے المناک عذاب کو ہٹا دے گا۔

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

---

3) صحیح بخاری: 2320، صحیح مسلم: 1552۔

الریاض کے دھماکے اختیار و اشرار کے اوصاف، ہماری ذمہ داریاں اور مطالبات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

1324/3/15ھ 2003/5/16ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! لوگوں میں سے کچھ لوگ تو وہ ہیں جو کہ خیر و بھلائی کی چابیاں ہوتے ہیں اور بعض دوسرے وہ لوگ ہیں جو کہ شر و برائی کی کنجیاں ہوتے ہیں اور یہ دونوں طرح کے لوگ ہی دنیا و آخرت میں اپنے اپنے اعمال کی جزاء پائیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"فَطُوبَى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللهُ مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ مِغْلَاقًا لِلشَّرِّ، وَوَيْلٌ لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللهُ مِفْتَاحًا لِلشَّرِّ، مِغْلَاقًا لِلْخَيْرِ"

"بشارت ہے اس شخص کے لیے جو کہ خیر و بھلائی کی چابی ہے اور برائی روکنے والا ہے اور ویل و ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو خیر و بھلائی کی راہیں روکنے والا اور شر و برائی (کے دروازے کھولنے) کی چابی ہے۔"[1] (ابن ماجہ)

عباد الرحمن کے اوصاف:

غرض ہر طرح کی خیر صرف ان امور میں ہے کہ جن کی طرف اسلام نے دعوت دی اور جن کا حکم فرمایا ہے، اور ہر وہ چیز سراسر شر و برائی ہے جس سے دین اسلام نے روکا اور خبردار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اچھے (اخیار) اور برے (اشرار) دونوں طرح کے لوگوں کی صفات بیان کی ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا [63] وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا [64] وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا [65] إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا [66] وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا [67] وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا [68] يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا﴾

"اور اللہ کی بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو وہ انہیں سلام کہتے (ہوئے گزر جاتے) ہیں اور وہ جو اپنے رب کے آگے سجدہ کر کے اور (عجز و ادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں اور وہ جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں جہنم کے عذاب سے دور رکھنا کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف دہ چیز ہے اور جہنم ٹھہرنے اور رہنے کا بہت ہی برا ٹھکانا ہے، اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ ہی تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہیں پکارتے اور جن جانداروں کا مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے، اسے قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (حکم شریعت) پر اور زنا نہیں کرتے، اور جو شخص یہ کرے گا وہ سخت گناہ میں مبتلا ہوگا، قیامت کے دن اسے دردناک عذاب ہوگا اور ذلت و خواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا۔" (الفرقان:63-69)

---

1) ابن ماجہ:237۔

جرائم پیشہ اہل فساد کی عادات:

اسی طرح ہی اللہ تعالی نے جرائم پیشہ اور اہل فساد لوگوں کی عادات وعلامات بھی بیان فرمائی ہیں تا کہ ہم ان کے افعال سے بچ جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ[11] أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ﴾

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں، دیکھو یہ بلا شبہ مفسدین ہیں لیکن شعور وخبر نہیں رکھتے۔" (البقرہ:11-12)

شرک اور قتل:

دنیا میں سب سے بڑا فساد و بگاڑ اللہ تعالی کی عبادات میں اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنا اور خواہشات نفس کی پیروی کرنا ہے کیونکہ یہ فعل حق سے روکتا ہے۔ اسی طرح جس جان کو مار ڈالنا حرام کیا گیا ہے، اور اس کا خون معصوم قرار دیا گیا ہے اسے قتل کرنا بھی فسادین کا بہت بڑا مظہر ہے اور اسی قتل کے شدید خطرات تو ہر شریعت میں مانے گئے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:﴿مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾

"اسی (قتل) کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا زمین میں فساد وخرابی پیدا کرنے کی سزا دی جائے تو اس نے گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا۔" (المائدہ:32)

دس مشہور وصیتیں:

تورات میں حضرت موسی علیہ السلام کو اللہ تعالی نے جو دس مشہور وصیتیں کی تھیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ میرے (یعنی اللہ کے) سوا کسی زمینی یا آسمانی مخلوق کو معبود نہ بنانا، اپنے ماں و باپ کی عزت وتکریم کرنا، قتل نہ کرنا، زنا کا ارتکاب نہ کرنا، چوری نہ کرنا، اپنے کسی قریبی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا اور نہ ہی اس کے کھیتوں اور بیل اور اس کے گدھے کو للچائی ہوئے نظروں سے دیکھنا، وغیرہ... پھر حضرت عیسی علیہ السلام آئے جنہیں اللہ نے اپنا بندہ اور رسول بنا کر بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جو کہ اللہ کے کلمہ تھے جنھیں اللہ نے عبادت گزار خاتون حضرت مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا، وہ آئے تو انہوں نے بھی انہی دس وصیتوں کی لوگوں کو تاکید کی۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام اور دوسرے انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام نے بھی انہی کی تاکید کی اور اللہ تعالی نے امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی دس عظیم وصیتوں پر مشتمل وحی نازل فرمائی جو کہ پہلے انبیاء کی شریعتوں کے اصولوں کے مطابق ہی ہیں اور اس شریعت اسلامیہ سے پہلے والی تمام شریعتیں منسوخ کر دی گئی ہیں اور اللہ تعالی نے قیامت تک کے لیے اس کتاب (قرآن کریم) کو اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ان دس وصیتوں کے سلسلہ میں فرمایا ہے:﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا

النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ [151] وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّہٗ وَاَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَالۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ لَا نُکَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا وَاِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَلَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی وَبِعَہۡدِ اللّٰہِ اَوۡفُوۡا ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ [152] وَاَنَّ ہٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ﴾

”کہہ دیں (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) (لوگو!) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں کہ

(1) کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنایا۔

(2) اور ماں باپ سے حسن سلوک سے پیش آنا (بدسلوکی نہ کرنا)۔

(3) اور فقر و ناداری (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا، کیونکہ تمہیں اور انہیں ہم رزق دیتے ہیں۔

(4) اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ، ان کے قریب بھی نہ پھٹکنا۔

(5) اور کسی جان (والے) کو جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر رکھا ہے قتل نہ کرنا مگر جائز (حکم شریعت) کے طور پر، ان باتوں کی وہ تمہیں وصیت کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

(6) اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر ایسے طریق سے کہ بہت ہی پسندیدہ ہو۔ یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہونچ جائے۔

(7-8) اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو، ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق۔

(9) اور جب کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو اگر چہ وہ (تمہارا) رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

(10) اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔

ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا (وصیت کرتا) ہے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔“ (الانعام: 151-153)

قتل کی سزا:

ان عظیم وصیتوں میں سے ہی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے قتل کو حرام قرار دیا ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالی نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَہَنَّمُ خٰلِدًا فِیۡہَا وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَلَعَنَہٗ وَاَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیۡمًا﴾

”اور جو شخص کسی مومن (مسلمان) کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لئے اس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ (النساء: 93)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ: "لَنۡ یَزَالَ الۡمُؤۡمِنُ فِیۡ فُسۡحَۃٍ مِنۡ دِیۡنِہٖ، مَا لَمۡ یُصِبۡ دَمًا حَرَامًا"

"بندہ اس وقت تک اپنے دین سے کشادگی میں رہتا ہے جب تک کہ کسی حرام کیئے گئے خون کو بہا نہ دے۔"[1] (صحیح بخاری)

ایسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا" (صحیح بخاری)

"جس نے کسی معاہدہ والے کافر کو یا مسلمانوں کے ذمہ میں رہنے والے (معاہد و ذمی کافر) کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ پائے گا۔"[2]

ذمیوں کا تحفظ:

آج کے دور میں معاہد یا مستامن وہ کافر شخص ہے جو امام و سلطان یا اس کے نائبین کی طرف سے اقامت و رہائش کی اجازت دیا گیا ہو۔ اس حدیث میں جو ایسے ذمی کے قتل پر وعید سنائی گئی ہے یہ کسی بھی مسلمان کو اس کے قتل سے منع کرنے والی ہے۔ ان دنوں الریاض کی بعض بلڈنگوں میں جو دھماکے کیئے گئے ہیں جن کے نتیجہ میں کتنے مسلمانوں اور غیر مسلم لوگوں کی جانیں گئی ہیں۔ یہ ایک بدترین مجرمانہ حرکت اور دہشت گردی ہے جسے کوئی دین بھی جائز قرار نہیں دیتا اور نہ ہی کسی علاقے کا عرف عام اسے روا سمجھتا ہے اور اسلام ایسے دہشت پسندانہ فعل سے سے بری ہے اور ایسے دھماکوں کا سبب بننے اور ان کا ارتکاب کرنے والے لوگ زمین میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے مجرم اور قاتل ہیں۔ انھوں نے ایک ایسے شدید جرم کا ارتکاب کیا ہے جس کی اسلام سختی کے ساتھ نہ صرف مخالفت کرتا بلکہ اس کے خلاف اس کا اعلان جنگ ہے اور اسے ایک مجرم کاروائی تصور کرتا ہے، اور ہر علم و دین اور صاحب عقل و خرد بھی اس تخریب کاری اور دہشت گردی پر نکیر اور اس کی مذمت کرتا ہے، اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

"اللہ تمہیں انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نا معقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے، اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم یاد رکھو۔" (النحل:90)

ان فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے قاتلوں اور دہشت پسندوں نے پر امن لوگوں کو قتل کرنے اور خودکشی کرنے کے جرائم کا بیک وقت ارتکاب کیا ہے جو کہ ظلم در ظلم اور ستم بالا ستم ہے۔

اللہ تعالی نے تو اس شخص کو بھی جہنم میں دردناک عذاب دینے کی وعید سنائی ہے جو اپنے آپ کو قتل کرے۔ اب اس شخص کی سزا و عذاب کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے ان لوگوں کو قتل کیا جن کا قتل کرنا حرام کیا گیا ہے۔ خودکشی کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا [29] وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا﴾

"اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، بے شک اللہ تعالی تم پر بڑا ہی مہربان ہے، اور جو تعدی و ظلم سے ایسا کرے گا، ہم اسے عنقریب جہنم میں داخل

---

1) صحیح بخاری:6862۔

2) صحیح بخاری:6914۔

کریں گے۔اور یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔" (النساء:29-30)

جبکہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا"

"جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر اپنی جان لی وہ جہنم میں جائے گا اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے آپ کو پہاڑ سے گراتا اور خودکشی کرتا رہے گا۔اور جس نے زہر کھا کر خودکشی کی وہ جہنم میں ہاتھ میں زہر لئے ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زہر پھانکتا اور خودکشی کرتا رہے گا،جس نے لوہے کے کسی ہتھیار سے خودکشی کی وہ جہنم میں جائے گا اور وہ لوہے کا ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے پیٹ میں گھونپتا اور خودکشی کرتا رہے گا۔"[1] (بخاری ومسلم)

ان دہشت گردوں کا یہ فعل خیانت وغداری ہے اور اس سے منع کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا﴾

"بیشک اللہ تعالی خائن (خیانت کرنے والے) اور جرائم پیشہ لوگوں کو دوست نہیں رکھتا۔" (النساء:107)

دھماکوں کی مذمت:

ان کا یہ فعل پرامن شہریوں کو خوف زدہ اور مرعوب وہراساں کرنے والا ہے،اور یہ سب وہ جرائم ہیں جن سے ہمارے دین کی تعلیمات نے سختی کے ساتھ روکا ہے اور سعودی عرب کے علماء،حرمین شریفین کے آئمہ وخطباء اور ہمارا پورا معاشرہ ہی ان کرتوتوں کے خلاف بڑا سخت و پرنفرت نظریہ رویہ اپنائے ہوئے ہے۔اور ان کے خاتمے کے لیے کوشاں ہے۔اور ہمارے دین کے تمام مناہج وقوانین اللہ تعالی کے قوانین حق اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد برحق پر مبنی ہیں اور حق تو ساری انسانیت کے لیے پورے کا پورا ہی خیر وبھلائی ہے اور اس پر باطل کی کسی حرکت کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی،اور اگر کوئی شاذ فکر کا کوئی آدمی کوئی انہونی حرکت کر بیٹھے تو وہ اس کا ذمہ دار اکیلا خود ہی ہوگا اور اس کا بوجھ اس پر آئے گا جیسا کہ یہ ایک اسلامی قاعدہ ہے اور اس قاعدہ کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾

"اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔" (الانعام:164)

﴿وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ﴾

"اور جو کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے۔" (النساء:111)

کیا ان قواعد وقوانین کی موجودگی میں بھی چند لوگوں کے کسی زہریلے پھل کو چن لینے کے نتیجہ میں ساری قوم پر ملامت کی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ (گویا اسلام میں) "کرے کوئی اور بھرے کوئی" کا تصور نہیں ہے)۔

---

1) صحیح بخاری:5778،صحیح مسلم:109۔

سعودی حکام و امراء ایسے لوگوں کی گھات میں ہیں جو قتل و غارت، تباہی و بربادی اور فساد و تخریب کاری کا ارتکاب کر رہے ہیں جو کہ امن و امان کو تہہ و بالا کرنے کا سبب ہیں اور اس سلسلہ میں ان کی راہنمائی کرنے والی شریعت اسلامیہ ہے جس نے لوگوں کے مال و جان اور حقوق کے تحفظ کو حکومت کا فرض قرار دیا ہے اور ایسے جرائم پیشہ شخص کے بارے میں حکام وہ سزا نافذ کرتے ہیں جو شریعت نے مقرر کر رکھی ہے۔

تحفظ امن و امان مشترکہ فریضہ:

لوگو! آپ کے اس ملک کا امن و امان بحال رکھنا آپ میں سے ہر شخص پر واجب ہے اور یہ بھی ہر کسی پر شرعاً واجب ہے کہ جو شخص کسی ایسی تخریبی کاروائی کے لیے تیاری کر رہا ہو، اس کی اطلاع متعلقہ سرکاری اداروں کو دے تا کہ حکومت اسے اس شر سے روکے جس کے نتیجہ میں وہ لوگوں کو اذیت پہنچاتا ہے، ایسے شخص کی پردہ پوشی کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

مغربی فکر کے حاملین:

ہم ان نوجوانوں کو خبردار کر دینا چاہتے ہیں جو کہ یہ فکر میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اس سے متاثر ہو کر آئمہ وعلماء کی تکفیر کر رہے ہیں اور ہر اس شخص کو بھی کافر قرار دے دیتے ہیں جو ان کے ساتھ موافقت نہ رکھے۔ اللہ تعالی نے حکام کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا ہے بشرطیکہ ان کا کوئی حکم اللہ کی نافرمانی پر مبنی نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم سے صاحب حکومت ہیں، ان کی بھی۔" (النساء:59)

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ، فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً"

"جو شخص حاکم کی کسی بات کو ناپسند کرے اسے چاہیئے کہ اس پر صبر کا دامن تھامے رکھے کیونکہ جو شخص حاکم کی (شرعی) اطاعت سے ایک بالشت بھی ہٹا (سرتابی کی) وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔"[1] (بخاری ومسلم)

ایسے ہی صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي"

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے حاکم کی فرمانبرداری کی، اس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔"[2] (بخاری ومسلم)

جبکہ سنن ترمذی میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ أَهَانَ سُلْطَانَ اللهِ فِي الْأَرْضِ أَهَانَهُ اللهُ"

---

1) صحیح بخاری:7053، صحیح مسلم:1849۔

2) صحیح بخاری:2957، صحیح مسلم:1835۔

”جس نے حاکم کی توہین وگستاخی کی اس نے اللہ کی شان میں گستاخی کی۔“[1] (سنن ترمذی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارج کی سخت مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے: "تَحْقِرُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ، وَعَمَلَكُمْ مَعَ عَمَلِهِمْ، وَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ"

”تم ان کے نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے، ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو معمولی سمجھو گے اور ان کی قراءت وتلاوت قرآن کے سامنے اپنی قراءت وتلاوت کو معمولی سمجھو گے، وہ دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے کہ شکار کے جسم سے تیر پار ہو جاتا ہے۔“[2] (بخاری ومسلم)

فکری مرض کا علاج:

کتاب وسنت کی تعلیم ان اہل علم سے حاصل کریں جو کہ علم میں راسخ وگہرائی رکھنے والے ہیں اور سلف صالحین امت کے فہم ومنہج سے تمسک وتعلق ہی وہ نسخہ ہے جس سے اس خارجی ومغربی فکری بیماری کا علاج کیا جا سکتا ہے۔ ہم مسلمانوں سے ہماری شریعت اسلامیہ کا مطالبہ ہے کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ شاذ رویہ اختیار کریں ان کا شرعی قواعد واحکام سے محاسبہ کریں اور تعدی وزیادتی کرنے والے شخص کو حدود کے پاس کا پابند کیا جائے اور لوگوں میں اس کے شر کو روکا جائے۔ اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾

”اللہ تعالی فساد وبگاڑ و پسند نہیں فرماتا۔“ (البقرہ:205)

اسی طرح مسلمانوں کا اہل مغرب سے مطالبہ ہے کہ وہ اپنی قوم کے لوگوں کا محاسبہ کریں اور مسلمانان فلسطین پر جو دہشت گردی کا رویہ اپنائے ظلم وستم ڈھا رہے ہیں، انھیں اس سے روکا جائے، اور انھیں ان کے ملک میں امن وامان کے ساتھ معزز ومکرم زندگی گزارنے کی حقوق کی ضمانت دی جائے۔ اہل مغرب تاریخ کے سامنے اس دہشت گردی کے جواب دہ ہیں جو کہ فلسطین میں کی جا رہی ہے۔

ہم مسلمان اہل مغرب سے یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ اہل عراق جنہوں دسیوں سال مصائب ومشکلات اور جبر واستبداد کے پنجے میں گزارے ہیں انھیں موقع دیا جائے کہ وہ پوری حریت وآزادی سے اور پوری خود مختاری سے اپنے لئے خود حکومت بنائیں جو ان کے دین، امن وامان اور ان کے مفادات کا تحفظ ونگرانی کرے۔ اور عراقی عوام کو دہشت گردی کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ کہ جس کے نتیجے میں ان کے مفادات ضایع ہوں۔

اسی طرح مسلمانوں اہل مغرب سے یہ مطالبہ بھی ہے کہ وہ مسلم وعرب عوام کے مفادات کا احترام کریں، مغربی مفادات کے مقابلے میں انھیں ضائع نہ کریں اور نہ انہیں پردۂ نسیان کے سپرد کریں۔ اس سلسلہ کو پورے عدل وانصاف کے ساتھ کیا جائے اور ایک دوسرے کے مفادات کا پورا پورا خیال رکھا جائے جن کی تمام اقوام وعوام کو ضرورت ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا

---

1) ترمذی: 2224۔

2) صحیح بخاری: 5058، صحیح مسلم: 1064۔

يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، اور اس دن کا خوف کرو کہ نہ باپ اپنے بیٹے کے کسی کام آئے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا شیطان تمہیں اللہ کے بارے میں کسی قسم کا فریب دے۔" (لقمان:33)

شکرانِ نعمت:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی ظاہری و پوشیدہ ان تمام نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو جو اس نے تم پر کی ہیں، اس نے تم پر یہ نعمت بھی فرمائی کہ تم اس کی عبادت کرو اور تمہیں اس توفیق سے بھی نوازا ہے کہ تم اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرو، اور اس نے تم پر یہ احسان بھی کیا ہے کہ تم اس کی رضاء و خوشنودی حاصل کر سکو اور اس کے حرام کردہ افعال و اشیاء سے دور رہ سکو۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ﴾

"اسی طرح اللہ نے تم پر اپنی نعمت کا اتمام کیا ہے تا کہ تم فرمانبردار بنو۔" (النحل:81)

محاسبۂ ذات:

اپنے آپ کا خود محاسبہ کر لو اور گریبان میں جھانک کر دیکھ لو ورنہ جب اللہ کی طرف سے محاسبہ کیا گیا تو مسئلہ بڑا مشکل ہو جائے گا، اور اللہ کی نعمتوں میں سے کسی بھی نعمت کو حقیر و معمولی مت سمجھو کیونکہ اس کی نعمتوں میں سے حقیر کوئی ہے ہی نہیں اور نہ ہی اس کے انعامات میں سے کوئی معمولی ہے، نعمتوں کا تقاضا صبر و شکر ہے۔

اللہ کی طرف سے محافظ و نگران:

یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ آپ پر اللہ کی طرف سے محافظ مقرر ہے۔ اللہ پر آپ کے اعمال، نیتوں اور مقاصد و ارادوں میں سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری تمام حرکات و سکنات کو ایک کتاب میں شمار کروا تا جا رہا ہے اور قیامت کے دن اللہ ہر انسان سے کہے گا:

﴿اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا﴾

"اپنی کتاب پڑھ لو، تو آج اپنا محاسب خود آپ ہی کافی ہے۔" (بنی اسرائیل:14)

اور ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کہے گا: "يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ"

"اے میرے بندے! اس کتاب میں لکھے ہوئے سب تمہارے اعمال ہی ہیں... الخ"[1] (صحیح مسلم)

اہلِ جنت و جہنم:

1) صحیح مسلم:2577۔

یہ بات بھی خوب مضبوطی سے پلے باندھ لو کہ آخرت میں اگر کوئی جہنم میں داخل ہو گیا تو اسے دنیا میں حاصل ناز و نعمت کے سامان کسی کام نہیں آئیں گے اور جسے جنت مل گئی۔ اس کے لئے دنیا کی تنگی و ترشی کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ جائے گی۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ[205] ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ[206] مَا أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يُمَتَّعُونَ﴾

"بھلا دیکھو تو اگر ہم انہیں برسوں فائدہ دیتے رہے، پھر ان پر وہ عذاب آ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو جو فائدے یہ اٹھا رہے ہیں ان کے کس کام آئیں گے۔" (الشعرآء:205-207)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "يُؤْتَى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ. وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ. فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ، مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ"

"قیامت کے دن جہنم سے ایک آدمی کو لایا جائے گا جو دنیا کی زندگی بڑے ناز و نعمت میں گزار کر گیا ہوگا اور اسے جہنم میں سے ایک غوطہ لگوا کر پوچھا جائے گا: اے بنی آدم! کیا دنیا میں کبھی تم نے کوئی ناز و نعمت دیکھی تھی۔ وہ کہے گا: اللہ کی قسم، مجھے دنیا میں کوئی نعمت دیکھنے کو نہیں ملی، پھر جنت سے ایک آدمی کو لایا جائے گا جو دنیا میں انتہائی مایوسیوں اور محرومیوں کی زندگی گزار کر گیا ہوگا اور اسے جنت کی نعمتوں کا جھونکا لگوا کر کہا جائے گا، کیا تو نے دنیا میں کوئی محرومی و مایوسی دیکھی: وہ کہے گا: اللہ کی قسم! میں نے دنیا میں کوئی محرومی و مایوسی نہیں دیکھی۔"[1] (صحیح مسلم)

جہنم سے بچنے کی کوشش:

جہنم کی اس آگ سے خبردار ہو جاؤ اور اس تک پہنچانے والے تمام راستوں سے ہٹ جاؤ جس کی گرمی بڑی شدید ہے، جس کی گہرائی بڑی اتھاہ ہے، اس کے رہنے والوں کا کھانا خاردار جھاڑیاں اور تھوہڑ کے درختوں کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

ان کا مشروب ابلتا ہوا پانی اور اہل جہنم کے زخموں کا خون ملا پیپ ہوگا۔

ان کا لباس لوہے اور آتش گیر مادے گندھک کا ہوگا۔ اور انہیں دیا جانے والا عذاب روز افزوں ہوگا۔

حصول جنت کی بھرپور سعی:

جنت حاصل کرنے میں کوشاں رہیں جس کا عرض و چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، اس کی نعمتیں کبھی فنا نہ ہوں گی بلکہ اللہ اہل جنت کی نعمتوں کو روز بروز تازہ بتازہ کرتا رہے گا، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ﴾

"وہاں وہ (اہل جنت) جو چاہیں گے، ان کے لئے حاضر ہے اور ہمارے ہاں اور بھی بہت کچھ ہے۔" (ق:35)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

1) صحیح مسلم:2807۔

اسلام میں امن وامان کی اہمیت اور ذمیوں کے حقوق

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ

1424/3/22ھ، 2003/5/13ء

حمد وثناء کے بعد!

مرغوبات نفس وقلب وجسم:

نفس انسانی ہر اس چیز کی طرف جھانکتا ہے اور اس کا متمنی ہوتا ہے جس سے اسے انشراح واطمینان ملے، اور دل بھی اس چیز کی طرف سکھچتے اور مائل ہوتے ہیں جس سے انھیں راحت وانس حاصل ہو اور انسانی جسم ہر وہ چیز ذوق وشوق سے طلب کرتا ہے جو اس کے لئے سعادت و خوشی کا باعث ہو۔

مفکرین نے زمانہ قدیم وجدید ہر دور میں ان اشیاء کے حصول کے طریقے اور اسباب و ذرائع پر گفتگو کی اور یہ وضاحت کی کہ ان مقاصد کو پانے کی کیفیت کیا ہے؟ آج جبکہ انفرادی واجتماعی اور قومی وملی ہر اعتبار سے امت اسلامیہ انتہائی قلق واضطراب وبے اطمینانی اور عدم استقرار کی زندگی گزار رہی ہے، اس دور میں اسے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ وہ ہر ایسا طریقہ اختیار کرے جس کے اپنانے سے خوشگوار زندگی اور قابل تعریف عاقبت وانجام حاصل ہوں۔

حاجت امت:

امت سب سے زیادہ اس بات کی حاجت مند ہے کہ اسے وہ زندگی میسر آئے جس میں دلوں کو انشراح وخوشی حاصل ہو، نفوس کو اطمینان وسکون ملے، دلوں کو راحت اور جسموں کو انس میسر آئے، بلکہ آج انسانیت کو اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ ان اشیاء کے ایجاد کرنے کی حکمت کو سمجھے اور اس بات کو ذہن نشین کر لے کہ مادی ترقی اور دنیوی عیش وعشرت چاہے کس قدر حاصل ہو جائیں سب لا حاصل ہے اس وقت تک اسے سعادت کی سیڑھی اور خوشگوار زندگی کی راہ نہیں ملے گی، جب تک کہ وہ اپنے خالق کی طرف سے پسندیدہ طرز اختیار نہ کرے اور جب تک وہ اس انداز کو نہ اپنائے جو اللہ کے رسول خاتم الانبیاء وامام المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے۔

امن وامان کی سیڑھی:

اللہ کے خالق ورازق اور پروردگار ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ورسول ہونے پر مکمل ایمان لانا وہ اساس ہے جس کے نتیجہ میں اللہ کی ولایت ومحبت حاصل ہوتی ہے جو کہ دنیا وآخرت میں امن وسلامتی کی سیڑھی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾

”جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار (رب) اللہ ہے، پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ

غمناک ہو اور جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، خوشی مناؤ۔" (حم السجدہ:30)

دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ [62] الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾

"سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں انھیں نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ غمناک ہوں گے۔ یعنی وہ جو ایمان لائے اور متقی و پرہیز گار رہے۔" (یونس:62-63)

جس نے ان اشیاء وشروط کو پورا کیا اس کی سرپرستی قبول فرمالی اور ظلمات سے اسے نکال دیا، وہ چاہے اسے ان سے دور کر کے کیا یا انھیں اس سے دور رکھ کر کیا۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ﴾

"جو لوگ ایمان لائے ان کا دوست اللہ ہے کہ انھیں اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے، اور جو کافر ہیں، ان کے دوست شیطان ہیں کہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔" (البقرہ:257)

اس آیت میں ظلمات و اندھیروں سے مراد کفر کے اندھیرے ہیں اور نور سے نور ایمان مراد ہے جیسا کہ اس بات پر امام رازی نے اپنی التفسیر الکبیر میں تمام مفسرین کا اجماع ذکر کیا ہے۔

حصول حفاظت الٰہی:

مسلمانو! توحید باری تعالی کو اپنانا، عبادت میں صرف اسی کی رضاء کا قصد کرنا، صرف اکیلے اسی سے التجائیں کرنا اور اسی کی طرف رجوع و توجہ کرنا، دل کو صرف اسی کی طرف لگانا اور صرف اسی سے لو لگانا، اسی پر کمال درجے کا توکل کرنا، اس کے سوا کسی دوسرے کی طرف التفات و توجہ نہ کرنا، تمام مخلوقات سے مایوسی اختیار کر لینا اور ان سے حصول نفع یا دفع ضرر کا لالچ نہ رکھنا وہ صفات ہیں جن کی بدولت اللہ تعالی کی طرف سے تینوں اقسام کی حفاظت حاصل ہو جاتی ہے۔

(1) اللہ اس کے تمام دنیوی مفادات، جسم، اولاد، اہل اور مال کی حفاظت کرتا ہے۔

(2) اللہ اس کے دین و ایمان کا تحفظ کرتا ہے کہ گمراہ کن شکوک وشبہات اور حرام شہوات رانی یا تسکین خواہشات نفس سے محفوظ رکھتا ہے۔ موت کے وقت بھی اس کے دین کی حفاظت کرتا ہے اور اسے ایمان کی حالت میں موت نصیب کرتا۔

(3) اللہ اپنے ایسے بندے کو مرنے کے بعد بھی اپنی حفاظت میں رکھتا ہے، قبر میں منکر ونکیر کے سوالات کے وقت اسے ثابت قدم رکھتا ہے، قبر کے عذاب سے بچاتا ہے اور روز قیامت کی ہولناکیوں اور تکلیفوں سے اور خصوصا سب سے بڑی گھبراہٹ سے بھی اسے محفوظ رکھتا ہے، اسے جنت میں داخل کرتا اور جہنم سے بچالیتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "يَا غُلَامُ، إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ، لَمْ يَنْفَعُوكَ

إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ"

"اے لڑکے! میں تجھے چند کلمات سکھلاتا ہوں، اللہ (کے احکام) کی حفاظت و اطاعت کرو۔ اسے تم اپنی طرف متوجہ پاؤ گے، جب سوال کرو تو صرف اللہ سے سوال کرو، جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ سے طلب کرو، اور یہ بات خوب مضبوطی سے پلے باندھ لو کہ اگر پوری امت بھی جمع ہو جائے اور وہ تمہیں کوئی فائدہ پہونچانا چاہے تو وہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے اور اگر وہ سب جمع ہو جائیں اور تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے، تقدیر کے لکھنے والی قلمیں اٹھائی جا چکی اور تقدیر والے صحیفوں کی سیاہی خشک ہو چکی ہے۔"[1] (ترمذی۔حسن صحیح، شیخ البانی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح الجامع)

باب فقدان محبت وحفاظت الٰہی:

توحید کا فقدان اور حقائق ایمان کا عدم وجود انسان کو ظلمات کی بھول بھلیوں میں پھنسا دیتا ہے، حیرت زدہ اور مبتلائے شر کر دیتا ہے اور اسے اللہ کی ولایت وعنایت اور محبت ونگرانی سے دور کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ [30] حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾

"بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو، صرف ایک اللہ کے ہو کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا کر، اور جو شخص کسی کو اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے گا تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اسے پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دور جگہ اڑا لے جا کر پھینک دے۔" (الحج:30-31)

امام ابن جریر طبری اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے اس کی مثال ہدایت وحق سے دوری و ہلاکت اور اللہ سے دوری میں ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص آسمان سے گر پڑے تو اسے پرندے راستے میں فضاء کے اندر ہی اچک لیں اور یوں وہ ہلاک ہو جائے یا پھر ہوا اسے اڑا کر کسی دور دراز جگہ پر پٹخ دے۔"

حقیقی ایمان وصحیح عقیدہ نجات کی راہیں:

برادران ایمان! حقیقی ایمان صحیح عقیدہ اور شرک وبدعات سے پاک توحید والے شخص کے لئے اللہ تعالی پر تنگی و مشکل سے نکلنے کی راہیں اور نجات کے راستے بنا دیتا ہے اور جن مصائب ومشکلات، فتنوں اور شرور وبرائیوں میں وہ گر چکا ہو یا گرنے والا ہو، اللہ اس کے لئے ان سے صحیح سلامت نکل جانے اور نجات پانے کے راستے مہیا کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق مہیا کرتا ہے جو کبھی اس کے وہم وگمان میں بھی

1) ترمذی:2516۔

نہ گزرے۔اور وہ جس جس چیز کا ضرورت مند ہو اور ان سے اس کی حالت کی بہتری ممکن ہو وہ اس کے مقدر میں کر دیتا ہے جس کے لئے اس کے پاس بیشمار طریقے ہیں جو بندے کے دماغ میں بھی نہیں ہوتے اور نہ ہی اس ان کا خیال آتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا [2] وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

"جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لئے (رنج و غم سے) مخلصی (صورت) پیدا کر دے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہ ہو۔" (الطلاق:2-3)

فطرت شر اور دفاع الٰہی:

تحقیق توحید اور اس کے تقاضے پورے کرنے میں وہ اسباب و ذرائع پنہاں ہیں جن کے ذریعے ان شرور و برائیوں کو دفع اور نقصانات کو دور کیا جا سکتا ہے جو کہ انس و جن کے شیاطین سے پہنچتے ہیں، شر کی فطرت یہ ہے کہ وہ پکڑ دھکڑ کے ساتھ اسلحہ سے لیس ہوتا ہے اور کسی کی کوئی پرواہ نہیں کرتا، مار دھاڑ کرتا اور ذرا ترس نہیں کھاتا۔کبھی ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس فتنہ انگیزی کے وہ سارے اسباب یکجا ہوں جن کے ذریعے وہ لوگوں کو حق سے روکتا ہے اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کے پاس اتنی مادی قوت اور لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے والی چیزیں ہوں جو دلوں کو ڈگمگا دیتی نفوس کو ہلا کر رکھ دیتی اور فطرت کو بھٹکانے والی ہوں یہی وجہ ہے کہ توحید خالص اور ایمان صحیح کے مالک لوگوں کی طرف سے ان کا دفاع خود اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ﴾

"اللہ تو مومنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے، بیشک اللہ کسی خیانت کرنے والے اور کفران نعمت کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔" (الحج:38)

اس کے ساتھ مومن کو ان ذمہ داریوں کی بھی ادائیگی کرنا ہوگی جو اس آیت کے بعد والی آیات میں اللہ نے ذکر کی ہیں جن میں سے ہی اللہ کے حکم سے جہاد کرنا اور زمین پر حکومت و اقتدار حاصل کرنے کے اسباب اختیار کرنا بھی ہیں۔

امن و سکون کے ذرائع:

مسلمانو! قرآن کریم اکثر لوگوں کے ذہنوں سے غائب حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ دلوں کے اطمینان و سکون، سعادت و خوشی اور انس و انشراح پانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے اللہ کا ذکر، اس کے سوا دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾

"اور سن رکھو کہ اللہ کی یاد (ذکر الٰہی) سے دل آرام و اطمینان پاتے ہیں۔" (الرعد:28)

جی ہاں! دل تبھی سکون و اطمینان پاتے ہیں جب انھیں احساس ہو کہ اس کا اللہ کے ساتھ تعلق ہے اور اللہ کے قرب میں ہی ان کے لئے انس و راحت اور اس کی جناب میں ہی انھیں امن و سکون میسر آتا ہے اور جب بندے کو اپنی تخلیق کی حکمت، اپنے آغاز اور اپنے انجام کا ادراک ہو جائے تو بھی اسے اطمینان و سکون ملتا ہے، اس سے پریشان راہیں دور ہوتی ہے اور اسے ہر قسم کی زیادتی نقصان اور شر سے اللہ کی حمایت و تعاون کے شرور کی بدولت بھی راحت ملتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی وہ اللہ کی طرف سے آنے والے امتحانات پر رضا اور مصائب و مشکلات پر

صبر کا دامن تھامے رکھتا ہے۔

افادات ابن قیم:

علامہ ابن قیم کہتے ہیں: ”دلوں میں پراگندگی پائی جاتی ہے جسے صرف اللہ کی طرف رجوع و توجہ ہی دجمعی میں بدل سکتی ہے۔ دلوں میں وحشت وخوف پایا جاتا ہے اور اسے صرف اپنی خلوتوں میں اللہ سے لو لگانے کا رویہ ہی دور کرسکتا ہے۔ دلوں میں حزن وملال پایا جاتا ہے جسے صرف اللہ کی صحیح معرفت اور صدق ہی دور کر سکتے ہیں، دلوں میں قلق و اضطراب پایا جاتا ہے جسے سکون و اطمینان میں بدلنے والی چیز صرف اللہ کی طرف رجوع اور اسی کی طرف فرار ہے، دلوں میں حسرتوں کی آگ ہوتی ہے جسے صرف اللہ کے امر و نہی اور اس کے فیصلوں پر رضامندی سے ہی بجھایا جاسکتا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہ اللہ کی ملاقات تک صبر کا دامن تھامے رہے، دلوں میں سخت طلب و پیاس ہے اور وہ اس پر توقف نہیں کرتے کہ وہ کسی ایک چیز کی طلب پر ہی اکتفاء کرلیں۔ دلوں میں فقر وفاقہ پایا جاتا ہے جسے اللہ کی محبت، اس کی طرف رجوع و انابت، اس کا دائمی ذکر اور اس سے صدق اخلاص کے سوا کوئی چیز دور نہیں کرسکتی ان امور کے سوا چاہے اسے دنیا کی اور اس کی تمام دولتیں دے دی جائیں اس کا وہ فقر وفاقہ ہرگز زائل نہیں ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ جس نے توحید باری تعالی سے اعراض و روگردانی کی اس کی زندگی اجیرن اور اس کی معیشت و گزران اس پر تنگ کردی جاتی ہے اور اسے اس میں مبتلائے عذاب کردیا جاتا ہے۔ جو شخص اپنے رب سے تعلقات خراب کرلے اور اس کی گستاخی کرے، غم و پریشانیاں، حزن وملال اور ضیق و تنگی اس کی فوری سزائیں دنیوی عذاب اور فوری جہنم کی صورت اختیار کرجاتے ہیں۔

اس کے برعکس جو موحّد ہے اسے فوری اجر وثواب کے طور پر اللہ تعالی فرحت وسرور، لذت، انشراح صدر و اطمینان، اللہ کے ساتھ حسن معاملہ کی حلاوت اور اس کی اطاعت و ذکر کی لذت سے لطف پانے والا کردیتا ہے۔ اس کی روح کو اپنی محبت و ذکر کی نعمتوں سے مالا مال کردیتا اور بندے کا اپنے رب کے تقرب سے فرحت پانا کسی بھی صاحب جود و کرم بادشاہ کے قرب کی خوشی سے بھی زیادہ انبساط ہوتا ہے بلکہ یہ موحد ہی دراصل صحیح عیش وعشرت اور خوشحالی وخوشگوار زندگی گزارنے والا ہوتا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن قیم نے ذکر فرمایا ہے۔“

سعادت وخوشی کی راہیں:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾

”جس شخص کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کردیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اس طرح اللہ ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے، عذاب بھیجتا ہے۔“ (الانعام:125)

ایسے ہی ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا﴾

”اور جو میری نصیحت (وذکر) سے منہ پھیرے گا، اس کی زندگی اجیرن (تنگ) ہوجائے گی۔“ (طٰہٰ:124)

اسی طرح ہی ارشاد الٰہی: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم

﴿بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

”جو شخص نیک عمل کرے گا، مرد ہو یا عورت، اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اسے (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) کی زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔“ (النحل:97)

امام ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”خوشگوار و آرام دہ زندگی، سکون و راحت کی تمام اقسام کو شامل ہوتی ہے وہ چاہے کسی بھی طرح کی کیوں نہ ہوں۔ جیسے سعادت و خوشحالی، سکون و اطمینان اور دلی راحت و انشراح وغیرہ۔“

زندگی کی اہم ضرورت:

امن و امان زندگی کی اہم ترین ضرورت ہے اور یہ ہر بشری کوشش کے لئے بھی ضروری ہے کہ تا کہ تمام افراد اور معاشروں کے مفادات، ان کے اغراض و مقاصد اور اہداف و تمنائیں پوری ہوں۔ زندگی میں راحت و سرور، نفوس میں سعادت و خوشی اور گزران میں فراخیء و کشائش صرف امن و استقرار کے نتیجہ میں ہی آتی ہیں اور یہ چیز اللہ کے حکم سے اہل توحید و اہل ایمان کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾

”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا، ان کے لیے؟ (اور جمعیت خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“ (الانعام:82)

نقض امن اور فتنہ انگیزی کی سخت ممانعت:

اسی بنیادی نقطہ سے اور شریعت اسلامیہ کے سخت اصولوں میں ہر تعدی و سرکشی اور فساد و بگاڑ کی سختی سے ممانعت اور شدید حرمت آئی ہے۔ جو امن میں خلل انداز اور استقرار کو تہہ و بالا کرنے والے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾

”اور زمین میں اصلاح ہو چکنے کے بعد خرابی و فساد نہ کرو۔“ (الاعراف:85)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے ہی فرمایا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ [204] وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾

”اور (لوگوں میں سے) کوئی شخص تو ایسا ہے جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں تو آپ کو دلکش لگتی ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو برباد اور (انسانوں وحیوانوں کی) نسل کو نابود کرے اور اللہ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں فرماتا۔“ (البقرہ:204-205)

ضروریات خمسہ کا تحفظ:

شریعت اسلامیہ کے محکم ومضبوط قواعد اور اس کے مقاصد عامہ میں سے پانچ ضروریات کی حفاظت کرنا ہے جوکہ دین، نفس (جان)، عقل، عزت وآبرو اور مال ہیں۔ اور ان چیزوں کے تحفظ کے حصول کے لئے اور ان کے لئے وہ دفاعی احکام شریعت موجود ہیں جن کی کوئی نظیر پہلے سے موجود نہیں ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا"

"کسی مسلمان کے لئے روا نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے۔"[1] (ہراساں کرے۔) (مسند احمد وابو داوٗد)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی سرزمین میں اسلحہ تاننے سے بھی منع فرمایا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد ہے: "لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ عَلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي، لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ، فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ"

"کوئی شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی طرف اسلحہ سے اشارہ (اسلحہ سیدھا) نہ کرے، کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شیطان اس کے ہاتھ سے وہ اسلحہ چھین لے (اور چلادے) اور اسی کے نتیجہ میں وہ (قاتل بن کر) جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔"[2] (متفق علیہ)

اور ارشاد نبوی ہے: "جس نے ہم (مسلمانوں) پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

امن وامان اور اسلام:

امن وامان اور اسلام کے مبادیات میں سے ہی جھلکتا ہے جو تمام بنی بشر کے لئے مہیا کیا جاتا ہے اور یہ وہ اسلامی مفہوم ہے جو صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ دین اسلامی، جوکہ تمام اعلیٰ تعلیمات ومبادیات، عظیم محاسن اور اخلاق عالیہ کا دین ہے اور یہ اپنی تعلیمات میں صرف مسلمانوں کے ملکوں میں امن وامان کی ضمانت ہی نہیں دیتا بلکہ اسلام نے تو اپنے پیروکاروں پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ معاہدین اور مستامنین (ذمیوں) کے لیے بھی امن وامان مہیا کریں۔ جو شخص مسلمانوں کے ملکوں اور اہل ایمان کے معاشروں میں رہتا ہے اور وہ خود معاہدومستامن ذمی (کافر) ہے، اسلام کے احکام اس کے جان ومال، عزت وآبرو اور مفادات ومقدرات کے مکمل تحفظ کی بھی ضمانت دیتے ہیں جیسا کہ فقۂ اسلامی میں بالتفصیل مذکور اور طے ہے، اور یہ احکام وہ ہیں جنھیں مسلمان متبادل مفادات اور دوطرفہ منافع کی بناء پر نہیں بلکہ اس بناء پر اپناتے ہیں کہ یہ شرعی احکام وقوانین کا ایک حصہ ہیں جن کا اپنانا واختیار کرنا اور ان کا التزام کرنا مسلمان حکومت، معاشرے اور فرد پر واجب وضروری ہے کیونکہ یہ بین الاقوامی معاہدے یا سیاسی مصلحت سے قبل مسلمانوں کا ایک دینی واجب وذمہ داری ہے۔

اسلام کا مطلوبہ معاشرہ:

اسلام ایک اعلیٰ معیار کا انسانی معاشرہ قائم کرتا ہے جسے اس الٰہی شریعت حکومت چلاتی ہے جوکہ عدل وانصاف، برّ وتقویٰ اور رحم دلی کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہوتی ہے۔ وہ اسلامی وشرعی حکومت انسانیت کو فنا وبرباد نہیں کرنا چاہتی بلکہ وہ انسانیت کی ہدایت، اس کی اصلاح اور بھلائی کی خواہش مند رہتی ہے۔

---

1) ابوداؤد:5004۔

2) صحیح بخاری:7072، صحیح مسلم:2617۔

اسلام میں غیر مسلم کے حقوق:

یہی وجہ ہے کہ اسلام غیر مسلموں کے ساتھ معاملہ کرنے میں اہم امور کا احاطہ کئے ہوئے ہے:

(1) ایک ایسا اخلاقی نظام جس کی ممتاز خصوصیات میں سے معافی وتلافی ووسعت ظرفی، نرمی وآسانی اور جان ومال کے ساتھ ساتھ تمام حقوق کا تحفظ ہے۔

(2) ظلم وتعدی سے اجتناب اس طرح اسلامی قانون کسی بھی مسلمان ملک ومعاشرہ میں غیر مسلم لوگوں کو مکمل امن وامان کی زندگی گزارنے کی ضمانت دیتا ہے اور مسلمان معاشرے کے افراد پر یہ بات واجب قرار دیتا کہ مسلمانوں کے ملکوں میں آنے والے معاہدین ومستامنین (ذمیوں) سے ظلم وتعدی کا دفاع کیا جائے جو کہ مسلمان ممالک کام کاج کرنے کسی دوسرے روا کام کے لیے آئے ہوں یا پھر ولی امر (مسلم حاکم) کے حکم سے ایسے مصالح عامہ کے لیے آئے ہوں جن کا نفع عام مسلمانوں کو پہنچتا ہو۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا" (صحیح بخاری)

"جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کر دیا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائے گا جبکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آ رہی ہو گی۔"[1]

اور رفاعہ بن شداد بیان کرتے ہیں کہ میں مختار بن ابی عبید کی نگرانی پر متعین تھا جو کہ نبوت کا جھوٹا دعویدار تھا جب اس کا جھوٹا ہونا واضح ہو گیا تو اللہ کی قسم میں نے ارادہ کر لیا اور تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں لیکن مجھے وہ حدیث یاد آ گئی جو ہمیں عمرو نے بیان کی تھی جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "مَنْ أَمَّنَ رَجُلًا عَلَى دَمِهِ فَقَتَلَهُ، فَإِنَّهُ يَحْمِلُ لِوَاءَ غَدْرٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

"جس شخص نے کسی شخص کو اس کی جان کی امان دی اور پھر اسے قتل کر دیا، قیامت کے دن اسے غداری کا جھنڈا دیا جائے گا۔"[2] (ابن ماجہ، مسند احمد، نسائی، معانی الآثار طحاوی بسند صحیح)

اور مسند احمد ومعانی الآثار طحاوی میں حسن درجے کی سند سے مروی دوسری روایت میں ارشاد نبوی یوں ہے: "مَنْ أَمَّنَ رَجُلًا عَلَى نَفْسِهِ فَقَتَلَهُ فَأَنَا مِنَ الْقَاتِلِ بَرِيءٌ، وَإِنْ كَانَ الْمَقْتُولُ كَافِرًا"

"جس کو کسی شخص نے اپنے خون کا امانت دار بنایا اور اس نے اسے قتل کر دیا، میں اس سے بری ہوں، چاہے مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔"[3]

اور مصنف عبد الرزاق کی ایک روایت میں ہے: "أَيُّمَا رَجُلٍ أَمَّنَ رَجُلًا عَلَى دَمِهِ وَمَالِهِ فَقَتَلَهُ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنَ الْقَاتِلِ ذِمَّةُ اللهِ، وَإِنْ كَانَ الْمَقْتُولُ كَافِرًا"

"جس کسی نے کسی شخص کو اپنے خون کا امین بنایا اور اس نے اسے قتل کر دیا، اس قاتل سے اللہ کا ذمہ بری ہو گیا ہے چاہے مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔"[4]

---

1) صحیح بخاری: 3166۔
2) ابن ماجہ: 2688۔
3) مسند البزار: 2308۔
4) مصنف عبد الرزاق: 9679۔

امام قرطبی سورہ الحج کی آیت: (جس کا ترجمہ گزر چکا ہے) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"بیان کیا جاتا ہے کہ یہ آیت مومنوں کے رویہ کی وجہ سے نازل ہوئی ہے جب مکہ مکرمہ میں ان کی تعداد بڑھ گئی اور کفارے انہیں اذیتیں اور تکلیفیں دیں تو کچھ لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور مکہ میں موجود بعض مومنوں نے یہ ارادہ کیا کہ کفار میں سے جو بھی ہاتھ لگے اسے قتل کر دیں، انھیں حیلے بہانے اور خیانت وغداری کے ذریعے پکڑ پکڑ ماریں تو یہ آیت نازل ہوگئی جس میں اللہ تعالی نے ان کا دفاع کرنے کا وعدہ فرمایا اور صاف انداز سے انھیں غداری وخیانت سے منع کر دیا۔"[1]

اسباب عروج وسعادت امت:

مسلمانو! اس وقت تک مسلمانوں کی زندگی خوشگوار نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اللہ کے احکام کی پابندی نہ کرنے لگیں اور اس وقت تک شقاوت و بدبختی زائل نہیں ہوگی اور سعادت وخوشحالی حاصل نہ ہوگی جب تک کہ زندگی کے تمام معاملات میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل پیرا نہ ہو جائیں گے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾

"اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کے کہنے کو بجالاؤ جبکہ رسول تمھیں تمہاری زندگی بخش (حیات آفریں) چیز کی طرف بلاتے ہوں۔" (الانفال:24)

اللہ اور رسول نے جس چیز کی طرف بلایا ہے وہ ہے اس دنیوی زندگی میں امن وامان کا قیام، معاشرے میں امن وامان کا قیام عظیم ذمہ داری اور بہت بڑی امانت ہے جو اس زمین پر بسنے والے ہر فرد کو ادا کرنی ہے۔

اہم اسلامی قاعدہ:

اسلام کے وہ بڑے بڑے قواعد جن کا اس زندگی میں زیر عمل لانا واجب ہے ان میں بعض اسی ارشاد الہی میں آگئے ہیں: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

"نیکی و پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم میں مدد نہ کرو۔" (المائدہ:2)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

---

1) الجامع لاحکام القران: 12/ 67۔

نوجوان نسل اور اسباب انحراف

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ
1424/3/29ھ 2003/5/30ء

حمد وثناء کے بعد!

نوخیز پود-کورا کاغذ:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو فطرت سلیمہ (اسلام) پر پیدا کیا ہے اور پھر اس نے رسولوں کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ ان کی فطرت کو بروئے کار رکھیں اور اس کی تکمیل کریں۔نوخیز نسل اپنی عمر کے آغاز میں ایک کھلی کتاب اور کورے کاغذ کی طرح ہوتے ہیں ان پر جو کچھ بھی لکھنا چاہیں لکھا جاسکتا ہے وہ حق یا باطل یا پھر ان کے کورے ذہنوں کی مثال زمین کی سی ہے کہ اس میں صحیح عقائد یا فاسد نظریات اور اعلیٰ اخلاق یا برے اخلاق غرض ہر طرح کی فصل اگ آتی ہے۔اس بات کو نبی اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں واضح فرمایا ہے:" مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ "

"ہر بچہ فطرت (سلیمہ) پر پیدا ہوتا ہے۔پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی،نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔"[1] (صحیح بخاری ومسلم،ابویعلی، طبرانی کبیر-صحیح الجامع 2/837)

اعداء دین کا نشانہ:

نوجوان نسل کی عقلیں دشمنانان اسلام کا اصل ہدف ونشانہ ہوتی ہیں جن پر وہ مختلف طریقوں سے حملہ آور ہوتے ہیں تاکہ انہیں اپنے جال میں پھنسائیں تاکہ انہیں کبھی تو فتنوں کی دلدل میں مبتلا کر دیں اور کبھی انہیں شکوک وشبہات میں ڈبو دیں اور انہیں خواہشات نفس وشہوات نفس میں ڈبو کر ہلاک کر دیں اور انہیں لہو ولعب اور حرام امور واشیاء میں پھنسا کر انہی میں غرق کر دیں۔

محفوظ قلعہ: علم شریعت:

ایسے میں نوجوان نسل کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کہ وہ علم شریعت حاصل کریں جو کہ ان تمام مسائل کے مقابلے میں ان کے لئے محفوظ قلعہ ثابت ہوگا۔یہ علم دین ان کے ایمان میں اضافہ کرے گا اور ان کی بصیرت کو جلا دے گا۔نفس کی تہذیب کرے گا اور انہیں اصحاب عظمت وعزیمت میں سے کر دے گا۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنہیں علم عطا کیا گیا،اللہ ان کے درجے بلند کرے گا۔" (المجادلہ:11)

اسے ہمیشہ جنتوں میں رہنے والے اعمال کی توفیق دے گا،دنیا اس سے راضی ہوگی اور اس کے لئے مغفرت وبخشش کی دعاء کرے گی،ایسے

1) صحیح بخاری:1385،صحیح مسلم:2658۔

اہل علم کی مجلس میں بیٹھنے کی اور تو اور فرشتے بھی خواہش کرتے ہیں۔

علماء دین کا اعزاز:

شریعت اور دین اہل عظمت ہیں اور انہی کی بدولت علماء کو بھی عزت حاصل ہوتی ہے حتیٰ کہ علماء کرام کو انبیاء کرام کے منصب دعوت کے وارث قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ"

"علماء انبیاء کے وارث ہیں۔"[1] (ابو داؤد، مسند احمد)

علماء کی عزت وتوقیر ہمارے لئے ضروری ہے۔ سلف صالحین امت اس پر چلتے رہے ہیں چنانچہ ربیع بن سلیمان فرماتے کہ: "میں نے کبھی یہ جراءت نہیں کی کہ پانی پیوں جبکہ امام شافعی دیکھ رہے ہوں اور یہ صرف ان کی ہیبت کی وجہ سے تھا۔"

علماء کے حلقے: باعث سعادت:

علماء سے کسی معاملہ میں سوال کرنا حصول علم کا ذریعہ ہے۔ ان کی مجلسوں اور حلقوں میں بیٹھنا باعث سعادت ہے، ان سے میل جول کرنا اپنے کردار کی اصلاح کا سبب بنتا ہے اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اللہ کے فضل وکرم سے نوجوان نسل کے لیے بھٹکنے بگڑنے سے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ میمون بن مہران فرماتے ہیں: "میں نے اپنے دل کی بھلائی وصلاح علماء کرام کی مجلس میں بیٹھنے کو پایا ہے۔"

علماء کرام کی مجلسوں اور حلقوں میں بیٹھنے کا پھل صرف علوم ومعارف کے حصول میں ہی منحصر نہیں بلکہ ان کا کردار وطریقہ، ان کی چال ڈھال و انداز، ان کی عالی ہمتی اور دوسروں کو فائدہ ونفع پہنچانے کی خو پیدا کرنا وغیرہ بھی ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے لئے بھی کسی عالم کے حلقہ کا التزام ضروری ہے، اور مسلمان نوجوان نسل کا علماء سے دور رہنا انہیں حصول علم میں رکاوٹ اور اپنی رائے پر خوش ہونا سکھائے گا اور یوں وہ عبادت کی کمی میں مبتلا ہو جائے گا۔

فتنوں سے دوری:

نوجوانوں پر واجب ہے کہ وہ فتنوں، شکوک وشبہات کے مقامات اور خواہشات نفس کے سامان سے دور رہیں۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ ہمیشہ فتنوں سے پناہ مانگا کرتے تھے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی فتنوں سے پناہ مانگنے کی تاکید فرماتے رہے: "تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ"[2] (صحیح مسلم)

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ"

"جس نے فتنوں کی طرف نظر کی یا انہیں سننے میں دلچسپی لی اور ان کی طرف جھانکا وہ ان میں واقع ہو گیا۔"[3] (صحیح بخاری)

کتاب وسنت:

---

1) ابو داؤد: 2641۔
2) صحیح مسلم: 2867۔
3) صحیح بخاری: 7081۔

دین اسلام، دین حنیف نے ہمیں دونوں نوروں، نورِ کتاب اور نورِ سنت کے التزام کا حکم دیا ہے اور ان دونوں کے متضاد چلنے سے روکا ہے کیونکہ وہ فسادِ قلب و بگاڑِ دل کا سبب ہے۔

شکوک و شبہات:

جب دل میں کوئی شبہ پیدا ہو جائے تو اس کی بیخ کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کوئی شخص جب اپنے نفس کو کسی بلاء و مصیبت میں ڈالتا ہے تو اللہ اسے اسی کے سپرد کر دیتا ہے پھر وہ واجبات و فرائض کی ادائیگی میں تقصیر کرنے لگتا ہے۔ حرام امور و اشیاء کے ارتکاب میں لگ جاتا ہے۔"[1]

مخربِ اخلاق:

نوجوان نسل کا سیٹلائٹ چینلز سے جڑ جانا اور منکرات و فواحش میں پڑ جانا اخلاقی فساد و بگاڑ کی ابتداء، کردار کی خرابی کا آغاز اور منحرف افکار کی شروعات ہے۔

تعلیمِ دین:

دل جب گناہوں کی کثرت سے بوجھل و سیاہ ہو جائے تو اس کے لئے نیکی کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور منکرات و برائیوں کو قبول کرنا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے، نوجوان نسل کے تعلیمی کورسز میں تشکیک حصولِ علم ان کی ہمتوں کو کمزور اور اخذ معارف میں انہیں ضعیف کر دیتی ہے۔ دورِ حاضر میں رونما ہونے والے تغیرات، نت نئے حادثات اور طرح طرح کے واقعات اور فتنوں کی یلغار اس بات کو لازم کر رہی ہے کہ مدارس میں دینی مواد کی تعلیم میں اضافہ کیا جائے اس کی تعلیم شرح و بسط سے کام لیا جائے اور نوجوان نسل کو سمجھانے میں آسانی پیدا کرنے کے تمام ذرائع اختیار کئے جائیں اور بچوں پر غیر دینی مواد کا بوجھ لاد کر انہیں پریشان نہ کیا جائے، خصوصاً جبکہ ان میں سے بعض مواد ایسے ہیں کہ وہ بعض دوسروں سے کفایت کر جاتے ہیں، غرض امورِ شریعت کی تعلیم دینے کی سخت ضرورت ہے۔

دینی کورس کا میٹھا پھل:

انہی کورسز کا نتیجہ ہے جن میں دینی علوم کے حصوں کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے اور ان علوم پر عمل پر زور دیا گیا ہے، اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے، کہ ہمارا ملک اللہ کے فضل و کرم سے ایسے علماء سے بھرا ہوا ہے جو احکامِ شریعت کے صحیح مفہوم جانتے اور ان کا ادراک رکھتے ہیں۔ مسائل و فتاوی کے سلسلہ میں وہ مرجع خلائق ہیں۔ انہوں نے دعوت و ارشاد اور تعلیم و تبلیغ کے سلسلہ میں ثقاہت و اعتماد اور باعزت مقام حاصل کیا ہوا ہے۔

انہی کورسز کو پڑھنے کے نتیجہ میں بڑے بڑے خیر خواہ وزراء سامنے آئے ہیں، امانت دار قسم کے مشیر حضرات کی کھیپ تیار ہوئی ہے۔ اہلِ علم و ثقافت ادیب میدان میں آئے ہیں اور ذرائع ابلاغ سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے صحافی پیدا ہوئے، ماہرین طبّ اور حاذق قسم کے

---

1) مجموع الفتاوی: 10/ 577۔

حکیم و ڈاکٹرز سامنے آئے اور اہل مہارت و تجربہ رکھنے والے ماہرین اقتصادیات رونما ہوئے اور انہی کورسز کو پڑھ کر وہ لوگ افق پر نمودار ہوئے جنہوں نے ملک کی تعمیر و ترقی، تہذیب کی تیاری اور معاشروں میں زندگی کے لئے جادہ ومنزل مقرر کئے اور سنگ میل تیار کئے اور وفاداری کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے مناہج اور کورسز کی ثناء خوانی اور مدح وستائش کی جائے۔

ذرائع ابلاغ دو دھاری تلوار:

مسلمانو! ذرائع ابلاغ معاشرے کے لئے بہت بڑا دروازہ ہے اور نوجوان نسل کے لئے ہدایات و رہنمائی کا وافر حصہ اور فتوی وخیر وخواہی کا حظ وافر ان ذرائع سے مہیا ہونا ضروری ہے، اور خبردار! ذرائع کو دین کا مذاق اڑانے اور دین دارلوگوں کا تمسخر ومضحکہ بنانے سے بچیں کیونکہ یہ چیزیں سینوں میں بھونچال لاتی ہیں، اور دلوں کی چھپی نفرتوں کو بھڑکاتی ہیں۔

نوجوانوں سے ربط:

نوجوان نسل کے ساتھ تعلق رکھنا، ان کی ضروریات کا اہتمام کرنا اور ان کی رہنمائی کرنا کہ کون سا راستہ سیدھا ہے جس پر اسے چلنا چاہئے یہ امور نوجوان نسل کی حمایت ونگرانی کے لیے ضروری ہیں تاکہ دشمنان دین انہیں اپنی حلاوت زبان اور شیریں کلام و بیان سے کہیں اپنے جال میں نہ پھنسالیں۔

حفظ وتعلیم قرآن کی برکات:

قران کریم اللہ رب العالمین کا کلام ہے اس کی تلاوت سے سکینت واطمینان کا نزول ہوتا ہے اور اس کے مفاہیم ومعانی پر تدبر کرنے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، یہ قرآن سراسر نور ہے جو کہ اندھیروں کو زائل کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ﴾

"بیشک اللہ تعالی کی طرف سے تمہارے پاس نور اور روشن کتاب آچکی ہے۔" (سورہ المائدہ:15)

اسی ملک کی مساجد میں تحفیظ القرآن کے حلقوں کا بکثرت پھیل جانا اور اس ملک کے حکام وامراء کا ان حلقوں کی سرپرستی کرنا باعث صد افتخار و اعزاز ہے جس پر جتنی بھی تعریف اور شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔ انہی قرآنی حلقات کی بدولت اللہ تعالیٰ نے نوجوان نسل کی اکثریت کو انحراف سے محفوظ رکھا ہوا ہے اور انہی کے نتیجے میں دین کا تحفظ ہوا ہے۔ کتنے ہی یتیم بچے ہیں جنہوں نے ان سے استفادہ کیا اور کتنے ہی برائیوں کے دروازے بند ہوئے اور انہی کی برکت سے کتنے ہی نئے آفاق نمودار ہوئے اور علوم کے دریچ وا ہوئے ہیں۔

علوم ومعارف کا سرچشمہ:

قرآن کریم ہی تمام علوم ومعارف کی اصل و بنیاد ہے اسی سے اخلاق اور آداب اخذ کئے جاتے ہیں۔ والدین کا اپنے بچوں کو قرآن کریم حفظ کرنے پر لگانا اور اسی سلسلہ میں انہیں ترغیب دلانا انہیں برائیوں اور فتنوں سے محفوظ کر لینے کا باعث ہے اور یہ چیز ان کے کورے ذہنوں پر منحرفانہ افکار و ملحدانہ نظریات کی یلغار سے تحفظ کا سبب بھی ہے۔

بے کاری کے نقصانات:

فراغت و بے کاری فکری واخلاقی انحراف اور کردار کے انحطاط کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔اسی طرح دورحاضر کے لہو ولعب اور سیٹلائٹ چینلز بھی فکری انحراف،تخریب اعتقادات اور عقول واذہان میں زہر گھولنے میں اہم کردارادا کررہے ہیں خصوصاان نوجوانوں کے لئے سخت ضرررساں ہیں جو کہ ان پر بکثرت وقت برباد کرتے ہیں۔سمجھدار وعقلمند والدین ان چینلز اور ایسے لہو ولعب کو گھروں میں داخل ہی نہیں ہونے دیتے تاکہ بعد میں حزن وملال کے آنسو نہ بہانے پڑیں اور کف افسوس نہ ملنا پڑے اور کوئی اچانک انہونی خبر نہ سننی پڑے۔

والدین اور اولاد حائل خلیج:

باپ اور بیٹے کے مابین حائل خلیج ایک ایسا عمل ہے جو کہ بچے کو اپنے دل میں پوشیدہ افکار ونظریات اور خواہش وتمنا کا اظہار کرنے سے روکتا ہے۔وہ اپنا مافی الضمیر اپنے والد کے سوا دوسرے لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے اور وہ شخص ہوسکتا ہے کہ تربیت کرنے کا فن اچھی طرح نہ جانتا ہو اور نہ ہی اس کی راہنمائی کرسکتا ہو بلکہ ممکن ہے کہ وہ اپنے دل میں اس بچے کے لئے کوئی محبت وشفقت بھی نہ رکھتا ہو۔

باہمی تبادلہ خیال کا فائدہ:

والد کا اپنے بچوں کے قریب رہنا اور ان سے گھل مل کر بات چیت کرنا اور والدین کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آراء وافکار واظہار اور تبادلہ خیال کرنا بچوں کے سلامت ومحفوظ رہنے کا ذریعہ اور والدین کے لئے سکون واطمینان کا باعث اور والدین سے حسن سلوک کی بنیاد ڈالنے والا قاعدہ ہے۔

اچھے ساتھی:

ساتھی کسی کو بگاڑنے یا سنوارنے کا ذریعہ ہوتا ہے اور انبیاء کرام نے ساتھی کے مقام ومرتبہ کو بڑی اہمیت دی ہے حتی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کہتے ہیں کہ:اللہ کے دین کے سلسلہ میں میرا ساتھ ومددگار کون ہے؟

ہمارے نبی ﷺ نے بھی دعوت وارشاد کی راہ میں تعاون کرنے والا ساتھی اختیار فرمایا اور ارشاد فرمایا:"وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ أُمَّتِي، لَا تَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ، وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ" (صحیح بخاری ومسلم)

"اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بنانے والا ہوتا تو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا،لیکن وہ تو میرے بھائی اور ساتھی ہیں۔"[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:" میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے میرے والدین اسلام پر ہی تھے اور نبی ﷺ ہمارے یہاں مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران صبح وشام آیا کرتے تھے۔"

اچھا ساتھی آپ کو بھلائی کا ہدیہ دے گا اگر کہیں کسی نیکی کو آپ بھول جائیں گے تو یاددہانی کرائے گا اور اگر کبھی آپ پر غفلت کا زور ہوا تو وہ آپ کو آمادہ کرے گا،جب آپ اس کے پاس جائیں گے تو وہ صرف اپنی محبت کا اظہار کرے گا اور جب آپ غائب ہوں گے تو آپ کے حقوق محبت

---

1) صحیح بخاری:466،صحیح مسلم:2382۔

کا تحفظ کرے گا۔

برا ساتھی:

جبکہ برا ساتھی تو اپنی خواہش نفس کی تکمیل اور لذت کام و دھن کے پیچھے ہی دوڑے گا، اور جب آپ سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے گی تو وہ آپ کو کھوٹے سکے کی طرح پھینک دے گا، وہ آپ کو ہر برائی کے قریب لے جانے میں کوشاں رہے گا اور ہر خیر و بھلائی کے کام سے آپ کو دور کرے گا۔ نہ آپ دنیوی امور میں اس کے ساتھ کو باعث فخر سمجھ سکتے ہیں اور ایسے آدمی کا ساتھ آخرت میں باعث ندامت و شرمندگی ہو گا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا [27] يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا﴾

"اور جس دن (ناعاقبت اندیش) ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے گا (اور کہے گا) اے کاش! میں نے پیغمبر کے ساتھ رشتہ اختیار کیا ہوتا، ہائے شامت، کاش میں فلاں شخص کو دوست (ساتھی) نہ بنایا ہوتا۔" (الفرقان: 27-28)

لہذا نیک و صالح لوگ کی مجلس اختیار کریں اور انہی کی صحبت کو باعث شرف و عزت سمجھیں اور دین و دنیا ہر دو میں ہی برائی کرنے اور نقصان دینے والے شخص کی مصاحبت کے ساتھ سے دور رہیں۔

تعمیر ملت میں عورت کا کردار:

عورت کا معاشرے میں ایک اہم رول ہے اس پر توجہ دیں اور اس کی صحیح راہنمائی و تربیت کریں۔ اگر عورت گھر کو خیر باد کہہ دے تو ذمہ داری پوری نہ کرے اور بکثرت باہر آنے جانے کے نتیجہ میں گھر کی ذمہ داری سے دست بردار ہو جائے تو بچے گھر میں ماں کی مامتا نہ پائیں گے، پیار و شفقت گھر سے مفقود ہو جائے گا اور گھر میں اپنے ساتھ بچے صرف ان لوگوں کو پائیں گے جو کہ ان سے سراسر اجنبی و بے گانے ہیں مثلا نوکر چاکر وغیرہ ہی گھر پر ملیں گے۔ لہذا وہ ماں کی مامتا اور ایک شفیق شخصیت کے بے لوث پیار سے محروم ہو جائیں گے۔ ایسی حالت میں بچوں کا گمراہ ہو جانا اور ایسے لوگوں کے ہتھے چڑھ جانا کوئی بعید بات نہیں جو انہیں چکنی چپڑی باتوں میں مستقبل کے روشن باغ دکھا کر بہکا لے جائیں۔

ماں کا مقام و ذمہ داری:

اسلام نے ماں پر بہت بڑی ذمہ داری عائد کی ہے ارشاد نبوی ہے: "وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا ، وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا"

"بیوی شوہر کے گھر کی نگران اور مسئول و جوابدہ ہے۔"[1] (صحیح بخاری و مسلم)

عورت کی گود سے ہی علماء نکلے، بڑے بڑے دانشور پیدا ہوئے، عورت کی اس سے بڑھ کر عزت اور اس سے زیادہ تعظیم و تکریم اور کیا ہو سکتی

1) صحیح بخاری: 893، صحیح مسلم: 1829۔

ہے کہ عورت کو اپنے گھر میں رہتے ہوئے عقول واذہان کی تعمیر کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اس پر واجب ہے کہ وہ اس ذمہ داری کو نبھائے تاکہ کل کلاں کو اپنے بچوں کے بگڑنے پر خون کے آنسو نہ بہانے پڑیں۔ عورت کو وہ کھوکھلے رنگارنگ نعرے نہیں سننے چاہئیں اور نہ ہی ان تحریکوں پر کان دھرنا چاہیے جو اسے اس کی مملکت سے نکالنے اور بچوں کو لاپرواہی سے نظرانداز کر دینے کی طرف دعوت دیتی ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿مَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا﴾

”جو شخص ہدایت اختیار کرتا ہے تو اپنے لیے اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو گمراہی کا نقصان بھی اسی کو پہنچے گا۔ اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔“ (بنی اسرائیل: 15)

اسلام میں خاندانی نظام:

مسلمانو! اسلام میں خاندان ایک طاقت ور مرکز کی حیثیت رکھتا ہے جس کے سائے میں اہل خانہ کے دل ایک دوسرے سے محبت ومودت اور عطف ورحمت کے ساتھ ملتے ہیں اور اللہ تعالی نے اولاد اور والدین کی قسم کھائی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ﴾

”(ہمیں قسم ہے) باپ (آدم) اور اس کی اولاد کی۔“ (البلد: 3)

بچوں کی اصلاح اور دیکھ بھال بھلے لوگوں کا شیوہ ہے اور اگر وہ صحیح کردار وعمل والے ہوں تو یہ بات ماؤں اور باپوں کے لئے باعث خوشی و مسرت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے عباد الرحمن کی دعاء ہمیں سکھلائی ہے: ﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾

”اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔“ (الفرقان: 74)

تہذیب اطفال واولاد:

بچوں کی تعمیر وتہذیب کی پہلی اینٹ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ کی معیت اور اس کا بندے کو ہر وقت نگرانی میں لئے ہوئے ہونے کا تصوّر جاگزیں کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب کہ وہ ابھی چھوٹی عمر کے بچے تھے کہ یہ فرمایا تھا: "احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ"

”اے بیٹے! اللہ (کے دین) کی حفاظت کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اللہ (کے دین) کی حفاظت کرو۔ اللہ کو اپنے سامنے (مدد کے لئے تیار) پاؤ گے۔“[1] (ترمذی)

بچوں کو اس بات کی تربیت دینے کی ضرورت ہے کہ وہ علوم ومعارف کو حاصل کریں اور اپنے اوقات کی قیمت کا احساس کرتے ہوئے انہیں غنیمت سمجھیں، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ"

1) ترمذی: 2516۔

"اپنے لئے نفع آور چیز کے حصول کی کوشش کرو۔"[1]

والد کا فرض:

والد کا فرض ہے کہ وہ ہر اس چیز کو مہیا کرنے میں کوشاں رہے جو اس کے بچوں کے لئے مفید ہو۔ اور انہیں نقصان پہنچانے والی ہر چیز کو ان سے دور رکھے۔ اور اپنے بچوں کے لئے اچھے دوستوں کا انتخاب کرے اور ان بچوں کی اچھی نشو ونما اور بہتر تربیت کا انحصار اس بات پر ہے کہ ان کے والدین اپنے دین سے گہرا تمسک و تعلق رکھنے والے ہوں, والدین جتنے زیادہ دین کے پابند ہوں گے بچے ان کی اقتداء کر کے گمراہی کے اسباب اور ضیاع کے عوامل سے نجات پالیں گے۔

بیٹے کی ذمہ داری:

اے بیٹے (نوجوان)! یہ بات آپ بھی اپنے ذہن میں بٹھالیں کہ آپ کے والدین کی امید یہ ہے کہ آپ ان لوگوں میں سے بنیں جن کی سیرت و کردار بڑا عمدہ اور اخلاق بڑا اعلیٰ ہوتا ہے۔ آپ بڑے صاحب استقامت ہوں اور باعث ہلاکت و ذلت کاموں سے دور رہیں۔ اور انحراف کا شکار نہ ہوں اور نہ ہی لذت کام و دھن اور خواہشات نفس کے اسیر بنیں, شہوت رانی اور غفلت شعاری کی گھڑی میں اپنے والدین اور اپنی امیدوں پر پانی نہ پھیر لیں۔ آپ کے لئے ضروری ہے کہ اٹھنے بیٹھنے کے لئے اور خوش گپیوں کے لئے اچھے ساتھیوں کا انتخاب کریں۔ علماء کرام کی صحبت اختیار کریں اور نیک و صالح لوگوں کی مجلسوں کو اختیار کریں۔ تاکہ دنیا و آخرت کی سعادت و خوشی تمہارا مقدر رہو۔

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

1) صحیح مسلم: 2664۔

مشکلات امت اور مغرب زدہ منافقین کا گھناؤنا کردار

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ
6/4/1424ھ،6/6/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، اس کی نعمتوں پر اس کا شکرادا کرو اور اس سے مزید نعمتوں کی دعائیں کرو اور اس کی قضاء و قدر پر رضاء وصبر کرو اور خبر دار رہو کہ قدم ڈگمگانے نہ پائے، جس نے اپنے دین کی عمارت کو گرا دیا، وہ اپنی عظمت وعزت کی عمارت گرانے میں بھی پیچھے نہیں رہے گا۔

حق و باطل میں آویزش:

مسلمانو! گھات لگائے بیٹھے دشمنوں کی مکاریوں اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے مکروفریب کے سلسلہ کی کڑیاں مسلسل سامنے آرہی ہیں اور حق و باطل کی قوتوں کے مابین یہ آویزش جاری ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ وَكَفَى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا﴾

"اور اسی طرح ہم نے گناہگاروں میں سے ہر نبی کا دشمن بنایا، اور تمہارا رب ہدایت دینے اور مدد کرنے کو کافی ہے۔" (الفرقان:31)

دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾

"اور اسی طرح ہم نے شیطان سیرت انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا تھا وہ دھوکہ دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، تو انہیں اور جو کچھ وہ افتراء کرتے ہیں، اسے چھوڑ دیں۔" (الانعام: 112)

مصائب ومشکلات اور منافقین امت:

امت مسلمہ پر مصائب ومشکلات کے جھکڑ اور رنج والم کے بھنور آتے ہیں تا کہ وہ اہل نفاق وشقاق کی اندرونی کیفیت اور ان کی بد باطنی کا پردہ چاک کرسکیں اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف چھپی نفرتوں کا بھانڈا پھوڑ سکیں اور ان کی اوڑھی ہوئی ردائے نفاق کو چاک کرسکیں۔ اور اللہ نے سچ ہی فرمایا ہے اور اس سے زیادہ سچا کون ہوسکتا ہے: ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ [29] وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ﴾

"کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ اللہ ان کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا۔ اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ آپ کو دکھا بھی دیتے اور آپ انہیں ان کے چہروں سے ہی پہچان لیتے۔ اور آپ انہیں (ان کے) انداز گفتگو ہی سے پہچان لیں گے۔ اور اللہ آپ کے اعمال سے واقف ہے۔" (محمد:29-30)

منافقین کا انداز واردات:

کچھ بدفکر اور برے نظریات کے مالک لوگوں نے اسلام، علماء اسلام، اہل اسلام، امتیازات واساسات اسلام، مناہج اسلام اور بلاد اسلامیہ پر اپنی چھپی دشمنی کے نتیجہ میں کھلا وار کیا ہے تا کہ یہ بات کھل کر سامنے آجائے کہ امت اسلامیہ کی اپنی صفوں کے اندر کچھ دشمن چھپے ہوئے ہیں جو کہ بظاہر دوستی کے جھوٹے دعوے دار ہیں اور اسلام سے نسبت ومحبت میں وہ جھوٹے ہیں انہوں نے دشمنانہ رویہ اپنایا۔ خباثت دکھائی اور اباطیل کا اظہار کیا۔ انہوں نے دروغ گوئی کی اور افتراء پردازی سے کام لیا۔ انہوں نے کاغذات کو سیاہ نہیں کیا بلکہ انہیں اپنے اندرونی میل سے گندہ کیا اور شک وانکار اور وسوسہ اندازی سے آلودکیا، موڑ توڑ کر استعمال کئے گئے کلمات سے تیار شدہ مقالات لکھے گئے اور طرح طرح کی حماقتوں کا اظہار کیا گیا۔ یہ ساری کارستانی کرنے والے برباد ہوجائیں۔ افتراء پرداز زبانوں نے جو کچھ کیا ہے بہت ہی قبیح و برا کیا ہے، ان کے دل ایسے ہیں کہ جنہیں بدعملی نے فاسد کر رکھا ہے وہ فتنہ پروری کر رہے ہیں اور ٹیڑھی زندگی جینے کی طرف لے جانا چاہتے ہیں، بے عملی تنقید کر رہے ہیں، بے ادبی گفتگو کرتے ہیں، فہم وفراست کے بغیر ہی معاملہ کو سلجھانے کے درپے ہیں اور انتہائی مکر وفریب اور چالاکی سے اسلام کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

یہ بونے اہل قلم:

یہ گھٹیا ذہنیت کے مالک لوگ سر چڑھ گئے ہیں اگرچہ اہل شرف وکرم سے تو درحقیقت بلند نہیں ہوسکے۔ یہ قد کے بونے ہیں مگر اپنے آپ کو بڑا قد آور ثابت کرنے کے درپے ہیں، دولت دنیا کے عوض میں بکی ہوئی قلمیں دروغ گوئی وکذب بیانی پر تلی ہوئی ہیں۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ ان کی ضلالت وگمراہی اور ان کے باطل کا سرعام بھانڈا پھوڑے یہ چھوٹی چھوٹی ٹولیاں جو کہ دروغ گوئی، افک پردازی اور تہمت طرازی کرنے والے ہیں وہ مغربی مال لے کر سامنے آئے اور وہ مال کا نام علمانیت ہے اور وہ مال جس کی حقیقت لادینیت ہے اور اس کا اصل ہدف وٹارگٹ یہ ہے کہ زندگی سے اسلام کا مکمل صفایا کر دیا جائے، وہ لوگ اپنی امت کو بھی اس طرف دعوت دیتے ہیں کہ فیصلوں، انتظامات اور قانون سازی وغیرہ سب امور میں مغربی طرز کو اختیار کیا جائے۔

کھوکھلے نعرے اور دعوے:

وہ فسق وفجور سے لت پت اور انحراف کی زندگی کے بڑے دلدادہ ہیں اور طہارت و پاکدامنی کی زندگی سے انہیں نفرت ہے اور چادر اور پردے پر رکیک حملے کر رہے ہیں اور بے پردگی ومرد وزن کے باہمی اختلاط و کھلے میل جول کا مطالبہ کرتے ہیں، وہ مرد وزن میں مساوات کے نعرے لگاتے ہیں، عورت کے کام کاج کرنے اور اسے مکمل آزادی مہیا کرنے کے مطالبے کرتے ہیں۔ پتہ نہیں کہ وہ کونسی آزادی کی بات کرتے اور کون سا کام کروانا چاہتے ہیں اور کس آزادی کے سبز باغ دکھاتے ہیں۔ کیا ان کی مراد وہی مساوات ہے جو انسانی فطرت اور نسوانی طبیعت سے مطابقت رکھتی ہے یا وہ مخنثوں والی مساوات کی بات کر رہے ہیں۔

اہل مغرب کے یہاں مساوات؟

ان کے نزدیک مساوات یہ ہے کہ عورت بازاری مال بن جائے اور وہ ان مادہ پرستوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنی رہے، عورت مرد کے ہاتھ کی کنیز ہو، اسے استعمال کرے، اسے ذلیل کرے، اس سے شہوت رانی کرے اور اس کی عزت وشرف سے کھیلے، اس کے گوہر عفت و عصمت کو داغدار کرے اور پھر اسے یوں پھینک دے جیسے کھجور کھا کر اس کی گٹھلی پھینک دی جاتی ہے۔
ان کے نزدیک عورت فیشن شو میں نت نئے فیشن کی چیزوں کو متعارف کروانے والی ایک نیم عریاں قسم کی عورت ہے۔ پھر قحبہ خانوں اور فحاشی کے اڈوں میں رقص کرنے والی ڈانسر یا پھر فلمی صنعت اور پیشہ وری کی جگہوں پر جسم فروشی کرنے والی ہے جہاں وہ اپنی ٹانگوں سے کیا اور پستانوں سے کیا، اس کے جسم کے ہر حصے کو کام پر لگانا چاہتے ہیں وہ مرد کے شانہ بشانہ چلے، اس جیسی بنی رہے، اسی سے آویزش بنائے رکھے اور اس سے مزاحمت ومقابلے پر اتری رہے یہ ہے اہل مغرب کی مساوات۔

اسلامی تصوّرِ مساوات:

جب کہ اسلام میں مساوات مرد وزن کا تصوّر خود اللہ تعالی نے بیان فرمایا ہے: چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾
"اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے، البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے۔" (البقرہ:228)

اور اسلام میں مرد وزن کے مابین مساوات کے تصور کو بیان کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: " إِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ"
"عورتوں مردوں کی ہم جنس (سگی) ہیں۔"[1] (ابوداؤد، مسند احمد وترمذی)
غرض عورت مرد کی ہی ہم جنس اور سگی ہے۔ وہ مرد کے بغیر پوری نہیں اور مرد اس کے بغیر نامکمل ہے۔ مرد اپنی مردانگی اور قوامیت و برتری سے مرد ہے جب کہ عورت اپنی نسوانیت ونزاکت اور پاکدامنی وعفت سے عورت ہے، اہل مغرب کے یہاں عورت محض پیشہ ور اور کنیزوں میں سے ایک کنیز ہے جب کہ ہم مسلمانوں کے یہاں وہ مامتا وشفقت کے جذبات سے لبریز ماں، پیار ومحبت کے جذبات سے لبریز بیوی اور جود وسخا و وفا کی دولت سے مالا مال بہن ہے، عورت پاکیزگی کی علامت، غیرت وحشمت کی نشانی، عفت وعصمت کا گوہر، شرم وحیاء کا پیکر اور شرف وخودی کا مجسمہ ہے۔ یہ انسان کی تربیت کرنے والی، فضائل واخلاق حسنہ کی تخم ریزی کرنے والی اور حسن کردار وعادات کی آبیاری کرنے والی، نیز ان کی عظمتوں اور رفعتوں کی بانی ہے۔ یہ ہے ہمارے یہاں عورت کا مقام ومرتبہ- عالم کفر کو اسلام کے نظام عدل و انصاف، حکمت و دانش اور رحم وکرم سے سبق سیکھنا چاہیئے۔
ہم ساری دنیا کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ عورت پر ظلم بند کریں جو تم نے انہیں غلاموں کی سی زندگی دے کر ان پر شروع کر رکھا ہے اور اسے

1) ابوداؤد:236۔

شقاوت و بدبختی میں مبتلا کر رکھا ہے۔

عقیدۂ ولاء و براء سے جنگ:

مسلمانو! لادینی قوتوں اور اہل نفاق نے اپنے حقد و بغض کا مظاہرہ کرنے کے لیے کچلیاں نکال رکھی ہیں اور انہوں نے مسلمانوں سے اوران کے عقیدہ ولاء و براء اور نظریہ محبت و نفرت کے ساتھ بھی جنگ شروع کر رکھی ہے جو کہ اسلام کا مضبوط ترین کنڈا ہے جس سے اسلام کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا ابْنَ مَسْعُودٍ ". قُلْتُ : لَبَّيْكَ ثَلَاثًا . قَالَ : " هَلْ تَدْرُونَ أَيُّ عُرَى الْإِيمَانِ أَوْثَقُ ؟ " قُلْتُ : اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ . قَالَ : " الْوَلَايَةُ فِي اللهِ ، وَالْحُبُّ فِي اللهِ ، وَالْبُغْضُ فِي اللهِ "

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر پوچھا: أي عرى الإيمان أوثق؟)) قال: الله ورسوله أعلم. قال: »الموالاة في الله، والمعاداة في الله، والحب في الله، والبغض في الله۔

"سب سے قوی و مضبوط ایمان کون سا ہے؟ انہوں نے عرض کیا:" اللہ یا پھر اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔" تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قوی ترین ایمان اور اس کا مضبوط ترین کنڈا یہ ہے کہ بندہ ولاء بھی اللہ کے لئے رکھے اور عداوت بھی اللہ کے لئے کرے۔ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کی خاطر اور اگر کسی سے نفرت کرے تو وہ بھی صرف اللہ کے لیے۔"[1] (معجم طبرانی کبیر، اور شواہد مؤید روایات سے مل کر اس حدیث کی سند بھی قوت اختیار کر جاتی ہے)

یہ لوگ عقیدہ ولاء و براء کے خلاف کیوں جنگ چھیڑے ہوئے ہیں؟ یہ لوگ کس سے ولاء و براء کروانا چاہتے ہیں؟ کس سے ولاء رکھیں؟ کس سے براءت ذمہ کا اظہار کریں؟ کس سے محبت رکھیں؟ اور کس سے نفرت کریں؟

یہ لوگ نظریہ ولاء و براء کے خلاف اس لیے جنگ چھیڑے ہوئے ہیں تاکہ وہ ہمیں بھی انہی کی زلف کا اسیر بنا دیں جس کے وہ خود اسیر اور ہمیں بھی ان سے نفرت کرنے پر لگا دیں جن سے وہ نفرت رکھتے ہیں۔ اگر ایسا کر لیا جائے تو پھر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب اشیاء و امور سے محبت نہ رہے گی اور نہ ہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناپسندیدہ چیزوں اور افعال سے نفرت کا سلسلہ باقی رہے گا۔

یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے عقیدے، اخلاق، قدروں، تاریخ اور عظمتوں سے دست بردار ہو جائیں تاکہ عقیدۂ کفر، انکار الٰہی و انکار دین، کافرانہ اخلاق و اقدار اور کافرانہ زندگی کی روش پر چل نکلیں۔ یہ لوگ اہل علم و فضل اور نیک و پاکباز لوگوں پر انگلیاں اٹھاتے ہیں، احتسابی اداروں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں کام کرنے والے لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان پر الزام تراشیاں کرنے کی جنگ جاری کر رکھی ہے۔ ان سے سرزد ہونے والی خطاؤں کی رائی کا پہاڑ بنا رہے ہیں اور ان کی عزت و آبرو کو سر عام نشانہ بنا رہے ہیں اور ان کے کارنامے چھپاتے ہیں اور ان کی نیکیوں کے بیان سے ان کی زبانیں گنگ ہیں۔

1) معجم طبرانی کبیر: 10357۔

ان کی زبانوں اور قلموں کی زہر پاشی سے صرف سب چینلز میں سے وہ اسٹیشن بچے ہوئے ہیں جو کہ خود بھی عریان روش طوفان بدتمیزی بپا کئے ہوئے ہیں، وہ جرائد ومجلات اور رسائل ومیگزین محفوظ ہیں جو مخرب اخلاق ہیں، یا پھر ان سے فلمی انڈسٹری اور گانے بجانے والے لوگ بچے ہوئے ہیں جب کہ ان سب اداروں کی بھینٹ چڑھنے والوں کی تعداد کچھ کم نہیں انہوں نے اتنے لوگوں کے ضمیر کا قتل کیا ہے کہ جن کی گنتی کرنا ناممکن ہے۔

اسلامی کتابوں سے جنگ:

ان کے قلم وزبان سے توحید وعقیدہ کی کتابیں بھی نہیں بچ سکیں نہ دیگر دینی موضوعات پر مشتمل کتب دینیہ ہی بچ پائی ہیں اور انہوں نے یہ مطالبہ کردیا ہے کہ توحیدی مواد اور دینی موضوعات پر مشتمل مواد کو کم از کم کیا جائے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت پورے کرۂ ارض پر کسی ملک میں ایسا کوئی تعلیمی کورس موجود نہیں جیسا کورس ہمارے ملک میں ہے جو کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے اور اس کورس سے بہتر تحفظ حقوق اور امن وامان کا سبق دینے والا دوسرا کوئی کورس پوری دنیا میں موجود نہیں ہے، یہ دراصل کھلا ہوا ظلم وجور، اسلام سے واضح دوری اور عقائد سے جنگ ہے۔

ہاتھی کے دانت:

وہ لوگوں سے معافی تلافی کے رویے کا مطالبہ کرتے ہیں جب کہ خود معاندانہ اور مبنی بر عداوت انداز اپنائے ہوئے ہیں، وہ ایسے افکار ونظریات پھیلا رہے ہیں جو فتنہ وشر اور عداوت ودشمنی پھیلانے والے ہیں اور اپنے معاملہ میں دوسری رائے رکھتے ہیں جو دوسروں سے دشمنی پر مبنی ہے، وہ میانہ روی کی دعوت دیتے ہیں لیکن انتہائی مبالغہ آمیزی، انتہاء پسندی، انحراف وبے راہ روی اور شذوذ وغیر فطرتی انداز سے۔

مغرب زدہ منافقین کی پتلی حالت:

وہ اپنی امت ودین کے بارے میں بڑی ذلت آمیز رائے رکھتے ہیں، اپنی تاریخ کو انتہائی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اپنے اسلامی اخلاق واقدار کی ناقدری وتوہین کرتے ہیں اور خود ان کی حالت دیدنی ہے جو ان کی زبان حال بیان کررہی ہے کہ وہ اہل مغرب کے ساتھ انہی کی سی ذلت ورسوائی والے گھٹیا انداز کی زندگی جی رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ پوری مسلم امہ انہی کی طرح پستی وانحطاط کی زندگی بسر کرنے لگ جائے۔

یہ اہل فساد:

وہ صدق وصفائی اور اصلاح وتجدید کا دعوی کرتے ہیں اور دوسروں کو رجعت پسندی، تعصب، جمود، انتہاء پسندی اور دہشت گردی کا الزام دیتے ہیں، لیکن حسب ارشاد الہی: ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا﴾

"یہ بڑی سخت بات ہے کہ جو ان کے منہ سے نکلتی ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں، محض جھوٹ ہے۔" (الکھف:5)

اور ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَى وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾

”اور (یہ لوگ) قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی کرنا تھا مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔“ (التوبہ:107)

اور ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ﴾

”اور اللہ گواہی (ظاہر کر دیتا) ہے کہ منافقین (اعتقاد نہ رکھنے کے لحاظ سے) جھوٹے ہیں۔“ (المنافقون:1)

اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ[11] أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِن لَّا يَشْعُرُونَ﴾

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد بپا نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں، دیکھو یہ بلا شبہ مفسد ہیں لیکن خبر نہیں رکھتے۔“ (البقرہ:12-11)

شجرۂ منافقین کے برگ و بار:

مسلمانو! یہ خبیث پودا اور ملعون درخت مسلمان ممالک میں بویا جا چکا ہے، اس نے اب بال و پر نکال لئے ہیں، اس پر برگ و بار لگ گئے ہیں اور وہ تناور ہو چکا ہے، اس نے شاخیں بھی پھیلائی ہیں حتی کہ اسلامی ممالک تعلیم و تربیت کی وزارتیں، ابلاغ و نشریات کے وسائل اور ذرائع اشاعت، اقتصادیات، افواج و عساکر اور دفاع کی وزارتیں، ملکی انتظام و انصرام کے ادارے اور قانون ساز ادارے ڈیڑھ صدی سے ان لوگوں کی قیادت میں دیئے جا چکے ہیں اور اس کا نتیجہ کیا نکلا ہے۔

اقتصادی حالت انتہائی بگڑ چکی ہے، ٹیکنالوجی میں زبوں حالی و پستی، انتظامی امور میں فساد و بگاڑ، ذرائع ابلاغ اور وسائل نشر و اشاعت میں انحراف پیدا ہو چکا ہے اور اس کے نتیجہ میں نوجوان کیا اور سنجیدہ کیا نسلوں کی نسلیں بگڑ گئی ہیں اور حرب و ضرب کے میدانوں میں مسلسل ہزیمت و شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، یہ ہیں علمانی و بے دین لوگ اور یہ ہیں ان کے نظریات کے نتائج و ثمرات تلخ، یہ لوگ دین سے نکل چکے ہیں، جو شخص ان کی طرف داری کرتا ہے وہ باطل کی طرف داری کرتا ہے، جو ان کی مدد و تعاون کرتا ہے وہ گویا اسلام کی عمارت کو گرانے میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہے، ان سے بچ کر رہیں، ان کے دام ہمرنگ زمین میں نہ پھنسیں اور نہ ہی ان کے شکار ہوں، وہ کہیں آپ کو اپنی چرب لسانی و خوش بیانی اور تشکیل کے ذریعے آپ کے دین سے نہ بہکا دیں۔

شر و فساد خبردار:

حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُولُ: كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَنَا اللهُ بِهَذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَفِيهِ دَخَنٌ. قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: قَوْمٌ يَسْتَنُّونَ بِغَيْرِ سُنَّتِي، وَيَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ. فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ، دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، صِفْهُمْ لَنَا. قَالَ: نَعَمْ، قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَمَا تَرَى إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ؟ قَالَ: تَلْزَمُ جَمَاعَةَ

الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ . فَقُلْتُ: فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ ؟ قَالَ: فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا ، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ عَلَى أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذٰلِكَ"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیر و بھلائی کے کاموں کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شر و برائی کے کاموں کے بارے میں پوچھا کرتا تھا کہ وہ کون کون سے ہیں؟ اور شر و برائی کے بارے میں پوچھنے میں میرا یہ خدشہ کارفرما تھا کہ کہیں ان میں واقع اور ان کا شکار نہ ہو جاؤں، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم عہد جاہلیت اور دور شر وفساد میں تھے، پھر اللہ تعالی اس خیر و بھلائی کے دین اسلام کو لایا کیا اس خیر کے بعد پھر کبھی شر بھی آنے والا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں۔ میں نے عرض کیا: ”کیا اس شر کے بعد پھر خیر کی آمد ہوگی؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں“ اور اس میں کچھ خرابی کی آمیزش بھی ہوگی۔ میں نے عرض کیا: اس میں خرابی کی آمیزش کیا ہے؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ایک قوم جو دین کی تعلیمات و ہدایت کے بغیر لوگوں کی راہنمائی کرے گی۔ آپ ان سے ملیں اور ان کی باتوں کو سنیں گے تو ان پر نکیر کریں گے۔ میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا؟ نبی نے فرمایا: ”ہاں“ کچھ لوگ جہنم کے کناروں پر کھڑے لوگوں کو اپنی طرف بلائیں گے، جس نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا وہ اسے جہنم میں پھینک دیں گے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں ان کی صفات و پہچان بتائیے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”وہ ہمارے ہی بنی جنس سے ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولی بولیں گے۔“[1] (صحیح بخاری و مسلم)

معزز کون اور حقیر کون؟

مسلمانو! بلاشبہ ہر وہ شخص جو اللہ کے دین سے ہٹ گیا، یا فساد و بگاڑ کی راہ اختیار کرکے عناد میں مبتلا ہو گیا وہی دم کٹا دشمن وہی حقیر دشمن اور دین کے بدترین اعداء میں سے ہے اور اس کا انجام وبال وعذاب اور اس کی فکر کمزوری کی طرف مائل ہے۔ رہا معاملہ عزت و ذلت کا تو اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

”اور عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے۔“ (المنافقون:8)

تضحیک و استہزاء کا انجام:

جس نے اللہ کو گالی دی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہا یا کوئی نقص نکالا، عیب چینی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی یا دین اسلام کے بارے میں کسی صریح قول یا فعل سے استہزاء کا رویہ اپنایا اور اس کا مذاق اڑایا یا قرآن کریم سے کسی طرح مذاق کیا اور اس کی حرمت و عظمت کے خلاف زبان کھولی یا اس پر ردّ و قدح کی اور ارتداد میں مبتلا ہوا ایسے شخص کے بارے میں اللہ کے حکم و فیصلہ سے کوئی شخص بھی ناواقف نہیں ہے۔ ایسے شخص سے اس کی قوم کے بارے میں کسی خیر و بھلائی کی کوئی توقع رکھنا سراسر کارِ عبث ہے نہ ہی وہ خود سنورا ہے اور نہ ہی اس سے دوسروں کو سنوارنے اور کوئی اصلاح کرنے کی امید وابستہ کی جا سکتی ہیں۔

---

1) صحیح بخاری:7084، صحیح مسلم:1847۔

اصلاح کی بنیادی شرط:

مسلمانو! کوئی بھی اصلاحی تحریک وکوشش جو عقیدہ امت، اللہ کی کتاب، نبی کی سنت اور اہل علم کی ہدایت اور صلاح مشورہ کے بغیر شروع کی جائے وہ محض ایک موہوم اصلاح، مذموم تغیر وانقلاب اور فساد بردوش حرکت ہوگی اصلاحی تحریک وکوشش نہیں۔

ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اللہ تعالی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل ارض کی طرف اس وقت مبعوث فرمایا تھا جب کہ وہ بگڑ چکے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ نے ان کی اصلاح فرمائی، پس جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے سوا کسی دوسرے نظریے کی طرف دعوت دی وہ زمین میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے لوگوں میں سے ہے۔"

مسلمانو! جس نے اسلام کو چھوڑ کر کسی اور ازم میں ہدایت ڈھونڈنا چاہی وہ گمراہ ہوگیا۔ جس نے اسلامی طرز اصلاح کو ترک کر کے کسی دوسرے نظریہ سے اصلاح کی کوشش کی وہ جادۂ مستقیم سے بھٹک گیا اور راہ مستقیم سے پھسل گیا اور جس نے اسلام کے سوا کسی دوسرے دین سے تعلق پیدا کر کے عزت حاصل کرنا چاہی وہ ذلت ورسوائی میں جا گرا، جس نے توحید کو چھوڑ کر امن پانا چاہا، اس کا امن تہہ و بالا ہوگیا۔ ہم وہ قوم ہیں جنہیں اللہ تعالی نے اسلام کی بدولت معزز ومکرم کیا ہے۔ ہم جب بھی اسلام کو ترک کر کے کسی دوسرے دین میں عزت تلاش کریں گے تو اللہ تعالی ہمیں ذلیل کر دے گا۔

غلبۂ حق کیسے؟

مسلمانو! جب تک ہم مسلمان لوگ حق کے داعی، دنیا کے ہادی، راہنما اور خیر وبھلائی کے معمار رہیں گے دنیا میں باطل سر نہیں اٹھا پائے گا اور نہ ہی اہل زیغ و باطل کے لئے بقاء ہے۔ اور جب تک ہم پورے صدق دل سے امر بالمعروف کی ڈیوٹی دیتے رہیں گے اور حقیقی انداز سے نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے باطل اور اہل باطل مسلسل پستی وذلت کی طرف بڑھتے رہیں گے اور حق غالب اور دنیا میں پھیلتا چلا جائے گا۔ اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

"اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (یوسف:21)

استقامت اور جنت:

مسلمانو! انقلاب وتغیر کے نام سے متعارف کروائی جانے والی دلدل کے مقابلے میں ڈٹ جاؤ اور اس باد مخالف کے سامنے جمے رہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامًا الصَّبْرُ فِيهِنَّ مِثْلُ الْقَبْضِ عَلَى الْجَمْرِ ، لِلْعَامِلِ فِيهِنَّ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِكُمْ . قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ : وَزَادَنِي غَيْرُ عُتْبَةَ : قِيلَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَجْرُ خَمْسِينَ مِنَّا أَوْ مِنْهُمْ ؟ قَالَ : لَا ، بَلْ أَجْرُ خَمْسِينَ رَجُلًا مِنْكُمْ "

"تمہارے بعد صبر کے دن آنے والے ہیں، اس وقت صبر کا دامن تھامے رکھنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی آگ کے انگارے کو پکڑے ہوئے ہو۔ اس وقت نیک عمل کرنے والے شخص کو ویسا ہی عمل کرنے والے پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر اجر و ثواب عطا کیا جائے گا" صحابہ

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! انہی کے پچاس آدمیوں کے برابر، نبی ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر۔"[1] (ابو داوٗد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، معجم طبرانی کبیر، السنن ابن نصر المروزی، الصبر ابن ابی الدنیا، صحیح الجامع 1 / 444، الصحیحہ :494)

غرض سواریوں کو مہمیز لگاؤ اور ان کی لگامیں ڈھیلی چھوڑ دو اور ایسے گھر تک جا پہنچو جس کی نعمتیں ختم نہ ہوں گی اور جس کے رہنے والے کو وہاں سے کبھی نکلنا نہ پڑے گا، اپنے دین سے تمسک و تعلق مضبوط کئے رہو اور دین کی رسی کو دانتوں کے ساتھ خوب مضبوطی سے پکڑے رہو، اس کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کئے رکھو اور اس کی تعلیمات و ہدایات کے سامنے جھکے رہو، تمام فتنوں سے بچے رہو گے، تمام مصائب و مشکلات سے نجات پا جاؤ گے، زندگی سعادت و خوشی سے گزرے گی اور اللہ کے دین سے وفاء کرنے والوں جیسی باعزت راحت آئے گی۔

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اسے اپنے اعمال کی ہر لحہ پر آن نگرانی کرنے والا مانو، اس کی ہر دم اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ کا تقوی و خوف اختیار کرو جیسا کہ اس سے خوف کھانے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔" (آل عمران:102)

کتاب وسنت سے تمسک و تعلق:

مسلمانو! خشکی و قحط سالی، اختلافات و تفرقہ، انتشار و فساد اور انحراف کے زمانے میں مسلمان کسی ایسی چیز کا متلاشی ہوتا ہے جو وحشت و تنہائی میں اس کے لئے باعث انس و محبت، شکوک و شبہات میں غوطہ زن ہونے کی صورت میں اس کے لئے جلاء و وضاحت کا کام، اندھیروں میں ضیاء و روشنی بنے اور سخت پیاس کے وقت وہ پانی کا گھاٹ ثابت ہو۔ جبکہ سلف صالحین امت کے فہم و منہج کے مطابق کتاب وسنت کو اختیار کرنے کے سوا خطرات سے بچنے کا کوئی دوسرا قلعہ نہیں ہے۔ ان دونوں کو مضبوطی سے تھام لو اور ان دونوں میں پائے جانے والے احکام پر سختی سے کاربند رہو۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "كِتَابُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، هُوَ حَبْلُ اللهِ، مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى، وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى ضَلَالَةٍ"

"اللہ کی کتاب (قرآن کریم) اللہ کی رسی ہے، جس نے اس کی اتباع و پیروی کی وہ ہدایت پر رہا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔"[2] (صحیح مسلم)

جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ: كِتَابُ اللهِ"

"میں تمہارے مابین ایک ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا (اس پر عمل پیرا رہے) تو ہر گز گمراہ نہ ہو

1) ترمذی:3058۔
2) صحیح مسلم:2408۔

گے۔(اور وہ چیز ہے) اللہ کی کتاب قرآن کریم۔"[1] (صحیح مسلم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إني تاركٌ فيكم ما إن تمسَّكتُم به لن تضلُّوا: كتاب الله، وعِترتي أهل بيتي، فإنَّهما لن يفترقا حتى يرِدَا عليَّ الحوضَ

"میں تمہارے مابین دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان دونوں کو پکڑے رہو گے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری سنت اور یہ دونوں اس وقت تک الگ الگ نہیں ہوں گی حتی کہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ آ پہنچیں۔"[2] (مستدرک حاکم، صحیح الجامع الصغیر :2937، الصحیحہ: 1761)

علماءِ حق سے راہنمائی:

مسلمانو! علماء کرام امت کے باڈی گارڈز (سیکورٹی آفیسرز ہیں) وہ امت کے سچے خیر خواہ ہیں، اس کے مصالح و مفادات کو جاننے والے ہیں، وہ شریعت کے دلائل و براہین اور عقیدے کے لوازمات و تقاضوں کو سمجھنے والے ہیں، وہ احکام کے استنباط و استخراج یا احکام اخذ کرنے اور حلال و حرام کی معرفت و پہچان رکھنے میں سب سے زیادہ قدرت رکھنے والے ہیں۔ ان کی نگاہیں انتہائی گہری، ان کی رائے انتہائی ثقہ اور ان کی فکر بہت ہی دقیق و باریک بین ہوتی ہے، اور یہ ان کی رائے و مشورے اور فیصلے کے درست و صحیح ہونے کی علامت ہے، انہیں واقعات و تجربات حیات نے بہت کچھ سکھلایا ہوتا ہے، جن میں سے ہی انجام و عواقب کے بارے میں ان کی کہی ہوئی بات بھی ہوتی ہے۔ جو معاملہ آپ لوگوں کو مشکل نظر آئے اس کے بارے میں ان سے پوچھئے اور مغلق و پیچیدہ امور کے بارے میں ان سے مشورہ لیں، اور نت نئے پیش آمدہ مسائل ان کے سامنے رکھیں اور ان سے ان میں راہنمائی حاصل کریں۔

ذاتی رائے و انانیت اور جھگڑا نہیں:

اپنی انفرادی رائے پر اڑ جانے سے بچیں اور ان لوگوں سے بھی سوال نہ کریں جو علم و معرفت میں معروف نہیں بلکہ بیگانہ علم ہیں جنہیں علم میں کوئی حظ و نصیب حاصل نہیں ہے ہدایت کی دعاء کرتے رہیں اور گمراہی و ضلالت سے اللہ کی پناہ مانگتے رہیں اور جس بات کا کوئی فائدہ نہیں اسے زبان سے ادا کرنے سے اپنی زبان کو بچائے رکھیں، اور بلا وجہ جھگڑا و مناظرہ بازی اور لایعنی بحث و مباحثہ سے گریز کریں کیونکہ یہ دونوں چیزیں فتنے کی جڑ اور اختلاف و تفریق کا سبب ہیں جبکہ زبان سے بھی کسی کو تکلیف نہ دینے کا حکم خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ"

"مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔"[3] (بخاری، مسلم، ابو داود، ترمذی، نسائی، ابن حبان، دارمی، طیاسی، مسند احمد، مستدرک حاکم، معجم طبرانی کبیر و صغیر صحیح الجامع: 2/ 1137)

---

1) صحیح مسلم: 1218۔
2) حاکم: 1/ 93۔
3) صحیح بخاری: 10، صحیح مسلم: 40۔

رفق ونرمی کی برکات:

"مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ"

"جو رفق ونرمی کی صفت سے محروم کر دیا گیا وہ ساری خیر و بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔"[1] (مختصر صحیح مسلم، مسند احمد، ابو داوٗد، ابن ماجہ، صحیح الجامع 2/124)

رفق ونرمی برتنے پر اللہ وہ فائدے دیتا ہے جو کہ وہ سختی وتشدد پر نہیں دیتا بلکہ دوسرے کسی بھی انداز سے نہیں دیتا، اور ارشاد نبوی ہے: "إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ"

"جس کسی چیز میں نرمی و رفق پائی جائے وہ اس کے لئے باعث زینت ہوتی ہے اور جس سے یہ خصلت نکال دی جائے تو وہ چیز اپنی زینت و خوبصورتی کھو بیٹھتی ہے اور) بدشکل ہو جاتی ہے۔"[2] (صحیح مسلم مسند احمد، المختارہ فی الضیاء ومختصر مسند لعبد بن حمید، صحیح الجامع 2: 4987/ وانظر الصحیحہ: 942)

الغرض:

ایسے افعال پر اقدام خبر دار رہو جن کا کوئی فائدہ ہونے والا نہیں بلکہ وہ ضرر رساں ہیں۔ وہ لوگوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کا باعث نہیں بلکہ الٹا تفریق و انتشار کا باعث ہیں۔ وہ شر و برائی لاتے ہیں دور نہیں کرتے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ رحم و کرم سے پیش آئیں باہم شانہ بشانہ مل کر رہو، ایک دوسرے کے بارے میں دلوں کو نفرتوں سے پاک رکھو، ایک دوسرے کی طرف پیٹھ پھیرے نہ رہو۔

اللہ کے بندے اور باہم بھائی بھائی بن کر رہو۔ اللہ تعالی ہم سب کو پرفتن دور میں فتنوں سے محفوظ رکھیں اور ہم سب پر اپنی نعمتیں اور انعام و اکرام دائم رکھے۔

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

---

1) صحیح مسلم: 2592۔

2) صحیح مسلم: 2593۔

ذکرودعاء

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ
13/ 4/ 1424ھ 13/ 6/ 2003ء

حمد وثناء کے بعد!

تخلیق وتدبیر کائنات:

مسلمانو! زمین وآسمان میں کوئی بھی کام اللہ کی قضاء وقدر اور منشاء ومرضی کے بغیر سرانجام نہیں ہو پاتا اور نہ ہی کوئی اچھا وپسندیدہ یا برا ناپسندیدہ وقوع پذیر ہوتا ہے سوائے اللہ کی مشیت ومرضی کے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ [49] وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾

"ہم نے ہر چیز اندازۂ مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے اور ہمارا حکم تو پلک جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے۔" (القمر: 49-50)

اللہ ہی تمام امور کی تدبیر وانتظام کرتا ہے اور وہ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ﴾

"اللہ وہی تو ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمانوں کو جیسا کہ تم دیکھتے ہو اتنا اونچا بنایا، پھر عرش پر جلوہ نما ورونق افروز ہوا اور سورج و چاند کو کام میں لگا یا ہر ایک، ایک میعاد معین تک گردش کر رہا ہے وہی (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتا ہے، (اس طرح) وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم اپنے رب کے روبرو جانے کا یقین کرو۔" (الرعد: 2)

اسباب سعادت وشقاوت:

اللہ نے سعادت وخوشی کے لیے کچھ اسباب متعین فرمائے اور شقاوت و بدبختی کے بھی اسباب و ذرائع مقرر فرمائے اور مسببات کو اسباب پر مرتب فرمایا، اسی نے اسباب پیدا کئے اور اسی نے ہی اسباب کے آثار کی تخلیق فرمائی، اس کی مشیت وارادے کو دوسری کوئی چیز مجبور نہیں کر سکتی. وہ چاہے تو کسی چیز کو بلاسبب بھی پیدا فرما سکتا ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ﴾

"وہ جو کچھ چاہے کرتا ہے۔" (البروج: 16)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾

"دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے) یہ اللہ رب العالمین بڑی ہی برکتوں والا ہے۔" (الاعراف: 54)

اللہ کے یہاں معزز:

دعاء اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والی چیز ہے۔ اللہ نے یہ خیر وبھلائی کے حصول اور شر وبرائی کے دفعیہ کے لیے مشروع فرمائی

ہے۔ دعاء خیرات و برکات کے حصول کا عظیم ذریعہ اور مصائب ومشکلات کے دفعیہ کا ایک بڑا سبب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ، فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللهِ بِالدُّعَاءِ"

"تقدیر سے کوئی احتیاط وتدبیر نجات نہیں دے سکتی البتہ دعاء وہ ہتھیار ہے جو ان مصائب کے لیے بھی مفید ہے جو نازل ہو چکے ہیں اوران بلاؤں کے لیے فائدہ مند ہے جو ابھی نازل نہیں ہوئیں۔"[1] (ترمذی)

جالب خیر اور دافع شر:

دعاء خود تقدیر میں سے ہے اور یہ ان اسباب میں سے ہے جو ہر خیر کو لانے والی اور ہر شر کو بھگانے والی ہیں اور اللہ تعالی نے بکثرت آیات میں اپنے بندوں کو حکم فرمایا کہ وہ دعاء کریں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾

"اور تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعاء کرو میں تمہاری دعاء قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے از راہ تکبر کنی کتراتے ہیں، وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔" (المومن:60)

حقیقت دعاء:

اور دعاء کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا وآخرت کی تمام ضرورتوں کو پورا کروانے کے لیے اللہ تعالی کی طرف رغبت کی جائے، اسی طرح مصائب و مشکلات کے دور کرنے اور دنیوی واخروی شرور ومکروہات کو ہٹانے کے لیے صرف اللہ کی طرف رجوع و رغبت کی جائے۔ اور دعاء کے ذریعے اللہ رب العالمین کی عبادت بھی ہوتی ہے کیونکہ دعاء اللہ کے ساتھ قلبی تعلق اور اسی کی خالص رضاء جوئی واخلاص کو شامل ہوتی ہے اور اس میں کسی غیر اللہ کی طرف التفات وتوجہ نہ دینا بھی شامل ہوتا ہے کہ کوئی بھی نفع حاصل کرنے یا نقصان وضرر کو دور کرنے کے لیے صرف اسی کی چوکھٹ پر سر رکھا جائے اور کسی دوسرے کا دروازہ نہ کھٹکھٹایا جائے۔

دعاء اس بات کے یقین کو بھی شامل ہوتی ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی وہ بہت ہی علم والا ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، وہ بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا، زندہ قائم ودائم سخی وکریم، احسان کرنے والا اور سدا نوازنے والا ہے۔ اس کے جود وکرم کی کوئی حد نہیں اور نہ ہی اس کا احسان ونوازشیں کبھی ختم ہونے والی ہیں۔ ان اور ایسی ہی دیگر عظیم صفات کی وجہ سے صرف اللہ تعالی ہی سے امیدیں باندھی جاتی ہیں، اسے ہی پکارا جاتا ہے اور زمین وآسمان کی تمام مخلوقات چاہے ان کی کتنی زبانیں ہیں وہ سب اسی سے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں۔

دعاء: ایک عبادت:

دعاء میں بندے کا اپنے رب کے دوازے کا فقیر ہونا اور اپنے رب کی طرف مجبور ہونا بھی شامل ہوتا ہے اور یہ سب دراصل عبادت ہیں۔

---

1) ترمذی:3548۔

دعاء کی شان بہت بلند ہے اور اس کے آثار بہت عظیم القدر ہیں، یہی وجہ ہے کہ دعاء کی فضیلت حدیث میں آئی ہے۔ چنانچہ ابو داوٗد و ترمذی میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ"

"دعاء عبادت ہے۔"[1] (ابو داوٗد، ترمذی۔ حسن صحیح)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ"

"دعاء عبادت کا مغز (اصل) ہے۔"[2] (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک دعاء ایک عبادت ہے تو یہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی ہونی چاہیئے۔ اللہ کے سوا کسی مقرب فرشتے، کسی مرسل نبی، کسی ولی اور کسی جن کو نہیں پکارا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾

"اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کی ہیں تو اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔" (الجن:18)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ﴾

"اور وہ (بھی اللہ کے بندے ہیں) جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔" (الفرقان:68)

اور جس نے اللہ کو چھوڑ کر اس کی مخلوقات میں سے کسی نبی، فرشتے، ولی، جن، صاحب مزار کسی درخت یا پتھر وغیرہ کو پکارا وہ شرک اکبر میں مبتلا ہو گیا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾

"جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کافر فلاح و استکاری نہیں پائیں گے۔" (المومنون:117)

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ [106] وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾

"اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارنا جو نہ تمہارا کچھ بھلا کر سکے اور نہ کچھ بگاڑ سکے اگر ایسا کرو گے تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اسی کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم سے کوئی بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (یونس:106-107)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ [40] قَالُوا

---

1) ترمذی:3372۔

2) ترمذی:3371۔

سُبۡحَانَكَ أَنۡتَ وَلِيُّنَا مِنۡ دُونِهِمۡ بَلۡ كَانُوا يَعۡبُدُونَ الۡجِنَّ أَكۡثَرُهُمۡ بِهِمۡ مُؤۡمِنُونَ﴾

"اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتے سے فرمائے گا: کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: تو پاک ہے، تو ہی ہمارا اولی دوست ہے نہ کہ یہ بلکہ یہ جنات کی عبادت کیا کرتے تھے اور اکثر انہی کو مانتے تھے۔" (سبا:40-41)

ہر وقت، ہر چیز کے لیے دعاء:

اللہ والو! بندہ ہر وقت اور ہر گھڑی دعاء کرنے پر مجبور ہے تا کہ وہ اس خیر کو پا سکے جو اسے دنیا و آخرت میں نفع پہنچائے اور اس شر و مکروہ چیز کو دور کر سکے جو دنیا و آخرت میں اس کے لئے نقصان دہ ہو۔ جو شخص دعاء کرنے کی توفیق پا گیا اس کے لیے، اللہ نے عظیم خیر و بھلائی کے دروازے کھول دیئے۔ پس اسے چاہیے کہ وہ دعاء کرنے کو لازم پکڑ لے، اور مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے رب سے وہ ہر چھوٹی و بڑی چیز مانگے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "يَسۡأَلُ أَحَدُكُمۡ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتَّى شِسۡعَ نَعۡلِهِ إِذَا انۡقَطَعَ"

"تم میں سے ہر کسی کو چاہیئے کہ اپنے رب سے اپنی ہر حاجت طلب کرے حتی کہ جوتے کا تسمہ بھی اسی سے مانگے۔"[1] (صحیح ابن حبان)

اگر مسلمان اللہ کی ہر نعمت اور چھوٹی بڑی ہر چیز پر غور و فکر کرے تو اسے یقیناً معلوم ہو جائے گا کہ ان چیزوں کو ایجاد کرنے کی اس میں کوئی طاقت نہیں تھی اور اگر اللہ تعالی اسے یہ نعمتیں اپنے فضل و کرم سے عطا نہ کرتا تو اس میں انہیں پانے اور ان سے لطف اندوز ہونے کی کوئی طاقت نہ تھی۔

جس نے دعاء کو معمولی سمجھا اور اس کی قدر نہ کی اس نے خیر عظیم سے اپنے حصے کو بہت ہی کم کر لیا اور جس قدر بھی اس نے دعاء کم کی اسی قدر زیادہ اسے شر پہنچنے لگے گا۔

دعاء اور اس کی قبولیت:

اے مسلمان! یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ دعاء کے ساتھ ہی اس کی قبولیت بھی جڑی ہوئی ہے، چاہے وہ اسی وقت قبول ہو جائے یا کچھ عرصہ کے بعد قبول ہو لیکن وہ رائیگاں نہیں جائے گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مجھے دعاء کی فکر ہے، میں اس کی قبولیت کی فکر نہیں کرتا، جب مجھے دعاء کرنا ہو تو اس کی قبولیت بھی ہو جائے گی۔"

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَا عَلَى الۡأَرۡضِ مُسۡلِمٌ يَدۡعُو اللهَ تَعَالَى بِدَعۡوَةٍ إِلَّا آتَاهُ اللهُ إِيَّاهَا أَوۡ صَرَفَ عَنۡهُ مِنَ السُّوءِ مِثۡلَهَا، مَا لَمۡ يَدۡعُ بِإِثۡمٍ أَوۡ قَطِيعَةِ رَحِمٍ". فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الۡقَوۡمِ: إِذًا نُكۡثِرُ، قَالَ: اللهُ أَكۡثَرُ"

"اس روئے زمین پر جو بھی مسلمان ہے وہ جو بھی دعاء کرے اللہ اسے اس کی حاجت مہیا کر دیتا ہے یا اس کی دعاء کے بقدر اس سے کوئی شر و برائی دور کر دیتا ہے بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعاء نہ کرے۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا: تب تو ہم بکثرت دعائیں کریں گے،

---

1) صحیح ابن حبان:866۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ” اللہ تو اس سے بھی زیادہ سننے ماننے اور دینے والا ہے ۔“[1] (ترمذی حسن صحیح)

امام حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان فرمائی ہے اور اس میں یہ اضافی کلمات بھی روایت کئے ہیں: ” یا پھر اللہ اس دعاء کرنے والے بندے کے لیے اس کی دعاء کے بقدر اجر و ثواب لکھ دیتا ہے۔“ (یعنی آخرت میں)

دعاء اور تعلق باللہ:

اے مسلمان! ہمیشہ دعاء کرتے رہیں۔ اللہ کے ساتھ اپنے دل کے ناطے جوڑیں رکھیں اور اپنی تمام ضروریات پوری کرنے کے لیے اللہ ہی کی طرف رجوع و رغبت رکھیں کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ اگر کوئی کام کرنا چاہے تو اس کے اسباب مہیا فرما دیتا ہے اور اسے اپنی قدرت و مشیت سے پیدا فرما دیتا ہے۔

اسلام و اہل اسلام کے لیے دعائیں:

اور اپنی دعاؤں میں اسلام اور مسلمانوں کو بھی شامل کریں مسلمانوں کے آئمہ و قائدین اور عوام الناس کے لیے بھی دعائیں کریں اور یہ دعائیں کریں کہ اللہ اسلام کو عزت سے نوازے اور دنیا میں کہیں بھی بسنے والے اہل اسلام مسلمانوں کو عزت بخشے اور اللہ تعالی اسلام اور اہل اسلام کو ہر جگہ پر محفوظ رکھے اور دشمنان اسلام کو ذلیل و رسوا کرے، ان کے شر کو رد کر کے اور ان کی سازشوں کا قلع قمع کرے اور ان کے مکر و فریب کے بچھائے ہوئے جالوں کا ستیاناس کرے۔ ایسی دعائیں آج کے دور میں خاص طور پر کرنی چاہیں کیونکہ دور حاضر میں مسلمانوں کو طرح طرح کے مصائب کا سامنا ہے، ان کے غم اور پریشانی بہت بڑھ چکی ہیں اور وہ ایسی حالت کو پہنچ چکے ہیں جس سے انہیں اللہ کے سوا کوئی نجات نہیں دلا سکتا۔ نبی ﷺ کے اسوہ کے مطابق دعائیں کرنی چاہیں کیونکہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو حکم فرمایا تھا: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾

” پس جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی بخشش طلب کرو۔“ (محمد:19)

اور حدیث شریف میں ہے: ” جو مسلمانوں کے حالات میں دلچسپی نہیں لیتا اور انہیں سنوارنے کا اہتمام نہیں کرتا وہ ان میں سے نہیں ہے۔“

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ [55] وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾

” (لوگو) اپنے رب سے عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو، وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا اور اللہ سے خوف کھاتے ہوئے اور اس سے امیدیں رکھ کر دعائیں مانگتے رہنا۔ بیشک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔“ (الاعراف:55-56)

---

1) ترمذی:3573۔

اخلاص و دلی توجہ سے دعاء:

اللہ کے بندو! بندے کا اخلاص اور دلی توجہ کے ساتھ دعاء کرنا اللہ تعالی کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾

"اور (اے نبی ﷺ!) جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو کہہ دیں کہ میں تو تمہارے پاس ہوں، جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعاء قبول کرتا ہوں تو انہیں چاہئے کہ حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔" (البقرہ:186)

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

"اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اسی کو پکارو اگرچہ کافر برا ہی مانیں۔" (المومن:14)

جامع دعائیں:

مسلمان کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ایسی دعائیں اختیار کرے جو جامع قسم کی ہوں۔ حضرت عائشہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ، وَيَدَعُ مَا سِوَى ذَلِكَ"

"نبی ﷺ جامع قسم کی دعائیں اختیار فرمایا کرتے تھے اور ان کے سوا جو دعائیں ہوتیں انہیں چھوڑ دیا کرتے تھے۔"[1] (ابوداؤد باسناد جید)

مسنون دعائیں:

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی ماثور و مسنون دعائیں حسب استطاعت زبانی یاد کرلیں۔ نبی اکرم ﷺ سے ہر حال اور ہر حاجت کی دعاء اور ذکر مروی ہے۔

پہلے عمل صالح پھر دعاء:

دعاء سے پہلے مستحب یہ ہے کہ بندہ کوئی عمل صالح پیش کرے اور اللہ کی ان کلمات سے حمد و ثناء بیان کرے جن سے خود اس نے اپنی حمد و ثناء بیان فرمائی ہے اور پھر نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجے اور اس کے بعد دعاء کرے کیونکہ نبی ﷺ پر درود بھیجنے تک دعاء زمین و آسمان کے مابین لٹکتی رہتی ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

---

1) ابوداؤد:1482۔

اسماء حسنیٰ سے توسل:

دعاء میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے توسل کرے خصوصا اسماء حسنیٰ میں سے وہ نام لے جو بندے کی حاجت کے مناسب حال ہو جیسا کہ اس کا طریقہ سکھلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ﴾

”اور (اللہ سے یہ کہتے ہوئے) دعاء کرو کہ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، تو نہایت رحم کرنے والوں میں سے سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔“ (المومنون:118)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾

”اور ہمیں رزق عطا فرما تو بہترین رزق دینے والا ہے۔“ (سورہ مائدہ:114)

اوقات قبولیت دعاء:

اور یہ بھی مستحب ہے کہ بندہ دعاء کے لیے ان اوقات کو تلاش کرے جن میں دعا قبول ہوتی ہے جیسا کہ رات کا آخری تہائی حصہ، آذان و اقامت کا درمیانی وقت، بارش نازل ہونے کے دوران، نمازوں کے آخر میں، بیت اللہ شریف کو دیکھنے پر اور جمعہ کے دن کی آخری گھڑی وغیرہ میں دعائیں کریں۔

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

سعودی عرب میں دھماکے: منظر، پس منظر، پیش منظر

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ

20/4/1424ھ، 20/6/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کا تقوی اختیار کرو وہ اس طرح سے کہ اس کی اطاعت کرو، اس کی نافرمانی سے دور رہو، اس کے فضل وکرم کی وسعتوں اور لاتعداد نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو اس کی مغفرت اور جنت کی طرف جلدی لپکو اسی میں آپ سب کی بھلائی، اچھائی، ہدایت اور فلاح ونجات ہے۔

سعودی عرب میں دھماکے:

بلادِ حرمین شریفین میں دھماکوں اور تخریبی کارروائیوں کا سلسلہ شروع ہے جس سے مسلمان کا دل دہل رہا ہے اور اسے تعجب اپنے لپیٹے میں لیے ہوئے ہے بلکہ قلم قاصر اور کلمات اس بات سے عاجز ہے کہ ان آنکھوں دیکھے اور کانوں سنے واقعات کی ہولناکی کا احاطہ بیان کرسکیں اور جب یہ دھماکوں کا سلسلہ اللہ کے حرمت والے شہر اور اس کے امن والے گھر خانہ کعبہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے جنہیں کے اللہ نے لوگوں کے جمع ہونے ثواب اور امن وامان پانے کی جگہ قرار دیا ہے تو اس معاملے کی نوعیت اور بھی شدت اختیار کرجاتی ہے۔

خلافِ عقل وشرع فعل:

مکہ مدینہ اور ریاض میں جو المناک واقعات ودھماکے رونما ہوئے ہیں اور قتل وغارت گری اور تباہی آئی ہے اس کے حرام ہونے اور کبیرہ گناہوں میں سے ہونے میں کسی بھی شخص کو ذرا شک وتردّد نہیں ہے اور عقل وشرع کسی اعتبار سے بھی اس کا کوئی جواز نہیں نکلتا، اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا﴾

"بھلا جس شخص کو اس کے اعمال بد آراستہ کرکے دکھلائے جائے اور وہ انہیں عمدہ سمجھنے لگے تو کیا وہ نیکوکار آدمی جیسا ہوسکتا ہے۔" (فاطر:8)

حرم میں فتنہ وفساد کا محض ارادہ کرنا بھی نافرمانی وگناہ ہے چہ جائیکہ کوئی فساد وبگاڑ پیدا کرگزرے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

"اور جو اس حرم میں شرارت سے کجروی وکفر کرنا چاہے اسے ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔" (الحج:25)

اس گروہ کی ڈکشنری:

اس گروہ نے اللہ کے شعائر کی تعظیم، اس کے مقدس گھر خانہ کعبہ کی عزت وقدر اور اس کے معزز رہنے والوں احترام کے الفاظ ہی اپنی ڈکشنری سے نکال پھینکے ہیں جبکہ ان سب کی اللہ تعالی نے زمین وآسمان کی تخلیق کے وقت سے حفاظت فرمائی ہے۔

کبیرہ گناہ:

اسلام تشدّد اور بغاوت وزیادتی کی تمام شکلوں کا کلی انکار کرتا ہے اور جو شخص بھی بیت اللہ الحرام میں ان تخریب کارانہ افعال کا ارتکاب کرتا ہے،

اس کے تقدس وحرمت کو پامال کرتا ہے، محافظین امن وامان پولیس اہلکاروں اور عوام کو قتل کرتا ہے، بے گناہ انسانوں کا خون بہاتا ہے اور ان پر ذرا بھی ترس نہیں کھاتا اور وہ کسی بھی وجہ سے ان افعال کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ زمین میں فساد پیدا کرنے والوں میں سے ہے. یہ ملک کے امن وامان سے کھیلنے والی حرکتیں اور انتہائی گھناؤنا فعل ہے اور ایسا کرنے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب شمار ہوتا ہے۔

منحرِف منہج کا نتیجہ:

ایسے افعال وحرکات جو اس نافرمان لوگوں سے سرزد ہو رہے ہیں یہ دراصل منحرِف منہج کا نتیجہ ہے جو کہ گمراہ و بھٹکے ہوئے ہیں اور یہ ایسا پودا ہے جسے اس ملک میں جڑیں گاڑنے کے لئے کوئی جگہ نہیں ملے گی.اور نہ ہی یہ اس ارض طہارت و ایمان میں پروان چڑھ سکتا ہے۔ یہ افعالِ بدامت کے لیے مشکلات ومصائب کا باعث بنتے ہیں اور اسے ان کی دہکتی بھٹی میں جھونک دیتے ہیں۔

اعتقادی غلو ومبالغہ آمیزی:

ان افعال میں سے ایک اعتقادی غلو ومبالغہ آمیزی بھی ہے جس کی خاص نشانی یہ ہے کہ اس مرض میں مبتلا لوگ لوگوں کو فوراً کافر قرار دے دیتے ہیں اور یہ مبالغہ آمیزی وغلو فی العقیدہ کی سب سے بدترین اور خطرناک ترین قسم ہے کیونکہ یہی وہ محور ومرکز ہے جس سے اسلام میں مختلف فرقے نکلے اور یہیں سے خواہش پرستی نے جنم لیا، اسی سے دلوں اور عقل وسوچ میں اختلاف نے سر اٹھایا پھر تلواریں لہرائیں، اور خون بہے اور اسی خطرناک مرض سے امت سخت آزمائش اور مصیبت میں مبتلا کی گئیں جیسا کہ امام حسن بصری فرماتے ہیں: "سُنَّتُكُمْ وَاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ بَيْنَهُمَا بَيْنَ الْغَالِي وَالْجَافِي"

"یہ دین غلو ومبالغہ آمیزی کرنے اور تفریط وکوتاہی کی جفاء کرنے والوں کے مابین ضائع ہو جائے گا (کہ یہ دونوں ہی انتہا پسندی اور دونوں ہی اسلام میں نامنظور ہیں)۔"[1] (سنن دارمی)

دشمنان دین کا فائدہ:

مہبطِ وحی اور منبع رسالت مکہ مکرمہ میں جو واقعات رونما ہوئے ہیں یہ انتہائی پریشان کن، تکلیف دہ اور زبردست خطرے کی گھنٹی ہے اور امت کو گھیرے میں لینے والے ہیں جن کا انجام اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ان واقعات سے امت اور دین اسلام کے دشمنوں کے سوا کسی کا کوئی فائدہ ہونے والا نہیں ہے۔

امن وامان کی اہمیت وذمہ داری:

امن وامان ایک شرعی مطلب ہے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ[3] الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ﴾

"انہیں چاہیئے کہ وہ اس گھر کے اسی رب کی عبادت کرے جس نے انہیں بھوک میں کھانا اور خوف میں امن عطا کیا۔" (قریش:3-4)

---

1) سنن دارمی:222۔

امن وامان کی برکات:

اس امن وامان کا تحفظ کرنا ہر چھوٹے بڑے مرد وزن اور حکّام ورعایا کی ذمہ داری ہے۔امن وامان کی بدولت ہی مساجد میں رونق وآبادی ہوتی ہے،نمازیں ادا کی جاتی ہے، جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ رہتی ہے، راستے پر امن رہتے ہیں اور برکت عام ہوتی ہے اور حدود و تعزیرات کا نفاذ ہوتا ہے،دعوت وتبلیغ کا کام عام ہوتا ہے اور شریعت اسلامیہ کے احکام کا نفاذ ہوتا ہے اور جب امن وامان ہی درہم برہم ہو جائے تو لاقانونیت وانارکی پیدا ہو جاتی ہے،چوروں کا قانون رائج ہو جاتا ہے اور ڈاکوؤں کے ہاتھ لاٹھری آجاتی ہے ہم سب کو چاہیے کہ امن وامان کے تحفظ کے لیے ہر شخص سپاہی بن جائے۔

تخریب کاری: خلافِ شریعت:

یہ تخریب کارانہ افعال جن کا نشانہ پر امن لوگوں کو بنایا گیا ہے یہ افعال خلافِ شریعت ہے کیونکہ احکام شریعت مسلمانوں ہی نہیں بلکہ معاہدین کے خون کو ناحق بہانا جائز قرار نہیں دیتے چہ جائیکہ ایسا فعل کسی مسلمان ملک اور پر امن ملک میں ان افعال کا ارتکاب کیا جائے اور یہ ملک صرف مسلمان ملک ہی نہیں بلکہ رسالت ونبوت کے طلوع ہونے کا مقام ہے جہاں سے وہ سیل نور پھوٹا کہ جس نے اس پوری دنیا کے کونے کونے کو منور کر دیا۔

بلادِ حرمین اور تخریب کاری:

یہ افعال تو عام مسلمان ملک میں بھی حرام وناجائز ہے چہ جائیکہ ان کا ارتکاب ایسے ملک میں کیا جائے جو کہ دعوت وتبلیغ اور دعاۃ ومبلغین کا ملک ہے اور علم میں رسوخ رکھنے والے علمائے کرام کا اس فعل کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور پھر یہ محض املاک کی تخریب کاری ہی نہیں بلکہ اس میں ان بے قصور جانوں اور اموال کی بے حرمتی پائی جاتی ہے اور اپنے گھروں میں امن وسکون سے رہنے والوں کی ہتک عزت وحرمت بھی پائی جاتی ہے۔امن واستقرار کو تہہ وبالا کرنا اور لاقانونیت کی نشر واشاعت بھی پائی جاتی ہے۔اسی بلادِ حرمین شریفین کے شہروں مکہ مکرمہ اور دیگر شہروں میں جو واقعات رونما ہوئے ہیں یہ حقیقتاً سخت المناک ہے اور شرع وعقل کسی اعتبار سے بھی کوئی شخص ان افعال کا ارتکاب کرنے والوں کی ہاں میں ہاں نہیں ملا سکتا۔ان واقعات میں کتنے ہی مسلمانوں کی جانیں لی گئی جو کہ بے قصور تھے اور کتنے ہیں اموال واملاک کو تلف کیا گیا اور کتنے ہی مؤمن وامن والے لوگوں کو ہراساں کیا گیا،اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾

”جو شخص کسی مومن مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا،اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا ایسے شخص کے لئے اس نے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ (نساء:93)

اسلام اور تحفظ حقوق:

یہ افعال وہ ہے جن کا اسلام سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔دین اسلام نے لوگوں کے حقوق کو تحفظ دیا ہے اور مسلمانوں کی جانوں،مالوں

اور جسموں کا تحفظ اپنے ذمے لیا ہوا ہے اور ان اشیاء کی بے حرمتی اور ہتک کو حرام قرار دیا ہے. خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: "فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا ، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا ، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا ، فَأَعَادَهَا مِرَارًا ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ، اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ إِلَى أُمَّتِهِ: فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ، لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ"

"تمہارے خون، اموال اور عزتیں ایک دوسرے کے لئے اتنے عزت وحرمت والے ہیں جتنا حرمت والا تمہارا آج کا یہ دن تمہارے اس شہر، تمہارے اس مہینے میں ہے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار دہرائی پھر سر اقدس کو اٹھایا اور فرمایا:" اے اللہ کیا میں نے تیرا دین پہنچا دیا ہے؟ اے اللہ کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت کے لئے ایک وصیت ہے کہ یہاں موجود لوگ غیر موجود لوگوں کو یہ وصیت کا پہنچا دے. میرے بعد دوبارہ کفر اختیار نہ کر لینا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو"[1] (صحیح بخاری)

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ"

"ہر مسلمان کا خون، مال اور اس کی عزت وآبرو ایک دوسرے کے لئے حرام ہے۔"[2] (صحیح مسلم)

حرمتِ مومن:

ایک دن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خانہ کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: "مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ وَالْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللهِ مِنْكِ"

"تیری شان وعظمت کتنی بلند ہے اور تیری عزت وحرمت بھی بہت ہی زیادہ ہے لیکن مومن شخص کی عزت وحرمت تجھ سے بھی زیادہ ہے۔"[3] (ترمذی)

جبکہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَقَتْلُ مُؤْمِنٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا لَقَتْلُ مُؤْمِنٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا"

"لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عِنْدَ اللهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ "

"مومن کا قتل پوری دنیا کے زوال پذیر ہو جانے سے بھی زیادہ بڑا معاملہ ہے۔"[4] (نسائی)

---

1) صحیح بخاری:1739۔
2) صحیح مسلم:2564۔
3) ترمذی:2032۔
4) نسائی:3997،3998۔

غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ:

اسلام نے مسلم تو مسلم غیر مسلم لوگوں کے حقوق کا بھی تحفظ کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے ذمی کافر کے بارے میں فرمایا، اس کے قتل خطا کے سلسلے میں فرمایا ہے:﴿وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾

"اور اگر مقتول ایسے لوگوں میں سے ہوں جن میں اور تم لوگوں میں معاہدۂ صلح ہو تو مقتول کا خون بہا دینا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے۔" (النساء:92)

اور نبی اکرم ﷺ سے مروی صحیح حدیث میں آپ کا ارشادِ گرامی ہے: "مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا"

"جس نے کسی معاہدۂ صلح والے (ذمی و کافر) کو ناحق قتل کر ڈالا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا جبکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک آ رہی ہوگی۔"[1] (صحیح بخاری)

یہ معاہد و ذمی کافر کو جان بوجھ کر ناحق قتل کرنے پر سخت وعید ہے۔

ولی امر کی اطاعت:

ان لوگوں کی ان تخریبی کاروائیوں میں مسلمان کی جماعت سے خروج اور ولی امر (حاکم) کی اطاعت سے سرکشی و سرتابی پائی جاتی ہے جبکہ اللہ تعالی نے اولیاء اُمور کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

"اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی دوسرے راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور قیامت کے دن اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔" (النساء115)

قتل ناحق پر وعید:

اس تخریب کار گروہ نے اپنی احمقانہ حرکتوں سے مومنوں کے راستے کی بجائے دوسرا راستہ اختیار کیا اور بے قصور خون بہائے ہیں اور اس خون کا سبب بنے ہیں۔ اللہ تعالی نے اس جان کا قتل جسے ناحق قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسے شرک و زنا جیسے مہیب و مہلک گناہوں کے درمیان میں ذکر فرمایا ہے اور ان گناہوں پر کئی گنا زیادہ عذاب اور ذلت و رسوائی کے ساتھ ہمیشہ جہنم میں رکھے جانے کی وعید شدید سنائی ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ

---

1) صحیح بخاری:3166۔

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا [68] يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا [69] إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ﴾

”اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور جس جاندار کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے اسے قتل نہیں کرتے ہیں سوائے جائز طریق پر (حکم شریعت کے مطابق) اور زنا و بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اسے دردناک عذاب ہوگا اور ذلت وخواری سے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا سوائے اس کے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے اور ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نے نیکیوں سے بدل دے گا۔“ (الفرقان:68-70)

مسلمانوں پر اسلحہ اٹھانا:

ان واقعات میں سے مسلمانوں پر اسلحہ اٹھانا بھی شامل ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا"

”جس نے ہم مسلمانوں پر اسلحہ اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔“[1] (صحیح بخاری)

اور یہ گناہ اس وقت اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے جب اس کا ارتکاب اللہ کے بلد الحرام میں کیا جائے جسے کہ اللہ نے جائے امن وامان بنایا ہے جس کے شکار کو بھگانا، گھاس پھوس کاٹنا اور کانٹے دار جھاڑیاں کاٹنا بھی منع فرمایا ہے۔ کہاں یہ افعال اور کہاں بے قصور مسلمان لوگوں کی جان لے لینا اور ان کے ناحق خون بہانا۔ کفار کو بہانا مہیا کرنا: اس ٹولے کی اس حرکت میں اہل کفر کو ایک بہانہ مہیا کرنا بھی آجاتا ہے کہ وہ اہل اسلام، ان کے عقائد اور ان کے خیراتی اداروں پر طرح طرح کے الزامات لگائیں، اسی طرح اس میں اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنا بھی آجاتا ہے کہ یہ لوگ اپنی ان حرکتوں سے لوگوں کی نظروں میں اسلام اور مسلمانوں کی روشن تصویر کو بگاڑتے ہیں نتیجتاً یہ دعوتی وتبلیغی اداروں کے راستے بھٹکتی ہوئی بشریت تک اسلام کی دعوت پہنچنے کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

”اور جن لوگوں کو مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں انہیں برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھے برا نہ کہہ بیٹھیں۔“ (الانعام:108)

بیانِ مذمت:

ہم ان افعال کی مذمت کرتے ہیں اور ہر عقلمند مسلمان ہی ان افعال کو برا سمجھ رہے ہیں چہ جائیکہ اہل علم اور طلبۂ علم اسے برا کہے کیونکہ پورے معاشرے کے تمام طبقات اور جماعت ایک ہی خندق میں ایک ہی بیڑی پر سوار ہیں اور اس سفینے میں اگر کوئی سوراخ کر دے گا تو سبھی غرق ہوجائیں گے اور یہ حرکت ہمیں تشدّد کے ایسے گرداب میں پھنسا دی گئی کہ جس کی انتہا کب ہوگی اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ امن و امان کو نظم وضبط کے تحت واپس لانا بدامنی پھیلانے سے مشکل امر ہے اور بدامنی پھیلانا آسان کام ہے۔ البتہ افراد معاشرے کا باہم مل جل کر رہنا اور اتحاد واتفاق کے ساتھ ایک ہی جھنڈے کے نیچے جمع ہوجانا قوت اور دفاع کا بہت بڑا مصدر ومنبع اور سرچشمہ ہے۔ بنیادی شرر: ہر

1) صحیح بخاری:6874۔

شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنی شرعی اور وطنی ذمہ داریوں کا احساس کرے تاکہ قوم کی عمارت کو زنگ آلود ہونے سے بچایا جاسکے اور آگ کے فلک بوس شعلوں کا آغاز ایک معمولی سی چنگاری سے ہی ہوتا ہے۔ اقوام ماضیہ اور موجودہ ملکوں میں رونما ہونے والے بڑے بڑے فتنوں کا آغاز معمولی سا شر تھا جسے بجھانے میں اہل علم ورائے نے ذرہ سا سستی سے کام لیا تو وہ بھڑک اٹھا اور پورے ملک کو جہنم بنا دیا اور خون کی ندیاں بہا دیں اور فتنہ حلیم و بربادشخص کو حیران کر کے رکھ دیتا ہے۔ ایک فرد کا امن اس کے معاشرے کے امن وامان کا ایک حصہ ہوتا ہے اور امن وامان کے استقرار کے لیے ہر فرد کو اس کے قیام میں اپنی اپنی ذمہ داری ادا کرنا ہوگی۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"

"تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص اپنے زیر نگران لوگوں کے بارے میں جوابدہ ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

بلاد حرمین شریفین کا امن وامان ہر اس مسلمان کے لیے امن واستقرار ہے جو اس ملک کا شہری ہو، کسی دوسرے ملکوں سے تلاش معاش وغیرہ کے لئے آکر یہاں اقامت گزیں ہوگیا ہوں یا حج کرنے آیا ہوں یا عمرہ کے ارادے سے موجود ہو اور یہ تخریب کاری نا منظور ونامقبول حرکت اور ایک گھٹیا کردار کا پتہ دینے والا فعل ہے۔

اسوۂ حسنہ:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوا نَحْوَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ وَفِي عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُولُ: لَمْ تُرَاعُوا لَمْ تُرَاعُوا"

نبی اکرم ﷺ خود معاشرے کے امن وامان کے تحفظ اور ان کے استقرار کے لیے کھلی آنکھ بنے رہنے کی ایک بہترین مثال تھے۔ ایک مرتبہ اہل مدینہ ایک رات ایک طرف سے آنے والی ایک خوفناک آواز سے ہراساں وخوف زدہ ہوگئے۔ نبی ﷺ اس طرف گئے اور آواز وخبر کی تحقیق کر کے لوٹے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ڈرو نہیں خطرے والی کوئی بات نہیں ہے۔[2]

عالم کفر کا نشانہ:

عالم اسلام اور خاص طور پر اس مملکت سعودی عرب کو دشمنوں نے اسکے دین، امن وامان، اتحاد اتفاق اور اس کے دولت وثروت کی وجہ سے نشانہ بنایا ہوا ہے۔ ہم سب پر واجب ہے کہ ان کے ہاتھ میں کوئی ایسا موقع نہ آنے دیں کہ جس سے ان کی تمنائیں پوری ہوا اور دعوت ووطن کے نتائج وثمرات اور دولتوں کا تحفظ کرے اور پیش آمدہ حالات وواقعات کا عقل وشرع کی روشنی میں سامنا کریں۔

نوجوان نسل کا اہتمام کرنا:

---

1) صحیح بخاری:893۔

2) صحیح بخاری:2908۔

علماء، دعاۃ اور ماہرین تعلیم و تربیت اساتذہ و مدرسین پر فرض ہے کہ وہ نوجوان نسل کے سامنے حق کو بیان کریں، ان کی روشن راہوں کی طرف رہنمائی کریں اور شکوک و شبہات یا فتنوں کے سلسلے میں انہیں بصیرت مہیا کرے تاکہ وہ دشمنوں کے منصوبوں کی صدائے بازگشت نہ بن جائیں کہ ان کے ذریعے وہ اپنے پوشیدہ بغض و نفرت کے زہر کو پھیلائیں اور انہیں اپنے منصوبوں کے لیے استعمال کر لیں، ان کے ذریعے اپنی سازشوں کو پروان چڑھائیں اور انہیں پتا بھی نہ ہو۔ اسی طرح اس بات کی بھی سخت ضرورت ہے کہ تعلیم و تربیت کے اداروں میں شرعی مناہج پر نوجوان نسل کو مطلع کیا جائے اور منہج اعتدال کو ان کے دلوں میں راسخ کرنے میں کوئی کسر نہ رکھی جائے جو کہ انہی امور میں فتنوں سے بچاؤ ہے۔

فتنوں کے داعی امور:

اندھا تعصب، علماء سے دوری، ان سے عدم استفادہ اور مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا یہ سب امور فتنوں کو دعوت دینے والے اور امت مسلمہ پر دشمنوں کا تسلط جمانے کی رائے ہموار کرنے والے عوامل و اسباب ہے۔

منہجِ اہل سنت سے انحراف:

اسی طرح اہل سنت والجماعت کے منہج سے منحرف مناہج، مبالغہ آمیزی والا طرز عمل اور افراط و تفریط والے تمام اندازوں سے بچ کر رہنا چاہیے کہ یہ سب جفائیں ہیں۔ صراط مستقیم صرف وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

"اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ (صراط مستقیم) یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا ورنہ اللہ کے راستے سے ہٹ جاؤ گے۔ ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم متقی و پرہیزگار بنو۔" (الأنعام:153)

یکمشت رہنا چاہیے:

ہماری صفوں میں اتحاد اتفاق و شیرازہ بندی ہونی چاہیے۔ اسی طرح ہی یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے حکام و امراء اور علماء کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر یکمشت ہو کر چلیں اور حکمت و دانائی اور نیکی و خیر خواہی کے ساتھ اپنے حکام کو نصیحت بھی کرنی چاہیے۔ خواب جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکیں گے: یہ ملک کو بڑی مضبوط بنیادوں، قوی مبادیات اور اسلامی منہج پر قائم ہوا ہے اور اگر کسی نے تشدّد آمیز کارروائیوں اور دھماکوں سے اس ملک کی بنیادوں کو ہلانا اور اس کے امن و امان کو تہہ و بالا کرنا چاہا تو وہ اپنے خوابوں کو کبھی شرمندۂ تعبیر ہوتے نہیں دیکھ سکے گا۔ اور نہ اپنی نیا کو ساحل مراد پر لنگر انداز کر سکے گا حرمین شریفین والا یہ ملک ایک مضبوط ڈھانچے والا ملک ہے۔ اس کے عوام و حکام میں زبردست وحدت و اتفاق ہے۔ ان کی صفوں کی خوب شیرازہ بندی ہو چکی ہے۔ ان کے مقابلے تمام غیر ذمہ دارانہ حرکتیں اور منحرفانہ افعال و کرتوت بے اثر ہو کر رہ جائیں گے۔ یہ گروہ یا کوئی بھی دوسرا شخص جو ہمارے ملک کے قواعد و امتیازات، امن و استقرار، اخلاقی اقدار اور ہمارے مناہج سے نہیں کھیل سکتا۔ نہ ہی اس ملک کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے احتسابی اداروں کا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور نہ ہی ہمارے دعوت و تبلیغ کے شعبے

کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔

تخریب کاروں کے لئے وبال جان:

یہ ملک دنیا کا مرکز ثقل، امتیازی تعلیم وتربیت کا سنگ میل اور خیر وبھلائی کی وہ شعاع ہے جس کے نور سے ساری دنیا روشن ہے اور اللہ کے فضل وکرم سے یہ اسی طرح ہی رہے گا اور فساد وبگاڑ چاہنے والے امت کو اس ملک کے وسط میں بیٹھ کر تباہ کرنے کی سوچ رہے ہیں لیکن خبردار انہیں یہ کرتوت خود انہی کے لئے وبال جان بن جائے اور انہیں ہی منہ کی کھانی پڑے گی اور ناکام ہو کر اپنی دُم دبا کر یہاں سے انہیں بھاگنا پڑے گا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَقَالُوا إِنْ نَتَّبِعِ الْهُدَى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

”اور وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو اپنے ملک سے اچک لیے جائیں. کیا ہم نے انہیں امن وامن کے مقام حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے میوے پہنچائے جاتے ہیں اور یہ رزق ہماری طرف سے ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔“ (القصص:57)

وصل الله على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

سعودی عرب میں دھماکے علماء وعوام کی ذمہ داریاں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ

1424/4/27ھ، 2003/6/27ء

حمد وثناء کے بعد!

جزیرہ عربیہ کی اہمیت:

جزیرۂ عربیہ جس میں ہی یہ بلاد حرمین شریفین بھی ہے، یہ جزیرہ اسلام ومسلمین کا گھوارہ، اسلام کا پایہ تخت اور پورے عالم اسلامی کا دل ہے، جس طرح کہ انسانی جسم میں دل کا مقام ہوتا ہے ویسے ہی عالمی مسلم برادری کے ممالک میں اس جزیرہ عربیہ کا مقام ہے اور یہ مسلمانوں کا راس المال اور اسلامی وطن کے ڈھانچے کے دفاع میں آخری لائین کی حیثیت کا مالک ہے۔

سعودی عرب کا مقام:

بلاد حرمین شریفین کو عالم اسلامی میں وہی مقام حاصل ہے جو کہ جسم انسانی میں دل کا ہی ہے کہ اگر وہ زندہ رہے اور طاقتور ہو، جسمانی ڈھانچے اور نظام حیات کے سلسلہ میں اپنا کام کرتا رہے تو جسم بھی زندہ اور طاقتور رہتا ہے۔ بلاد حرمین شریفین مہبط وحی، اسلام کا نقطۂ آغاز، دعوت اسلامی کا منبع ومصدر اور اسلام کا دائمی مرکز ہے۔ اس ملک (سعودی عرب) کو دنیا کے لوگ اس نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ یہ ملک اسلامی زندگی کا صحیح پیمانہ، اس کی عالمی تعلیمات کا صحیح مقیاس وترازو اور اس کے بقاء ونفاذ کی صلاحیت کا پتہ دینے والا صحیح معیار ہے۔

ایک مرکز کی ضرورت:

پیام اسلام اگرچہ عالمی وآفاقی حیثیت کا مالک ہے لیکن اسے کسی ایسے مرکز کی تو بہرحال ضرورت ہے جو کہ اس کے عملی وواقعی ہونے کا مقیاس وپیمانہ شمار ہو اور وہ تمام ممالک، شہروں، قصبوں، دیہات اور ان تمام معاشروں کے لئے بہترین نمونہ اور قدوۂ حسنہ ثابت ہو جو کہ اس اسلام پر یقین رکھتے ہیں اور اسی عقیدۂ اسلامیہ اور دعوت دین کو لئے ہوئے ہیں۔

ایک مثالی ملک کی تلاش:

انسان صحیح مقیاس ومعیار کی تلاش کرنے والا پیدا کیا ہے اور یہ چیز گویا اس کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ معیار صحیح، بلد مثالی اور ایسے مقام کو تلاش کرے جس کی طرف وہ رجوع کرسکے۔ اور وہ ایسے مصدر ومنبع کو پالے جس سے وہ قوت وثوق، حمایت اور جاذبیت حاصل کرے۔ اسی بناء پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بلاد حرمین شریفین کی سلامتی واستقرار اور اس کے اسلام کے ساتھ گہرے تعلق پر خاص توجہ دی تھی۔ کیونکہ پایۂ تخت کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر طرح کی تشویناک اشیاء سے دور، ہر لاقانونیت سے الگ تھلگ اور ہر عقائدی آویزش سے بچا ہوا ہو۔ اور یہی وجہ ہے خلفاء راشدین مہدیین بھی ہمیشہ اس بلاد حرمین اور جزیرۂ عربیہ کو ہی کلی حیثیت دیتے تھے۔ اور اسے اسلام کا سنگ میل اور صحیح دعوت اسلامی کا راس المال سمجھتے تھے۔

سلفی منہج ملک:

اسی بناء پر اس سعودی عرب حکومت کی بنیاد انہی چیزوں پر رکھی گئی اور یہی اس کی بنیاد کے مرکزی پتھر ہیں کہ اسلام کے احکام کی رعایت و نگرانی ہو اور زندگی کی تمام سرگرمیوں کی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق عمل میں لایا جائے اور اس میں معتدل سلفی منہج اور حقیقی میانہ روی سے کام لیا جائے، نہ افراط وتفریط ہو اور نہ غلو ہو نہ ہی جفاء۔

سعودی عوام کی ذمہ داری:

آج جب کہ پورا عالم ٹھاٹھیں مارتے ہوئے فتنوں، بڑے بڑے مسائل ومصائب اور غیر معلوم نتائج والی حالت میں مبتلا ہے، ایسے میں ہمارے اس وطن عزیز کے چھوٹے بڑے، جوان و بوڑھے، علماء وطلباء، پڑھے لکھے طبقے اور مفکرین حضرات سب پر واجب ہے کہ وہ ان خصائص کو ذہن میں مستحضر کریں جن سے اس ملک کو نوازا گیا ہے اور اس میزان پر بھی نظر رکھیں جس پر اس کی تاسیس وتشکیل عمل میں آئی ہے تاکہ وہ اس ملک کے حق کو محفوظ رکھ سکیں اور اس ملک یا اس کے رہنے والوں کی طرف سے آنے والے ہر خطرے وشر اور نقصان دہ چیز سے دفاع کرسکیں یا پھر جو لوگ اس وطن عزیز کے عقیدہ ومنہج اور اس کے امتیازات پر ضرب لگانا چاہتے ہیں ان کا ہاتھ روکا جاسکے۔

حرمین اور دیگر شہروں میں دھماکے:

مسلمانو! ابھی کل کی بات ہے بعض بڑے بڑے واقعات وآفات رونما ہوئے ہیں جن کی ہولناکی سے بچوں پر بڑھاپا چھا جانے اور غم سے دل دہل جائیں، جن کی تصویر کشی کرنے سے قلم وزبان قاصر وعاجز ہیں اور ان کے ضرر وشر، قباحت وشجاعت اور خرم کا احاطہ ممکن ہی نہیں۔ وہ توحید کے پایۂ تخت یا دارالحکومت الریاض میں بم دھماکہ اور اس کے نتیجہ میں رونما ہونے والے قتل وغارت، نبی اکرم ﷺ کے شہر اور اسلام کے پہلے پایۂ تخت مدینہ منورہ میں خوف وہراس پھیلانے، امن وامان اور استقرار کو توڑنے اور سید البشر ﷺ کے شہر میں اسلحہ اٹھانے کے واقعات ہیں، وہ پہلا پایۂ تخت، وہ شہر رسول جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا، أَوْ آوَى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ"

"جس نے اس شہر میں کوئی نئی چیز پیدا کی یا ایسے کسی فعل کا ارتکاب کرنے والے شخص کو پناہ دی اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔"[1] (صحیح بخاری ومسلم)

اور پھر پورا عالم ایک اور بہت بڑی مصیبت سے دوچار ہوگیا اور ایک حادثہ واقعہ ہوا جو کہ مکہ مکرمہ میں رونما ہوا، اس حادثہ میں امن وامان قائم کرنے والے اداروں کے اہل کاروں کو قتل کیا گیا اور فساد وتخریب کاری کی مسلح کاروائی سامنے آئی اور یہ سب کچھ ایک عظیم ملک کے پرامن شہر میں واقع ہوا۔.........اللہ اس کے امن وامان کو محفوظ رکھے، اس کی شان وشوکت کو بلند کرے اور اس کی قدر ومنزلت میں مزید اضافہ فرمائے۔ یہ حادثہ کئی جرائم کبری پر مشتمل تھا جو کہ اسلام کی نظر میں بہت ہی بڑے ہیں جن میں ضروریات دین و دنیا دونوں کو بیک

1) صحیح بخاری: 1870۔

وقت نقصان پہنچایا گیا اور ملک و اہل ملک سب کو آن واحد میں مبتلاء ضرر کیا گیا۔

مذمت پر اجماع:

یہ ایسے حوادث وواقعات ہیں کہ تمام مسلمانوں نے ہی بالاجماع ان کی مذمت بیان کی ہے۔ان کی قباحت وشناعت اور ان کے جرم ہونے میں کسی کو کوئی کلام نہیں۔علماء امت نے کے عظیم جرم ہونے اور اس کے سخت گناہ ہونے کو واضح کیا ہے۔یہ ایسے حادثات ہیں کہ ان میں بہت بڑی تعداد میں حرام امور جمع ہو گئے ہیں اور ان میں قرآن وسنت دونوں کی خلاف ورزی کے بکثرت امور یکجا ہو گئے ہیں۔ارشاد الٰہی ہے:﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾

"اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا۔" (الأعراف:56)

ایسے ہی دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾

"اور اللہ فساد بپا کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔" (المائدہ:64)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے متعدد حرام امور مثلاً قتل و بغاوت اور ظلم وزیادتی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا ہے:﴿كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِندَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا﴾

"ان سب (گناہوں) کی برائی تیرے رب کے نزدیک بہت ناپسند ہے۔" (بنی اسرائیل 38)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾

"اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جو انہوں نے نہ کیا ہو،ایذاء پہنچائیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔" (الاحزاب:58)

یہ سب حادثات اور تخریبی کاروائیاں وہ ہیں جنہیں نہ تو عقل تسلیم کرتی ہے نہ منطق اس کی تصدیق کرنے کو تیار ہے اور نہ ہی شریعت اس کا اقرار کرتی ہے۔ہمارے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:"كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ"

"ہر مسلمان کا خون، مال اور آبرو دوسروں کے لئے حرام ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

اور اپنی ایک بڑی ہی جامع وصیت میں فرمایا ہے:"فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا"

"تمہارے خون، مال اور عزتیں ایک دوسرے کے لئے اسی طرح حرام ہیں جس طرح کہ تمہارا یہ دن تمہارے اس شہر میں حرمت والا ہے۔"
[2] (صحیح بخاری ومسلم)

---

1) صحیح مسلم:2564۔

2) صحیح بخاری:67،صحیح مسلم:1679۔

چند بنیادی نقاط اور اساسی امور:

یہاں چند بنیادی نقطوں کی وضاحت اور کچھ اساسی چیزوں کی تفصیل اور بعض اسلامی احکام کا سمجھنا اور ان کا صحیح معنوں میں خیال رکھنا ضروری ہے۔

(1) ان میں سے پہلا مرکزی نقطہ: یہ ہے کہ اسلام کے احکام اوامر ونواہی کی محافظت کی جائے اور صحیح اسلامی عقیدہ پر قائم رہیں، اپنے نفوس کو توحید خالص پر لگائے رکھنے کا اہتمام کیا جاتا رہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں اور ہر میدان میں اللہ کی حدود کو پیش نظر رکھا جائے تا کہ انفرادی وعمومی ہرطرح کا امن وامان حاصل ہو اور سلامتی واستقرار کا دور دورہ ہو اور سعادت وخوشحالی رہے اور ان امور کا اہتمام کرنے کی طرف اللہ تعالی نے توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾

"جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک و بدعملی کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا ان کے لئے امن (اور جمعیت خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔" (الانعام:82)

(2) دوسرا مرکزی و بنیادی نقطہ: یہ ہے کہ مسلمانوں کے حکام کی معروف امور میں سمع و طاعت کو عقیدہ سلفیہ کے اصولوں میں سے ایک اصول سمجھا جائے، علماء اسلام میں سے کم ہی کوئی ایسا عالم ہو کہ جس نے اس اصل کا ذکر نہ کیا ہو اور اس کی تشریح بیان نہ کی ہو، حتی کہ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت وفرمانبرداری کرو اور تم میں سے جو صاحب حکومت ہیں ان کی بھی۔" (النساء:59)

ایسے ہی صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ"

"مسلمان پر پسند و ناپسند ہر حکم میں سمع و طاعت واجب ہے سوائے اس کے کہ کسی گناہ کے کام کا حکم دیا ہو تو ایسے میں اس پر سمع و طاعت واجب نہیں ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

اور صحیح مسلم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةً عَلَيْنَا"

"تنگی وآسانی اور خوشی و ناراضگی کی ہر شکل میں حتی کہ حق تلفی ہونے کے باوجود بھی تم پر سمع وطاعت ضروری ہے۔"[2] (صحیح بخاری)

ایسے ہی بخاری ومسلم میں ارشاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ، وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي"

---

1) صحیح بخاری:7144۔

2) صحیح بخاری:7055۔

" جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے کسی حکم کی فرمانبرداری کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے کسی حکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔"[1] (صحیح بخاری)

ایک روایت میں ہے کہ:" جس نے اپنے امیر (حاکم) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اپنے حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔" (بخاری ومسلم)

اسی حکم کی وجہ سے اسلام نے حاکم کے خلاف بغاوت کرنے اور اس کے ساتھ کی گئی بیعت کو توڑنے سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔ چنانچہ بخاری ومسلم میں ارشادِ نبوی ہے:"مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ، إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً"

" جو شخص اپنے امیر سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوتا دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو وہ اس پر صبر کرے کیونکہ جس نے (مسلمانوں) کی جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدگی اختیاری کی وہ جاہلیت کی موت مرا۔"[2] (بخاری ومسلم)

ابن ابوالعز حنفی (شرح عقیدہ طحاویہ میں) لکھتے ہیں:" ان کی اطاعت وفرمانبرداری لازمی امر ہے چاہے وہ ظلم وجور ہی کیوں نہ کر رہے ہوں۔ یہ اس لئے کہ ان کی نافرمانی و بغاوت سے ان کے جور وستم کی نسبت کئی گناہ زیادہ برے نتائج ومفاسد رونما ہوتے ہیں۔"

صحیح مسلم میں نبی ﷺ کا ارشاد فرمایا ہے:

" اگر تم اپنے حکام سے کسی ایسے فعل کا ارتکاب ہوتے دیکھیں جو تمہیں ناپسند ہے تب بھی تم ان کی اطاعت دست کشی (سرکشی) نہ کرو۔"[3] (صحیح مسلم)

جبکہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں بلایا، ہم نے آپ کی بیعت کی۔ آپ نے جن امور پر ہم سے بیعت لی انہی میں سے ہی یہ بھی تھا کہ:"بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةً عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ، إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا، عِنْدَكُمْ مِنَ اللهِ فِيهِ بُرْهَانٌ"

" ہم خوشی وناراضگی، خوشحالی و بدحالی اور حق تلفی کی حالت میں بھی سمع وطاعت کو اپنا شعار بنائے رکھیں اور حکام سے تنازعہ نہ کریں۔" اور پھر فرمایا:" سوائے اس کے کہ تم ان سے صریح و کھلے کفر کا اظہار ہوتا دیکھیں تو پھر آپ کے پاس اللہ کی طرف سے برہان ودلیل موجود ہے۔"

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے:" لوگوں میں سے جس شخص نے بھی اپنے حاکم کی اطاعت سے سرکشی و بغاوت کی اور اسی حالت میں اسے موت آگئی تو وہ جاہلیت کی موت مرگیا۔"[4]

آئمہ دعوت نے اپنی نصائح کے ضمن میں کہا ہے:" اگر کوئی شخص یہ بات سمجھ لے کہ سابقہ قرآنی آیات اور احادیث رسول اللہ ﷺ اور علماء

---

1) صحیح بخاری:7137۔
2) صحیح بخاری:7056۔
3) صحیح بخاری:7054۔
4) صحیح بخاری:7056

محققین کے کلام سے ولی امر کی سمع و طاعت کے واجب ہونے اور ان پر کی گئی بیعت کے عقد کو توڑنے اور ان کے احکام سے بغاوت و سرکشی کرنے کے حرام و ناجائز ہونے کا پتہ چلتا ہے اور اس بات کا علم ہوتا ہے کہ دین و دنیا کے تمام معاملات امامت و جماعت (امام و رعایا) کے بغیر نظم و نسق قائم نہیں ہوسکتا۔ تو اسی سے اس بات کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ ولی امر کی اطاعت کشی کرنے اور اس پر حملہ آور ہونا اور ایسے ہی دیگر افعال کا ارتکاب کرنا اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور اس کی مخالفت کرنا ہے اور ان کی یہ حرکت اہل سنت والجماعت کے متفقہ عقائد کے بھی خلاف ہے"۔

(3) تیسرا بنیادی و مرکزی نقطہ: یہ ہے کہ اس ملک کے باشندوں پر مشتمل معاشرے کے افراد میں گہری وحدت و یگانگت پیدا کرنا ضروری ہے جو کہ دین کی بنیاد اور عقیدے کی اساس پر ہو اور وہ سب اسلام کے زیر سایہ ہو اور تمام افراد معاشرہ باہمی محبت و مودّت اور عطف و تعاون کے ساتھ زندگی گزاریں اور یہ انداز اسلام کی آن ہدایات و راہنمائی پر مشتمل ہو جن کی وضاحت ہمارے رسول للہ ﷺ نے اپنے ارشادات میں فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ"

"کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے لئے پسندیدہ چیز کو ہی اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرنے لگے۔"[1] (بخاری ومسلم)

اور دوسری حدیث میں ارشاد رسالت مآب ﷺ ہے: "تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى"

"مومنوں کی باہم محبت و مودّت اور رحم و کرم میں وہ مثال ہے جیسا کہ ایک جسم ہوتا ہے کہ اگر اس کا کوئی ایک بھی عضو بیمار (وزخمی) ہو تو سارا جسم ہی رتجگے اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"[2] (بخاری ومسلم)

اس ملک کے شہریوں کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالی نے اس ملک کو لاتعداد نعمتوں سے نواز رکھا ہے، اور انہی میں سے ایک نعمت اس ملک کی صاحب عقل و دانش قیادت بھی ہے جو کہ اسلام کی عظمت کے لئے کام کرتی اور اسے نافذ کرتی ہے۔ اس کا عقیدہ توحید خالص پر مبنی ہے اور اس کا انداز حکومت یہ ہے کہ نظم و نسق اور حکم و قضاء میں وہ سلف صالحین امت کے طریقے کے مطابق قرآن و سنت پر چلتی ہے۔ اس بات کا گہرا فہم حاصل ہونا ضروری ہے اور اس حقیقت کو پورے معاشرے کو مجموعی طور پر محسوس کرنا چاہیئے اور تمام لوگوں کو تعصبات کی جڑوں کو کاٹنے میں معاون ہونا چاہیے اور انہیں عہد جاہلیت والی عصبیتوں کی چمڑی ادھیڑ دینی چاہیے، فتنوں کے اسباب و ذرائع کے خلاف جنگ کرنی چاہیئے اور شور و شغب کے مقامات، کینہ و بغض کے اسباب و اختلافات و تفرقہ بازی کے تمام ذرائع سے دور رہنا چاہیے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾

"اللہ کی رسی (دین) کو مضبوطی سے تھامے رہو اور باہم تفرقہ میں نہ پڑو۔" (آل عمران:103)

ہر نووارد و دخیل (جو کہ اصلا اسلام میں سے نہیں) کا محاصرہ اور ہر علیل و بیمار کا علاج و معالجہ کرنا ضروری ہے اور اس کے لئے ایک طرف

1) صحیح بخاری:13، صحیح مسلم:45۔
2) صحیح بخاری:6011، صحیح مسلم:2586۔

افرادِ معاشرہ کے مابین مضبوط ربط وتعلق کو بنیاد بنایا جائے اور دوسری طرف حاکم ومحکوم یا بادشاہ وعوام کے مابین بھی گہرے روابط ہونے چاہیئے اور اس سلسلہ میں اللہ تعالی کا یہ ارشاد چراغ راہ ہے :﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

"اور نیکی وتقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور گناہ وسرکشی (زیادتی) کے کاموں میں باہم تعاون نہ کرو۔" (المائدہ:2)

(4) ان مرکزی نقاط میں سے چوتھا امر: یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیئے کہ اسلام اس کائنات کے خالق ومالک کے لئے خلوص پر مبنی ہے اسی طرح مخلوق کی طرف سے سنت وشریعت مصطفی ﷺ کے مطابق صحیح عمل بھی اسلام کی بنیادی چیز ہے اور اسلام کے حقائق کو اسی طرح سمجھنا ضروری ہے جس طرح کہ وہ آیا ہے اور اسے اسی طرح ہی نافذ العمل بھی کرنا لازم وضروری ہے جس طرح کہ وہ نازل ہوا ہے ۔اس کے اغراض ومقاصد اور اہداف وغایات کا فہم دقیق حاصل کرنا بھی ضروری ہے ۔اگر ایسا کرلیا تو دونوں جہاں سنور جائیں گے، دونوں جہانوں میں سعادت وخوشی نصیب ہوگی مخلوق الہی پر احسان ہوگا اور پوری مخلوق الہی پر رحمت ہوگی ۔اللہ نے فرمایا ہے:﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾

"اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط واعتدال بنایا ہے۔" (البقرہ:143)

مفسرین کرام کا کہنا ہے:"اللہ نے اس امت کو تمام امور دین میں اعتدال اختیار کرنے والی بنایا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ نے دین اسلام کا وصف وتعارف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:"إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ"

"یہ دین آسان ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے:"يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا"

"آسانی کرو، تنگی نہ کرو، لوگوں کو بشارتیں دو، انہیں متنفر نہ کرو۔"[2] (صحیح بخاری)

خود نبی اکرم ﷺ ایک رحیم وشفیق شخص کی حیثیت سے وصیت کرتے ہیں اور اپنے تمام معاملات وامور کو ہر میدان میں رفق ونرمی سے سرانجام دیتے ہیں اور آپ کی تمام تعلیمات رفق ونرمی پر مشتمل ہیں چنانچہ ارشاد نبوی ہے:"إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ"

"نرمی جس چیز میں ہو وہ اسے مزین کردیتی ہے اور جس چیز سے یہ نرمی چھن جائے تو یہ اسے معیوب کردیتی ہے۔"[3] (صحیح مسلم)

اور ایک دوسری حدیث میں آپ فرماتے ہیں:"إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ"

---

1) صحیح بخاری:39۔
2) صحیح بخاری:69، صحیح مسلم:1734۔
3) صحیح مسلم:2594۔

"اللہ تعالی نرم دل ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور وہ نرمی پر اتنا عطا کرتا ہے جتنا وہ تشدّد کے رویّے پر نہیں دیتا۔"[1] (صحیح مسلم)

ان تعلیمات کی روشنی میں معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام میں غلو و مبالغہ آمیزی اور تشدّد کو کوئی دخل نہیں جو کہ اسلامی تعلیمات کی عمارت کو گرانے اور بندے کو اللہ کی اطاعت اور نبی ﷺ کی تعلیمات سے پھیرنے کا سبب ہے۔ ہمارے رب تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ﴾

"اپنے دینی امور میں غلو و مبالغہ آمیزی نہ کرو۔" (النساء:171، المائدہ:77)

ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ"

"دین میں غلو و مبالغہ آمیزی سے بچو۔"[2] (نسائی)

سب سے بڑی مبالغہ آمیزی اور غلو کی شدید ترین صورت جس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے وہ ہے محض شک و شبہ کی بناء پر یا قابل احتمالات و دلائل کی بناء پر لوگوں کو کافر قرار دینا۔ اور تکفیر کے حکم کو ٹیڑھے منہج اور کج فکری کے حوالے کر دینا اور صحیح دلائل سے استفادہ نہ کرنا۔ اس اسلام کا منہج، جس پر اس امت کے سلف صالحین صحابہ کرام اور تابعین چلتے رہے ہیں وہ ایسا منہج ہے جو کہ اعتدال و توازن کے اصولوں پر قائم ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کا فیصلہ بہت ہی خطرناک فیصلہ ہے جس کا پتہ اس منہج صافی کے مفہوم سے چل رہا ہے کہ جو کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی بنیادوں پر قائم منہج ہے۔ کسی کو کافر قرار دینا ایک خطرناک لرزش ہے جس کے اسلام پر بڑے نقصان دہ اور خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ واضح دلیل اور صریح برہان کے بغیر کسی کی تکفیر ہرگز جائز نہیں ہے، اور صحیح بخاری و مسلم میں نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا"

"جب کوئی شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو کہے: اے کافر تو ان دونوں میں سے کوئی اس کا مصداق ہو جائے گا۔"[3] (بخاری و مسلم)

اور ایک روایت میں ہے: "جس شخص نے اپنے بھائی کو کافر کہا، تو ان میں سے کوئی ایک تو اس کا مصداق بن گیا۔" (بخاری و مسلم)

اور صحیح بخاری کی ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "وَمَنْ رَمَى مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ"

"جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی، اس نے اسے گویا قتل کر دیا۔"[4] (صحیح بخاری)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللهِ، وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ"

"اگر کسی نے اپنے کسی مسلمان بھائی کو کافر کہہ کر پکارا یا اسے اللہ کا دشمن قرار دیا جبکہ وہ دراصل ایسا نہیں ہے تو یہ کلمات کہنے والے پر صادق آ گئے۔"[5] (صحیح مسلم)

---

1) صحیح مسلم:2593۔
2) نسائی:3057۔
3) صحیح بخاری:6104، صحیح مسلم:60۔
4) صحیح بخاری:6105۔
5) صحیح مسلم:61۔

ابن دقیق العید کہتے ہیں: " یہ اس شخص کے لئے سخت وعید ہے جو کسی مسلمان کو کافر قرار دیتا ہے جبکہ وہ درحقیقت ایسا نہیں ہے، اور یہ ایک ایسی مصیبت ہے کہ اس میں علماء کی بہت بڑی تعداد مبتلا ہو چکی ہے۔"

کسی کو کافر قرار دینا ایک ایسا شرعی حکم ہے جس کے قواعد وضوابط کتاب وسنت کی نصوص میں موجود ومعلوم ہیں اور وہ اہل تحقیق علماء کے نزدیک محدود اور جانے پہنچانے ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" جس نے کوئی دعوی کیا اور اس میں جہالت کی لگام کھلی چھوڑ دی اور تمام اہل علم کے خلاف رائے اختیار کر لی اور تمام علماء کی مخالفت کے ساتھ ہی اب وہ چاہتا ہے کہ جو شخص اس کی رائے سے موافقت نہ رکھے وہ انہیں کافر وگمراہ قرار دے تو یہ وہ بدترین حرکت ہے جو اکثر جاہل لوگ کرتے ہیں۔"[1]

لہٰذا اہل علم کے قواعد وضوابط میں سے ہے کہ شرائط کا اعتبار کیا جائے گا اور اسباب ممانعت کی نفی بھی ضرور ہونی چاہیے، اور ان کے طے کردہ قواعد میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرتا ہے جس میں کفر کا قصد بھی ممکن ہے اور عدم کفر کے قصد کا بھی احتمال موجود ہے تو ایسے فعل کے صادر ہونے کو اس وقت تک اس کے کفر میں معتبر نہیں مانا جائے گا جب تک وہ اسلام سے نکل کر کسی دوسرے کافر دین میں داخل ہونے کا ارادہ نہ کرے۔

ابن ابوالعز حنفی (شرح عقیدہ طحاویہ میں) کہتے ہیں:

" یہ بہت بڑی بغاوت وسرکشی ہے کہ کسی معین شخص کے خلاف کوئی اس بات کی گواہی دے دے کہ اللہ اسے ہرگز نہیں بخشے گا نہ اس پر ترس کھائے گا بلکہ اسے وہ ہمیشہ جہنم میں رکھے۔"

اور ایک جگہ وہ فرماتے ہیں: " ہم کسی اہل قبلہ (مسلمان) کو اس کے کسی گناہ کی بناء پر کافر قرار نہیں دے سکتے جب تک کہ وہ اس گناہ کے کام کو حلال نہ قرار دینے لگے اور نہ ہی ہم یہ کہتے ہیں کہ ایمان کی موجودگی میں گناہگار کا گناہ اسے نقصان نہیں پہنچاتا۔"

(5) ان مرکزی نقاط میں سے پانچواں امر: یہ ہے کہ مسلمان نوجوان نسل پر واجب ہے کہ وہ صحیح علم پر توجہ دیں، ربانی علماء کی طرف رجوع کریں اور شیطانی پھندوں اور خواہشات نفس کی پیروی سے بچیں انہیں ان علماء محققین سے تعلق استوار رکھنا چاہیے جو کہ سلفی منہج اور محمدی مسلک والے ہیں۔

پرانی کہاوت ہے: " تمہیں بزرگ مشائخ کی آراء کو اپنانا چاہیئے کیونکہ وہ اگرچہ طبع ذکاوت کو کھو ہی کیوں نہ چکے ہوں گے مگر ان کی آنکھوں کے سامنے کتنے ہی عبرتناک واقعات رونما ہوئے ہوں گے اور ان کے کانوں سے گزشتہ لوگوں کے آثار کا گزر ہوا ہوگا۔"

اس مملکت سعودی عرب کے نوجوانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ گمراہ لوگوں کے دام رنگ زمین میں نہ پھنسیں اور انہیں اس بات کا احساس وشعور ہونا چاہیے کہ وہ ایک ایسے ملک کے باسی ہیں جس پر اللہ نے توحید نعمت فروان کی ہے اور جس میں سنت رسول ﷺ کا بول بالا ہے اور انہیں اس بات کا یقین رکھنا چاہیئے کہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے عظیم خطرہ یہ ہے کہ نوجوان طبقہ ایسے لوگوں کی طرف متوجہ ہو جائے جو انہیں عظیم

1) الرد علی البکری: 263۔

مفاسد اور بہت بڑے شر ور فتن میں مبتلا کر دینا چاہتے ہیں۔

ان مرکزی نقاط میں سے اہم امر: یہ ہے کہ تمام مسلمان ملکوں اور ان کے معاشروں میں جن میں سے ہی یہ حرمین شریفین والا ملک بھی ہے، ان تمام مسلم ممالک میں اسلام کے مقاصد کا صحیح فہم سر بلند رہنا چاہیئے اور وہ یوں کہ ان میں ایک مثالی معاشرہ قائم ہو، افراد معاشرہ کے مابین محبت و مودّت کے جذبات کی فراوانی ہو، سعادت و خوشی اور صلاح و درستگی کے تمام عوامل و اسباب مہیا ہوں۔

اصول نصیحت و خیر خواہی:

اسلام نے ان تمام اشیاء کو مہیا کرنے کے لئے باہمی نصیحت و خیر خواہی کا بنیادی اصول دیا ہے اور اسے ایسے اعلی اخلاقی رنگ میں معاشرے میں نافذ کیا ہے کہ اس کی مثال ملنا ادیان سابقہ میں سے کسی میں ممکن ہی نہیں۔ مسلمان شخص اپنے ہی معاشرے کے مسلمان فرد کی خیر خواہی کرے، حاکم کی طرف سے محکوم عوام کی خیر خواہی ہو اور عوام اپنے حکام کی خیر خواہی کریں اور یہ ایسی خیر خواہی ہو جس پر اخلاص للہ اور اس کی نعمتوں کے حصول کی خواہش آمادہ کرے۔ اور وہ ایسی خیر خواہی ہو کہ جن پر اخلاقیات اسلام اور اس کے مبادیات و اصول کا رنگ چڑھا ہوا ہو اور وہ نصیحت اس قاعدے کی عکاسی کر رہی ہو جس میں ہے: ”مسلمان نصیحت و خیر خواہی کرتا ہے ذلیل و رسوا نہیں کرتا اور منافق ذلیل و رسوا کرتا ہے خیر خواہی نہیں کرتا۔“ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

”اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، زکاۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔“ (التوبہ:71)

سالانہ چھٹیاں اور نوجوانوں کی ذمہ داریاں:

مسلمانو! ہمارے نوجوانوں نے اللہ کے فضل سے تعلیمی سال مکمل کر لیا ہے اور اب چھٹیوں کا معروف موسم آ گیا ہے انہیں اس موسم میں بڑا وقت ملے گا اور طویل فرصت حاصل ہوگی۔

اے مسلم نوجوانو! تمہارے تمام اوقات ایسے اعمال و افعال سے پر ہونے چاہیئے جو تمہارے لئے دینی نقطۂ نظر سے مفید ہوں اسی دوران تمہیں ایسی خدمات سر انجام دینی چاہئے جو تمہارے لے بھلائی و غنیمت ہوں اور آپ کی امت مسلمہ اور اسلامی معاشرے کے لئے بھی خیر و برکت کا باعث ہوں، بے کاری اور سستی سے بچیں اور ایسے کاموں میں اپنے اوقات کو ضایع کرنے سے گریز کریں جن میں نہ کوئی فائدہ ہے نہ خیر و بھلائی۔

چھٹیوں میں والدین کی ذمہ داریاں:

اے والدین! اپنے بچوں کے بارے میں اللہ کا خوف کھائیں یہ آپ کے پاس ایک امانت ہیں اوران کے سلسلہ میں آپ کی ذمہ داریوں میں سے ہی یہ بھی ہے کہ ان کی رعایت ونگرانی کریں، ان کے اندر باہر آنے جانے اور ادھر ادھر، ان کے دوستوں ساتھیوں اور ان کے اخلاق وکردار غرض ان کی تمام حرکات وسکنات پر نظر رکھیں۔ ان کی ایسی خواہشات کو پورا کرنے سے بچیں جو ان کے لئے دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں نقصان دہ ہیں۔ اور انہیں شتر بے مہار بھی نہ چھوڑ دیں کہ جہاں چاہیں جاتے رہیں اور ایسے مقامات پر بھی وہ نہ جانکلیں جو کہ شر و فساد کی آماجگاہ ہیں اور گمراہی کے اڈے ہیں۔ یہ بچے آپ کے لئے اللہ کی نعمتوں میں سے ایک قیمتی نعمت ہیں۔ اگر کسی نے اس نعمت کا صحیح معنوں میں حق ادا نہ کیا اور اس کی نسبت سے اللہ کی طرف سے عائد کردہ واجبات وذمہ داریوں کو ادا کیا تو یہ نعمت اللہ کا ایک انعام باعث سعادت ہو جائے گی اور جس نے اس نعمت کے سلسلے میں اللہ کی طرف سے عائد کردہ واجبات وذمہ داریوں سے سبکدوشی نہ کی اور ان سے عہدہ برآء نہ ہوا بلکہ ان کے معاملہ میں لاپرواہی برتی تو یہی نعمت ان کے لئے نقمت ومصیبت اور بلاء وشقاوت بن جائے گی۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اور اس پر تندخو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں جنہیں اللہ جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم انہیں ملتا ہے وہ اسے بجالاتے ہیں۔" (التحریم:6)

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

شادی بیاہ: تقریبات، احکام، آداب

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ
1424/5/4ھ 2003/7/4ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ کا خوف کھاؤ، اس کا خوف وتقوی ہی راہ ہدایت ہے اور اس کی مخالفت راہ متفاوت و بدبختی ہے۔

مسلمانو! خاندان معاشرے کی بنیاد ہے اسی سے امتیاز اور اقوام وقبائل نکلتے ہیں اور اس کی بنیاد میاں بیوی ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد وزن سے پیدا کیا اور ہم نے تمہیں قبائل و اقوام بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو باہم پہچانو۔" (الحجرات:13)

دعوت شریعت:

شریعت بندوں کی مصلحتوں، حکمتوں اور ان کے دنیا وآخرت کے مفادات پر مبنی ہے۔ اس نے نوجوانوں کو شادی کے ذریعے اپنے آپ کو عفیف و پاکدامن رکھنے کی دعوت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ؛ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ"

"اے نوجوانو! تم میں سے جس میں (مادّی وجسمانی) طاقت ہو اسے چاہیئے کہ وہ شادی کرے یہ اس کی نگاہ کو نیچے رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کے لئے مفید ہے اور جس میں (مالی) طاقت نہ ہو، وہ روزہ رکھے۔ یہ اس کی شہوت کشی کرے گا۔"[1] (متفق علیہ)

شادی سے قبل۔۔۔۔

اسلام نے اعلی اخلاق و کردار والی ایسی نیک بیوی اختیار کرنے کی ترغیب دلائی ہے جو کہ اپنے شوہر کو اذیت نہ پہنچائے اور نہ ہی اس کے سامنے اپنی آواز بلند کرے۔ اور لڑکی لڑکے دونوں کے بارے میں چھان بین کر لینا لازمی ہے تاکہ اس کے مخفی اخلاق و کردار اور صفات کا پتہ چل جائے جو کہ اسلامی اخلاق کے منافی ہوں اور جس سے پوچھ تاچھ کے لئے رابطہ کیا جائے اس پر واجب ہے کہ پورے صدق وصفائی سے جواب دے، اور امانت داری و وضاحت سے ان کے محاسن اور برائیاں بیان کر دے کیونکہ کسی کے پوچھنے پر کسی کے عیوب ونقائص کو چھپانا مسلمان کو دھوکہ دینے کی ایک قسم ہے، اور جب لڑکا کسی کو پیام نکاح دینے کا عزم کر لے تو اس کے لئے مباح ہے کہ وہ حرام خلوت کے بغیر، لڑکی کے کسی محرم کی موجودگی میں لڑکی پر ایک نظر ڈال لے اور لڑکی جسمانی عیوب کو چھپانے والا میک اپ کر کے اسے دھوکہ میں نہ رکھے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّهُ خَطَبَ امْرَأَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْظُرْ إِلَيْهَا، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا"

"تم میں سے جب کوئی شخص کسی لڑکی کو پیغام نکاح دے تو اسے چاہیے کہ (نکاح سے پہلے) ایک نظر دیکھ لے یہ (دیکھ لینا) ان کے مابین

---

1) صحیح بخاری:5065، صحیح مسلم:1400۔

تعلقات کے دوام کے لئے مفید ہے۔"[1] (ترمذی)

منگیتروں کے لئے احکام:

منگیتر کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ وہ اپنی منگیتر لڑکی سے حرام خلوت اختیار نہ کرے، نہ ہی اس سے (نکاح سے قبل) ٹیلیفون پر گفتگو کرے، نہ اپنی منگیتر کو انگوٹھی پہنائے یا اس کے جسم کو چھوئے اور نہ ہی اسے اس کے گھر سے باہر لے کر جائے، یہ سب نافرمانی کے قبیل سے ہے۔ شیطان کا چوکہ ہے اور اسی طریقے سے وہ لڑکوں کو بہکاتا و گمراہ کرتا ہے اور اکثر انہی گناہوں کے نتیجہ میں ان دونوں منگیتروں کے خواب چکنا چور ہو جاتے ہیں۔

کم مہر زیادہ برکت:

اسلام دین عدل و اعتدال ہے اس نے نوجوانوں کو شادی کرنے کا حکم دیا ہے اور کم مہر طلب کرنے کی ترغیب دلائی ہے، اگر مہر کم ہو گا تو عورت کی عزت و قیمت شوہر کی نظروں میں بڑھ جائے گی اور اس کی برکت میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَعْظَمُ النِّسَاءِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُنَّ مَئُونَةً

"عورتوں میں سے سب سے زیادہ بابرکت وہ ہے، جسے بیاہ کرلانے پر کم از کم خرچہ آئے۔"[2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے مالدار صحابہ بھی مہر زیادہ دینے میں مبالغہ نہیں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ"

"میں نے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے (حق مہر) پر شادی کی۔"[3] (صحیح بخاری)

اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے اس حق مہر کا پتہ چلا تو انھیں یہ دعا دی:۔۔۔ بارك الله لك ... (اللہ تمہیں برکت عطا فرمائے) مہر عورت کا حق ہے۔ والدین یا سرپرستوں کو حق نہیں کہ وہ اسے اپنے کھاتے میں ڈال لیں۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾

"اور عورتوں کو رضاء و خوشی سے ان کا حق مہر دے دیں۔" (النساء 4)

عورت کا اصل حسن و جمال:

عورت کا حسن و جمال اس کی پردہ داری میں ہے اور اس کا اصل رعب اس کی حیاء میں ہے اور اس کے چہرے کی رونق اس کی عفت و پاکدامنی میں ہے۔ اسلام عورت کو چہرے کے پردے کا حکم دیتا ہے جبکہ بعض عورتیں شادی بیاہ کی تقریبات اور خوشی کے ایسے دیگر مواقع پر حرام امور میں واقع ہو جاتی ہیں ایسے لباس پسند کر لیتی ہیں جو بہت تنگ ہوتے ہیں، کچھ وہ ہیں جو اتنا پتلا کپڑا پہن لیتی ہیں جو ان کے بدن

---

1) ترمذی:1087۔

2) مسند احمد:4/244۔

2) صحیح بخاری:5155۔

کو پردہ مہیا نہیں کرتا۔بعض وہ ہیں جو کہ(سکرٹ پہن کر)اپنی پنڈلیوں اور رانوں کو ننگا رکھتی ہیں اور کئی ایسی ہیں جو جسم کا اوپر کا حصہ ننگا رکھتی ہیں اور شیطان ان کے لئے اس بے پردگی کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔

احکام پردہ کی بعض قبیح خلاف ورزیاں:

کسی عورت کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ دوسری عورتوں کے سامنے ان اعضاء کے علاوہ کو ظاہر کرے جن کا اس کے لئے اپنے محرم رشتہ داروں کے سامنے ظاہر کرنا روا ہے۔جنہیں کہ وہ اپنے گھر میں اپنے محرم رشتہ داروں کے لیے ننگا کر لیتی ہے مثلاً سر، دونوں ہاتھ، گردن، دونوں پاؤں۔عورت اس سے زیادہ اعضاء جسم کو عورتوں کے سامنے بھی ننگا کرنے کی مجاز نہیں ہے۔

عورتوں میں سے بعض وہ ہیں جو اپنے جسم کے زائد بال اتروانے کے لئے دوسری عورتوں کے سامنے اپنی شرمگاہ تک ننگی کر دیتی ہیں جبکہ یہ انتہائی بڑا گناہ ہے اور سخت ناجائز فعل۔اس کے ایسا کرنے میں ایک تو دوسروں کو شرمگاہیں دکھلانے کی قباحت پائی جاتی ہے۔اسی طرح وہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ دھوکہ کرنے کا ارتکاب بھی کرتی ہے کیونکہ وہ شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے شوہر کا حق دوسری کے لئے ضائع کر رہی ہے۔اس کے اس فعل پر اللہ تعالی کی طرف سے وعید آئی ہے۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "مَا مِنِ امْرَأَةٍ تَضَعُ أَثْيَابَهَا فِي غَيْرِ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا هَتَكَتِ السِّتْرَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ رَبِّهَا"

"جس عورت نے اپنے شوہر کے گھر کے سوا کہیں اپنے کپڑے اتارے۔اس نے اپنے اور اللہ تعالی کے مابین پائے جانے والے پردے کو ہٹا دیا۔"[1] (ترمذی)

تقریبات کے انعقاد میں راہ اعتدال:

دین اسلام بخل اور فضول کے درمیان اوسط درجے کا خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے، نکاح کا اعلان (تقریب شادی کے ذریعے) کیا جائے لیکن ممنوع حد تک نہ جایا جائے۔

فاخرانہ لباس پر تکبر کا انجام:

بعض عورتیں زیب وزینت کے معاملہ کے ساتھ ساتھ ہی تبرج وبے پردگی اور تزیین وتجمل پر اتراتی پھرتی اور فخر ومباہات کرتی ہیں، اموال برباد کرتی اور اوقات ضائع کرتی ہیں اور یہ سب صرف بے بنیاد شہرت حاصل کرنے اور ناپسندیدہ ریاء کاری کے لئے ہوتا ہے۔

اے خواتین! لباس میں تکبر کرنے سے بچیں۔لباس پر فخر وتکبر کرنے والوں کے سلسلہ میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي قَدْ أَعْجَبَتْهُ جُمَّتُهُ وَبُرْدَاهُ، إِذْ خُسِفَ بِهِ الْأَرْضُ، فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ"

"ایک آدمی اپنا پسندیدہ لباس پہنے ہوئے تھا، بالوں کو کنگھی سے سنوارا ہوا تھا اور چلنے میں بڑا متکبرانہ انداز آچکا تھا۔اچانک اللہ نے اسے زمین میں ہی دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں ہی دھنستا جائے گا۔"[2] (متفق علیہ)

---

1) ترمذی:2803۔

2) صحیح بخاری:5789،صحیح مسلم:2088۔

مردوں اورغیر مسلم عورتوں کی مشابہت:

مسلمان عورت اپنی زینت وسنگھار، اپنے لباس و پوشاک اور اپنے بالوں کے انداز میں ممتاز ہوتی ہے وہ مردوں یا غیر مسلم عورتوں سے مشابہت کرنے سے کوسوں دور ہوتی ہے اور ان لوگوں (مردوں اور غیر مسلم عورتوں) سے مشابہت کرنا باعث وعید ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں سے مشابہت پیدا کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

"لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ"

خصائص مردوزن:

مردوزن کے بعض خصائص ہیں، ان کے اپنے اپنے احوال، لباس اور زینت کی اشیاء ہیں۔ عورت اپنی نسوانیت پر فخر کرتی ہے اور مرد اپنی مردانگی و جوانمردی کو باعث اعزاز سمجھتا ہے۔ غیروں کی تقلید کرنے میں اپنی نفسیاتی کمزوری و احساس کمتری کا اظہار ہوتا ہے اور اپنے خصائص پر عدم رضامندی کا پتہ چلتا ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ایسا کرنے سے بندہ اپنے خالق کی حکمتوں کے ادراک میں نقص والا بنتا ہے۔

باعث لعنت افعال:

آنکھوں کے آبرو اللہ تعالی نے زینت کے لئے بنائے ہیں جبکہ بعض عورتیں اپنی آنکھوں کے جمال اور چہرے کے رعب کو آبروں کے بال نکال کر ضائع کر دیتی ہیں حالانکہ آبروں کے بال زائل کرنے والی عورتوں پر اللہ تعالی نے لعنت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

"لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ"

"اللہ تعالی نے بال نکالنے والی اور بال نکلوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔"[2]

غیروں کی تقلید و نقالی کے اصل محرکات:

بعض لوگ نفسیاتی کمزوری اور احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے غیروں کی تقلید کے بڑے دلدادہ ہوتے ہیں حتی کہ شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات میں بھی نقالی کرتے ہیں۔

شب زفاف پر شرعی خلاف ورزیاں:

مرد پر نکاح یا کسی بھی دوسرے موقع پر غیر محرم عورتوں کو دیکھنا حرام ہے۔ شب زفاف میں دولھے کا غیر محرم عورتوں میں جا گھسنا اور اپنی بیوی کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھنا جبکہ وہ مسلمانوں کی بنی سنوری مکمل زیب و زینت والی عورتوں کو دیکھتا ہے، یہ انتہائی ذلیل برائی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ"

---

1) صحیح بخاری: 5885۔

2) صحیح بخاری: 5931، صحیح مسلم: 2125۔

عورتوں (غیر محرم خواتین) پر داخل ہونے سے بچو۔"[1] (متفق علیہ)

دولھے کا اپنی دلہن کے ساتھ عورتوں کے سامنے اسٹیج پر بیٹھنا تقلید اغیار کا شاخسانہ ہے، اس کا باعث خواہشات کی پیروی ہے، اس فعل کا ظاہری پہلو فخر ومباہات اور تکبر ہے اور اس کا ثمرہ شقاوت کی شکل میں ہوسکتا ہے، عورتوں کے سامنے بیٹھے دولہا دلہن کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ عورتیں انہیں دیکھ رہی ہوتی ہیں اور انہیں دیکھنے والوں میں سے کوئی تو اس کے جسمانی ساخت پر تنقید کر رہی اور کیڑے نکال رہی ہوتی ہے اور کوئی ان کے یہاں پائی جانے والی نعمتوں (مال وجمال) پر حسد کر رہی ہوتی ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "أَلَّا يَرَاهُنَّ الرِّجَالُ" "عورت کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ غیر محرم مردوں کو نہ دیکھے اور غیر محرم مرد اسے نہ دیکھیں۔"[2] (مسند بزار)

شادی پر دلہن کا لباس شہرت:

دلہن کے شادی کے جوڑے کے پیچھے اتنی لمبی دم بنا دینا جسے اس کے پیچھے کئی عورتیں اٹھائے چل رہی ہوتی ہیں، یہ غیر مسلم لوگوں کی مشابہت ہے اور ایسا کرنا حرام فعل ہے، اسی طرح شادی بیاہ کے موقع پر (اور عام حالات میں بھی) گانا وموسیقی اللہ کی ناراضگی کا باعث اور قسوت قلبی سنگدلی کا سبب ہیں اور یہ گانا وموسیقی بندے اور اللہ تعالی کے مابین موٹا پردہ حائل کر دینے کا باعث بنتے ہیں، شب نکاح وزفاف پر بعض لوگوں کا گانا وموسیقی کا اہتمام کرنا اللہ کی نعمتوں کی ناشکری ہے اور اللہ تعالی کی نافرمانی بھی، اور انتہائی اسراف وفضول یہ ہے کہ گانے بجائے والی سنگر (اور رقص کرنے والی ڈانسر) منگوائی جائے اور گانا سنا (اور رقص دیکھا) جائے اور سحری کے ان اوقات میں اللہ تعالی کی نافرمانی کی جائے جبکہ انہی گھڑیوں میں اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ اور اللہ والے اپنی عبادت گاہوں میں مصروف مناجات ہوتے ہیں۔

منکرات پر مشتمل تقریبات میں عدم شمولیت:

مسلمان کے لئے کسی بھی ایسی تقریب میں شرکت کرنا حرام ہے جس میں کسی منکر و برائی کا ارتکاب کیا جا رہا ہو، امام اوزاعی فرماتے ہیں: "کسی ایسی تقریب شادی میں شرکت نہ کریں جس میں طبلہ ساز بج رہے ہوں۔"

تقریب شادی پر جائز امور:

اسلام کے احکام میں حرام امور سے بچنے کے لئے متبادل ایسے امور موجود ہیں کہ بندہ حرام کا محتاج ہی نہیں رہ جاتا، اسلام نے رات کے وقت ممنوع الفاظ سے پاک کلام کے ساتھ خاص طور پر عورتوں کو دف بجا کر خوشی کا اظہار کر لینے کی اجازت دی ہے۔

تصویر کشی اور مصور کا انجام:

تصویر کشی کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور یہ فعل اللہ کے غضب اور لعنت کا موجب بھی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

1) صحیح بخاری:5232، صحیح مسلم:2172۔

2) مسند بزار:526۔

"لَعَنَ الْمُصَوِّرِينَ"

تصویر کشی کرنے والے مردوں اور عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

مصور یا تصویر ساز کو ساری انسانی مخلوق سے زیادہ عذاب ہوگا، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ"

"قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب مصوروں کو ہوگا۔"[2] (متفق علیہ)

عورتوں کی تصویروں اتارنا تو بہت ہی برے نتائج لاتا ہے، ہوسکتا ہے وہ تصویریں غیر محرم مردوں تک پہنچیں اور اسی کے نتیجہ میں گھروں کے گھر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، سمجھ دار باپ وہ ہے جو اپنی بیوی اور بیٹیوں کو ایسی جگہوں پر جانے سے ہی روک دے جہاں تصویریں بن رہی ہوں۔

اشیاءِ خورد و نوش میں اعتدال:

کھانے پینے کے سامان میں اعتدال و میانہ روی اور فخر و مباہات سے بچنا چاہئے اہل فضیلت لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ کی سنت کو اپنا راہنما بناتے ہیں اور وہی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی شادی پر ولیمہ کرنے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: "أَوْلَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيرٍ"

"نبی ﷺ نے اپنی بعض بیویوں سے شادی پر دو مد جو سے ولیمہ کیا۔"[3] (صحیح بخاری)

یہ انتہائی غلط روش ہے کہ خیرات میں آدمی بخیل ہو جائے اور شادی بیاہ کے موقع پر انتہائی فضول خرچیاں کرتا جائے، نکاح کے موقع پر بار بار تقریبات کا انعقاد کرنا بظاہر تو خوشی و فرحت ہی ہے جبکہ درحقیقت یہ شادی پر انجام کار غم کا باعث بننے والا ہے، منگنی پر تقریب کا انعقاد، منگیتر کے اپنی منگیتر کو انگوٹھی پہنانے کے دن پھر ایک پر تکلف دسترخوان سجانا دونوں فعل ہی حرام ہیں، عقد نکاح کی رات دعوت کا اہتمام اور شب زفاف کو رنگارنگ کھانوں کا انتظام، دولہے کے اخراجات میں بلاوجہ اضافے اور اس کے لے بوجھ بنتے ہیں۔کیا کوئی ہے؟ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اس بات کی کوشش کرے جو اپنی بیوی کے ساتھ سر ڈھانپنے کے لئے گھر بنائے جو ستر و عفت اور پاکدامنی کا ذریعہ بنے اور شادی کے اخراجات کم از کم کرکے اور فضول خرچی سے بچ کر معاشرے میں ایک مثالی نیک کام کی بنیاد رکھے اور شب زفاف پر وہ صرف ایک ہی ولیمہ کرے جو کہ دولہا دلہن کے لئے بھی زیادہ محبوب عمل ہے، یہی تمام فضولیات سے بچنے کا طریقہ اور گناہوں سے سلامتی والا، کامل ترین ولیمہ اور توفیق خیر کو پانے والا فعل ہے۔

حکمت الٰہی اور اسوۂ نبوی:

---

1) صحیح بخاری: 5347۔
2) صحیح بخاری: 5950، صحیح مسلم: 2109۔
3) صحیح بخاری: 5172۔

اللہ تعالی نے رات کو لباس و پردہ بنایا ہے اور نیند کو راحت بنایا ہے جبکہ :"لَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا (الْعِشَاءَ) وَلَا الْحَدِيثَ بَعْدَهَا"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء سے پہلے سونا ناپسند فرماتے تھے اور نماز عشاء کے بعد (بلا ضرورت شرعی) باتیں کرنا مکروہ جانتے تھے۔"[1] (متفق علیہ)

فرحت وخوشی کے لمحات کا اظہار فحش قسم کی رنگینی کے بغیر بھی کیا جا سکتا ہے اور نکاح کے اعلان وتقریب کے لئے یہ ہرگز ضروری نہیں کہ اسے سحری تک لمبا کر دیا جائے حالانکہ آغاز شب کی چند گھڑیاں ہی اس غرض کے لئے کافی ہیں۔

تقوی پر بنیاد:

مسلمانو! جس نے اپنی عمارت کی بنیاد تقوی پر رکھی وہی سب سے زیادہ مضبوط وخوبصورت اور دیرپا ومفید ہوگی اور جس نے اپنی عمارت کو محرمات سے بھر دیا اس نے گویا شقاوت و بدبختی کو آواز دے دی، نو بیاہتا جوڑا شادی کی پہلی رات (شب زفاف) میں گوناگوں گناہوں کی تپش سینکتا ہے، حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں گناہ کرتا ہوں تو اس کا اثر اپنی بیوی کے اخلاق و کردار میں پاتا ہوں یا پھر اپنی سواری کی سرکشی کی شکل میں دیکھ لیتا ہوں۔"

عاقل عورت کا انداز:

عاقل وحاذق عورت پہلی رات میں گناہوں کے ارتکاب سے اور اللہ کی نافرمانی سے اپنے گھر کی بنیادوں کو نہیں ہلاتی، گناہ معاشرت کو مشکل بنا دیتے ہیں اور دونوں میاں بیوی کے دلوں کو مبتلا وحشت کر دیتے ہیں اور کوئی شادی جتنی بھی صحیح تر طریقے سے ہوگی اتنی ہی زیادہ توفیق یافتہ نکلے گی، اور شادی بیاہ میں یہ جتنی بھی اسلامی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں ان سب کا سبب احساس کمتری اور احساس درماندگی ونقص ہے۔

تقریب نکاح کی اصل حقیقت:

بعض لوگ نکاح کی حقیقت کو ہی شائد نہیں سمجھتے وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ فخر ومباہات اور کھانے پینے کی رنگا رنگ چیزوں کا اہتمام اور قیمتی کپڑوں کی خریداری شائد نکاح کے لوازمات میں سے ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ نکاح تو دو میاں بیوی کے مابین قائم ہونے والا ایک مضبوط بندھن ہے جسے کسی خطا کاری سے اور کسی گناہ ونافرمانی سے خطرے میں نہیں ڈالنا چاہیئے۔

والدین کی ذمہ داری:

والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ نکاح کے مواقع پر گناہوں کے ارتکاب کے لیے عورتوں کی باگیں ڈھیلی نہ چھوڑ دیں۔ عورت ذات کمزور ہے اگر وہ سرپرست کا بات نہ پکڑے رہے گی تو خواہشات کی رو میں بہہ کر بھٹک جائے گی۔

خواتین کا فرض:

---

1) صحیح بخاری:547، صحیح مسلم:647۔

خواتین پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے احکام کی اطاعت کریں، حرام امور واشیاء کے ارتکاب سے بچیں۔عورت کو چاہیئے کہ وہ اخلاق عالیہ سے مزین ہو اور اپنے دل کو اطاعت الٰہی کی ذریعہ اصلاح کرے۔وہ ماں ہے، ایک خاندان کے بارے میں جوابدہ اور افراد خاندان کی راہنمائی کرنے والی ہے، اسے عالی فکر اور بلند نگاہ ہونا چاہیئے۔آج عمل کا وقت ہے اور کوئی حساب نہیں کیا جارہا ہے اور کل (قیامت کو) حساب کتاب لیا جائے گا مگر عمل کا کوئی موقع نہیں رہے گا۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ﴾

”جونیک کام کرے گا تو اپنے لئے اور جو برے کام کرے گا تو ان کا ضرر اسی کو پہنچے گا، اور تمہارا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔“

(حم السجدہ:46)

باعث عروج وسعادت:

مسلمانو! اسلام تہذیب وتمدن اور سیادت وقیادت کا منبع ہے اس سے تعلق وتمسک عروج وترقی کا ذریعہ، امتوں کی تشکیل کا باعث اور نسلوں کی تعمیر کا سبب ہے اور یہ سب کام باحسن طریق سرانجام پاتے ہیں۔

دولہا اور اس کے والدین کے لیے ہدایات:

نکاح کے طریقوں میں آسانی اور سعادت بخش شادی کے ذریعے محبت ومودّت کی راہیں پانا میاں بیوی دونوں اور ان کے سب گھر والوں کے لئے باعث ابتہاج ومسرت ہوتا ہے اور یہی معاشرے کے لئے بھی خوشی کا باعث بنتا ہے۔شوہر کو چاہئے کہ وہ دیندار، بلند اخلاق اور باادب عورت کو بیوی بنانے کے لیے اختیار کرے۔اور اگر کوئی اخلاق ودین میں برابری کا رشتہ آئے تو اسے ردّ نہ کریں، اہل عقل وتجربہ سے مشورہ کرنے، اللہ سے استخارہ کرنے اور اس عورت کو بیوی بنانے کا عزم بالجزم کر لینے کے بعد کسی محرم کی موجودگی میں اپنی ہونے والی بیوی کو ایک نظر دیکھ لیں اور پھر پورے انشراح صدر اور توکل علی اللہ نکاح کریں۔شب زفاف پر اعتدال ومیانہ روی سے فرحت وخوشی کی تقریب منعقد کریں جس میں لاابالی پن، فخر ومباہات اور کبر ونخوت نہ ہو، اس سادہ سی تقریب کے ذریعے شرعی اعلان نکاح کریں، اس میں اپنے دوست واحباب اور اعزہ واقارب کو دعوت دیں اور مہمان کے بقدر مناسب کھانے پینے کا انتظام کریں جس میں اسراف وتبذیر (فضول خرچی) کا عنصر ہرگز شامل نہ ہو اور تقریب کے اختتام پر دلہن کو دلہا کے ساتھ روانہ کردیں۔

گناہوں کا اثر ازواجی زندگی پر:

سمجھدار، عقلمند اور اعلی اخلاقی وروحانی قوت کی مالکہ عورت اپنی شادی کے موقع پر حرام امور واشیاء کے وقوع سے روکتی ہے۔کیونکہ وہ جانتی ہے کہ گناہوں کا اس کی ازواجی زندگی پر برا اثر مرتب ہوگا۔

اسلام کی نکاح میں آسانیاں:

اسلام نے نوجوانوں کے لئے نکاح میں آسانیاں اور اس کے رشتوں میں بڑی سہولتیں مہیا کیں ہیں۔نبی ﷺ نے ام المؤمنین صفیہ

رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور شادی کی جبکہ آپ سفر میں تھے ۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ" راستے میں ہی تھے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دلہن بنایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کے وقت ہی یہ بیوی ہدیہ کر دی ،اور صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب زفاف گزارے ہوئے دلہا تھے ۔

ایک انتہائی قبیح فعل:

شادی بیاہ کی برائیوں اور قبیح امور میں سے ایک یہ بھی ہے کہ والد اپنی بیٹی کی شادی کو مؤخر کر دے اگر چہ دینی ہم پلہ اور اخلاق برابری کے رشتے آرہے ہیں، یا پھر بعض والدین لڑکی کے چچازاد کے لئے اسے روکے رکھتے ہیں کہ وہ شادی کے لائق ہوگا تو اسے اپنے اس بھتیجے سے بیاہوں گا۔

اے باپ! یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ آپ کی بیٹی آپ کے گھر میں ایک کمزور سی مخلوق ہے،اس کی حیاء داری نے دل کی بات زبان پر لانے سے اس پر تالے لگا رکھے ہیں وہ صبح اٹھتی ہے تو دل میں رنج لیے اٹھتی ہے اور دن کو چلتی پھرتی ہے کہ اس کا دل حزین وغمگین ہوتا ہے ۔وہ اس فکر میں رنج والم محسوس کرتی رہتی ہے کہ کہیں بے بیاہی نہ رہ جائے اور شادی کی گاڑی ہی نہ نکل جائے ۔

عورت: ایک پھول:

عورت ایک پھول ہے، جس کی بہار و جوبن کا زمانہ بہت ہی مختصر سا ہوتا ہے اور پھر یہ پھول مرجھا جاتا ہے اور دین اسلام وشریعت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت بھی یہی ہے کہ لڑکی کی شادی اس کے بالغ ہونے پر جلد از جلد کر دی جائے ۔اور اس میں بھی کوئی قباحت نہیں کہ کوئی شخص اپنی بہن یا بیٹی کا رشتہ کسی نیک شخص کے سامنے خود پیش کر دے بلکہ یہ سرپرستی ونگرانی کی انتہائی اعلی مثال ہوگی۔

فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: أَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقَالَ سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، ثُمَّ لَقِيَنِي فَقَالَ: قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هَذَا ، قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ زَوَّجْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ ، فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ، وَكُنْتُ أَوْجَدَ عَلَيْهِ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا،انھوں نے رشتہ قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر وہ ناراض نہیں ہوئے بلکہ یہی رشتہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔انھوں نے بھی یہ رشتہ نہ لیا تو وہ پھر بھی مایوس نہیں ہوئے بلکہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پیش کر دیا۔اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے شادی کر لی۔"[1] (بخاری)

دین واخلاق میں برابری کے رشتہ کو رد کرنے کا انجام:

---

1) صحیح بخاری:5122۔

والدین کے لئے دین واخلاق کے مالک شخص یا نوجوان کا رشتہ قبول نہ کرنا شریعت اسلامیہ کے منافی فعل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ"

"جب تم سے کوئی ایسا شخص رشتہ طلب کرے جس کے دین واخلاق سے آپ مطمئن ہوں، اسے رشتہ دے دو، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور وسیع بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔"[1] (ترمذی)

عقل ورشد یہی ہے کہ شریعت مصطفی کی پیروی کی جائے اور صاحب عقل و دانش وہی ہے جو اطاعت و پیروی کی راہوں سے سعادت وخوشی کا طلب گار ہو۔

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

---

1) ترمذی:1084۔

خوشحال گھرانہ، گھر کو جنت بنانے کے لیے ضروری امور

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ
/5/11/1424ھ، 11/7/2003ء

حمد و ثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو، اس کی اطاعت کرو، کیونکہ تقوی ہی بہترین کمائی ہے اور اطاعت الٰہی ہی سب سے اعلیٰ نسب ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک شخص (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا، ان سے ان کا جوڑا (رفیق حیات) بنایا اور پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وزن (پیدا کر کے زمین میں) پھیلا دیئے اور اللہ سے جس کے نام کو تم حاجت برآری کا ذریعہ بناتے ہو، ڈرو اور قطع رحمی سے بچو، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔" (النساء:1)

انسانی فطرت: طلب استقرار:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے اپنی باریک بینی وحکمت کاملہ میں سے ایک کے طور پر انسان کو ایسی طبیعت دے کر پیدا فرمایا ہے کہ وہ سکون واستقرار کا طلبگار رہتا ہے اور اس کی فطرت تخلیقی طور پر بھی اس بات کی متقاضی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کی صنف کو اس کے لئے سکون وراحت کا ذریعہ بنانے کے لئے اسے بھی اسی سے پیدا فرما دیا تاکہ وہ اس سے ربط رکھ کر پرسکون زندگی گزارے کیونکہ انسان اپنی ہی جنس کی طرف زیادہ مائل ہونے والا اور اسی کی طرف لپکنے والا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾

"اس (اللہ) کی نشانیوں میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان کی طرف (مکمل ہو کر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی، جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لئے ان باتوں میں بہت سی نشانیاں ہیں۔"

(الروم:21)

مضبوط وگہرا تعلق:

مسلمانو! ازدواجی تعلق بہت ہی مضبوط اور گہرا تعلق ہے جو کہ وہ رغبت واختیار سے پیدا ہوتا ہے اور ایثار وقربانی کا جذبہ اسے مزید قوی کر دیتا ہے اور تعلق کو بنائے رکھنا شرعی اور فطری ہر دو اعتبار سے واجب ہے۔

خاندان: معاشرے کی بنیاد:

خاندان معاشرے کی عمارت میں بنیادی اینٹ ہوتی ہے اس کے سدھرنے سے حالات سدھرتے ہیں اور اس کے بگڑنے سے پورا ماحول

ہی بگڑ جاتا ہے اور اخلاق و کردار میں انحطاط واقع ہو جاتا ہے، خاندان کے بنیادی رکن اور قائد میاں اور بیوی ہوتے ہیں جن میں محبت و وفاء، جودہ وصفاء، عطف و کرم، لطف ونوازش، اتفاق و وفاق، آداب اور حسن اخلاق کا وجود ان دونوں کو ایک چھت کے نیچے جمع کئے رکھتا ہے اور وہ دونوں خوشحال زندگی اور عیش وعشرت سے گزر بسر کیے جاتے ہیں۔

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں مکمل اصلاح اور عدل عام کے قواعد موجود ہیں اور وہ اس ازواجی تعلق و رابطہ کو مزیم مستحکم کرنے والے ہیں۔

مسائل کو جنم دینے والی چیزیں: اور بعض شوہروں کی ظالمانہ طبیعت:

مسلمانو! گھروں میں مسائل کا بکثرت جنم لینا اور اختلافات اور تنازعات کا بڑھ جانا اور طلاق و فراق کا عام ہو جانا اور وہ بھی معمولی معمولی باتوں کی بناء پر، یہ دراصل شرعی احکام کی معرفت میں کمی، ازدواجی زندگی کے آداب سے ناواقفیت اور خاندانی ذمہ داری کے تقاضوں کو پورا نہ کرنے کا نتیجہ ہے، وہ خاندان خوشحال و فارغ البال اور صفائی قلوب والا کیسے ہوسکتا ہے جہاں شوہر بدزبان اور جور و جفاء کا عادی ہو، جب غضب و غصے میں آئے تو اس کے نتھنے پھول جاتے ہیں، باچھوں سے جاگ بہنے لگتا ہے اور آپ سے باہر ہو جاتا ہے، اس میں انانیت اور خود پسندی کی خو ہے، اس میں خیر نام کی تو کوئی چیز دیکھنے میں نہیں آتی اور شر کا کوئی اندازہ ہی نہیں، ہاتھ ہمیشہ خشک رکھتا اور خرچہ دینے میں بخل دکھلاتا ہے، ہر وقت ناک بھنویں چڑھائے رہتا ہے اور اس کا اپنے گھر والوں س انتہائی غلط رویہ رہتا ہے، زبان سے گھٹیا الفاظ اور گالی گلوچ کی قطار لگی رہتی ہے، زبان کی تلوار سے زخموں پر زخم دیئے جاتا ہے اور انہیں مندمل نہیں ہونے دیتا۔ اپنے اس رویے سے وہ اپنی بیوی کو شکستہ خاطر، پر حسرت اور مبتلاء حیرت و پریشانی رکھتا ہے۔ اور وہ ایک سے بڑھ کر ایک تلخ امور کے مابین پھنسی رہتی ہے، طلاق مانگتے بھی نہیں نبتی اور اس کی اذیتوں پر صبر کرنا بھی مشکل ہو رہا ہے۔

نہ جائے رفتن، نہ پائے ماندن (مترجم)

شوہروں میں سے بعض وہ ہیں کہ اگر کسی وجہ سے بیوی پر ناراض ہو جائیں تو اس پر ظلم وستم اور جبر و اکراہ کے پہاڑ توڑ دیتے ہیں۔ اس کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں، اس کے حقوق ادا نہیں کرتے، اسے خرچہ تک نہیں دیتے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی گود سے ننھے منے بچے کو چھین لیا جاتا ہے اور اسے مامتا کی محرومیوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور وہ غم واندوہ میں ڈوب کر رہ جاتی ہے، اے قرآن کو ماننے والوں احسان کہاں گیا؟ احسان کرنے کی تعلیمات کا اثر کیا ہوا؟

بدفطرت بیوی کی علامات:

مسلمانو! اس گھر والوں کی زندگی میں سکون وچین اور سعادت وخوشی کیسے رہ سکتی ہے جہاں عورت بکثرت باہر جانے اور آنے کی عادی ہو چکی ہو۔ اس کی زبان قینچی کی طرح چلتی ہے، طعن و تشنیع اور لعنت و پھٹکار کی عادی ہے۔ نہ وہ انصاف کو مانتی ہے اور نہ ہی قناعت وکفایت شعاری کی قائل ہے، عندالطلب سستی وکاہلی بلکہ بیماری کا بہانہ بنا لیتی ہے اور جب اسے کسی چیز کی حاجت ہو تو اپنی منشاء کے خلاف کچھ سننے کو تیار نہیں ہے، وہ افراط وتفریط میں مبتلا اور کمی وزیادتی کی عادی ہے۔ بکثرت سونا اور دوسروں کو ملامت کرنا اس کی عادت ہے، پراگندہ حالت

میں رہنا اس کی فطرت بن چکی ہے۔۔۔۔۔نہ آنکھ میں سرمہ، نہ ہاتھوں میں مہندی (نہ بناؤ سنگھار) ہر وقت عجیب بھدی سی بنی رہتی ہے۔ رو پیٹ کر حق کو باطل کر دیتی ہے۔ دوسرے کا احسان ماننے کو تیار نہیں ہوتی اور اس سلسلہ میں اس کے پاس طرح طرح کی حجتیں اور دلیلیں تیار پڑی رہتی ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ، يَكْفُرْنَ. قِيلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللهِ؟ قَالَ: يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ"

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "میں نے دیکھا کہ جہنم میں اکثریت عورتوں کی ہے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کی کیا وجہ ہے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: "وہ اس لئے یہ اپنے شوہر کی ناشکری اور اس کی احسان فراموشی بہت کرتی ہیں۔" اگر ان میں سے کسی سے زمانہ بھر حسن سلوک سے پیش آتے رہو اور پھر کبھی تم سے کوئی بدسلوکی دیکھ بیٹھی تو جھٹ کہہ دے گی: میں نے تمہارے یہاں (تیرے گھر میں) کبھی خیر و بھلائی دیکھی ہی نہیں۔"[1] (بخاری)

حقوق الزوجین:

اے معزز جوڑی! اپنی ازدواجی زندگی کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، ایک دوسرے کے حقوق میں کوتاہی نہ کرو اور بدسلوکی و نافرمانی سے انہیں تلف نہ کرو، آپ دونوں میں ہر کسی کو دوسرے کی نسبت وہ تمام حقوق بطریق احسن ادا کرنے چاہیئے جو اس پر اللہ نے اس کے رفیق حیات اور شریک سفر کی نسبت عائد کیے ہیں اور قرآن وسنت کی نصوص واحکام کی پیروی کریں اور عقل کے تقاضوں کو مانیں ورنہ یہ روز روز کی بک بک و چھک چھک تم دونوں کو برباد کر کے رکھ دے گی، طلاق و علیحدگی ہو جائے گی اور پھر تم میں سے ہر کوئی کف افسوس ملے گا، ہاتھوں پر کاٹے گا، بال نوچھے گا اور ہونٹ چبائے گا، اپنے معاملہ میں اللہ کے ارشاد کو فیصل بناؤ جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾

"اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے البتہ مردوں کو عورتوں پر یک گونہ فضیلت حاصل ہے۔" (البقرہ:228)

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلَى نِسَاءِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا"

"خبردار رہو! تمہارے تمہاری بیویوں پر حقوق ہیں اور تمھاری بیویوں کے تم پر حقوق ہیں۔"[2] (ترمذی وغیرہ)

شوہر کے لیے ہدایات:

مسلمانو! اگر کسی نے اپنے لئے ایسے شریک حیات کی تمنا کی کہ جو تمام کمی بیشیوں سے بری اور نقص و کوتاہیوں سے پاک ہو تو اس نے ایسی چیز

---

1) صحیح بخاری:29۔

2) ترمذی:1163۔

کی طلب کی جس کا حصول ممکن ہی نہیں، نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ "

”کوئی مسلمان مرد اپنی بیوی سے بغض نہ رکھے (حسن معاشرت ہی سے پیش آئے) اگر اسے کوئی بات بری لگتی ہے تو اس کی کئی دوسری اچھی باتیں بھی تو ہیں جس سے راضی ہوتا ہے۔“[1] (صحیح مسلم)

اسی طرح نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا مِنْ غَيْرِ بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ "

”جس عورت نے بغیر کسی اشد ضرورت ومجبوری کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔“[2] (ترمذی)

بیوی کے لئے ہدایات:

اے مسلمان عورت اور مومن بیوی! اپنے شوہر کے لئے زمین بنی رہو وہ تمہارے لئے آسمان بنا رہے گا،تم اس کے لئے نرم وگرم آغوش و گھوارہ بنی رہو وہ آپ کے لئے ستون کی طرح مضبوط سہارا بنا رہے گا،تم اس کے سامنے کنیز بنی رہو وہ تمہارا غلام بنا رہے گا،اس کے کھانے پینے کے اوقات کا خیال رکھو اور جب وہ سوئے تو اس کے آرام وسکون کے لئے خاموشی کا اہتمام کرو،کیونکہ بھوک کی تلخی بھڑکا دیتی ہے اور نیند پوری نہ ہونا آدمی کو تندخو اور چڑچڑا کر دیتا ہے،قناعت وکفایت شعاری کے ذریعے اس کا ساتھ دیتی رہو،حسن سمع وطاعت تمہارا شعار رہے،اس کے اسرار ورموز اور اندرونی بھیدوں کو افشاء نہ کرو اور نہ ہی اس کی نافرمانی کرو،کمی کوتاہی سے بچ کر رہو اور شوہر کے دل میں بال لانے والے اور اسے مکدر خاطر کرنے والے امور سے اجتناب کرو،اگر آپ شوہر کے گھر میں ہیں تو اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھو اور اس کی گھر میں داخل ہونے کی کسی ایسے شخص کو اجازت نہ دو جسے آپ کا شوہر ناپسند کرتا ہے،اور یہ ہدایات پلے باندھ لو کہ تم جتنا زیادہ اس کا ادب وتعظیم کروگی وہ اتنی ہی تمہاری عزت وتکریم کرے گا،اس سے چمٹی نہ رہو کہ کہیں وہ اکتا کر ہٹا نہ دے اور اس سے دور بھی نہ رہو کہ وہ دماغ سے ہی نہ اتار دے،ہر وہ ادا اختیار کرو جو اسے پسند ہے اور اسے بھاتی ہے لیکن سب شرعی قواعد واحکام کے اندر اندر ہونا چاہیئے اور اسلامی آداب کی حدود سے تجاوز بھی نہ ہو،اگر وہ اپنی ضرورت سے بلائے تو اس کی رغبت کو پورا کریں اور اس کی دعوت پر لبیک کہیں حتی کہ اس بات کا حکم دیتے ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ "

”جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے پاس بلائے اور وہ انکار کر دے اور اسی طرح ساری رات وہ اس پر ناراض رہے تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنت برساتے رہتے ہیں۔“[3] (متفق علیہ)

سلف امت کی خواتین کا روشن کردار:

خوش دلی سے اس کی خدمت وتواضع میں لگی رہیں کیونکہ اس کی خدمت کرنے سے محبت میں تقویت پیدا ہوگی اور پیار کی جڑیں مزید گہری

---

1) صحیح مسلم:1169۔

2) ترمذی:1187۔

3) صحیح بخاری:3237،صحیح مسلم:1436۔

ہوں گی۔

(1) اس سلسلہ میں حضرت اسماء بنت ابی بکرصدیق رضی اللہ عنہا آپ کا اسوہ وقدوہ اورنمونہ ہونی چاہیئے ۔وہ بیان کرتی ہیں کہ:"تَزَوَّجَنِي الزُّبَيْرُ وَمَا لَهُ فِي الْأَرْضِ مِنْ مَالٍ وَلَا مَمْلُوكٍ وَلَا شَيْءٍ ، غَيْرَ نَاضِحٍ وَغَيْرَ فَرَسِهِ ، فَكُنْتُ أَعْلِفُ فَرَسَهُ وَأَسْتَقِي الْمَاءَ ، وَأَخْرُزُ غَرْبَهُ وَأَعْجِنُ ، وَلَمْ أَكُنْ أُحْسِنُ أَخْبِزُ ، وَكَانَ يَخْبِزُ جَارَاتٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ ، وَكُنَّ نِسْوَةَ صِدْقٍ ، وَكُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَأْسِي ، وَهِيَ مِنِّي عَلَى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ"

"حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے شادی کی جب کہ اس وقت ان کے پاس کوئی مال واسباب کوئی کنیز وغلام اورکوئی چیز نہیں تھی ۔صرف پانی لانے والی ایک اونٹنی اورصرف ایک گھوڑا تھا،میں ان کے گھوڑے کو چارہ ڈالا کرتی تھی اور پانی لایا کرتی تھی،سلائی ٹانکا کردیتی تھی اورآٹا بھی گوندھ دیتی لیکن مجھے روٹی پکانا اچھی طرح سے نہیں آتا تھا،ہماری انصاری پڑوسیوں میں سے بعض روٹی پکادیتی تھی اوروہ صحیح معنوں میں عورتیں تھیں اورمیں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زمین سے گٹھلیاں نکال دیا کرتی تھی جوکہ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری وجہ سے عطا کی تھی ۔اوروہ زمین مجھ سے دوتہائی فرسخ (فرسنگ،6 میل) کے فاصلے پرتھی۔"[1] (صحیح بخاری)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ محترمہ جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ الزہراء کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:"فَجَرَّتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَتْ بِيَدِهَا ، وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا ، وَقَمَّتِ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا ، وَأَوْقَدَتِ الْقِدْرَ حَتَّى دَكِنَتْ ثِيَابُهَا"

"انہوں نے اتنی چکی چلائی کہ دانے پیتے پیتے ان کی ہتھیلیوں میں گٹھے پڑ گئے،وہ مشکیزے سے پانی لایا کرتی تھیں حتی کہ ان کی گردن پر نشان پڑ گئے تھے،وہ گھر میں جھاڑو پھیرا کرتی تھیں جس میں ان کے کپڑے میلے ہوجایا کرتے تھے اورہنڈی کے نیچے چولہا جلایا کرتی تھیں جس سے ان کے کپڑوں کا رنگ (دھوئیں کی وجہ سے گاڑھا ہوگیا تھا۔"[2] (ابوداود)

نیک بیوی کے لئے بشارت جنت:

عورت کے لئے یہی بشارت وخوشخبری کیا کم ہے کہ نبی صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:"أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ"

"جوعورت اس حال میں وفات پاجائے کہ اس کا شوہراس پرراضی ہو،وہ جنت میں داخل ہوگئی۔"[3] (ترمذی)

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:"إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا ، وَصَامَتْ شَهْرَهَا ، وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا ، وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا ،

1) صحیح بخاری:5224۔

2) ابوداؤد:5062۔

3) ترمذی:1162۔

دَخَلَتْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ"

" اگر کوئی عورت نماز پنج گانہ کی پابند ہو، ماہ رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی (حرام سے) حفاظت کرے، اور اپنے شوہر کی اطاعت گزار و خدمت شعار ہو تو اسے کہا جائے گا جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔"[1] (صحیح ابن حبان)

بیوی پر ترس کھانا اور تعاون کرنا:

اے معزز شوہر! اپنی بیوی کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو، اس سے وہ کام نہ لو جو اس کی طاقت سے باہر ہو، اور تنگی و مشکل کے وقت اس کی مدد کریں جب وہ تھک جائے تو اس سے شفقت سے پیش آؤ، جب وہ بیمار پڑ جائے تو اس کی تیمارداری کرو، جب وہ حمل اور ایام رضاعت میں ہو تو اس کا خاص خیال رکھو، اس کا شکریہ ادا کرو اور نیکی و احسان کا رویہ اپناؤ اور اسے خوشخبری دو، اور یہ بات مضبوطی سے پلے باندھ لو کہ گھر کی مملکت میں آپ کی سربراہی کا معنی یہ ہرگز نہیں ہے کہ تم جبر و قہر، غلبہ و اقتدار، ظلم و استبداد اور حقارت آمیز سے پیش آؤ بلکہ یہ گھر کی سربراہی تو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ بیوی کی عزت و خودداری کو ٹھیس نہ پہنچاؤ بلکہ اس کا تحفظ کرو، اس کی تعلیم و تربیت میں کوشاں رہو اور اس کے پرامن رہنے کے لئے ضروری اقدامات سے بخوبی عہدہ برآ ہوتے رہو۔

عیب چینی میں نہ لگے رہنا:

آپ کا ہر وقت اس کی غلطیاں پکڑتے رہنے اور اس کی کوتاہی کو جمع کرتے رہنا یعنی عیب جوئی اور نکتہ کرتے رہنا مناسب نہیں اور بلاوجہ اس پر بدظنی میں بھی مبتلا نہیں رہنا چاہیئے اور اس سے کسی ایسے کام کا تقاضا بھی نہ کریں جو دین و مروت میں خلل انداز ہونے والا اور خلاف آداب ہے، اور قاتل شک اور تباہ کن بدظنی سے بھی بچ کر رہو، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:"" غَيْرَتَانِ إِحْدَاهُمَا يُحِبُّهَا اللهُ ، وَالْأُخْرَى يُبْغِضُهَا اللهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ يُحِبُّهَا اللهُ، وَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيبَةٍ يُبْغِضُهَا اللهُ"

" غیرتیں دو طرح کی ہوتی ہیں جن میں سے ایک کو اللہ تعالی پسند فرماتا ہے اور دوسری اللہ کو ناخوش کرتی ہے، شکوک بدگمانی پیدا کرنے والے امور میں غیرت کھانا اللہ کو پسند ہے اور اس کے سوا اللہ کو ناراض کرتی ہے۔"[2] (مسند احمد و مستدرک حاکم)

اپنے اہل خانہ سے حسن سلوک:

اے محترم شوہر! بکثرت عتاب و غصہ جھاڑنے کی عادت سے بچو، یہ نفرت کو ہوا دیتی ہے، اور اپنی اہل خانہ سے تعاون و سہارا نہ روکیں ورنہ وہ تمہارے قرب سے اکتا جائیں گے اور آپ کی زندگی سے نفرت کرنے لگیں گے اور آپ کی وفات کی تمنا کریں گے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:" كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ"

---

1) صحیح ابن حبان:4163۔

2) مستدرک حاکم:1530۔

جو غیرت اللہ کو ناپسند ہے وہ ان باتوں میں ہے جن سے آدمی پر بدگمانی پیدا ہوتی ہے مثلاً شراب خانہ، زنا خانہ میں جانا اور شرابیوں اور زانیوں اور رنڈیوں وغیرہ کے پاس بیٹھنا اور ان سے محبت کرنا (مترجم)

"کسی آدمی کے لئے یہی گناہ کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کر دے جن کا نان ونفقہ اس کے ذمے ہے۔"[1] (مسند احمد، ابو داود، مستدرک حاکم، سنن کبری، بیہقی)

صاحب جود و کرم بنے رہو، جو شخص جود و کرم سے کام لیتا ہے وہ سیادت وقیادت حاصل کر لیتا ہے اور جو اس میں مزید اضافہ کر دیتا ہے اس کا مرتبہ اور بڑھ جاتا ہے، اور اسراف وفضول خرچی میں کوئی خیر نہیں اور خیر وبھلائی کے کاموں میں جتنا بھی خرچ کریں اس میں کوئی فضول خرچی نہیں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾

"اور ان (عورتوں) سے اچھے طریقے سے پیش آؤ۔" (النساء:19)

اپنی بیویوں کو اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ﴾

"عورتوں کو اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں خود رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لئے تکلیف نہ دو۔" (الطلاق:6)

اور ارشاد ربانی ہے: ﴿لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾

"صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے اور جس کے رزق میں تنگی وتنگ دستی ہو وہ جتنا اللہ نے اسے دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے، اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کے مطابق جو اسے دیا گیا ہے اور اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش وفراخی بخشے گا۔" (الطلاق:6)

اور نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ، وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ"

"عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو، تم نے اللہ کی ایک امانت کے طور پر انہیں اپنے نکاح میں لیا ہوا ہے اور اللہ کے کلمہ (نکاح) سے تم نے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہوا ہے، تم پر ان کا نان ونفقہ اور کپڑا حسب دستور مہیا کرنا فرض ہے۔"[2] (صحیح مسلم)

ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرماتے ہیں: "إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا أَنْفَقَ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً، وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً"

"جو شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور اس پر اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھے تو وہ نفقہ اس کے لئے صدقہ بن جائیگا۔"[3] (متفق علیہ)

اسوۂ نبوی:

مسلمانو! نبی اکرم ﷺ جو کہ پوری کائنات کے سردار وامام ہیں، آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ انتہائی اعلی سلوک کرنے والے تھے،

---

1) ابو داؤد:1692۔

2) صحیح مسلم:1218۔

3) صحیح بخاری:55، صحیح مسلم:1002۔

ہمیشہ ان کے ساتھ ہنسی وخوشی سے پیش آتے، ان سے ہنستے کھیلتے اور لطف و کرم سے رہتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا ہے: "خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي"

"تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے زیادہ حسن سلوک کرنے والا ہے اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے اہل خانہ سے حسن سلوک کرنے والا ہوں۔"[1] (ترمذی، ابن ماجہ، معجم طبرانی کبیر، الصحیحہ :285)

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ"

"مومنوں میں سے اکمل ترین ایمان والا وہ ہے جو سب سے زیادہ حسن اخلاق والا ہے اور تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے اچھے ہیں۔"[2] (ترمذی)

ایسے ہی عورتوں سے حسن سلوک کی ترغیب دلاتے اور حکم دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا ہے: "فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا"

"عورتوں سے خیر و بھلائی کا سلوک کرو۔"[3] (بخاری)

تادیبا معمولی زدوکوب کی حد:

اے شوہرو! اللہ نے تمہیں اپنی بیویوں کو زیادہ تکلیف دیئے بغیر مارنے کی جو اجازت دی ہے اس میں حد سے تجاوز نہ کریں اور یہ بھی صرف تب ہو جب وہ نافرمانی پر اتر آئے۔ تو اسے اتنا مارلو کہ وہ نہ تو اسے دوسروں میں ذلیل کرے اور قباحت کو بڑھانے والا نہ مارو، اور نہ ہی زیادتی کر کے اسے گہرا درد پہنچاؤ اور نہ ہی خوفناک کوڑے برساؤ، اس حرکت کے نتائج بد بہت ہی برے اور نقصانات بہت ہی بڑے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ"

"تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی پر یوں کوڑے نہ برسائے جیسے کہ وہ اپنے غلام کو کوڑے مارتا ہے جبکہ پھر رات کو وہ اس سے جماع بھی کرتا ہے۔"[4] (بخاری)

وعید نبوی:

بعض لوگوں نے نبی ﷺ کے عہد مبارک میں اپنی بیویوں کو مارنے میں حد سے تجاوز کیا تو وہ نبی ﷺ کے گھر آئیں اور انہوں نے اپنے شوہروں کے انہیں مارنے کی شکایت کی۔ تب نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لَقَدْ طَافَ بِآلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ أُولَئِكَ بِخِيَارِكُمْ"

"بہت ساری عورتوں نے ہمارے گھر میں آکر اپنے شوہروں (کے انہیں مارنے) کی شکایت کی ہے۔ تم میں سے وہ لوگ اچھے نہیں ہیں

---

1) ترمذی:3895۔
2) ترمذی:1162۔
3) صحیح بخاری:5186۔
4) صحیح بخاری:5204۔

ـ“[1](ابوداؤد)

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "وَلَا يَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا يُقَبِّحْ"

”کسی (عورت) کو چہرے پر نہ ماریں اور نہ ہی اس کے لئے قباحت کی کوئی بدعاء کریں۔“[2] (احمد، ابن ماجہ)

ظلم وستم کا بدلہ دلانے والے دن (بروز قیامت) ظالم کے لئے ہلاکت وبربادی ہے۔

شوہروں کی بری عادات کے نتائج بد:

اے شوہرو! گھر سے باہر رتجگے منانا اور رات رات بھر گپوں میں مشغول رہنا، گھر والوں کے قلق و پریشانی کا باعث ہوتا ہے یہ انداز بیوی پر اس کی زندگی بدمزہ کردیتا ہے اور اس کے سکون واستقرار کو ہلا کر رکھ دیتا ہے اور اسی غلط عادت کے نتیجہ میں جگر گوشے اور دل کے ٹکڑے، اولاد ضایع ہوجاتے ہیں بلکہ وہ اس زمانے کے فتنے اور اندھیروں کے وحشی لوگوں کے ہاتھوں شکار ہوجاتے ہیں لہذا ان رات رات بھر گھر سے باہر جاگنے اور گپیں ہانکنے سے بچو۔

گھروں کی تباہی کے اسباب:

مسلمانو! گناہوں اور شرعی خلاف ورزیوں کا ظہور اور بکثرت گھروں میں منکرات اور بری چیزوں اور کاموں کے عام ہوجانے کا نتیجہ یہ سامنے آرہا ہے کہ وہ گھر ہی تباہ وبرباد ہوئے جارہے ہیں، ان میں باہم ناراضگیاں اور شقاوت وبدبختی گھستی جارہی ہے۔ غیرت وغصے کی آگ بھڑک رہی ہے اور کتنے ہی میاں بیوی کے دلوں میں شک کی آگ جلنے لگی ہے اور اس کا ذریعہ یہ خطرناک اور شر بردوش سیٹلائٹ چینلز ہیں۔ بیوی غیر مرد کو دیکھتی ہے اور مرد غیر عورت کو دیکھتا ہے۔ مرد اپنی بیوی سے لاپرواہ ہوجاتا ہے اور بیوی اپنے شوہر سے دور ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالی نے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾

”اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔“ (آل عمران:117)

اللہ تعالی اس ذلت ورسوائی اور عار سے اپنی پناہ میں رکھے اور ان افعال سے بھی بچائے جو کہ جہنم کے قریب لے جانے والے ہیں۔

اللہ کے بندو! اپنے گھروں کو ہر اس چیز سے بچا کر رکھو جو کہ لعنت، رحمت الہی سے دور اور دھتکار کا باعث بننے والے ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ﴾

”کہہ دیں کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو (اس کی طرف) رجوع کرتا ہے اسے وہ اپنی طرف کا راستہ دکھلاتا ہے۔“ (الرعد:27)

نسلوں کی تربیت کرنے والوں کے لئے مطلوبہ کردار:

مسلمانو! عورت کو چاہیئے کہ وہ نیک خوئی وحسن لطافت اور عطف وکرم کے ساتھ نسلوں کی تربیت کرنے والی بنے اور مرد کو چاہیے کہ وہ جسمانی قوت وفکری بڑھائی اور سلامتی تقدیر وتدبیر کے ذریعے قائد وسربراہ بنے، اور یہ دونوں مل کر ایک خوشگوار زندگی گزارنے کی فضا پیدا کریں۔

---

1) ابوداؤد:2146۔

2) ابن ماجہ:1850۔

دین سے ربط و تعلق رکھیں، واجبات کی ادائیگی سے غافل نہ ہوں اور تمام حرام اشیاء وامور سے اجتناب کریں اور برّ وتقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کے لئے ممد ومعاون ثابت ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "رَحِمَ اللهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّتْ، فَإِنْ أَبَتْ رَشَّ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ، رَحِمَ اللهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلَّى، فَإِنْ أَبَى رَشَّتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ"

"اللہ اس شخص پر رحمتیں نازل فرمائے جو بوقت سحر اٹھتا ہے اور تہجد پڑھتا ہے پھر وہ اپنی بیوی کو بھی اٹھاتا ہے اور وہ بھی تہجد گزاری کرتی ہے اور اگر وہ غلبۂ نیند کی وجہ سے نہ اٹھ پا رہی ہو تو وہ اس کے منہ پر پیار سے پانی کا چھینٹا مار کر اسے بیدار کر دیتا ہے، اور اللہ رحم وکرم فرمائے اس عورت پر جو نیم شبی کو بیدار ہوتی ہے اور تہجد گزاری کرتی ہے پھر وہ اپنے شوہر کو بھی جگاتی ہے اور وہ بھی تہجد پڑھتا ہے، اور اگر نیند سے مغلوب ہو کر وہ نہیں اٹھ پاتا تو وہ (بڑے پیار و محبت سے) اس کے چہرے پر پانی کا چھینٹا مار کر اسے بیدار کر دیتی ہے۔"[1] (صحیح ابوداؤد 1181، نسائی، مسند احمد، ابن حبان، ابن خزیمہ، مستدرک حاکم، صحیح الترغیب: 621، مشکوۃ: 1230)

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ﴾

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی راہ ایمان میں ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو بھی ان (کے درجے) تک پہنچا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے۔" (الطور: 21)

بیویوں میں مکمل عدل وانصاف:

مسلمانو! عدل الفت ومحبت کی طرف دعوت دیتا، اور اطاعت وفرمانبرداری پر آمادہ کرتا ہے اور عدل وانصاف سے ہی محبت والفت میں دوام آتا ہے۔ ظلم وجور کرنے والے کا تو کوئی پڑوسی بننا بھی پسند نہیں کرتا اور نہ ہی صحیح معنوں میں اس کا گھر بستا ہے۔

اے متعدد بیویوں والو! اللہ سے ڈرو اور اپنی بیویوں کے مابین رہائش، کھانے، پینے، پہننے، نان ونفقہ دینے اور شب باشی کرنے میں مکمل عدل وانصاف کرو، ظلم وزیادتی اور ناانصافی سے بچو کیونکہ یہ فعل باعث عذاب اور موجب عقاب وسزا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ"

"اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں عدل وانصاف نہ کرے تو قیامت کے دن وہ ایسے آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا (شلل زدہ) ہوگا۔"[2] (مسند احمد، ابوداؤد)

نبوی اسوۂ حسنہ:

"كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ

1) ابن ماجہ: 1336۔

2) ابوداؤد: 2133۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر پر نکلنے کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے مابین قرعہ اندازی کرتے اور جس کا نام نکل آتا اسے اپنے ساتھ اس سفر میں لے جاتے تھے۔"[1] (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں کے مابین شب باشی کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ٹھہرائے ہوئے تھے اور اس تقسیم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں مکمل عدل وانصاف فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: "اللَّهُمَّ هَذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ"

"اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے ان امور میں جن پر مجھے اختیار حاصل ہے اور وہ امور جو تیرے اختیار میں ہیں، میرے بس سے باہر ہیں۔ یعنی دلی میلان -- اس معاملہ میں مجھے ملامت نہ کرنا۔"[2] (ابوداؤد)

اپنی متعدد بیویوں کے مابین مکمل عدل وانصاف کرو اور ان میں حاصل ہونے والی باہم رقابتوں کے سلسلہ میں ان سے نرم رویہ رکھنا کیونکہ یہ چیزیں ان کے بھی بس سے باہر ہیں کہ وہ فطری طور پر اپنے شوہر کی محبت میں کسی دوسری کو شریک کرنا بآسانی گوارا نہیں کرسکتیں۔

غیرت ورقابت کے فطری اثرات:

یہ رقابت وغیرت دل کو بدل دیتی اور طبیعت میں تغیر پیدا کردیتی ہے اور حالات کو پلٹ کر رکھ دیتی ہے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا رَأَيْتُ صَانِعًا طَعَامًا مِثْلَ صَفِيَّةَ، صَنَعَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَبَعَثَتْ بِهِ فَأَخَذَنِي أَفْكَلٌ فَكَسَرْتُ الْإِنَاءَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا كَفَّارَةُ مَا صَنَعْتُ؟ قَالَ: إِنَاءٌ مِثْلُ إِنَاءٍ، وَطَعَامٌ مِثْلُ طَعَامٍ"

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے اچھا کھانا پکانے والی کوئی نہیں دیکھی، ایک دن اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھانے والا برتن بھیجا تو میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکیں اور اس برتن کو توڑ دیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اب اس کا کفارہ کیا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "برتن کی جگہ برتن اور کھانے کی جگہ کھانا اسے بھیج دو۔"[3] (مسند احمد، ابوداؤد)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی (ارشاد نبوی) ہے:

غیرت ورقابت میں مبتلا عورت وادی کے اوپر یا نیچے میں کوئی فرق نہیں کرسکتی۔

لہٰذا متعدد بیویوں کی شکل میں ان سے عقل وحکمت کے ساتھ معاملہ کریں اور بدزبانی (اور لوگوں میں پھیلی ہوئی بری بھلی باتوں) و بدعملی اور صحبت بد (صحبت طالع) سے بچیں اور اے مؤمنو! سب کے سب اللہ کی طرف تائب ہو جاؤ تاکہ تم فلاح وکامیابی پاؤ۔

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

---

1) صحیح بخاری: 2593
2) ابوداؤد: 2134۔
3) ابوداؤد: 3568۔

خیر خواہی: مفہوم کی وسعتیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

18/5/1424ھ، 18/7/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! وہ بہترین چیز جس سے دلوں کو وعظ و نصیحت میسر آتی ہے جس سے نفوس کی تہذیب ہوتی ہے وہ کتاب اللہ کی آیات ہیں یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پاک پر مشتمل احادیث ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾

"وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) رسول (بنا کر) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور انہیں پاک کرتے ہیں اور (اللہ کی) کتاب اور حکمت و دانائی (سنت) سکھلاتے ہیں اور ان سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔" (الجمعہ:2)

خصائص مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: جوامع الکلم:

پورے گوش ہوش کے ساتھ اور دلوں کے دروازے کھول کر سنیں اور عقل کے ساتھ فکر کریں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے حرف چند ہی کلمات نے پورے دین اسلام کی تعلیمات کے دریا کو کوزے میں بند کر دیا اور دین و دنیا کے تمام مصالح و مفادات کو یکجا کر دیا ہے۔ جو بھی خیر و بھلائی کا کام ہے۔ وہ ان کلمات میں مذکور ہے اور جو بھی شر و برائی کا کام ہے ان سے ان کلمات نے باخبر کر دیا ہے۔ کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں الفاظ تو بہت کم ہوتے ہیں لیکن وہ بے شمار مضامین و معانی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہوتے ہیں اور بکثرت نفع آور اشیاء ان میں جمع ہوتی ہیں۔ بعض بعض احادیث تو ایسی ہیں کہ ایک ہی حدیث میں پورے کے پورے اسلام کی تعلیمات سمٹ آئی ہیں۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ"

"احسان یہ ہے کہ آپ اللہ کی عبادت اس طرح کریں گویا آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔"[1] (صحیح مسلم عن عمر رضی اللہ عنہ)

ایسی ہی ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہے: "الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ"

"نیکی وہ جس پر آپ کا دل مطمئن ہو اور نفسیاتی طور پر آپ سکون و اطمینان محسوس کریں اور گناہ وہ ہے جو آپ کے نفس میں کھٹکے اور سینے میں تردّد پیدا کرے اور آپ کو یہ اچھا نہ لگے کہ لوگوں کو اس کام کا پتہ چلے اگرچہ آپ کو لوگوں نے فتوی دیا ہو۔"[2] (مسند احمد، اس کا بعض حصہ صحیح مسلم میں بھی ہے)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک و مفید جوامع الکلم میں سے ہی آپ کا یہ ارشاد گرامی ہے: "الدِّينُ النَّصِيحَةُ. قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ

---

1) صحیح مسلم:8۔

2) صحیح مسلم:2553۔

وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ "

" دین باہمی خیر خواہی کا نام ہے، دین باہمی خیر خواہی کا نام ہے، دین باہمی خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کس کے لئے خیر خواہی؟ تو آپ نے فرمایا:" اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے، اور مسلمانوں کے آئمہ (وحکام) کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔"[1] (صحیح مسلم عن تمیم الداری رضی اللہ عنہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد میں حصر پایا جاتا ہے کہ دین خیر خواہی میں محصور ہے، چنانچہ جس نے خیر خواہی کا حظ وافر پالیا اس نے گویا سارا دین ہی پالیا، اور جو جذبہ خیر خواہی سے محروم کر دیا گیا اس سے دین کا اتنا ہی حصہ فوت ہو گیا جس قدر کہ اس سے خیر خواہی میں کمی ہوئی۔

نصیحت و خیر خواہی:

نصیحت و خیر خواہی کی تفسیر و تشریح یہ ہے جسے نصیحت اور جس کی خیر خواہی کریں، محبت صادقہ کے ساتھ اس کے تمام حقوق ادا کریں اور حقوق کی ادائیگی قولی و عملی اور قلبی ارادوں سے ہو گی۔

اصمعی کہتے ہیں:" ناصح سے مراد کسی فعل کا خالص حصہ ہے اور ہر چیز جو کہ خالص ہو وہ خیر و نصح ہے۔"[2]

امام خطابی کہتے ہیں:"لغت میں نصیحت کا اصل خلوص ہے، کہا جاتا ہے شہد خالص ہوا (نصحت العسل) اور یہ تب کہا جاتا. جب شہد سے چھتے کی شمع وغیرہ نکال کر اسے صاف ستھرا کر لیا جائے۔"[3]

یکے از صفات انبیاء علیہم السلام:

یہ نصیحت و خیر خواہی انبیاء و رسل علیہم السلام کی صفات میں سے ہے جب کہ اس کے برعکس، ملاوٹ و دھوکہ دہی، مکر و فریب اور بدنیتی کفار اور منافقین کی صفات میں سے ہیں، اللہ تعالی نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا:﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

" میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف ایسی باتیں معلوم ہیں جن سے تم بے خبر ہو۔" (الاعراف:62)

اور حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ انھوں نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا:﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ﴾

" میں تمہیں اللہ کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارا خیر خواہ و امانتدار ہوں۔" (الاعراف:68)

ایسے ہی حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا:﴿لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ

---

1) صحیح مسلم:55۔
2) تفسیر قرطبی:7/234۔
3) جامع العلوم والحکم:79۔

لَكُمْ وَلَكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ﴾

"میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے اور تمہاری خیر خواہی کی ہے لیکن تم لوگ (ایسے ہو کہ) خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔" (الاعراف: 79)

اسی طرح ہی حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: ﴿يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ آسَى عَلَى قَوْمٍ كَافِرِينَ﴾

"اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں اور تمہاری خیر خواہی بھی کی تھی، تو میں کافروں پر (عذاب نازل ہونے سے) رنج وغم کیوں کروں؟" (الاعراف: 93)

اور اللہ تعالی نے ایک جگہ مطلقاً فرمایا ہے: ﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ﴾

"نہ تو ضعیفوں کمزوروں پر کچھ گناہ ہے، نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جن کے پاس خرچ موجود نہیں ہے (کہ شریک جہاد نہ ہوں) جب کہ وہ (اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیر اندیش (اور دل سے ان کے ساتھ) ہوں۔" (التوبہ: 91)

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں:

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ"

"میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔"[1] (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ. قِيلَ: مَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَسَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ، وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ"

"ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں: جب اسے ملیں تو اسے سلام کہیں، جب وہ دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کریں، جب وہ نصیحت وخیر خواہی طلب کرے تو اس کی خیر وخواہی کریں، جب وہ چھینک مارے اور الحمد للہ کہے تو اسے یرحمک اللہ کہیں، جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت ومزاج پرسی کریں اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے کے پیچھے جائیں۔"[2] (صحیح مسلم)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلهِ، وَالنَّصِيحَةُ لِوُلَاةِ الْمُسْلِمِينَ وَجَمَاعَتِهِمْ"

---

1) صحیح بخاری: 57، صحیح مسلم: 56۔

2) صحیح مسلم: 2162۔

"تین امور ایسے ہیں کہ کسی مسلمان کا دل ان کے بارے میں خیانت (وبغض اور شر) میں مبتلا نہیں ہوتا، اللہ تعالی کے لئے خلوص فی العمل (اخلاص للہ)، حکام کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا۔"[1] (ابن ماجہ، مسند احمد، وصحیح ابن حبان)

اسی حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ تین امور دلوں کی اصلاح کرتے ہیں اور انہیں خیانت، حسد و بغض اور شر و خباثت سے پاک کرتے ہیں۔ اور اس امت میں صلحاء وہ ہیں جو اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اس کی کتاب، مسلمانوں کے حکام اور عوام کے خیر خواہ ہیں۔

امام مزنی (صاحب شافعی رحمہ اللہ) کہتے ہیں: "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام سے محض نماز روزے کی وجہ سے فوقیت نہیں لے گئے تھے بلکہ اس کی وجہ وہ چیز تھی جو کہ ان کے دل میں تھی۔ اور جو چیز ان کے دل میں تھی وہ تھی اللہ کے لئے محبت اور اس کی مخلوقات کے لئے خیر خواہی۔"

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: "ہم میں سے جس نے بھی مرتبہ پایا اس نے یہ مقام نماز روزے سے نہیں پایا۔ بلکہ نفیس چیزوں کی سخاوت، دلوں کی سلامتی اور امت کے لئے خیر خواہی سے پایا۔"

امام ابن المبارک (صاحب ابوحنیفہ رحمہ اللہ) سے پوچھا گیا افضل عمل کون سا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "اللہ کے لئے خیر خواہی کرنا۔"

معمر کہتے ہیں: "آپ کے لئے زیادہ خیر خواہ وہ ہے جو تمہارے بارے میں اللہ سے ڈرے۔"

بعض سلف صالحین کا کہنا ہے: "جس نے اپنے اور اپنے بھائی کے مابین اسے وعظ کیا تو یہ نصیحت و خیر خواہی ہے، اور جس نے لوگوں کی موجودگی میں اسے وعظ کیا تو اس نے اسے زجر و توبیخ کی۔"[2]

(1) اللہ کے لئے خیر خواہی:

اللہ کے لئے نصیحت و خیر خواہی کا معنی یہ ہے کہ صرف اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی جائے، اس کے لئے مکمل خلوص وللہیت ہو، اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے عین مطابق ہو اور اس میں اللہ تعالی کے سامنے مکمل خشوع وخضوع، تذلل اور اس سے محبت کے جذبات کارفرما ہوں اور دعاء و پکار، ذبح و قربانی، نذر و منت، استعانت و مدد طلبی، استعاذہ و پناہ، استغاثہ و تعاون، اس پر توکل و بھروسہ، اسی سے امیدیں وابستہ کرنے، اس کی رحمت میں رغبت رکھنے، اس سے خوف کھانے یا عبادت کی کسی بھی قسم میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ﴾

"اور صرف اللہ ہی کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔" (النساء:36)

اور دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾

"اور یہ کہ مسجدیں خاص اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرو۔" (الجن:18)

اللہ کے لئے نصیحت و خیر خواہی یہ ہے کہ اس کی تمام صفات علیا و اوصاف حمیدہ پر ایمان لایا جائے جن سے خود اس نے اپنے آپ کو متصف بتایا

---

1) ابن ماجہ:3056۔

2) جامع العلوم والحکم:78-81-82۔

ہے یا اس کے رسول اللہ ﷺ نے اس کی صفات بیان کی ہیں۔ اور ان سب صفات کا اللہ تعالی کے لیے اس طرح ثابت کرنا کہ اس میں ان کی کوئی مثال نہ دی جائے اور اسے ان تمام عیوب ونقائص سے پاک مانا جائے جو کہ اس کی عظمت کے شایان شان ہی نہیں ہیں اور اس کی صفات کو معطل بھی نہ کیا جائے اور اس بات کا مضبوط عقیدہ رکھا جائے کہ تخلیق کائنات تدبیر عالم اور پوری کائنات میں تصرف وہیر پھیر اور دنیا و آخرت کی تمام بادشاہیاں صرف اس کے لئے ہیں۔ جیسا کہ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾

"خبردار! سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے)۔" (الاعراف:54)

اللہ کے لئے خیر خواہی میں ہی یہ بھی شامل ہے کہ ہر فریضہ ونافلہ عبادت کے ذریعے اس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور اس کے حرام کردہ امور واشیاء سے اجتناب کیا جائے، جس نے اپنے رب کے ان تمام حقوق کو ادا کیا اس نے اپنے خالق کے لے خیر خواہی کی۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی مراسیل میں سے یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر کسی کے دو غلام ہوں، ان میں سے ایک اس کا اطاعت شعار ہو اور جب بھی وہ اسے حکم دے تو وہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور اگر وہ کوئی چیز اس کے پاس امانت رکھ دے تو وہ اسے پوری کی پوری واپس لوٹا دے اور اگر وہ اس سے غائب ہو جائے تو اس کی عدم موجودگی میں اس کی خیر خواہی کرے، اور اس کا دوسرا غلام ایسا ہو کہ جب بھی وہ اسے حکم دے تو نافرمانی کرے، جب اس کے پاس کوئی چیز رکھے تو اس میں وہ خیانت کرے اور جب وہ کہیں غائب ہو جائے تو اس کی عدم موجودگی میں (خیر خواہی) کی بجائے دھوکہ دہی کرے، تو بتاؤ تو سہی کیا یہ دونوں غلام ایک جیسے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں، اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم بھی اللہ کے یہاں انہی غلاموں کی طرح ہو"۔ (ابن ابی الدنیا)

حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالی کا ارشاد ہے: مجھے اپنے بندے کی عبادت میں محبوب ترین عبادت میری خیر خواہی کرنا ہے۔" (مسند احمد)

اللہ کے لئے خیر خواہی میں سے ہی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی جن اقوال واعمال کو محبوب سمجھتا ہے، انہیں محبوب سمجھا جائے اور جن اشیاء وامور سے اللہ تعالی بغض ونفرت کرتا ہے ان سے بغض ونفرت کی جائے۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نصیحت وخیر خواہی کی جامع مانع تشریحات کا مجموعی خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ جس کے لئے نصیحت وخیر خواہی کی جائے وہ چاہے کوئی بھی ہو اس کی طرف دل سے عنایت وتوجہ دی جائے اور اس کی دو قسمیں:

ایک فرض اور دوسری نفل:

اللہ تعالی کے لئے فرض خیر خواہی یہ ہے کہ خیر خواہی کرنے والا دل کی مکمل توجہ کے ساتھ اللہ تعالی کی محبت سے اطاعت کرے کہ فرائض کو ادا کرے اور حرام اشیاء وامور سے اجتناب کرے۔

اور نفلی خیر خواہی یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت کو اپنے آپ سے محبت پر ترجیح دے اور وہ اس طرح کہ اگر اس کے سامنے دو کام پیش آجائیں جن میں سے ایک میں اس کی خوشی اور دوسرے میں اللہ کی رضاء ہو تو اپنی خواہش پر اللہ کی رضاء کو ترجیح دے۔

(2) کتاب اللہ کے لئے خیر خواہی:

اللہ کی کتاب سے خیر خواہی کا معنی یہ ہے کہ اس سے شدید محبت کرنا، اس کی بھر پور تعظیم کرنا اور اسے سمجھنے میں گہری رغبت رکھنا ہے، اسی طرح اس کے معانی پر تدبر کرنا، حسب استطاعت وحسب توفیق ونصرت ومہاد الٰہی سے اسے حفظ کرنا۔ اس کی ہمیشہ تلاوت کرتے رہنا، اس میں نازل شدہ آداب پر عمل پیرا ہونا، اپنے معاملات میں اس سے فیصلے کرنا، لوگوں کو اس پر توجہ دینے کی دعوت دینا کہ وہ اسے سیکھیں اور دوسروں کو سکھلائیں یہ سب امور کتاب کے لئے خیر خواہی میں شامل ہیں۔

(3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خیر خواہی:

اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی اطاعت کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منع کردہ امور سے اجتناب کیا جائے۔ آپ کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق اللہ کی عبادت کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی حمایت ونصرت (نشر واشاعت) کی جائے اور آپ کی سنت وطریقہ کو سیکھنے اور دوسروں کو سکھلانے پر توجہ دی جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے ساتھ بغض ونفرت رکھنے والے سے نفرت کی جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیر خواہی میں ہی یہ بھی شامل ہے کہ ظاہر و باطن ہر اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل اقتداء و پیروی کی جائے اور اپنے آپ کو اپنے مال، اولاد، اور اہل سے بھی زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی جائے،

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ"[1] (صحیح بخاری ومسلم)

اور علماء کرام پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ گمراکن خواہشات نفس کو پھیلانے والوں کا رڈ کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا بھر پور دفاع کریں۔

(4) آئمہ وحکام سے خیر خواہی:

مسلمانوں کے آئمہ وحکام سے خیر خواہی کا معنی یہ ہے کہ ان کی اصلاح کے لئے دعائیں کی جائیں، ان کی صلاح واصلاح اور ان کے عدل و انصاف سے محبت کی جائے اور ان کے اتحاد واتفاق سے پیار کیا جائے اور ان سب امور کے لئے دعائیں مانگی جائیں، ان کی نیکیوں کو عام پھیلانے میں دلچسپی لی جائے اور ان کی کوتاہیوں کے ذکر کرنے سے نفرت کی جائے، اللہ کی اطاعت کے امور میں ان کی اطاعت کی جائے اور ان کے اعزاز وشرف سے محبت کی جائے اور اپنے کسی قول وفعل کے ساتھ ان سے بغاوت نہ کی جائے اور جو شخص ان سے بغاوت کرنے کا کہے اس سے بغض ونفرت کی جائے۔ مسلم آئمہ وحکام کو ان امور کی نصیحت کی جائے جو امت وقوم کے لئے دنیا وآخرت میں خیر و بھلائی کا باعث ہوں اور یہ کام رفق ونرمی، حکمت و دانائی اور پورے اخلاص اللہ کے ساتھ کیا جائے۔ اپنے مسلم آئمہ وحکام کے خلاف بددعا نہ کی جائے اور وہ جو ذمہ داری کسی کو سونپیں اسے ادا کیا جائے۔

---

1) صحیح بخاری: 15، صحیح مسلم: 44۔

(5) عام مسلمانوں سے خیر خواہی:

مسلمان عوام الناس سے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے بھی اس چیز کو برا سمجھے جو اپنے لئے برا سمجھتا ہے،

عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ "[1] (صحیح بخاری ومسلم)

اپنے سے چھوٹی عمر والوں پر شفقت کرے اور اپنے سے بڑی عمر والوں کا احترام واکرام کرے۔حق کے معاملہ میں ان کی مدد کرے،ان کی تعلیم میں دلچسپی لے،انہیں نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے انھیں روکے اور وہ اذیتیں،مصائب ومشکلات اور خطرات جو ان کی راہ میں حائل ہوں انہیں دور کرے۔

اس وقت امت کے لئے بدترین خطرہ اور بہت بڑی مصیبت یہ تخریبی کاروائیاں ہیں جو سراسر دہشت گردی اور ٹیڑھی راہیں ہیں جن میں حرمت والے خون اور حرمت والے اموال کو ناحق طور پر حلال کرلیا گیا ہے۔پرامن شہریوں کو ہراساں کیا گیا ہے اور امن واستقرار کو تہہ وبالا کیا گیا ہے جو کہ خارجی تکفیری فکر کا ساختشانہ ہے اور زمین میں فساد وبگاڑ بپا کر دیا گیا ہے۔جس کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت مذمت فرما کر گئے ہیں۔ مسلمان عوام الناس کی خیر خواہی یہ بھی ہے کہ اس تکفیری فکر (خارجیت) کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکا جائے اور مسلمانوں کو اس گمراہ کن فکر سے خبردار کیا جائے اور جسے ان فساد بپا کرنے اور تخریب کاری کرنے والوں کا کوئی پتہ چلے ان پر واجب ہے کہ وہ ان کے بارے میں حکومت کے اہلکاروں کو اطلاع کریں تاکہ وہ انہیں کیفر کردار تک پہنچائیں اور معصوم لوگوں کے قتل،حرمت والے اموال کے ضیاع کا یہ شر وفتنہ اختتام پذیر ہو اور ان کی پردہ پوشی کرنا کسی بھی طرح روا نہیں ہے۔

مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں ان کے دین ودنیا کے تمام نقصانات سے بچایا جائے اور یہ خوارج دین ودنیا دونوں میں فساد وبگاڑ پیدا کرتے ہیں۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

"اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کہنے کو بجالاؤ،جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں حیات بخش چیز کی طرف بلاتے ہیں،اور جان رکھو کہ اللہ تعالی آدمی کے اور اس کے دل کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے،اور بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے" (الانفال :24)

مسلمانو! اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور اس دن ہر شخص کو اپنے کئے کا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

---

1) صحیح بخاری:13،صحیح مسلم:45۔

وصیت نبوی:

نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جو وصیت فرمائی تھی اسے مضبوطی سے تھامے رکھو، ان سے مخاطب ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

"اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ"

"يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا"

"تم جہاں بھی ہو اللہ کا تقوی اختیار کرو، اور اگر برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی ضرور کرو وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی۔ اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، ہر نیکی کا اجر و ثواب ہے اور ہر برائی کا گناہ و عقاب (سزا) ہے تمہارا رب ہر شخص کو دیکھنے والا ہے اور ہر کسی کے ہر فعل کو جانتا ہے اور مخلوق کے اعمال کو شمار کروا رہا ہے اور پھر ان اعمال کی بناء پر ہی انھیں جزاء و سزا دے گا۔"[1] (ترمذی و مسلم)

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: "اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال جو ہیں انہیں میں شمار کروا رہا ہوں، پھر میں تمہیں انہیں کا پورا پورا بدلہ دوں گا. جو شخص کوئی خیر و بھلائی پائے اس پر اللہ کا شکر کرے اور جو شخص کچھ اور (خیر و بھلائی کے علاوہ) پائے تو وہ اپنے آپ کے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔ ہر شخص کو کتاب ملے گی کوئی دائیں میں لئے ہوئے ہوگا اور کوئی بائیں ہاتھ میں۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا﴾

"ہم نے ہر انسان (کی برائی و بھلائی) کا پرندہ اس کے گلے لگا دیا ہے اور بروز قیامت ہم اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے اوپر کھلا ہوا پالے گا۔" (بنی اسرائیل:13)

اس روز قیامت کے لئے تیاری کریں اور روز قیامت کے لئے نیک اعمال اپنے لئے آگے اتنے بھیج لیں جس قدر کہ تمہاری استطاعت میں ہے۔

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

1) ترمذی:1987، صحیح مسلم:2577۔

عظمت باری تعالیٰ ایمان اور اس کی قدرت و معیت پر یقین کے اثرات و ثمرات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ

25/ 5/ 1424ھ 25/ 7/ 2003ء

حمد و ثناء کے بعد!

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾

”انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جو کہ اس کا حق ہے۔“ (الأنعام: 91، الحج: 74، الزمر: 67)

قوت انسانی سے مرعوبیت:

بعض مسلمانوں کے دلوں میں اللہ کی تعظیم اور قدر و منزلت کم ہوگئی ہے اور اس کی بجائے ان کے دلوں پر زمین کی بشری قوتوں کی قدر زیادہ بڑھ گئی ہے جب کہ انھوں نے ان کی ایجادات و انکشافات، سائنسی ترقی، انجینئرنگ، براعظموں کو پار کرنے والے میزائیل دیکھے، انہیں ستاروں پہ کمندیں ڈالتے دیکھا، توپوں اور بموں کو دیکھا اور ان تیز ترقیوں اور بہترین ٹیکنیکل اشیاء و آلات کو دیکھ کر اللہ کی مخلوق میں سے بہت سے لوگ ان کافروں کے سامنے ہمت ہار بیٹھے اور ان کے دلوں پر ان کا خوف و ہراس چھا گیا، ان کے دل گھبرا اٹھے، عزائم و ہمتیں ٹوٹ گئیں اور یہ وہ کیفیت ہے جو معاشروں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے۔ اس کی پوری عمارت کو ہلا دیتی ہے اور انہیں غمگین، دل شکستہ، ناامید اور ضایع شدہ معاشرے بنا دیتی ہے۔

تصوّرِ عظمت باری تعالیٰ:

مسلمانوں کو اگر کبھی انسانوں کی یہ عظمت و سرکش مرعوب کرنے اور ان کے پاؤں ہلانے لگے تو انھیں چاہیے کہ وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کا تصور ذہن میں لائیں جو کہ بنی نوع انسانی (اور پوری کائنات کا) خالق ہے، جو ساری دنیا کے امور کی تدبیر کر رہا ہے، حکم دیتا ہے، منع کرتا ہے، پیدا کرتا ہے، رزق دیتا ہے، مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ ان دنوں کو لوگوں کے مابین پھیرتا ہے، حکومتوں میں سے کبھی کوئی ترقی کر کے آگے آجاتی ہے اور کبھی کوئی دوسری اسے بھی پیچھے چھوڑ کر اس سے آگے نکل جاتی ہے۔

معرفتِ عظمت: اعلیٰ ترین عبادت:

اللہ کی عظمت و بزرگی کو پہنچانا اس کی اعلیٰ ترین قلبی عبادت اور بہترین قلبی اعمال میں سے ایک ہے، جس کا دلوں میں راسخ کرنا واجب اور اسی سے اپنے دلوں کا تزکیہ کرنا ضروری امر ہے، خصوصاً آج کل جبکہ ہمارے اس زمانے میں بعض ایسے افراد بھی ظاہر ہو گئے ہیں جو اللہ کی تعظیم کرنے اور اس کی قدر و منزلت کو پہنچاننے کی بجائے اس کی ناقدری کر رہے ہیں، اللہ کے شعائر کا مذاق کا اڑا رہے، مسلمانوں کی امتیازات پر دست درازی کر رہے ہیں اور اللہ کے دین کی تحقیر اور اہل دین مسلمانوں کو حقیر و کمتر شمار کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی امت مسلمہ بھی وہن و کمزور، ضعف و پستی اور نفسیاتی شکست و ہزیمت میں مبتلا ہو چکی ہے، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ

وَقَارًا[13]وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا﴾

"تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت و وقار کا اعتقاد نہیں رکھتے؟ حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح (کی حالتوں) کا پیدا کیا ہے۔" (نوح:13، 14)

مفہوم ایمان:

اللہ تعالی پر ایمان اس بات پر پہنچا تا ہے کہ اللہ تعالی کی تعظیم وتوقیر اور اس کا اجلال و اکبار کیا جائے، اس کی توحید کو پایا جائے اور اس کی بیوی بچے ہونے کی افتراء پردازی نہ کی جائے:﴿تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾

"قریب ہے کہ (ان کے) اس (افتراء) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں۔" (مریم:90)

مفسرین کرام نے یہاں یہ معنی بھی کیا ہے کہ آسمان وزمین اور پہاڑوں کی یہ حالت عظمت الہی کے خوف سے ہو جائے۔

معرفت اور تعظیم:

تعظیم منزلت دراصل معرفت و پہچان کے تابع ہوتی ہے جتنی معرفت حاصل ہوئی اسی کے بقدر ہی دل میں اللہ کی تعظیم نمایاں ہوگی۔ جو شخص لوگوں میں سے سب سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھنے والا ہوگا وہی تمام لوگوں سے بڑھ کر اللہ کی عظمت وشان بیان کرنے والا ہوگا۔

قابل مذمت فعل:

جو شخص اللہ کی اس قدر عظمت وشان کا اعتراف نہ کرے جتنا کہ اس کا حق ہے، نہ ہی اس کی اتنی معرفت حاصل کرے جتنی معرفت حاصل کرنا اس کا حق ہے، نہ ہی اس کی صفات کو اس قدر بیان کرے جو کہ اس کا حق ہے تو اللہ نے ایسے لوگوں کی سخت مذمت فرمائی ہے۔ سورہ نوح میں یہی بات بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے:﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا﴾

"تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت و وقار کا اعتقاد نہیں رکھتے؟۔" (نوح:13)

مفسرین کرام نے اس آیت کا یہ معنی بیان فرمایا ہے:"تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی اتنی عظمت و وقار کا اعتقاد نہیں رکھتے ہو، جتنا کہ اس کا حق ہے اور اللہ کی تعظیم اور اس کا اجلال و اکبار اس وقت تک بندے کے عمل سے ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ کی تمام صفات کو اس کے لئے اس حد تک ثابت نہ جائے جو کہ اس کی عظمت وشان کے شایاں ہیں۔ اور اللہ کا اجلال و تعظیم اور اس سے محبت ہی عبادت کی اصل روح ہے، جب ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز بھی مفقود ہوگی تو عبادت ہی فاسد و بیکار ہو جائے گی۔"

تربیت نبوی کا ایک نرالا انداز:

ہمارے نبی ﷺ اپنی امت کی تربیت ہی اسی انداز سے فرمایا کرتے تھے کہ ان کے دلوں میں اللہ کی تعظیم وتوقیر کا جذبہ وجوبا جا گزیں ہو جائے،

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: جَاءَ حَبْرٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَوْ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، إِنَّ اللهَ

تَعَالَى يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالْجِبَالَ وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالْمَاءَ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ، وَسَائِرَ الْخَلْقِ عَلَى إِصْبَعٍ، ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ فَيَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا الْمَلِكُ. فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَجُّبًا مِمَّا قَالَ الْحَبْرُ تَصْدِيقًا لَهُ، ثُمَّ قَرَأَ: {وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ}"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہودیوں کے احبار میں سے ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: اے محمد (ﷺ) ہم یہ (لکھا ہوا) پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا، تمام زمینوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا، تمام درختوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور تمام پانی وحشی کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور دوسری تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور کہے گا: بادشاہ صرف میں ہی ہوں۔" اس یہودی حبر (عالم) کی اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کھل کر اتنا ہنسے کہ آپ کی داڑھیں تک نظر آنے لگیں اور پھر نبی اکرم ﷺ نے اللہ کا وہ ارشاد تلاوت فرمایا جس میں ہے: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

"اور انہوں نے اللہ کی وہ قدر شناسی نہ کی جیسی کہ کرنی چاہیئے تھی اور قیامت کے دن تمام زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور سارے آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے اور وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور عالی شان ہے۔"[1] (الزمر:67) (بخاری ومسلم)

مسند احمد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے برسر منبر یہ آیت تلاوت فرمائی جس میں ہے: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

"اور انہوں نے اللہ کی وہ قدر وشناسی نہ کی جیسی کہ کرنی چاہیئے تھی اور قیامت کے دن تمام زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور سارے آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے اور وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور عالی شان ہے۔" (الزمر 67)

اور نبی ﷺ اپنے دست مبارک کو آگے اور پیچھے لے جا کر اور اسے ہلا ہلا کر بتا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی تمجید و بزرگی بیان کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے: "أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ الْجَبَّارُونَ، أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ، حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ يَتَحَرَّكُ مِنْ أَسْفَلِ شَيْءٍ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَقُولُ: أَسَاقِطٌ هُوَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."

"میں جبار ہوں، میں متکبر ہوں، میں بادشاہ ہوں، میں غالب ہوں، میں صاحب جود و کرم ہوں، حتیٰ کہ نبی ﷺ کے پاؤں تلے منبر کانپنے لگا اور ہم سمجھنے لگے کہ آپ ﷺ منبر سمیت گر جائیں گے۔"[2] (مسلم، مسند احمد)

صاحب عظمت وقدرت: خالق کائنات:

---

1) صحیح بخاری:7451، صحیح مسلم:2786۔

2) صحیح مسلم:2788۔

اللہ تعالی ہی سب سے بڑا اور عظمت وشان والا ہے وہ ہر چیز سے بڑا ہے، وہ ہر چیز سے زیادہ عظمت والا ہے اور سب سے زیادہ جلالت قدر والا اور عالی شان ہے، وہ اکیلا ہی اس ساری کائنات کا خالق و بنانے والا ہے، اس دنیا میں کوئی چیز کسی قسم کی حرکات وسکنات او پر چڑھنا، نیچے آنا، عزت پانا، ذلیل ہونا کسی کو کچھ عطا کرنا یا منع کرنا ان تمام امور میں سے کوئی امر بھی اللہ تعالی کی مرضی کے بغیر سرانجام نہیں پاتا، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے کسی کام میں کوئی رکاوٹ ڈالنے والا نہیں اور نہ ہی اس پر کسی کو کوئی غلبہ حاصل ہے۔

سب سے بالاتر:

أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ: فَإِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللهِ، وَنَسْتَشْفِعُ بِاللهِ عَلَيْكَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْحَكَ أَتَدْرِي مَا تَقُولُ، وَسَبَّحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتَّى عُرِفَ ذَلِكَ فِي وُجُوهِ أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ: وَيْحَكَ إِنَّهُ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللهِ عَلَى أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ، شَأْنُ اللهِ أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ"

ایک اعرابی نے نبی ﷺ سے کہا: "ہم آپ سے اللہ کے یہاں اور اللہ سے آپ کے یہاں شفاعت وسفارش چاہتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: "تیرا برا ہو، تم سمجھ بھی رہے ہو کہ کیا کہہ رہے ہو؟ اور نبی ﷺ نے اللہ کی تسبیح وتعریف کرنا شروع کر دی حتی کہ اس کے اثرات نبی ﷺ کے صحابہ کرام کے چہروں پر نمایاں طور پر نظر آنے لگے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: "تیرا برا ہو اللہ کی مخلوق میں سے کسی کے پاس بھی اللہ کی سفارش نہیں کروائی جاتی۔ اللہ کی عظمت وشان اس سے کہیں بالا ہے۔"[1] (ابوداود)

معرفت الٰہی: سبب عظیم:

اللہ کی جس قدر معرفت حاصل ہوگی اس کے بقدر ہی دل میں اللہ کی تعظیم ہوگی اور جو شخص لوگوں میں سے سب سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھنے والا ہوگا وہی سب سے زیادہ اللہ کی تعظیم اور اجلال واکبار کرنے والا ہوگا۔

یہ کائنات: اعجاز الٰہی کا ثبوت:

اللہ کی آیات ونشانیاں اور اس کا اعجاز کتاب مقروء میں (مسلسل پڑھی جاتی رہنے والی) کے ان روشن صفحات میں پڑھیں جو کہ نظروں میں آنے والے ہیں اور پھر اس کی آیات واعجاز پر غور وتامل کریں تا کہ آپ کا دل اللہ کی عظمت اور اس کے اجلال واکبار سے بھر جائے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾

"وہ (ذات) پاک ہے، جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔" (یسین:83)

آپ اگر اللہ کی آیات ومخلوقات پر غور وفکر کریں گے تو اپنے سامنے پوری کائنات جتنی وسیع راہیں پائیں گے۔ ان مخلوقات میں اللہ کا ظاہر وواضح اعجاز ملے گا، اللہ کی شان کریمی کی نشانیاں ملیں گی جو کہ اس پوری کائنات کے تمام صفحات پر بڑے جلی حروف سے لکھی ہوئی ہیں۔ ارشاد الٰہی

---

1) ابوداؤد: 4726۔

ہے:﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ[62] لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾

"اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگران ہے، اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی سب چابیاں ہیں۔" (الزمر 63)

زمین و آسمان کی طرف دیکھیں جو کہ گھوم رہیں، ذرا اور پرغور کریں جو کہ بدلتے رہتے ہیں بلکہ خود اپنی آپ تکوین وتخلیق پر نظر ڈالیں اور اپنے جسم کی ترکیب وتشکیل پرغور کریں۔ یہ شکل وصورت تمہیں کس نے دی ہے؟ اور جسم کے اس عجیب وغریب نظام کا موجد وخالق کون ہے؟ اللہ تعالی نے سچ ہی فرمایا ہے:﴿وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾

"اور خود تمہاری ذات میں بھی (ہماری پہچان ونشانیاں موجود ہیں) تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔" (الذاریات 21)

درختوں، نباتات، پھلوں، ثمرات، نہروں اور سمندر پر غور وخوض کریں۔ جب آپ کی عقل اس کائنات میں گھومے گی اور آپ کی نظر زمین و آسمان کا نظارہ کرے گی تو آپ اس کے صفحات پر اللہ کی قدرت کے ان گنت مظاہر دیکھیں گے اور آپ کا دل اللہ پر ایمان کے ساتھ بھر جائے گا اور آپ کی زبان سے بے اختیار یہ کلمات جاری ہوجائیں گے کہ:" اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور آپ کے جذبات وشعور ناچار اللہ کی سلطنت کے سامنے سرتسلیم خم کرلیں گے۔"

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِضِيَاءٍ أَفَلَا تَسْمَعُونَ[71] قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾

"کہہ دیجئے کہ دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالی تم پر رات ہی رات قیامت تک برابر کر دے تو سوائے اللہ کے کون معبود ہے جو تمہارے پاس دن کی روشنی لائے؟ کیا تم سنتے نہیں، پوچھئے کہ یہ بھی بتادو کہ اگر اللہ تعالی تم پر ہمیشہ قیامت تک دن ہی دن رکھے تو بھی سوائے اللہ تعالی کے کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس رات لے آئے؟ جس میں تم آرام حاصل کرو، کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو۔" (القصص:71-72)

اگر سورج طلوع نہ ہو تو ہم کیا کرسکتے ہیں؟ اگر چاند غائب ہوجائے اور کبھی ظاہر نہ ہو تو ہمارے ہاتھ میں کیا ہے؟ ہم کیسے جئیں گے؟ ہم کھیتی باڑی کیسے کریں گے؟ اور کیسے کھائیں پئیں گے بلکہ ہم کیسے سیکھیں گے اور دوسروں کو کیسے کھلائیں گے؟ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾

"وہ اللہ تعالی ایسا ہے جس نے سورج کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو، اللہ تعالی نے یہ چیزیں بلا فائدہ (بے کار) پیدا نہیں کیں، وہ یہ دلائل انہیں صاف صاف بتلاتا ہے جو کہ عقل و دانش رکھتے ہیں۔" (یونس:5)

کائنات میں تفکر: سبب قوت:

جو شخص ان مخلوقات میں فکر وتامل کرے گا وہ لامحالہ اللہ تعالی کا خوف کھانے لگے گا کیونکہ فکر وتامل اور سوچ انسان کو اللہ کے اجلال وکبریائی

کی صفات کا پتہ دیتی ہے اور وہ ذات پاک غالب، صاحب جود و کرم، بڑا، بلند ترین اکیلا اور قہر و جبروت والا ہے۔ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر اور غالب ہے جس کے انتقام کی کسی میں تاب نہیں ہے۔ وہ بڑے بڑے ظالموں اور جابروں کو ذلیل کر کے رکھ دینے والا ہے، وہ بادشاہوں کی کمر توڑ دینے والا ہے، وہ بڑی قوتوں والا ہے جس کے سامنے تمام قوتیں ہیچ ہیں اور اس کی عظمت کے ذکر کے سامنے ہر عظمت والے کی کمزوری کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

نسل نو کی روش:

یہ نسل نو جنہیں راہ ہدایت سے تکبر ہٹا رہا ہے اور وہ غرور کی وجہ سے اپنے آپ کو سربلند سمجھ رہے ہیں اور انہوں نے اپنے رب کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہے یہ نسل اس بات کی سخت ضرورتمند ہے کہ یہ اپنے رب کی حقیقی معرفت حاصل کرے اور صدق دل سے اللہ کی عظمت کو پہنچانے اور اس کے لئے اسے چاہیئے کہ اللہ کے اسماءِ حسنی میں تدبر کرے، اس کی آیات ونشانیوں پر غور و تامل کرے اور اس کے اعجاز پر تفکر کرے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِی لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

”وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، بادشاہ، نہایت پاک ومقدس، سب عیبوں سے منزہ، امن دینے والا نگہبان، غالب وزور آور اور بڑائی والا، پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں۔“ (الحشر:23)

جس شخص کو ان اسماءِ حسنی کے معانی پر یقین کامل حاصل ہو گیا وہ اس اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور نہ کسی کا خوف کھاتا ہے، نہ کسی غیر سے امیدیں وابستہ کرتا ہے اور نہ کسی سے فیصلہ کرواتا ہے نہ اس کی جبین نیاز کسی غیر اللہ کے سامنے خم ہوتی ہے اور نہ ہی وہ اس کے سوا کسی سے محبت کی پینگیں بڑھاتا ہے۔

تارکین قرآن:

وہ لوگ جو قرآن کو چھوڑ بیٹھے ہیں، حرام اشیاء وامور کا ارتکاب کرتے ہیں اور اطاعت میں کوتاہی برتتے ہیں، وہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾

”انہوں نے اللہ کی وہ قدر شناسی نہ کی جو کہ اس کا حق تھا۔“ (الانعام، الحج، الزمر)

وہ لوگ جو دین کا مزاق اڑاتے ہیں، اللہ کے اولیاء ونیک بندوں سے جنگ کرتے ہیں اور سنت انبیاء ورسل (داڑھی) کا مذاق بناتے اور استہزاء کرتے ہیں، وہ بھی وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾

”انہوں نے اللہ کی وہ قدر شناسی نہ کی جو کہ اس کا حق تھا۔“ (حوالہ سابقہ)

صفات عظمت کے شہود کے ثمرات:

جس کا دل اللہ کی عظمت و بزرگی اور اس کی کبریائی کا شاہد و گواہ بن گیا، اسے اللہ تعالی کے خبردار کرنے کی شان کا پتہ چل گیا جو اس نے فرمایا

ہے:﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ﴾

”اور اللہ تعالی خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا (خبردار کر) رہا ہے۔“ (آل عمران:27)

مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے ڈرو اور اس کا خوف کھاؤ۔ اللہ کی صفات عظمت کا شہود ہی ہے کہ جس کی بدولت اور صرف اللہ کا ذکر آتے ہی ایمان والوں کے دل دہل جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ﴾

”مؤمن تو وہ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے (اور لرز اٹھتے) ہیں۔“ (الانفال:2)

اور دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ [34] الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ﴾

”اور ان عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں جن کے سامنے جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل تھرا اٹھتے ہیں۔“ (الحج:34-35)

لامحدود عظمتیں:

یہ اللہ کی عظمت کی طرف بعض اشارے ہیں جنھیں کہ عقل انسانی برداشت کر سکتی ہے ورنہ اللہ کی عظمت و جلال کا احاطہ کرنے سے عقلیں قاصر ہیں۔ جس ذات کی عظمت کا یہ محض ایک معمولی سا حصہ اور جھلک ہے۔ اس کے مقابلے میں کسی مخلوق کو کیسے لاکھڑا کیا جاسکتا ہے جو کہ خود اپنے نفع و نقصان کا بھی کوئی اختیار نہ رکھتی ہو۔

اسباب وھن وکمزوری:

وہ لوگ جو اللہ کی ویسی قدر شناسی نہیں کرتے جیسی کہ اس کا حق ہے اور نہ ہی اس کی اتنی عظمت و بڑائی کرتے ہیں جتنا کہ اس کا حق ہے ان لوگوں کے دلوں کو وھن وضعف کی بیماری لگ جاتی ہے۔ ان کے دل انسان کے خوف سے لبریز ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں چاہے کتنی قوت وطاقت اور تعداد و اسلحہ حاصل ہو جائے مگر وہ نفسیاتی شکست خوردگی سے دوچار رہتے ہیں اور یہ نفسیاتی شکست ہی وہ مہلک ترین اور خوفناک بیماری ہے جو کہ امت مسلمہ کے مستقبل کے لئے سب سے زیادہ سخت ہے۔ حالانکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

”تم نہ سستی کرو نہ غمگین ہو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایماندار رہو۔“ (آل عمران:139)

عظمت الٰہی پر یقین کے اثرات:

دل کا عظمت الٰہی سے لبریز ہو جانا۔ اللہ کی ذات پر مطلق اعتماد و وثوق کو جنم دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں مسلمان پرسکون اور مطمئن ہو جاتا ہے، خطرات چاہے کتنے بھی منڈلاتے رہیں اور حالات چاہے کتنے بھی اندھیرے بادلوں کی طرح خوفناک رہیں مؤمن کسی چیز سے گھبراتا نہیں۔ کیونکہ وہ اپنے تمام حالات کو اللہ کی سپرداری میں دے دیتا ہے، اور اپنا انجام اپنے رب کے ہاتھ میں سونپ دیتا ہے اور اب چاہے ساری دنیا اس کے مقابلے میں کیوں نہ اتر آئے وہ دلی طور پر انتہائی مطمئن و پرسکون ہوتا ہے۔

سرکشوں کا انجام:

اللہ کی عظمت کا شعور حاصل ہو جانا دل کو تسلیم ورضاء اور صبر جمیل سے لبریز کر دیتا ہے۔ہمیں کافروں کے ملک ملک اور نگر نگر پھرنے سے غمگین نہیں ہونا چاہیئے۔وہ چاہے کتنے بھی تکبر و جبروت والے ہو جائیں وہ اپنی مرادوں کو نہیں پا سکتے اور نہ ہی وہ اپنے گھٹیا مقاصد میں کامیابی حاصل کر سکیں گے۔اللہ ہی سب سے زیادہ قوت والا ہے جس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

فرعون کی سرکشی اور اس کا انجام:

وہ سرکشی کی انتہاء کو پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ اس کے بارے میں ارشاد الہی ہے:﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ﴾

"یقینا فرعون نے زمین میں سرکشی مچا رکھی تھی،اور وہاں کے لوگوں کو گروہ در گروہ بانٹ رکھا تھا اور ان میں سے ایک فرقہ کو کمزور کر رکھا تھا اور اس کے لڑکوں کو تو ذبح کر ڈالتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔بلاشک وشبہ وہ تھا ہی مفسدوں میں سے۔" (القصص:4)

فرعون کی اس سرکشی کا نتیجہ کیا نکلا؟ ارشاد الہی ہے:﴿فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ﴾

"بالآخر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو اپنے عذاب میں پکڑ کر دریا میں ڈال دیا،وہ تھا ہی ملامت کے قابل۔" (الذاریات:40)

معرفت ومعیت الہی سبب تسکین ونصرت:

ہمارا اللہ کی معرفت کو حاصل کر لینا دل کو یہ حقیقی وزندہ شعور مہیا کرتا ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے اور اس کا ساتھ مشکلات ومصائب میں سکینت و اطمینان عطا کرتا ہے اور فتنوں میں بصیرت بخشتا ہے،جب ہمارے نبی ﷺ غار میں بیٹھ گئے اور دشمن سر پر آن پہنچے حتی کہ وہ دو قوس یا اس کے سے بھی کم فاصلے پر آ گئے اور وہ تلواریں لہرا رہے تھے،اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:"لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا. فَقَالَ: مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا"

"اے اللہ کے رسول ﷺ ان میں سے اگر کوئی شخص اپنا پاؤں اٹھائے (اور اپنے قدموں میں دیکھے) تو وہ ہمیں دیکھ لے۔" ان کی اس بات پر ہمارے رسول اللہ ﷺ نے پورے وثوق واعتماد کے ساتھ فرمایا:"تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالی ہو۔"[1] (صحیح بخاری)

ثبات وعزت اور عزائم میں پختگی:

عظمت الہی کا شعور اور اس کی معیت وساتھ کا یقین دل میں صبر وثبات اور عزت نفس کو جنم دیتا ہے،عزائم میں پختگی لاتا ہے حتی کہ انتہائی سخت حالات میں بھی یہی ہوتا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہاں یہ حقائق بڑے جلی وواضح تھے حتی کہ جب شعب ابی طالب میں انہیں اقتصادی و معاشرتی بائیکاٹ کا عرصہ گزارنا پڑا تب بھی وہ مطمئن رہے اور صرف چند سال ہی گزرے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

1) صحیح بخاری:3653،صحیح مسلم:2381۔

کو عظیم فتوحات کی سرفرازیاں حاصل ہوئیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا وثوق واعتماد:

اس سے بھی پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی فوج سمندر کے کنارے کھڑی ہوگئی اور ان میں سے بعض نے کہا: فرعون ہمارے پیچھے ہے اور سمندر ہمارے آگے ہے، ہم اس موقع پر کیسے بچ پائیں گے؟] چنانچہ ان کی اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرَكُونَ﴾

"موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھیوں نے کہا: ہم تو یقینا پکڑے گئے۔" (الشعراء:91)

ان کی اس بات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے وعدے پر بھرپور اعتماد اور پورے وثوق کے ساتھ فرمایا:﴿قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾

"بیشک میرے ساتھ میرا رب ہے اور وہ عنقریب مجھے راہ (نجات) بتائے گا۔" (الشعراء:62)

اور پھر واقعی فتح ونصرت اور تمکین واقتدار نے ان کے قدم چومے۔

اہل ایمان کا وثوق واعتماد:

غزوۂ احزاب (غزوہ ءخندق) میں ہم انتہائی ہولناک صورت حال کے مقابلے میں اپنے رب پر بھرپور اعتماد اور مکمل وثوق رکھنے والے مومن کی صورت دیکھتے ہیں۔ جب خطرہ انتہائی شدت اختیار کرگیا تو مومنوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے اللہ کی عظمت کا شعور اپنے اندر اجاگر کیا تو مومن دلوں کو اس ہولناک صورت میں بھی وثوق واطمینان کا سامان مل گیا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾

"اور ایمان والوں نے جب (کفار کے) لشکروں کو دیکھا (تو بے ساختہ) کہہ اٹھے انہی کا وعدہ ہمیں اللہ تعالی نے اور اس کے رسول نے دیا تھا اور اللہ تعالی اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ ہی فرمایا ہے۔" (الاحزاب:22)

مطلب یہ ہے کہ یہی وہ ابتلاء وآزمائش ہے جس کا وعدہ ہمارے ساتھ اللہ تعالی اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور فرمایا تھا کہ اس ابتلاء وآزمائش کے بعد جلد ہی فتح ونصرت تمہارا مقدر ہوگی۔

وصلی اللہ وسلم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

توبہ: فوائد و برکات، وسعتیں، شرائط قبولیت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

1424/6/3ھ 2003/8/1ء

اردو حمد وثناء کے بعد!

نیکیوں میں اضافہ:

اے اللہ کے بندو! یہ بات ذہن میں بٹھا لو کہ آپ کے رب نے بنی آدم کو خطا کار اور واجبات میں کوتاہیاں کرنے والا پیدا فرمایا ہے، اس کی نیکیاں تو کئی گناہ بڑھتی چلی جاتی ہیں لیکن اس کی برائیاں اصل مقدار سے نہیں بڑھتیں، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾

"جو کوئی (اللہ کے حضور) نیکی لے کر آئے گا، اس کو ایسی دس نیکیاں ملیں گی، اور جو برائی لائے گا اسے سزا ویسی ہی ملے گی۔ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا" (الانعام:160)

ایسے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ، ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً. فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً. فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً"

"اللہ تعالی نے نیکیاں اور برائیاں لکھ رکھی ہیں، جس نے کوئی نیکی کرنے کی نیت کی مگر کر نہ پایا۔ اللہ تعالی اپنے پاس پوری نیکی لکھ لیتا ہے، اور اگر وہ نیکی کر گزرا تو للہ تعالی دس سے لے کر سات سو اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیاں لکھتا ہے۔ اور اگر وہ کسی برائی کا ارادہ کرے مگر اس کا ارتکاب نہ کرے تو اللہ اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا اور اگر اس برائی کو کر گزرے تو اللہ اس کی صرف ایک برائی ہی لکھتا ہے۔"[1] (بخاری و مسلم، صحیح الجامع: 1/369)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصَّلَاةُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ"

"پانچ نماز، جمعہ سے لے کر جمعہ اور رمضان سے لے کر رمضان اپنے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہیں بشرطیکہ وہ شخص کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔"[2] (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أَرْبَعُونَ خَصْلَةً، أَعْلَاهُنَّ مَنِيحَةُ الْعَنْزِ، مَا

---

1) صحیح بخاری: 6491، صحیح مسلم: 131۔

2) صحیح مسلم: 233۔

مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا ، وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا ، إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ بِهَا الْجَنَّةَ"

"چالیس خصلتیں (کام) جن میں سے اعلیٰ ترین یہ ہے کہ کوئی کسی کو دودھ پینے کس لیے بکری دے دے، ان (چالیس) میں سے جو شخص ثواب کی امید سے اور روزِ آخرت کی تصدیق کرتے ہوئے کوئی نیکی کرے گا تو اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کردے گا۔"[1] (صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے: "الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً ، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ"

"ایمان کی ساٹھ اور کچھ یا ستر اور کچھ شاخیں ہیں اور ان میں سے افضل ترین شاخ "لا الہ الا اللہ" کہنا (اس بات کی گواہی دینا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے) اور ان میں سے کم تر درجہ راستے میں سے تکلیف دہ چیز (کانٹا یا پتھر وغیرہ) ہٹانا ہے۔ اور حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ وحصہ ہے۔"[2] (بخاری ومسلم)

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ : الْإِيمَانُ بِاللهِ ، وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ ، قَالَ : قُلْتُ : أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ : أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا ، وَأَكْثَرُهَا ثَمَنًا ، قَالَ : قُلْتُ : فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ ؟ قَالَ : تُعِينُ صَانِعًا ، أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ ، قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَرَأَيْتَ إِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ ؟ قَالَ : تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ ، فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا؟ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔" میں نے عرض کیا: کونسی گردن آزاد کرنا افضل ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو مالکوں کے نزدیک سب سے زیادہ نفیس اور سب سے زیادہ قیمتی ہو۔" میں نے عرض کیا؟ اگر میں اس میں سے کچھ بھی نہ کرسکوں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کسی کام کرنے والے کی مدد کردو، یا دوسروں کے لیے کچھ نیکی کرو۔" میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں کوئی کام کرنے سے بوجہ عدمِ توفیق رہ جاؤں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں کو اپنے کے شر سے بچا کر رکھو، یہ تمہاری طرف سے اپنے نفس پر صدقہ ہوگا۔"[3] (بخاری ومسلم)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا ، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ"

"کسی بھی نیکی کو حقیر و معمولی ہرگز نہ سمجھو، اگرچہ وہ صرف آتی ہی کیوں نہ ہو کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو۔"[4] (صحیح مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ اللهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا ،

---

1) صحیح بخاری: 2631۔
2) صحیح بخاری: 9، صحیح مسلم: 35۔
3) صحیح بخاری: 2518، صحیح مسلم: 84۔
4) صحیح مسلم: 2626۔

أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا "

"اللہ تعالی اپنے اس بندے پر راضی ہو جاتا ہے جو جب بھی کھانے کا لقمہ کھائے تو اس کی حمد و ثناء کرے اور جب بھی پانی کا گھونٹ پیئے تو اس کی حمد و ثناء کرے۔"[1] (صحیح مسلم)

محرّمات کا سدّ باب:

جس طرح اللہ تعالی نے خیر و بھلائی کے راستے اور نیکیوں کے ذرائع بہت سارے بنائے ہیں اسی طرح اس نے شر اور محرّمات کے دروازے بند بھی کر دیئے ہیں اور معاصی و گناہ کے وسائل و ذرائع کو بھی حرام قرار دے دیا ہے، تاکہ نیکی و بھلائی کا پلڑا بھاری ہوتا جائے اور گناہ و شر کا پلڑا ہلکا ہوتا رہے۔ اور بندہ کامیابی و مراد پانے والوں میں سے ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) کہہ دیں کہ میرے رب نے تو بے حیائی کی باتوں کو، وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ، اور گناہ کو، اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں علم نہیں۔" (الاعراف:33)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ"

"میں نے تمہیں جن چیزوں سے روک دیا ہے ان سے باز آجاؤ اور جن کا میں نے حکم دیا ہے انہیں حسب استطاعت بجا لاؤ۔"[2] (بخاری و مسلم)

توبہ: مجموعہ خیرات:

خیر و بھلائی کا مجموعہ، تمام نیکیوں کا سرچشمہ اور سعادت دارین کا ذریعہ اللہ کی طرف توبہ تائب ہونا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"اور اے ایمان والو! سب اللہ کے آگے توبہ کرو تاکہ فلاح و کامیابی پاؤ۔" (النور:31)

توبہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی طرف رجوع و توجہ کر لی جائے، حرام فعل، گناہ کے کام چھوڑ دیئے جائیں اور واجبات کو ترک یا ان میں کوتاہی کرنے میں بھی صدق دل سے باز آجائیں اور ماضی میں جو کچھ ہوگیا اس پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کریں۔

توبہ نصوح کے ذریعہ اللہ تعالی بندوں کے اعمال صالحہ کی حفاظت کرتا ہے اور وہ جن گناہوں کا ارتکاب کر لے اس توبہ کے ذریعہ ان کو مٹا دیتا

---

1) صحیح مسلم:2734۔
2) صحیح بخاری:7288، صحیح مسلم:1337۔

اور توبہ کی بدولت ہی اللہ تعالی نازل ہونے اور پیش آنے والی مصیبتوں کو ٹال دیتا ہے، چنانچہ اسی سلسلہ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ﴾

"کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لائی تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا، ہاں، یونس (علیہ السلام) کی قوم کہ جب ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ایک مدت تک (دنیوی فوائد سے) انہیں بہرہ مند رکھا۔" (یونس:98)

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "کسی بستی کو اس کے ایمان نے فائدہ نہ دیا جس نے کفر کیا اور پھر جب عذاب آتے دیکھا تو ایمان لے آئی اور اسی عذاب نے اسے چھوڑ دیا ہو سوائے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے۔ جب انہوں نے اپنے نبی (حضرت یونس علیہ السلام) کو گم پایا اور دیکھا کہ عذاب الہی ان کے بہت قریب آگیا ہے تو اللہ تعالی نے ان کے دل میں توبہ کرنے کی فکر ڈال دی تو انہوں نے کھردرے کپڑے پہن لئے اور ہر جانور کو اور اس کے بچے کو الگ الگ کر دیا اور پھر چالیس راتیں اللہ کے سامنے گڑگڑاتے رہے اور جب اللہ نے ان کے دلوں کا صدق وسچائی اور سابقہ گناہوں پر توبہ وندامت کا اظہار دیکھ لیا تو ان سے وہ عذاب ڈال دیا جو کہ ان کے بالکل قریب آچکا تھا۔"[1]

ایسے ہی اللہ تعالی نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ﴾

"اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو، اور اس کے آگے توبہ کرو، وہ تمہیں ایک وقت مقررہ تک متاع نیک سے بہرہ مند کرتا رہے گا اور ہر صاحب بزرگی کو اس کی بزرگی (کی داد) دے گا، اور اگر روگردانی کرو گے تو مجھے تمہارے بارے میں (قیامت کے) بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔" (ہود:3)

وجوب توبہ:

توبہ تمام مسلمانوں میں سے ہر فرد پر واجب ہے۔ جو شخص کسی بھی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے اس پر واجب ہے کہ فوراً توبہ کرلے تاکہ کہیں ایسی حالت میں ہی موت کا آہنی پنجہ اسے نہ دبوچ لے جب کہ وہ گناہ کی حالت میں ہی ہو، اور جو شخص صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والا ہے اس پر بھی توبہ واجب ہے کیونکہ صغیر گناہوں پر اصرار و تکرار انہیں کبیرہ گناہ بنا دیتا ہے، جو شخص واجبات کو ادا کرتا ہے اور محرّمات کو چھوڑے ہوئے ہے اس پر بھی توبہ واجب ہے کیونکہ عمل کی کچھ شرطیں اور اس کی قبولیت کی راہ میں جو رکاوٹیں ہیں وہ بھی ختم ہونی ضروری ہیں اور وہ شکوک وشبہات بھی ختم ہونے چاہئیں جن سے خبردار کیا گیا ہے جو کہ عمل کو خراب کر دیتے اور اس کی قبولیت کو مخدوش بنا دیتے ہیں۔

اسوۂ نبوی:

حضرت اغر بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي، وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ فِي الْيَوْمِ

1) تفسیر طبری: 11/ 171۔

مِائَةَ مَرَّةٍ"

"اے لوگو! اللہ کے سامنے توبہ تائب ہوتے رہو اور اس سے بخشش طلب کرتے رہو، میں روزانہ ایک سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔"[1] (صحیح مسلم)

توبہ: باعث کثرت حسنات:

توبہ ایک بہت بڑا دروازہ ہے جس سے بہت ساری اور بڑی بڑی نیکیاں حاصل ہوتی ہیں جنہیں اللہ پیار کرتا ہے کیونکہ بندہ جب بھی کوئی گناہ کرے تب تب ہی توبہ بھی کرتا جائے تو اس کی نیکیاں بڑھتی جاتی ہیں اور برائیاں گھٹتی جاتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا [68] يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا [69] إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾

"وہ (بھی اللہ کے بندے ہیں) جو اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہیں پکارتے اور جن کا مار ڈالنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے انہیں قتل نہیں کرتے مگر جائز طور پر (یعنی حکم شریعت کے مطابق) اور زنا و بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اسے دردناک عذاب ہوگا اور ذلت و خواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔" (الفرقان:68-70)

توبہ: ذریعہ مغفرت:

مسلمانو! اللہ کی رحمت، اس کے فضل عظیم، اس کی جود و سخاء، کرم و نوازش اور حلم و بردباری کو یاد کرو، وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول کرتا اور گنہگاروں کے گناہ اور تقصیریں معاف کرتا ہے۔ اس نے اس انسان پر اپنا رحم فرمایا ہے کہ توبہ کرنے پر بھی اسے ثواب سے نوازتا ہے اور اس نے اپنے بندوں کے لئے طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے اور خیرات و بھلائیاں سمیٹنے کے دروازے کھول رکھے ہیں، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا "

"اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کرکے اس کے دامن کا سہارا لے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرکے اس کی طرف لوٹ آئے۔"[2] (صحیح مسلم)

توبہ: عظیم عبادت:

توبہ عبادت میں سے عظیم عبادت اور اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہے، جس نے توبہ کرلی اس نے فلاح پالی اور تمام امور میں کامیاب ہوگیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿فَأَمَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَن يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ﴾

---

1) صحیح مسلم:2702۔

2) صحیح مسلم:2759۔

”ہاں جو شخص توبہ کرلے، ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے، یقیناوہ نجات پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔“ (القصص:67)

توبہ سے اللہ خوش ہوتا:

توبہ کی فضیلت وشرف کے لئے یہی کیا کم ہے کہ اس سے اللہ تعالی بہت ہی زیادہ خوش ہوتا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "للّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ إِذَا اسْتَيْقَظَ عَلَى بَعِيرِهِ ، قَدْ أَضَلَّهُ بِأَرْضِ فَلَاةٍ"

”اللہ تعالی بندے کی توبہ پر تم میں سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری جنگل بیابان میں گم ہو جائے اور پھر اچانک اسے مل جائے۔“[1] (بخاری ومسلم)

توبہ اور انبیاء ومومنین:

توبہ انبیاء علیہم السلام اور مومنین کی صفات میں سے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾

”اللہ تعالی نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی (اور ان کی توبہ قبول کی) اور مہاجرین وانصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا، اس کے بعد کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ تعالی نے ان کے حال پر توجہ (ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بلاشبہ اللہ تعالی ان سب پر بہت ہی شفیق ومہربان ہے۔“ (التوبہ:117)

حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ﴾

”عرض کیا: (اے اللہ) آپ کی ذات پاک ومنزہ ہے۔ میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والا ہوں۔“ (الاعراف:143)

اور اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے:﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾

”ہمارے بندے داؤد (علیہ السلام) کو یاد کریں جو بڑی قوت والے تھے یقیناوہ بہت رجوع (توبہ) کرنے والے تھے۔“ (ص:17)

اور اللہ تعالی نے ایک جگہ فرمایا ہے:﴿التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾

”وہ (فوز وفلاح پانے والے ہیں) ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد وثناء کرنے والے، روزہ رکھنے والے (یا راہ حق میں سفر کرنے والے) رکوع وسجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال کرنے رکھنے والے۔ ایسے مومنوں کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔“ (التوبہ:112)

توبہ کتنا عظیم وصف ہے کہ اللہ تعالی نے مومنوں کی صفات ذکر کرتے ہوئے سب سے پہلے توبہ کا ذکر فرمایا ہے۔

1) صحیح بخاری:6309، صحیح مسلم:2747۔

یوم توبہ: اور ساعت توبہ:

توبہ دل اور اعضاءِ جسم سے اللہ کی عبادت ہے اور وہ دن جس میں بندہ اللہ کی طرف توبہ تائب ہو اور اللہ بندے کی توبہ قبول کر لے وہ دن زندگی کا سب سے بہترین دن ہوتا ہے اور وہ گھڑی جب بندے کے لیے توبہ کا دروازہ کھلتا ہے اور اللہ بندے پر اس کی بدولت رحم کرتا ہے وہ زمانے کی بہترین گھڑی ہے، کیونکہ بندہ توبہ اور اس کی منظوری سے وہ سعادت و خوشی پا لیتا ہے جس کے بعد شقاوت و نامرادی ہرگز نہ ہوگی۔

قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُورِ: أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ "

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک میں شرکت کرنے سے پیچھے رہ گئے تھے پھر انہوں نے توبہ کی جسے اللہ نے قبول فرما لیا۔ اپنی اس توبہ کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے وہ بیان کرتے ہیں کہ: "جب میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اقدس خوشی کی وجہ سے بجلی کی طرح چمک رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں اس دن کی مبارک ہو جو تمہاری ماں کے تمہیں جنم دینے سے لے کر آج تک کے تمام دنوں سے بہتر ہے۔"[1] (بخاری و مسلم)

موجودہ مصائب و مشکلات اور توبہ:

مسلمانو! تمھیں بہت بڑے بڑے خطرات نے گھیر رکھا ہے اور آپ لوگ بہت بڑی بڑی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ تم سے پہلے مسلمانوں پر بھی ناگہانی مصائب و مشکلات آئیں وہ ہلا کر رکھ دیئے گئے، انہیں فتنوں اور مشکل امتحانوں سے گزرنا پڑا اور انہیں ان مصائب و مشاکل اور تنگیوں تکلیفوں سے نجات دلانے والی صرف یہی ایک چیز توبہ (اور رجوع) الی اللہ ہی تھی، اس روئے زمین پر بسنے والے ہر شخص پر چھوٹے بڑے ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے تا کہ اللہ تعالی ہم سب پر دنیا و آخرت میں رحم فرمائے اور مصائب و مشکلات کو دور فرمائے اور ہمیں اپنی سخت پکڑ اور دردناک عذاب سے نجات دے۔

اہل علم نے کہا ہے: "اگر گناہ کا تعلق بندے اور اس کے رب سے ہی ہو اور اس میں کسی بندے کا کوئی حق نہ ہو۔ ایسے گناہ سے توبہ کی شرطیں یہ ہیں کہ:

(1) بندہ اس گناہ کو فوراً چھوڑ دے۔

(2) اپنے کئے پر نادم و شرمندہ ہو۔

(3) اس فعل کے دوبارہ کبھی بھی ارتکاب نہ کرنے کا پختہ عزم و عہد کرے۔

اور اگر اس گناہ کا تعلق کسی بندے کی حق تلفی سے ہو تو مذکورہ شرائط کے ساتھ ہی یہ شرط بھی ہے کہ:

اس کا وہ حق ادا کرے یا اس معافی مانگ لے اور وہ اسے معاف کر دے۔

---

1) صحیح بخاری: 4418، صحیح مسلم: 2769۔

تمام گناہوں سے توبہ:

توبہ تمام گناہوں سے کرنا ہی واجب ہے لیکن اگر کوئی بعض گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو بھی اس گناہ سے توبہ صحیح ہو گی اور باقی گناہوں کا بوجھ اس پر رہ جائے گا جب تک کہ وہ ان سے توبہ نہ کرے گا۔

اے مسلمانو! اللہ کے حضور توبہ کر لو اور اپنے فضل و کرم والے رب کی طرف لوٹ آؤ کہ اس نے تم پر ظاہری و پوشیدہ نعمتوں کا جال بچھا رکھا اور تمہاری طلب کردہ ہر چیز تمہیں عطا کی ہے اور تمہیں طویل عمر دی ہے۔

قصص تائبین:

ان لوگوں کے واقعات اور قصے یاد کرو اور پڑھتے رہا کرو جنہوں نے توبہ کی، اللہ کی طرف رجوع کیا جن پر اللہ نے یہ فضل و کرم کیا کہ انہیں گناہوں کے کیچڑ میں لت پت ہونے کے بعد توبہ نصوح کی نعمت سے نوازا جبکہ وہ خواہشات نفس، شہوات دنیا اور شبہات میں مبتلا تھے۔ اللہ نے ان کی بصیرتوں سے پردہ اٹھا دیا، ان کے دل کو حیات نو عطا کی ان کے نفسوں کو منور کیا اور انہیں اللہ نے غفلت کی موت سے بیدار کیا، انہیں گمراہی و سرکشی کے اندھے پن سے بصارت و بینائی عطا کی، گناہوں کے اندھیروں سے نکالا، اور کبیرہ گناہوں کی شقاوت سے نکال کر سعادت و خوشی عطا کی اور وہ یوں ہو گئے جیسے انہوں نے نئے سرے سے جنم لیا ہو، وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل کو پا کر خوش و خرم ہو گئے۔ ان میں کوئی عیب و تکلیف باقی نہ رہی اور انہوں نے اللہ کی رضاء کی پیروی کی اور اللہ تعالی بہت بڑے فضل و کرم والا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

"اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، جس دن اللہ تعالی نبی (ﷺ) کو اور ایمان والوں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوانہ کرے گا، ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں (جانب) دوڑ رہا ہو گا یہ دعائیں کرتے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہمیں کامل نور عطا فرما، اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔" (التحریم:8)

اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو، اس کی اطاعت و پیروی سب سے سیدھی راہ اور سب سے قوی عبادت ہے۔ اپنے روز آخرت کے لئے اس تقوی کو زاد راہ بنالو، وہی دار قرار ہے، اسی کی نعمتیں دائمی ہیں، اور اس کا عذاب بھی دائمی و سرمدی ہے۔ اللہ تعالی کی آپ پر جو نعمتیں ہیں ان کا شکر کرو اور اس کی رضاء و خوشنودی طلب کرتے رہو اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے او پر لازم کر لو اور معصیت و نافرمانی سے دور رہا کرو۔

نعمت امن و امان:

سب سے بڑی نعمت ایمان واسلام کی نعمت ہے اور امن وامان کی نعمت بھی بہت ہی جلیل القدر ہے۔امن سے دین و دنیا کی مصلحتیں اور مفادات منظم ہوتے ہیں اور زندگی کے تمام شعبوں میں اسی کی وجہ سے اصلاح ہوتی ہے،اور اسی کی بدولت لوگوں سے خوف وخطر اور شر و برائی کے خدشات کا خاتمہ ہوتا ہے اور اس کی بناء پر خیرات و برکات کی باران رحمت نازل ہوتی ہے،اور اللہ نے اہل بیت اللہ (خانہ کعبہ کے متولیوں) پر اس امن وامان کی نعمت کا احسان جتاتے ہوئے فرمایا ہے:﴿أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

"کیا ہم نے ان کو امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے میوے (پھل) پہنچائے جاتے ہیں،اور یہ رزق ہماری طرف سے ہے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔" (القصص:57)

نبی اکرم ﷺ نے اس نعمت امن وامان کی قدر ومنزلت اور اس کا مقام ومرتبہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:"مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا"

"جو شخص اپنے گھر میں تندرست وصحت مند ہونے کی حالت میں صبح کرے اور وہ مکمل طور پر امن وامان میں بھی ہو اور اس کے پاس اس دن کی غذاء بھی موجود ہو اور اس کے لئے تو خوب ساری دنیا سمیٹ کر آ گئی ہے۔"[1] (ترمذی عن عبید اللہ بن محصن انصاری خطمی رضی اللہ عنہ حدیث حسن)

نعمت امن کا شکر کیسے؟:

اس نعمت امن وامان کا شکر یہ ہے کہ اس کے اسباب و ذرائع کا تحفظ کیا جائے اور امن وامان میں خلل انداز ہونے والے امور واسباب سے بچا جائے،امن کے تحفظ میں معاون امور میں سے ہی یہ بھی ہے کہ امن واستقرار سے کھیلنے والے ان لوگوں کا ہاتھ روکا جائے جو کہ بے عقل، فاسق وفاجر اور مجرم لوگ ہیں جو کہ تخریب کاری و بربادی کرتے ہیں کچھ تعمیری خدمات انجام نہیں دیتے۔وہ محض فساد و بگاڑ پیدا کرتے ہیں کسی قسم کی اصلاح نہیں کرتے،وہ مسلمانوں کے جماعت اور ان کے امام سے الگ تھلگ ہو گئے ہوئے ہیں اور شیطان نے ان کے لئے اس کرتوت کو خوب بنا سنوار کر ان کے سامنے پیش کیا ہوا ہے اور انہیں شر کی پھسلاہٹوں پر لا کھڑا کیا ہے۔وہ اپنے ہی ملک کے دشمن بن بیٹھے ہیں جنہوں نے اسلام کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔اور اپنے ان مجرمانہ تخریب کارانہ افعال سے دشمن کے ہاتھ مضبوط کئے ہیں جو کہ موقع بموقع ان سے ظاہر ہو رہے ہیں۔اس ملک کے امن وامان کا تحفظ ہر شخص کی ذمہ داری ہے،جسے بھی اس خبیث ارادے والے اور زمین میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے کسی بھی شخص کا پتہ چلے اس پر فرض ہے کہ وہ اس کے کسی واقعے کے رونما کر دینے سے پہلے پہلے فوراً اہل اقتدار اور ان کے اہل کاروں کو اس کی اطلاع دے کیونکہ ان کے یہ دھماکے اور تخریبی کاروائیاں دشمنوں کے مقاصد کو پورا کر رہی ہیں اور اس ملک کے اعداء کے اہداف پورے کر رہی ہیں۔

نوجوانوں کو تنبیہ:

---

1) ترمذی:2346۔

ان نوجوانوں پر جنہیں ان لوگوں نے پھانس لیا، ان پر واجب ہے کہ وہ دیکھیں کہ ان کے پاؤں اس وقت کہاں ہیں؟ اور انہیں ہر اس فکر سے بچنا چاہیے جو کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہے، اور اس منحرف فکر کی طرف دعوت دینے والوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔ کوئی چاہے اپنے دل میں کچھ بھی زعم کیوں نہ لئے پھرے اور وہ چاہے کوئی بھی دعوی کیوں نہ کرتا پھرے اور اپنی اس دعوت کو وہ چاہے کوئی بھی نام کیوں نہ دیتا رہے۔

نوجوانو! اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا علم حاصل کرو جو کہ سلف صالحین امت کے فہم و منہج کے موافق ہو۔ جنہیں اللہ تعالی نے راسخین فی العلم کے ہاتھوں امتوں میں سے اوسط و معتدل بنا دیا ہوا ہے۔

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

توکل علی اللہ: حقیقت، فضائل وبرکات، انبیاء وصالحین کے نمونے

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ

1424/6/10ھ 2003/8/8ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو، جیسا کہ تقوی اختیار کرنے کا حق ہے، جس نے اپنے رب کا تقوی اختیار کرلیا وہ علو شان ومرتبہ بلند پا گیا اور جس نے اسی سے اعراض وروگردانی کی، اس کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

سب سے بڑا سعادت مند:

مسلمانو! ساری مخلوق میں سے سب سے زیادہ سعادتمند شخص وہ ہے جو اللہ کے سامنے اپنی عبودیت وبندگی میں سب سے بڑا ہو۔ کوئی بندہ جتنا بھی اللہ کے سامنے تذلل وخاکساری اختیار کرتا اور اس کے در کا جتنا بڑا فقیر بنتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ اللہ کا مقرب اور عزت وقدر والا اور بندوں کی نظر میں معزز ومکرم ہو جاتا ہے۔ بندہ بذاتہ اپنے مفادات کے حصول اور مضرات ونقصانات کے دفعیہ سے عاجز ہے بلکہ وہ ان معاملات میں اپنے خالق کا محتاج ہے۔

بے نیاز صرف اللہ:

صرف اللہ ہی بے نیاز اپنے سوا ہر کسی سے غنی وبے پرواہ ہے، اور اس کے سوا اس دنیا میں جو بھی ہے وہ اس کے فقیر ومحتاج ہے، بندوں کے گناہ بکثرت ہیں اور ان کے لئے ان سے نجات کا ذریعہ صرف اللہ کی مدد اور اس کا عفو وکرم ہی ہے۔ بہت سے ایسے قلبی کبیرہ گناہ ہیں جن میں بندہ مبتلا ہوتا ہے جیسے ریاءکاری، تکبر وغرور، حسد اور ترک توکل وغیرہ ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ ان گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے مگر اسے اس کا شعور واحساس نہیں ہوتا، وہ بعض ظاہری صغیرہ گناہوں سے تو بچنے کے لیے کوشاں ہوتا ہے، مگر وہ ان کبیرہ گناہوں کے سلسلہ میں غفلت میں مبتلا ہوتا ہے۔

نجات صرف توکل میں:

صرف اسباب کو اختیار کرلینا بندے کو حصول مراد میں ناکام بنا دیتا ہے۔ کبھی وہ یہ سمجھ کر کسی دروازے پر دستک دیتا ہے کہ اس میں اس کا فائدہ ہے مگر اس میں اسے نقصان کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا اور اس سے اسے اللہ غالب اور انتہائی مہربان پر توکل کے سوا کوئی چیز نجات نہیں دے سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے "توکل" کو بڑا مقام ومرتبہ عطا کیا اور دین میں اسے ایک خاص قدرومنزلت عطا کی ہے اور توکل کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾

"اللہ کی عبادت کرو اور اسی پر توکل کرو۔" (ہود: 123)

توکل کو اپنی محبت کے حصول کا سبب وذریعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾

"بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔" (آل عمران:159)

اور اللہ پر ایمان کے حصول کی شرط اس توکل کو بنایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:﴿وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

"اگر تم مومن ہو تو اللہ پر توکل کرو۔" (المائدہ:23)

توکل کا جلیل القدر مقام:

توکل ایک جلیل القدر مقام اور عظیم الشان مرتبہ ہے اور یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ایک فریضہ بھی ہے، اس سے اللہ کی رضاء کا حصول ممکن ہوتا ہے اور اسی کے ذریعے شیطان لعین سے دفاع ہوتا ہے۔ اسے اللہ کے یہاں سب سے زیادہ قدر و منزلت حاصل ہے اور یہی اللہ کی طرف پہونچانے والا صحیح ترین اور اللہ کا پسندیدہ راستہ ہے۔ اللہ تعالی نے اسی کا حکم دیتے ہوئے اپنے رسول ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا:﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾

"اور اللہ پر توکل کریں اور اللہ ہی کافی ہے کارساز۔" (الاحزاب:3)

انبیاء کرام کا توکل:

انبیاء و رسل تمام توکل کرنے والوں کے امام و سردار اور ان کے لئے نمونے و مثال ہوتے ہیں چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا:﴿إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ﴾

"اگر تمہیں میرا تمہارے مابین رہنا اور اللہ کی آیات کے ساتھ نصیحت کرنا ناگوار ہو تو میں تو اللہ پر توکل و بھروسہ کرتا ہوں۔" (یونس:71)

اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا ارشاد اللہ تعالی نے ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے فرمایا:﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾

"اے ہمارے رب! ہم نے تم پر توکل کیا اور تیری طرف ہی رجوع کیا اور تیری طرف ہی ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔" (الممتحنۃ:4)

حضرت ہود علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے:﴿إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا﴾

"میں نے اپنے اور تمہارے پروردگار، اللہ تعالی پر توکل و بھروسہ کیا ہے۔ (اس دنیا میں) کوئی چیز بھی چلنے پھرنے والا ایسی نہیں سوائے اس کے کہ وہی اس کی چوٹی کو پکڑے ہوئے ہے۔" (ہود:56)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا:﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ﴾

"حکم تو صرف اللہ ہی کے لئے ہے، میں نے اسی پر توکل کیا اور تمام توکل کرنے والوں کو اسی پر توکل کرنا چاہیئے۔" (یوسف:67)

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا:﴿وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾

"میری توفیق صرف اللہ ہی کے ساتھ ہے، اسی پر توکل ہے اور میں اسی کی طرف ہی رجوع کرتا ہوں۔" (ہود:88)

اور تمام رسولوں نے اپنی امتوں سے کہا:﴿وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا﴾

”ہمیں کیا رکاوٹ ہے کہ ہم اللہ پر توکل نہ کریں کیونکہ اس نے ہمیں ہمارے راستے دکھلائے ہیں۔“ (ابراہیم:12)

اور فرعون کی قوم کے مومن شخص نے کہا تھا:﴿وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ﴾

”اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بیشک اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا (نگہبان) ہے۔“ (المومن:44)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب منصب نبوت عطا کیا گیا تو شروع میں ہی اور آغاز نزول قرآن میں (پہلی وحی میں ہی) اللہ تعالی نے توکل کرنے کا حکم فرمایا اور بتایا کہ مغلق و بند مقامات کو یہی (اللہ پر توکل ہی) کھولتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:﴿اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾

”پڑھئے اور آپ کا رب بڑا ہی فضل و کرم والا ہے۔“ (العلق:3)

توکل: اہل ایمان کا امتیاز:

توکل کو اللہ نے اہل ایمان کی صفت قرار دیا ہے جس کے ذریعے وہ دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾

”بیشک مومن تو صرف وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈھل جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جائیں تو وہ ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔“ (الانفال:2)

اہل توکل کے سامنے شیطان کی بے بسی:

اللہ پر توکل کرنے والے لوگوں پر شیطان کا کوئی بس نہیں چلتا، چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:﴿إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾

”اس (شیطان) کا ان لوگوں پر کوئی بس نہیں چلتا جو کہ ایمان والے ہیں جو اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔“ (النحل:99)

عذاب الٰہی کی راہ میں رکاوٹ:

توکل اللہ کے عذاب کی راہ میں مانع بن جاتا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللَّهُ وَمَنْ مَعِيَ أَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُجِيرُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ [28] قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ آمَنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا﴾

”کہہ دیں کہ بھلا دیکھو تو کہ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا اپنی مہربانی کرے تو کون ہے جو کافروں کو دکھ دینے والے عذاب سے پناہ دے؟ کہہ دیں کہ وہ جو کہ الرحمن (نہایت رحم کرنے والا) ہے ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔“

(الملک:28-29)

دخول جنت کا ذریعہ:

یہ توکل ہی جنتوں میں داخل ہونے کا سبب و ذریعہ ہے چنانچہ اسی سلسلہ میں اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

﴿الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ [58] الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾

"اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیئے، انہیں ہم جنتوں کے اونچے محلات میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، (نیک) عمل کرنے والوں کا (یہ) خوب اجر و بدلہ ہے، جو صبر کرتے اور اپنے رب پر توکل و بھروسہ رکھتے ہیں۔" (العنکبوت:58-59)

بلا حساب جنت:

جو لوگ حقیقی معنوں میں اللہ پر توکل و بھروسہ کرنے والے ہیں وہ بغیر حساب کتاب ہی جنت میں داخل ہو جائیں گے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: "يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ، وَلَا يَتَطَيَّرُونَ، وَلَا يَكْتَوُونَ، وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ"

"(بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے والے) وہ لوگ جو کہ نہ دم جھاڑ کرواتے ہیں، نہ آگ سے دم کرواتے ہیں، اور نہ پرندے اڑا کر فال لیتے ہیں بلکہ وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔"[1] (متفق علیہ)

نبی اکرم ﷺ کی وصیت:

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی اسی توکل کی ہی وصیت و تاکید فرمائی تھی۔ جبکہ وہ ابھی لڑکپن کی عمر میں نوخیز تھے تاکہ آپ ﷺ اس کی عمر کے پہلے دور میں ہی ان کے دل میں عقیدے کو راسخ کر دیں چنانچہ ارشاد فرمایا: "احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ"

"اے لڑکے! اللہ (کے احکام و دین) کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اس کے دین کی تم حفاظت کرو گے تو تم اسے ہمیشہ اپنے سامنے (مددگار) پاؤ گے۔ جب سوال کرو تو صرف اللہ سے مانگو، اور جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ سے طلب کرو۔"[2] (ترمذی، مسند احمد، مستدرک حاکم، مسند ابو یعلی، معجم طبرانی کبیر، علی الیوم واللیلہ ابن السنی، السنۃ ابن ابی عاصم، الاحادیث المختارہ للضیاء المقدسی، صحیح الجامع: 1318/2)

افادات ابن القیم:

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے کہ: ایمان و احسان کے تمام درجات اور اسلام کے تمام اعمال کی اصل توکل ہی ہے اور ان سب میں توکل کو ہی وہ مقام حاصل ہے جو سارے جسم میں سر کو حاصل ہوتا ہے۔[3]

---

1) صحیح بخاری: 5705، صحیح مسلم: 218۔

2) ترمذی: 2516۔

3) طریق الهجرتین: 389۔

راحت قلب و استقرار حالت:

توکل میں دل کا سکون و راحت اور استقرار حالت پائے جاتے ہیں۔ اسی سے اشرار کے مکر و فریب کا دفاع ممکن ہوتا ہے اور یہ توکل ہی وہ مضبوط ترین ذریعہ ہے جس سے بندہ مخلوق کے ظلم اور اذیتوں سے اپنا دفاع کرسکتا ہے اور اس کے بغیر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور توکل ہی کی بدولت وہ لوگوں کے ہاتھوں میں پائی جانے والی دولت کے طمع و لالچ سے بچ سکتا ہے۔

افادات امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

امام احمد بن حنبل سے توکل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”توکل یہ ہے کہ بندہ لوگوں کے ہاتھوں میں پائی جانے والی چیز سے امیدیں توڑ کر ان کی طرف دیکھنا بھی چھوڑ دے“ (اور صرف اللہ پر بھروسہ رکھے)۔[1]

ذلت نفس:

غیر اللہ پر بھروسہ رکھنا ذلت نفس اور توہین ذات ہے اور مخلوق کا کسی دوسری مخلوق سے سوال کرنا کسی فقیر کے کسی دوسرے فقیر سے سوال کرنے والی بات ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ، لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ"

”اگر پوری امت بھی اس بات پر جمع ہو جائے کہ وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچائے تو تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو کہ اللہ نے تمہارے مقدر میں لکھ رکھا ہے اور اگر تمام افراد امت بھی تمہیں کوئی نفع پہنچانے کے لئے یکجا ہو جائیں تو وہ بھی تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے کہ جو اللہ نے تمہاری قسمت میں لکھ رکھا ہے، (قلمیں خشک ہو چکی) ہیں اور صحیفے (دفتر) اٹھائے جا چکے ہیں۔“[2] (ترمذی وغیرہ حوالہ جات سابقہ)

غیر اللہ کے سپرد کر دینا:

جب دل کسی غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو تو اللہ اسے غیر اللہ کی طرف ہی پھیر اور سونپ دیتا ہے اور پھر بندہ بے یار و مددگار اور ذلیل و خوار ہو جاتا ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ"

”جو شخص کسی چیز پر اعتقاد رکھے اسے اسی پر چھوڑ دیا جائے گا۔“[3] (ترمذی)

---

1) طبقات الحنابلۃ: 1/ 416۔

2) ترمذی: 2516۔

3) ترمذی: 2072۔

افادات ابن تیمیہ:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جس شخص نے کسی مخلوق سے امیدیں وابستہ کیں یا اس پر بھروسہ کیا تو اسے اس سے مایوسی اور امیدوں پر پانی پھرنے کے سوا کچھ نہ ملا۔“[1]

حسن سلوک کا حکم:

لوگوں سے امیدیں وابستہ نہ کرنا آپ کو کہیں ان پر جفا کاری اور حسن سلوک نہ کرنے پر نہ لگا دے، انہیں سے اذیت پانے پر آمادہ نہ کر دے بلکہ آپ ان سے حسن سلوک کریں، اس نیت سے نہیں کہ آپ کو ان سے کوئی امید ہے. جس طرح آپ ان سے ڈرتے نہیں ایسے ہی ان سے امیدیں بھی وابستہ نہ کریں۔ امیدیں صرف اللہ ہی وابستہ کریں۔

رزق: خلاق کے ہاتھ میں:

مسلمانو! رزق روزی تو خلاق ازل کے ہاتھ میں ہے جو آپ کے مقدر میں لکھا ہے وہ لامحالہ آپ کو پہنچ ہی جائے گی آپ چاہے ضعیف وکمزور ہی کیوں نہ ہوں اور جو آپ کے سوا کسی اور کے لیے ہے وہ اپنی تمام تر قوتوں کے باوجود اپنے لئے حاصل نہیں کر سکتے. اللہ کے رزق کو کسی کوشش کرنے والے (حریص) کی چاہت وحرص آپ تک کھینچ کر نہیں لائے گی اور نہ ہی کسی کی نفرت کرنے والے کی نفرت آپ سے اسے دور ہٹائے گی۔ رزق اللہ تعالیٰ نے نیک و بد اور مومن و کافر سب کے لئے تقسیم کر دیا ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَكَأَيِّن مِّن دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ﴾

”اس روئے زمین پر چلنے والا جو بھی ہے اس کا رزق اللہ پر ہے۔“ (ہود:6)

زمین پر چلنے والوں میں سے بکثرت ضعیفوں اور کمزوروں کی طرف بھی رزق چلا کر پہنچایا جاتا ہے اگرچہ وہ خود اس کی سعی کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾

”اور دوسرے بہت سے زمین پر چلنے والے ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ ہی انھیں بھی رزق دیتا ہے اور تمھیں بھی۔“ (العنکبوت:60)

اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اس رزق کو کمانے کی سعی اور کمانے کی کوشش کے بغیر بھی آسان کر دیتا ہے۔ لوگوں میں اگرچہ توکل بہت ہی قلیل حد میں موجود ہوتا ہے پھر بھی اللہ انہیں روزی دیتا ہے اگرچہ وہ اپنے دل و جان سے ظاہری اسباب پر بھی انحصار کئے ہوئے ہوتے ہیں پھر بھی وہ انہیں رزق دیتا ہے، اور اگر وہ دل و جان سے اللہ کی ذات پر توکل کر لیں اور پھر معمولی سعی بھی کر لیں تو اللہ تعالیٰ انہیں یوں بافراغت روزی مہیا کرے جس طرح صبح صرف گھونسلے سے نکل جانے اور رات کو لوٹ آنے والے پرندوں کو مہیا کرتا ہے اور ان کا گھونسلوں سے صبح کے وقت نکلنا ہی ایک طرح کی سعی و کوشش ہے لیکن نہایت معمولی سی کوشش۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے

---

1) مجموع الفتاوی: 10/257۔

فرمایا ہے: "لَوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ، تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا"

"اگر تم لوگ بھی اللہ پر صرف اتنا (اور ایسا) توکل کرلو جتنا (جیسا) کہ اس کا حق ہے تو اللہ تمہیں بھی پرندوں کی طرح (بافراغت) رزق دے جو کہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔"[1] (ترمذی، مسند احمد)

لہٰذا اللہ تعالی نے جس رزق کی ذمہ داری خود اٹھارکھی ہے اس کے غم میں گھل گھل کر وقت ضائع نہ کرو، جب تک زندگی ہے رزق آتا ہی رہے گا۔

حاتم اصم کہتے ہیں: "جب مجھے اس بات کا علم ہو گیا کہ میرا رزق کوئی دوسرا نہیں چھین سکتا تو میرا دل مطمئن ہو گیا۔"

ہر چیز کا اندازہ اور غرض وغایت:

اللہ تعالی نے تمام امور کے اندازے مقرر فرمائے ہیں اور ان کی اغراض ومقاصد کو پانے کے لئے اسباب مہیا و طے کئے ہیں اور اس دنیا کی زیب وزینت اور مال ومتاع کو کبھی تگ وتاز کرنے والا نہیں پاسکتا جبکہ دوسرا سہولت سے ہی حاصل کر لیتا ہے۔کبھی محنتی نہیں پاتا جس کہ ایک عاجز ودرماندہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

ضعف عقیدہ وعقل اور قدح شرع:

اسباب پر ہی تمام تر توجہ مرکوز کر دینا عقیدۂ توحید میں نقص وکمزوری ہے اور اسباب کو ان کے صرف اسباب ہونے اور ماننے کے باوجود بھی اختیار نہ کرنا عقل میں نقص وکمزوری ہے اور وہ اسباب جنہیں اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے اعراض وروگردانی کرنا شریعت پر ردّ و قدح کرنا ہے۔ بندے کو چاہیے کہ اس کا دل تو صرف اللہ کی ذات پر توکل واعتماد کرنے والا ہو وہ اسباب پر تکیہ کر کے نہ بیٹھے۔ ہمارے نبی ﷺ تمام اہل توکل سے زیادہ متوکل تھے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے اسباب سے دست کشی نہیں کی۔

"أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَاهَرَ يَوْمَ أُحُدٍ بَيْنَ دِرْعَيْنِ، أَوْ لَبِسَ دِرْعَيْنِ"

"آپ ﷺ نے غزوۂ احد کے وقت دوہرا آہنی لباس (دو جنگی زرہیں) پہنیں۔"[2] (ابوداؤد)

اور ہجرت مدینہ کے وقت راستوں کے ماہر گائیڈ کو معاوضے پر اپنے ساتھ لیا اور غزوۂ احزاب کے موقع پر آپ ﷺ نے حفاظتی تدابیر اور اسباب تحفظ کو اختیار کرتے ہوئے خندق کھدوائی۔

حقیقت توکل:

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اسباب کو تو اختیار کیا جائے گا مگر اصل اعتماد اور دلی بھروسہ صرف ان اسباب کے خالق (اللہ تعالی) پر ہی کیا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ یہ اسباب اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب چاہے ان کے اقتضاء کو روک دے اور اگر وہ چاہے تو ان کے خصائص کے برعکس انہیں لگا دے اور اگر وہ چاہے تو وہ ان اسباب کی راہ میں ایسی رکاوٹیں کھڑی کر دے جو ان کے اقتضاء کے منافی و برعکس ہوں اور

1) ترمذی:2344۔

2) ابوداؤد:2590۔

انھیں ان کے طبعی کام سے روک دیں۔ (مثلا سورج و چاند کو روشنی و نور بکھیرنے سے گرہن دینا، آگ کو جلانے اور چھری کو کاٹنے سے منع کر دینا وغیرہ) موحد متوکل وہ ہے کہ وہ نہ تو ان اسباب پر مکمل انحصار کر کے مطمئن ہو بیٹھتا ہے اور نہ ہی انہیں یکسر ترک کرتا ہے یا ان سے لاپرواہی برتتا ہے بلکہ موحد متوکل اسباب کو اختیار کرتا اور ساتھ ہی انہیں مہیا کرنے والے مسببات اور ان اسباب کو پیدا کرنے والی ذات باری تعالی پر نگاہ رکھتا ہے۔ اور جب توکل قوی و مضبوط ہو اور اللہ سے بھرپور امید قائم کرلیں تو اللہ تعالی کشائش و خیر جزا فرما دیتا ہے۔

توکل خلیل اللہ اور نتائج:

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک ایسی وادی میں چھوڑ دیا جہاں نہ کوئی غمخوار نہ ملنساز، جس وادی میں نہ کوئی فصل و نباتات اور نہ ہی کوئی شیر دار جانور اور نہ ہی پانی کا کوئی انتظام لیکن ذات الہی پر بھرپور توکل تھا اور اسی کے ارشاد کی تعمیل میں یہ سب کیا جا رہا تھا۔ اللہ تعالی نے ان دونوں ماں بیٹے کو اپنی عنائت و کرم سے نوازا۔ بیٹا کل کو نبی بننے والا ہے جس کے اوصاف اللہ تعالی نے یہ بیان فرمائے کہ وہ بڑے ہی حلیم و بردبار، صابر و متحمل، وعدے سچے کر دکھلانے والے، نماز قائم کرنے اور اس پر محافظت و پابندی کرنے والے اور اس کے ساتھ ہی دوسروں کو بھی نماز کا حکم دینے والے ہوں گے۔ وہاں سے آب زمزم کا جاری ہونا حضرت خلیل علیہ السلام کے توکل ہی کا نتیجہ تھا۔

توکل موسی علیہ السلام اور قوم:

جب بنی اسرائیل انتہائی مصیبت و آزمائش میں مبتلا ہو گئے اور ان کے تعاقب میں فرعون اور اس کے لشکر لگ گئے اور انہوں نے انہیں جا لیا اور آگے دریا آ گیا: ﴿قَالَ أَصْحَابُ مُوسَى إِنَّا لَمُدْرَكُونَ﴾

"(حضرت) موسی (علیہ السلام) کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم تو پکڑے گئے۔" (الشعراء:61)

تب حضرت موسی علیہ السلام نے جو کہ اللہ کے نبی اور اس کی مدد و نصرت پر بھرپور یقین و وثوق رکھنے والے تھے: ﴿قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾

"انہوں نے کہا ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے اور وہ مجھے راستہ دے گا۔" (الشعراء:62)

اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو دریا کے پانی پر عصا مارنے کا حکم فرمایا۔ اس سے دریا میں سے ان کے لئے خشک راستہ بن گیا اور پانی کی حالت یہ ہوگئی کہ آگے اور پیچھے کے: ﴿فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ﴾

"پانی کا ہر ٹکڑا گویا ایک بڑا پہاڑ ہے۔" (الشعراء:63)

توکل یونس علیہ السلام:

حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر کی گہرائی اور اندھیروں میں مچھلی نے اپنے پیٹ میں داخل کر لیا (نگل لیا) تب انہوں نے اپنے مولا کریم سے فریاد کی اور یوں دعاء کی: "تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو پاک ہے (اور) میں ظالموں میں سے (قصوروار) ہوں۔" اللہ تعالی نے

فرمایا کہ جب انہوں نے فریاد کی: ﴿فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ﴾

"تو ہم نے انہیں فراخی و وسیع میدان میں ڈال دیا جبکہ وہ بیمار تھے۔" (الصافات:145)

اور پھر وہ اس کھلے میدان میں ضائع نہیں ہوئے بلکہ اللہ نے ان کی حفاظت کا مکمل انتظام فرمایا۔

توکل ام موسی علیہا السلام:

حضرت موسی علیہ السلام کی والدہ نے اللہ کی ذات پر بھرپور توکل واعتماد اور اسی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے شیر خوار بچے حضرت موسی علیہا السلام کو دریا کی لہروں کے سپرد کر دیا۔ اور انہیں (نہ صرف اللہ نے دریا سے بچایا بلکہ) اولوالعزم رسول اور اپنے مقربین میں سے بنایا۔

توکل یعقوب علیہ السلام:

حضرت یعقوب علیہ السلام کو ہی دیکھ لیں۔ انھیں بتایا گیا کہ ان کے بیٹے (حضرت یوسف علیہ السلام) کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ انہوں نے اپنے اس معاملہ کو اللہ کے سپرد کیا اور اسی سے مناجات و فریاد کی تو اللہ نے طویل حزن وملال کی لمبی جدائی کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائی (بنیامین) سمیت واپس کر دیا۔

توکل مریم علیہا السلام:

حضرت مریم علیہا السلام کی حالت بڑی تنگ ہوگئی، کوئی راہ سجھائی نہ دے رہی تھی اور کہنے کو بھی کچھ نہ تھا تو انھوں نے صاحب عظمت و جلال کی ذات گرامی پر توکل کیا جبکہ اسی توکل و اخلاص کے سوا کوئی اور چارہ نہ رہگیا تھا۔ تو انھوں نے اپنے (نوزائیدہ) بچے کی طرف اشارہ کیا۔ اور لوگوں سے کہا کہ اس سے پوچھ لو۔ لوگوں نے کہا: ﴿قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا﴾

"ہم اس سے کیوں کر بات کریں جو کہ گود (گھوارے) کا بچہ ہے۔" (مریم:29)

تب اللہ تعالی نے اسی نوزائیدہ بچے حضرت عیسی علیہ السلام کو بولنے کی طاقت بخشی: ﴿قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا﴾

"انہوں نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔" (مریم:30)

توکل نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

ہمارے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھی (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اپنی قوم سے چھپ کر ایک بے آب و گیاہ پہاڑ کی غار (ثور) میں داخل ہو جاتے ہیں جو کہ انتہائی خوفناک حالت میں ہے۔ آپ کے ساتھی (یار غار حضرت صدیق رضی اللہ عنہ) خوفزدہ ہو گئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں میں سے اگر کوئی نیچے اپنے قدموں میں دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب پر بھرپور اعتماد و توکل کی حالت میں فرمایا: "مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا" "اے ابوبکر! تیرا ان دو

ساتھیوں کے (با محفوظ ہونے کے) بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خود اللہ تعالی ہو؟" [1] (صحیح بخاری)

تب اللہ تعالی نے اپنی مدد ونصرت نازل فرمادی اور ان فوجوں کو مدد کے لئے بھیج دیا جو نظر نہیں آرہی تھیں۔ گھبراہٹ زائل اور سکون آ گیا، امن واستقرار قلبی نصیب ہو گیا اور یوں یہ سفر ہجرت مکمل ہوا، اور پیغام ونور نبوت ورسالت ہر چار سو پھیل گیا۔

جب آپ پر دن تنگ کر دیئے جائیں اور آپ مشکلات وآزمائش کے گھیروں میں گر جائیں تب بھی آپ ایک اللہ کے سوا کسی سے امید وابستہ نہ کریں صرف اسی کی طرف دست دعاء اٹھائیں اور گڑ گڑائیں، اپنے آپ کو اس خلاق کائنات کے در پر گرا دیں اور اسی سے تمام تر امیدیں وابستہ کر دیں، اور اپنے معاملے کو رحم وکرم کرنے والی اس ذات گرامی کے سپرد کر دیں اور مخلوقات سے اپنے ان غلط تعلقات (استمداد و استغاثہ) کو منقطع کر لیں۔ صرف اسی عظمتوں والے کو ہی پکاریں اور قبولیت دعاء کے اوقات تلاش کر کے ان میں دعاء کریں۔ مثلاً سجدوں میں اور اوقات سحر ونیم شبی میں دعائیں کریں. جب امید وتوکل قوی ہوئے اور دل دعاء کرنے میں یکسو ہو گیا تو دعاء کبھی ردّ نہیں ہو گی۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ﴾

" بھلا کون مجبور وبیقرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اسی سے دعاء کرتا ہے اور (کون اس کی) تکلیف کو دور کرتا ہے۔" (النمل:62)

لہٰذا اے مسلمانو! اپنے معاملے کو اللہ کے سپرد کر دو۔ اللہ عزیز وغالب ہے جو شخص اس کی پناہ لے لے وہ اسے ذلیل نہیں کرتا اور جو شخص اس کا سہارا لے لے وہ اسے ضائع نہیں کرتا۔ مشکلات جب حد سے بڑھ جائیں تو گھبرائیں نہیں بلکہ اس بات پر یقین رکھیں کہ تنگی ومشکل کے ساتھ ہی کشائش وآسانی جڑی ہوئی ہے، آپ اپنے رب کو کشائش وآسانی اور فراغت وخوشحالی کے دنوں میں یاد رکھیں گے تو وہ سختی وتنگی کے دنوں میں تمہاری مدد کرے گا۔ اور اللہ کے دو خلیلوں نے [حضرت ابراہیم اور ہمارے نبی علیہما السلام) نے شدت وتنگی کے وقت میں یہ کہا تھا: ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾

(آل عمران:173)

" اور ہمیں ہمارا اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت ہی اچھا کارساز ہے۔"

توکل اور اللہ کی سرپرستی:

کسی چیز کے حصول کے سلسلہ میں جب کسی کا اللہ پر توکل صادق ومضبوط ہو جائے تو وہ اس چیز کو یقیناً پالے گا، اور جس نے اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیا وہ اس کے معاملات کو سلجھانے کے لئے کافی ہے۔ اور جس نے اللہ پر صحیح معنوں میں توکل کیا۔ اسے اللہ کسی دوسرے کے حوالے نہیں کرتا بلکہ خود اس کا ولی وسرپرست بن جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾

" اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اسے کفایت کرے گا۔" (الطلاق:3)

آپ جتنا اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھیں گے اور جس قدر صرف اسی سے امیدیں وابستہ کریں گے، اتنا ہی زیادہ آپ کا اس پر توکل ہو گا۔ لہٰذا صرف اپنے اکیلے رب کو ہی شکوہ وشکایت اور دکھڑے سنانے کا مقام بنالو۔

1) صحیح بخاری:3653۔

حضرت فضیل بن عیاض کہتے ہیں: "اللہ کی قسم! اگر آپ ساری مخلوقات سے اس قدر مایوس ہو جائیں اور اس درجہ کو پہنچ جائیں کہ آپ ان سے کچھ بھی نہ مانگیں تو آپ کو آپ کا مولا کریم ہر وہ چیز دے گا جو آپ چاہیں گے۔"

قادر و قدیر ذات:

اللہ ہر چیز پر قادر ہے اس کائنات کا کوئی ذرہ بھی اس کے حکم بغیر حرکت نہیں کرتا، اس دنیا میں کوئی واقعہ اس کی مرضی کے بغیر رونما نہیں ہوتا اور کسی درخت کا کوئی پتا بھی اس کے علم کے بغیر نہیں گرتا۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ [217] الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ [218] وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ﴾

"اور غالب ومہربان (اللہ تعالی) پر بھروسہ رکھیں جو کہ آپ کو جب آپ (تہجد کے وقت) اٹھتے ہیں، دیکھتا ہے اور سجدہ کرنے والوں (نمازیوں) آپ کے پھرنے کو بھی وہ دیکھتا ہے۔" (الشعراء:217)

حضرت ابراہیم خواص کہتے ہیں: "اس آیت کے نازل ہو جانے اور اسے پڑھ لینے کے بعد کسی شخص کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے فریاد و التجاء کرے۔ اور جس نے اللہ کے سوا کسی دوسرے سے مشکل کشائی کا تعلق پیدا کیا یا اپنے علم وعقل، دواء وعلاج، تعویذ گنڈوں یا اپنی طاقت وقوت پر اعتماد و بھروسہ کیا تو اللہ اسے انہی کے سپرد کر دیتا ہے اور اسے ذلیل ورسوا کر کے رکھ دیتا ہے۔"

اور کتاب التوحید کے شارح اپنی کتاب تیسیر العزیز الحمید میں لکھتے ہیں کہ بات نصوص کے ساتھ ساتھ تجربات و مشاہدات میں بھی آچکی اور معروف ہے۔"

توکل و حسن ظن باللہ:

سب سے بہترین کمائی یہ ہے کہ اللہ کے کافی ہونے کا یقین و اعتماد پیدا ہو جائے اور اس کے ساتھ حسن ظن قائم رہے اور آپ کے توکل و یقین کا یہ عالم ہو کہ خود اپنے ہاتھوں میں موجود چیز سے بھی زیادہ یقین اس چیز پر ہو جو کہ اللہ کے پاس ہے۔

اللہ سے بدظن:

جو شخص یہ گمان کرلے کہ وہ اللہ کے تقرب اور اس کی اطاعت کے نتیجہ میں جو کچھ اللہ کی نعمتیں پاتا ہے وہی کچھ وہ اس کی نافرمانی و حکم عدولی کر کے بھی پاتا رہے گا یا وہ یہ گمان کرے کہ اگر اسی نے کسی چیز کو محض اللہ کی خاطر ترک کر دیا تو اللہ اسے اس سے بہتر معاوضہ نہیں دے گا یا پھر جس نے یہ گمان کرلیا کہ جو شخص اللہ کے لئے کوئی کام کرتا (عمل صالح کرتا) ہے تو وہ موجودہ نعمتوں سے بڑھ کر کچھ نہیں دیا جائے گا، یا کوئی شخص یہ سمجھ بیٹھے کہ اگر اس نے اللہ پر صحیح وسچا توکل بھی کرلیا تو اللہ اسے نامراد کر دے گا اور اس کی مطلوبہ چیز اسے نہیں دے گا۔ ایسا ہر شخص اللہ سے بدظنی و بدگمانی کرنے والا ہے۔ اور اس گناہ سے صرف وہی شخص بچ سکتا ہے جو اللہ کی معرفت والا ہے۔ اس کے اسماء وصفات کی معرفت رکھتا ہے اور اس رب واحد کی حکمت کے موجبات کو جانتا ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اکثر مخلوقات بلکہ سارے ہی لوگ سوائے ان کے جنہیں اللہ بچالے، اللہ سے ناحق طور پر بدظنی و بدگمانی

میں مبتلا ہیں ۔بنی آدم کی غالب اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ انہیں اللہ جو دے رہا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ کے حق دار ہیں ۔ہر وہ شخص جو اپنے نفس کو ٹٹول کر دیکھے اور اسے خوب کھنگال کر اسے چیک کرے تو اسے یہ بات خوب نظر آجائے گی ،ہر وہ عقلمند شخص جو کہ اپنے نفس کا خیر خواہ ہے اسے اس بات پر توجہ دینی چاہیئے کہ اور اللہ کے حضور توبہ تائب ہونا چاہیئے اور ہر وقت اس سے مغفرت و بخشش طلب کرتے رہنا چاہیئے اور اللہ سے بدظنی کی بجائے اپنے نفس پر بدگمانی کرنی چاہیئے ۔"ارشاد الٰہی ہے:﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا [8] رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾

"اپنے رب کے نام کا ذکر کریں اور ہر طرف سے لاتعلق ہو کر صرف اسی کی طرف متوجہ ہو جائیں ،وہی مشرق و مغرب (سارے جہان) کا مالک ہے ،اسی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو صرف اس کو اپنا کارساز بنائیں ۔" (المزمل:8-9)

صدق توکل:

کسی کا اللہ پر توکل اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا عقیدہ توحید صحیح نہ ہو ۔جس قدر اس کا عقیدہ توحید باری تعالیٰ صحیح ہوگا اتنا ہی اس کا توکل بھی صحیح و حقیقی ہوگا ،کوئی شخص جب کسی غیر اللہ کی طرف جھانکتا ہے تو اس کی یہ حرکت اس کے دل کے ایک گوشے کو متاثر کر دیتی ہے اور اس گوشے کے متاثر و ختم ہونے کے بقدر ہی اس کے توکل میں بھی نقص و کمی واقع ہو جاتی ہے ۔جسے فقر و فاقہ سے دو چار ہونا پڑ جائے اور وہ اسے دور کرنے کے لئے مخلوق سے امیدیں وابستہ کر کے بیٹھ جائے تو اس کا یہ فقر و فاقہ کبھی بھی دور نہیں ہوگا ۔جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ قوی ہو اسے چاہیئے کہ وہ اللہ پر مکمل یقین و توکل کرے اور جسے یہ بات بھلی لگے کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ غنی ہو تو اسے چاہیئے کہ خود اپنے ہاتھ میں موجود چیز سے بھی زیادہ اللہ کے پاس والی چیز پر یقین رکھے ۔

توکل و رضاء اور صبر و شکر:

رضاء بقضاء اور توکل علی اللہ دونوں ہی ہر مقدور و مقسوم کے پہلو بہ پہلو ہونی چاہیں ۔کسی چیز کے واقع ہونے سے پہلے اللہ پر توکل کرنا اور جب کچھ واقع ہو جائے تو اس پر رضاء کا اظہار کرنا ،اور یہ رضاء توکل کا ثمرہ ہے اور توکل کی روح ہے اپنے تمام معاملات و امور کو اللہ کے سپرد کر دینا ۔

داؤد بن سلیمان فرماتے ہیں :"مومن کے تقویٰ کا پتہ دینے والی تین چیزیں ہیں ۔

(1) جو اسے نہ ملے اس پر حسن توکل کا رویہ اپنانا ۔

(2) اور جو کچھ بھی اسے مل گیا اس سے حسن رضاء کا انداز اختیار کرنا ۔

(3) اور جو اس سے فوت ہو (چھن) گیا اس پر حسن صبر کا مظاہرہ کرنا ۔

قوت توکل از قوت ایمان:

جو شخص جتنا زیادہ اللہ کی معرفت رکھنے والا ہوگا اس کا اللہ پر توکل بھی اتنا ہی قوی و مضبوط ہوگا اور توکل میں قوت وضعف ایمان کی قوت وضعف کے مطابق ہی ہوتا ہے ۔جو شخص اللہ پر توکل کرے ۔اسے کشائش و مشکل کشائی کے حصول میں جلد بازی نہیں مچانی چاہیئے ۔اللہ نے بتا رکھا ہے

کہ وہ اس پر توکل کرنے والے کے لئے کافی اور اس سے یہ بھی وہم ہو سکتا ہے کہ توکل کے وقت اس کے ساتھ ہی اللہ کی کفایت کو شامل حال نہیں ہو جاتی تو یہ بات ہے کہ اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ اور ایک وقت مقرر کیا ہوا ہے۔ لہذا کسی صاحب توکل کو جلد بازی سے کام لیتے ہوئے یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ میں نے توکل کیا اور دعائیں مانگیں مگر مجھے تو کچھ نظر نہیں آرہا۔ اللہ تعالی اپنے ہر کام کو پورا کرنے کی تمام تر قدرتیں رکھتا ہے اور جسے وہ کرنا چاہے اسے پورا کر دیتا ہے۔

البتہ اس نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر فرما رکھا ہے وہ ایک ہی صاحب اختیار کلی اور مختار کل ہے وہی اسی جہاں کا مطلق تدبیر کرنے والا ہے اور اسے چلانے والا ہے اور اللہ کی تدبیر جو وہ اپنے بندے کے لئے کرتا ہے، خود بندے کی اپنے لئے کی گئی تدبیر سے بدرجہا بہتر ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے بندے پر خود بندے کے اپنے نفس پر ترس کھانے سے زیادہ رحمت و ترس کھانے والا ہے۔

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

فضائل مدینہ منورہ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ

15/8/2003ء، 17/6/1424ھ

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو، اس کا تقوی ہی بہترین کمائی اور اعلی نسب ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز عطا کرے گا تمہیں ممتاز کر دے گا اور تمہارے گناہ مٹا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔" (الانفال:29)

اعلی مقام اور اونچی شان:

مسلمانو! مختلف ممالک و اوطان عزت و شرف، مقام و مرتبہ، رفعت و شان، حرمت و احترام، مجد و بزرگی اور تاریخ کے اعتبار سے متفاوت و الگ الگ درجات رکھتے ہیں اور ان سب میں سے نبی اکرم ﷺ کا شہر ارض ہجرت نبوی، دار ایمان اور مقام سنت مدینہ منورہ تمام شہروں سے اعلی مقام اور اونچی شان کا مالک ہے، صرف ایک شہر مکہ مکرمہ ہے جو کہ تمام شہروں کا علی الاطلاق سردار ہے اور وہ حرمت و اکرام اور تعظیم و احترام میں مدینہ منورہ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

نبوی حکومت اور اسلامی خلافت کا صدر مقام:

مدینہ منورہ میں ہی نبوی حکومت اور اسلامی خلافت قائم ہوئی اور وہیں سے ان کی شاخیں نکلیں اور ہر طرف پھیل گئیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى، يَقُولُونَ يَثْرِبُ، وَهِيَ الْمَدِينَةُ" (متفق علیہ)

"مجھے ایسی بستی کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ہوا جو تمام بستیوں کو اپنے تحت سمیٹ لے گی۔ لوگ اسے یثرب کہتے ہیں لیکن وہ مدینہ ہے۔"[1]

اہل ایمان کی آماجگاہ:

یہ شہر ہر قسم کے محاسن و اوصاف حمیدہ کا مرکز اور خیر و برکات کا مرکز ہے۔ یہ شہر طیبہ و طابہ ہے جہاں آنکھیں روشن ہو جاتیں اور دل کو مسرت ملتی ہے۔ اس شہر میں تمام فضائل جمع ہو گئے ہیں اور ایمان دنیا بھر سے سمٹ سمٹا کر اسی کے اطراف و جوانب میں لوٹ آئے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ، كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا"

"ایمان مدینہ منورہ کی طرف ہی لوٹ آئے گا جس طرح کہ سانپ ہر طرف سے گھوم پھر کر اپنے بل کی طرف لوٹ آتا ہے۔"[2] (متفق علیہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا، وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا

1) صحیح بخاری: 1871، صحیح مسلم: 1382۔

2) صحیح بخاری: 1876، صحیح مسلم: 147۔

بَدَأَ، وَهُوَ يَأْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ فِي جُحْرِهَا"

"اسلام غربت میں شروع ہوا اور دوبارہ غربت میں ہی لوٹ جائے گا جیسا کہ شروع میں تھا۔ اور وہ دو مسجدوں کے مابین ہی سمٹ کر رہ جائے گا جس طرح کہ سانپ اپنے بل کی طرف لوٹ آتا ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

جب کہ حاکم و بیہقی کے یہاں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ليعودن كل إيمان إلى المدينة كما بدأ منها حتى يكون كل إيمان بالمدينة

"تمام کا تمام ایمان لوٹ کر مدینہ منورہ میں آجائے گا یہاں تک کہ پورے کا پورا ایمان صرف مدینہ منورہ میں ہی رہ جائے گا۔"[2] (حاکم و بیہقی)

مدینہ منورہ میں: موت باعث نجات:

مدینہ منورہ دلوں کو قرار اور آنکھوں کو شادابی بخشنے والا ہے یہ ایسا شہر ہے جس میں رہائش اختیار کرنا ہر مسلمان کا دلی شوق و ارمان ہے اور یہ بہترین مقام و ٹھکانہ ہے، ایمان کی حالت میں اس شہر میں رہنا بہت ہی شرف کا باعث ہے اور تقوی و پرہیزگاری کے ساتھ اس شہر میں سکونت اختیار کر لینا عزت و شان کا ذریعہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا، فَإِنِّي أَشْفَعُ لِمَنْ يَمُوتُ بِهَا"

"جو شخص اس بات کی استطاعت و قدرت رکھتا ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں مرے تو اسے اس کی چارہ سازی کرنی چاہیے۔ جو شخص مدینہ منورہ میں مرے گا، میں اس کی شفاعت و سفارش کروں گا۔"[3] (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

جب کہ سنن نسائی میں حضرت صمیتہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ارشاد نبوی ہے: "مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ لَا يَمُوتَ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ، فَلْيَمُتْ بِهَا، فَإِنَّهُ مَنْ يَمُتْ بِهَا تَشْفَعْ لَهُ، وَتَشْهَدْ لَهُ"

"جو شخص مدینہ منورہ میں مرا قیامت کے دن میں اس کا گواہ یا سفارشی ہوں گا۔"[4] (صحیح ابن حبان)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ دعاء مانگا کرتے تھے: "اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

"اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت کی موت عطا فرما اور یہ کہ میری موت تیرے نبی کے شہر مدینہ منورہ میں ہو۔"[5] (صحیح بخاری)

شوق نبوی کی ایک جھلک:

1) صحیح مسلم: 146۔
2) حاکم: 8400۔
3) ترمذی: 3917۔
4) صحیح ابن حبان: 3742۔
5) صحیح بخاری: 1890۔

اس شہر مقدس کے باسیوں خوشگواری وخوشحالی کے کیا کہنے اور اس شخص کی کامیابی بھی کتنی شاندار ہے کہ جسے موت آنے تک اس شہر پاک میں رہائش اختیار کرنے کا موقع مل جائے۔آدمی جب اس سے دور ہوتا ہے تو دل اس کی طرف شوق سے اٹھکیلیاں لیتا ہے اور اس تک پہنچنے کا شوق وجذبہ بہت بڑھ جاتا ہے۔

"أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَاتِ الْمَدِينَةِ، أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ، وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا، مِنْ حُبِّهَا"

"نبی اکرم ﷺ جب کسی سفر سے واپس لوٹتے تو جیسے ہی آپ اس کے بلند و بالا در و دیوار کو دیکھتے تو مدینہ منورہ سے محبت ورغبت اور پیار کی وجہ سے اپنی سواریوں کو تیز کردیتے تھے۔"[1] (صحیح بخاری)

محبوب حبیب الٰہی:

یہ شہر پاک اللہ کے حبیب ﷺ کا محبوب شہر ہے جنہوں نے ہی یہ فرمایا ہے:"اللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ"

"اے اللہ! مدینہ منورہ کو بھی مکہ مکرمہ کی طرح ہی ہمارا محبوب شہر بنادے یا اسے مکہ مکرمہ سے بھی زیادہ ہمیں پیارا کردے۔"[2] (متفق علیہ)

اور اس میں شک نہیں کہ اللہ نے اس شہر کو واقعی محبوب شہر بنادیا۔یہیں آپ ﷺ کا گھر تھا، یہی آپ ﷺ کا دارالہجرت تھا، آپ ﷺ کا منبر شریف اسی شہر میں نصب کیا گیا اور یہیں آپ کی محراب تھی یہیں آپ ﷺ دفن کئے گئے اور یہیں آپ ﷺ کو دوبارہ اٹھایا جائے گا۔یہیں وہ جبل احد ہے جو کہ حسب ارشاد نبوی:

"وہ ہمیں محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔"

یہ شہر انتہائی اچھوتی طرز کا ہے، یہ انتہائی محفوظ ترین ہے اور ایک اعلی قلعے کی شکل میں ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں:" رَأَيْتُ كَأَنِّي فِي دِرْعٍ حَصِينَةٍ فأولتها المدينة۔

"میں نے دیکھا کہ میں ایک انتہائی محفوظ ذرعہ (لوہے کا لباس) میں ملبوس ہوں اور میں نے اپنے اس خواب کی خود یہ تعبیر کی کہ اس سے مراد مدینہ منورہ میں رہائش ہے۔"[3] (مسند احمد)

پرامن حرم نبوی:

مدینہ منورہ ایک پرامن شہر اور پرسکون مقام ہے اس میں خون ریزی نہ کی جائے گی اور نہ ہی جنگ وقتال کے لئے اس میں اسلحہ اٹھایا

---

1) صحیح بخاری:1886۔

2) صحیح بخاری:5654،صحیح مسلم:1376۔

3) مسند احمد:1/271۔

جائے گا۔حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"إِنَّهَا حَرَمٌ آمِنٌ"

"یہ پرامن حرم ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ مکروفریب کرے گا یا انہیں تکلیف دینے اور شر پہنچانے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالی اسے نمک کی طرح پگھلا کر رکھ دے گا جس طرح کہ وہ پانی میں پگھل کر حل کو جاتا ہے (مٹا دے گا)۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَخَافَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ، وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا

"جس نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اور ظلم کے ساتھ انہیں ہراساں کیا اسے اللہ تعالی مبتلا خوف و ہراس کر دے گا، اس پر اللہ تعالی، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔اللہ تعالی اس گناہ کے عوض قیامت کے دن اس سے کوئی فرضی ونفلی (معاوضہ) قبول نہیں کرے گا۔"[2] (مسند احمد)

نبی اکرم ﷺ کا ہی یہ بھی ارشاد ہے: "جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا (خوفزدہ کیا) اس نے دونوں پہلووں کی درمیانی چیز یعنی میرے دل کو گویا مجھے ڈرایا۔اور آپ نے اپنے دونوں پہلووں کی طرف اشارہ بھی فرمایا۔آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔۔۔۔۔اور اللہ تعالی کی طرف سے آپ پر درود وسلام ہو۔" (مصنف ابن ابی شیبہ)

طاعون و دجال کا داخلہ ممنوع:

اس شہر مدینہ منورہ کے فضائل ومناقب کتب حدیث میں وارد ہوئے اور مشہور و معروف ہیں ۔ یہ شہر انتہائی محفوظ ترین قلعہ کی طرح ہے اور ہر قسم کے شر وفساد سے بچایا گیا ہے ۔اس پر سخت پہرے اور کڑی نگرانی کا الہی انتظام موجود ہے ۔اس میں اور تو اور دجال بھی قدم نہیں رکھ پائے گا اور نہ ہی اس کا خوف و رعب یہاں پہنچے گا۔اللہ نے اس کا داخلہ اس شہر میں تو کیا اس کے دروازے میں داخل ہونا بھی حرام کر رکھا ہے۔وہ داخل ہونا چاہے گا مگر داخل نہیں ہو پائے گا، اللہ کے فرشتے اس کے دروازوں پر اور اس کے راستوں پر ننگی تلوار لئے پہرہ دے رہے ہیں اور اس کا دفاع کرنے پر مامور ہیں ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ، لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلَا الدَّجَّالُ"

"مدینہ منورہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں۔اس میں طاعون اور دجال ہرگز داخل نہ ہو سکیں گے۔"[3] (بخاری ومسلم)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "يَأْتِي الْمَسِيحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ هِمَّتُهُ الْمَدِينَةُ حَتَّى يَنْزِلَ دُبُرَ أُحُدٍ، ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ، وَهُنَالِكَ يَهْلِكُ"

---

1) صحیح مسلم:1375۔

2) مسند احمد:4/55۔

3) صحیح بخاری:1880،صحیح مسلم:1379۔

"کانا دجال مشرق کی طرف سے آئے گا اور اس کا ارادہ مدینہ منورہ میں داخلے کا ہوگا حتی کہ وہ جبل احد کے عقب تک پہنچ جائے گا پھر فرشتے وہاں سے اس کا رخ شام کی طرف موڑ دیں گے اور وہاں جا کر وہ ہلاک ہوگا۔"[1] (صحیح مسلم)

خروجِ اشرار:

دجال مدینہ کے الظریب الاحمر نامی مقام کے قریب مجتمع السیول کے علاقہ کے پاس واقع جگہ "سخبۃ الجرف" تک آجائے گا اور وہاں پڑاؤ ڈال لے گا۔ مدینہ منورہ اپنے اہالیان سمیت تین مرتبہ خوب ہلا کر رکھ دیا جائے گا، اور جتنے بھی کافر و مشرک اور منافق مرد وزن ہوں گے وہ سب دجال کے پاس جا نکلیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے سچ ہی فرمایا ہے: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَنْفِيَ الْمَدِينَةُ شِرَارَهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ"

"اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مدینہ منورہ اپنے اندر سے تمام اہل شر کو باہر نہ نکال پھینکے گا اسی طرح جس طرح کہ بھٹی لوہے سے زنگ و کچرا الگ کر دیتی ہے۔"[2] (مسلم)

آدابِ حرم نبوی:

یہ مدینہ منورہ دو لابوں، دو حرّوں (دو سیاہ پتھریلی وادیوں) دو پہاڑیوں (عیر وثور) کے درمیان کا سارا حصہ حرم ہے۔ اس علاقے میں موجود شکاری جانوروں اور پرندوں کو نہ بھگایا ڈرایا جائے گا نہ شکار کیا جائے نہ پرندا پکڑا جائے گا، نہ کانٹے کاٹے جائیں گے، نہ درخت کاٹے جائیں گے، نہ ان کے پتے جھاڑے جائیں گے اور نہ ہی یہاں کا گھاس اکھاڑا جائے گا۔ اسی طرح اس علاقے میں سے گری پڑی چیز اٹھانا بھی منع ہے صرف اس کی اجازت ہے جو اس کا اعلان وتعارف کروانے کے لئے اٹھائے۔

نبی ءِ ہدایت ﷺ کا ارشاد ہے:

"إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ، مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا لَا يُقْطَعُ عِضَاهُهَا، وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا"

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں نے مدینہ منورہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیانی حصہ کو حرم قرار دیا ہے (یہاں نہ خون بہایا جائے، نہ لڑائی کے لئے ہتھیار اٹھایا جائے) یہاں کے درختوں کو نہ کاٹا جائے اور نہ ہی یہاں کے شکاری جانوروں کو شکار کیا جائے۔"[3] (مسلم 5/9/147، 149)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر میں مدینہ منورہ میں ہرن کو دیکھوں تو اسے خوف زدہ اور ڈراؤں گا نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ"

---

2) صحیح مسلم: 1380۔

1) صحیح مسلم: 1381۔

2) صحیح مسلم: 1362۔

"دو پہاڑیوں کا درمیانی حصہ حرم ہے۔"[1] (متفق علیہ)

"كَانَ أَبُو سَعِيدٍ يَأْخُذُ - وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَجِدُ - أَحَدَنَا فِي يَدِهِ الطَّيْرُ فَيَفُكُّهُ مِنْ يَدِهِ ثُمَّ يُرْسِلُهُ"

عبدالرحمن بن ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی پرندہ دیکھتے تو اسے اس کے ہاتھوں سے چھڑوا کر اڑا دیتے تھے۔"[2] (صحیح مسلم)

مدینہ میں ایجاد بدعت کی سزا:

جس نے اس شہر مقدس میں کسی بدعت کو ایجاد کیا یا کوئی نیا کام شروع کیا یا شرک کا ارتکاب کیا یا پھر کسی مجرم کو پناہ دی یا کسی بدعتی کو ٹھکانا دیا۔ اس نے اپنے آپ کو سخت وعید میں مبتلا کر لیا اور یقینی لعنت کا مستحق بنا لیا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ، فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ، وَالْمَلَائِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا"

"مدینہ منورہ عیر سے ثور تک (دونوں پہاڑیوں کا درمیانی حصہ) حرم ہے۔ جس نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو ٹھکانا و پناہ دی اس پر اللہ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن اللہ اس سے کوئی فرض و نفل (یا معاوضہ) قبول نہیں کرے گا۔"[3] (متفق علیہ عن علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہ)

باطل عقائد:

جو شخص قبروں کے طواف، ان کی مٹی سے تبرک کے حصول، اس سے حصول شفاء یا قبروں والوں کو وسیلہ بنانے، انہیں آوازیں دینے اور پکارنے کے جواز کا عقیدہ رکھے اس کا یہ عقیدہ باطل ہے اور اس نے ایک انتہائی بدترین بدعت ایجاد کی ہے۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ کسی دیوار کو چھونے سے برکت حاصل ہوتی ہے یا کسی ستون اور دروازے کو ہاتھ لگا لینے سے برکت حاصل ہو جائے گی یا پھر منبر یا محراب کو چوم لینے سے برکت ملے گی وہ راہ صواب سے ہٹ گیا اور اس نے کتاب و سنت کی خلاف ورزی کی، اسے چاہیے کہ وہ اپنی ان حرکتوں سے باز آجائے اپنے سابقہ فعل سے توبہ کرے اور آئندہ ایسا نہ کرے۔

مدینہ منورہ کی سکونت و رہائش:

مسلمانو! مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرنے اور رہائش رکھنے کے بہت سارے شرعی فوائد، اخروی مفادات، دینی مصالح ہیں اور اس میں یہ نفسیاتی سعادتیں اور خوشیاں پنہاں ہیں کہ جن کے مقابلے میں کسی دوسرے ملک و وطن کی تمام عیش و آرام کی زندگیاں ہیچ ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَدْعُو الرَّجُلُ ابْنَ عَمِّهِ، وَقَرِيبَهُ

---

3) صحیح بخاری: 1873، صحیح مسلم: 1372۔

4) صحیح مسلم: 1374۔

1) صحیح بخاری: 1867، صحیح مسلم: 1370۔

هَلُمَّ إِلَى الرَّخَاءِ هَلُمَّ إِلَى الرَّخَاءِ ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَخْرُجُ مِنْهُمْ أَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا إِلَّا أَخْلَفَ اللهُ فِيهَا خَيْرًا مِنْهُ ، أَلَا إِنَّ الْمَدِينَةَ كَالْكِيرِ تُخْرِجُ الْخَبِيثَ ، لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَنْفِيَ الْمَدِينَةُ شِرَارَهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ"

"عنقریب لوگوں پر وہ وقت آجائے گا کہ ایک شخص اپنے چچازاد یا کسی رشتہ دار کو دعوت دے گا کہ آؤ مدینہ چھوڑ کر کسی خوشحال علاقہ میں چلے جائیں لیکن یہ مدینہ ہی ان کے لئے بہتر ہوگا کاش کہ انہیں اس بات کا علم ہو جائے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو شخص بھی مدینہ کو ناپسند کرتے ہوئے اس سے نکلے گا تو اللہ تعالی اس سے بہتر شخص کو مدینہ میں لا بسائے گا۔ خبردار! یقینا مدینہ ایک بھٹی کی طرح ہے جو برے لوگوں کو نکال باہر کرتا ہے، قرب قیامت بھی مدینہ برے لوگوں کو ایسے نکال باہر کرے گا جیسے بھٹی لوہے کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔" [1] (صحیح مسلم)

اور ارشاد نبوی ہے: لیسمعن ناس برخص من أسعار ورزق، فیتبعونه، والمدینة خیر لهم لو کانوا یعلمون۔

"لوگ دوسری جگہوں پر کم بھاؤ کی خبریں سنیں گے اور وہاں بافراغت روزی کی اطلاع پائیں گے اور وہیں جا نکلیں گے حالانکہ کاش انہیں پتہ چل سکے کہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے۔" [2] (مسند بزار و مستدرک حاکم، اور حاکم نے اسے صحیح قرار کیا ہے)

مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت:

مدینہ منورہ کی مسجد میں نماز کا اجر بہت زیادہ ہے اور علماء کے صحیح قول کے مطابق یہ فرض و نفل سب نمازوں کو شامل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ"

"میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری تمام مساجد سے ایک ہزار گنا افضل ہے، سوائے مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے۔" [3] (متفق علیہ)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا" اس میں لفظ "صلواۃ" کوئی ایک نماز۔۔ نکرہ ہے اور اللہ کی نعمت کے تذکرہ کا اثبات کرنے کے لئے ہے لہذا یہ نماز فرض و نفل سب کو شامل ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: عموم کے صیغوں میں سے ہی ایک یہ ہے کہ کسی نعمت کا احسان جتلانے کے لئے اور اس کے اثبات کو بیان کرنے کے لئے وہاں نکرہ کا صیغہ استعمال کیا جائے۔"

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث کو اس کے عموم پر رہنے دینے میں بھی کوئی امر مانع نہیں ہے۔"

نوافل و سنن: گھر میں افضل:

---

1) صحیح مسلم: 1381۔

2) حاکم: 8400۔

3) صحیح بخاری: 1190، صحیح مسلم: 1394۔

البتہ نفلی نماز کا گھر میں ادا کرنا نبی اکرم ﷺ کی مسجد میں ادا کرنے سے بھی افضل ہے اگر چہ وہاں یہ اضافی اجر بھی ہے کیونکہ خود نبی اکرم ﷺ کا اپنا ارشاد ہے: "فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ"

"بندے کی اپنے گھر میں ادا کردہ نماز میری اس مسجد میں ادا کردہ نماز سے افضل ہے، سوائے فرض نماز کے۔"[1] (بخاری ومسلم وابوداؤد، یہ ابوداؤد کے الفاظ ہیں۔

جب کہ سنن ابن ماجہ میں صحیح سند سے حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: "أَيُّمَا أَفْضَلُ؟ الصَّلَاةُ فِي بَيْتِي أَوِ الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ؟ قَالَ: أَلَا تَرَى إِلَى بَيْتِي مَا أَقْرَبَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَلَأَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً"

"میرے لئے افضل ترین نماز کونسی ہے؟ جو میں اپنے گھر میں ادا کروں یا جو میں مسجد میں پڑھوں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میرا گھر مسجد کے کتنا قریب ہے، پھر بھی میں اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہوں، یہ مجھے اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھوں سوائے اس کے کہ وہ فرض نماز ہو۔ (فرض رکعتیں)۔"[2] (ابن ماجہ)

جنت کا باغیچہ:

اس مسجد میں ہی ایک جگہ وہ ہے جو کہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي"

"میرے گھر اور میرے منبر کے درمیانی جگہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا یہ منبر حوض (کوثر) کے اوپر ہے۔"[3] (متفق علیہ)

مسند احمد میں ہے: منبری علی ترعةٍ من ترعِ الجنة

"میرا یہ منبر حوض کے دھانے (کنارے) پر ہے۔"[4] (مسند احمد)

اور نسائی میں ہے: "إِنَّ قَوَائِمَ مِنْبَرِي هَذَا رَوَاتِبُ فِي الْجَنَّةِ"

"میرے اس منبر کے پائے جنت میں گڑھے ہوئے ہیں۔"[5] (نسائی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "لَا يَحْلِفُ أَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِي هَذَا عَلَى يَمِينٍ آثِمَةٍ، وَلَوْ عَلَى سِوَاكٍ أَخْضَرَ إِلَّا تَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، أَوْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ"

---

1) صحیح بخاری: 731، صحیح مسلم: 781۔

2) ابن ماجہ: 1378۔

3) صحیح بخاری: 1196، صحیح مسلم: 1391۔

4) مسند احمد: 2/360۔

3) نسائی: 696۔

"جس نے چاہے سبز تازہ مسواک پر ہی کیوں نہ ہو میرے اس منبر کے قریب کھڑے ہو کر گناہ (میں مبتلا کرنے) والی (جھوٹی) قسم کھائی اس نے جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالیا۔"[1] (ابوداود، ابن ماجہ)

فضیلت مسجد قباء:

مکہ مکرمہ میں مبعوث ہونے والی شخصیت ﷺ سے مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی فضیلت بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءَ فَصَلَّى فِيهِ صَلَاةً كَانَ لَهُ كَأَجْرِ عُمْرَةٍ"

"جس نے اپنے گھر میں طہارت و وضوء کیا اور پھر مسجد قباء میں آیا اور اس میں کوئی نماز پڑھی اسے عمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔"[2] (ابن ماجہ)

ان اوقات میں وہاں نماز کا قصد نہ کیا جائے جن میں کہ نماز نفل کا ادا کرنا ہی ممنوع ہے۔ مدینہ منورہ کی ان دو مسجدوں کے علاوہ دوسری مساجد کی زیارت بھی کرنی چاہیے اور یہ دونوں مسجدیں مسجد نبوی اور مسجد قباء ہیں۔

برکات مدینہ:

مسلمانو! مدینہ منورہ میں برکات نازل ہوتی رہتی ہیں، اس شہر کے مد، صاع اور دیگر ناپ تول کے پیمانوں میں برکت ہے، اس کے پھل فروٹ ومیوہ جات اور اس کے ہر قلیل وکثیر میں برکت ہے اور اس کے لئے نبی اکرم ﷺ نے برکت کی دعاء فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: "اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفَيْ مَا بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ"

"اے اللہ! مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ سے بھی دوگنا برکت فرمادے۔"[3] (متفق علیہ)

عجوہ مدینہ کی برکت:

نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی کھجور عجوہ کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً، لَمْ يَضُرَّهُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ"

"جس نے ہر صبح سات دانے عجوہ کھجور کے کھالئے (اللہ کے فضل سے) اسے اس دن کوئی زہر اور سحر (جادو) نقصان نہیں دے گا۔"[4]

(بخاری ومسلم، ابوداود، مسند احمد، ابویعلی، مصنف ابن ابی شیبہ۔)

عوالی (بالائی جانب) مدینہ منورہ کی عجوہ کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "إِنَّ فِي عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءً، أَوْ إِنَّهَا تِرْيَاقٌ أَوَّلَ الْبُكْرَةِ"

"عوالی مدینہ کی عجوہ میں شفاء ہے اور اسے علی الصبح کھانا زہر کا تریاق ہے۔"[5] (مسلم، مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، معجم طبرانی صغیر)

---

1) ابوداؤد: 3246۔
2) ابن ماجہ: 1412۔
3) صحیح بخاری: 1885، صحیح مسلم: 1369۔
4) صحیح بخاری: 5445، صحیح مسلم: 2047۔
5) صحیح مسلم: 1348۔

نبی اکرم ﷺ کی ہجرت کی برکات:

نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان دنوں یہ شہر وباؤں، امراض اور بلاؤں کا گڑھ تھا، اس کا پانی خراب اور ہوا بڑی ناقص تھی (آب وہوا نقصان دہ تھی) وہ اجنبیوں کے لئے زہر قاتل ثابت ہوتی، اس شہر کی زیارت کرنے والے بخار میں مبتلا ہو جاتے اور اس کا باسی کمزور و پریشان رہتا تھا حتی کہ شروع شروع میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت بلال اور ام المؤمنین (ام الافضال) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم (کو بھی یہ آب وہوا راس نہ آئی اور وہ) بخار میں مبتلا رہنے لگے۔ نبی ﷺ نے دعاء فرمائی کہ وہ مدینہ منورہ کی آب وہوا کو صحیح وصحت افزاء کردے اور اس شہر سے بخار کو نکال کر جحفہ کی طرف منتقل کردے، اللہ نے نبی اکرم ﷺ کی دعاء سن لی اور نبی ﷺ کی اس نداء کو شرف قبولیت سے نوازا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "رَأَيْتُ كَأَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ ، خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ ، حَتَّى قَامَتْ بِمَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ فَأَوَّلْتُ أَنَّ وَبَاءَ الْمَدِينَةِ نُقِلَ إِلَيْهَا"

"میں نے دیکھا کہ جیسے کوئی پراگندہ حال کالے رنگ کی بڑھیا مدینہ منورہ سے نکل بھاگی ہے اور اس نے سیدھی جحفہ میں ہی جا کر دم لیا۔ میں نے اس کی تاویل یہ کی کہ یہ مدینہ منورہ کی وباء تھی جو کہ اس جگہ کی طرف منتقل کر دی گئی ہے۔"[1] (بخاری، ترمذی؛ نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، صحیح الجامع 1/654)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ وہ مدینہ جو وباؤں اور بیماریوں کا گڑھ تھا وہ دنیا کا صحت مند ترین وصحت افزاء ترین مقام بن گیا۔

مدینہ میں تنگی ترشی پر صبر کا اجر:

جو شخص مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے تنگی ترشی اور گزر بسر کی شدت و سختی پر صبر کرے، رنج و تکلیف اور مفلسی سے نہ گھبرائے وہ سعادت و نیک بختی سے دو چار ہوگا۔ اور اس کے لئے اس وعدہ کو پورا کیا جائے گا۔ جو کہ، صاحب مقام محمود صاحب حوض کوثر ﷺ نے فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "مَنْ صَبَرَ عَلَى لَأْوَائِهَا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

"جس نے مدینہ منورہ کی شدت و تنگی اور رنج و سختی پر صبر کیا میں اس کے لئے قیامت کے دن گواہ (یا فرمایا) شفارشی بن جاؤں گا۔"[2] (صحیح مسلم)

صحیح مسلم کی ایک دوسری حدیث میں ہے، حضرت ابوسعید موسی مہری بیان کرتے ہیں کہ واقعۂ حرہ کے موقع پر ایک دن میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے مدینہ منورہ کی رہائش چھوڑنے کے سلسلے میں مشورہ طلب کیا اور مدینہ منورہ میں اشیاء معیشت

---

1) صحیح بخاری: 7048۔
2) صحیح مسلم: 1377۔

کی مہنگائی کی شکایت کے ساتھ ہی انہیں بتایا کہ میں کثیر العیال ہوں اور ان حالات میں مدینہ کی اسی تنگی و ترشی اور گزران کی سختی پر میں گزارا نہیں کرسکتا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: تیرا بھلا ہو، افسوس کہ میں تمہیں یہ مشورہ ہرگز نہیں دے سکتا کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "لَا يَصْبِرُ أَحَدٌ عَلَى لَأْوَائِهَا فَيَمُوتَ إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا كَانَ مُسْلِمًا"

"جو شخص مدینہ کی سخت گزران اور تنگی و ترشی پر صبر کرے اور اسی شہر میں ہی فوت ہو میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہ یا سفارشی ہوں گا۔ بشرطیکہ وہ مسلمان بھی ہو۔"[1] (صحیح مسلم: 1374)

قربِ قیامت مدینہ کی حالت:

یہ ہے شہر مدینہ کہ جس کے فضائل کا گننا اور جس کی برکات کا شمار کرنا ناممکن ہے۔ اس سب کچھ کے باوجود قربِ قیامت کے زمانے میں اس پر ایک وقت ایسا آئے گا جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "يَتْرُكُونَ الْمَدِينَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِي يُرِيدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ، وَالطَّيْرِ، ثُمَّ يَخْرُجُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيدَانِ الْمَدِينَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا، فَيَجِدَانِهَا وَحْشًا، حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلَى وُجُوهِهِمَا"

"تم لوگ مدینہ منورہ کو چھوڑ جاؤ گے جب کہ وہ ویسے ہی ہوگا جیسے ہے، پھر وہاں صرف چیر پھاڑ کرنے والے درندے اور پرندے ہی رہ جائیں گے۔ سب سے آخر میں بنی مزینہ کے دو چرواہوں کا حشر ہوگا (وہاں جائیں گے) اور وہ اپنی بکریوں کو بلاتے چلاتے آرہے ہوں گے اور وہ وہاں صرف اجاڑ و بیاباں اور وحشیوں کو ہی پائیں گے (یا پھر ان کی بکریاں وحشی بن جائیں گی) حتیٰ کہ جب وہ ثنیۃ الوداع نامی گھاٹی پر پہنچیں گے تو وہ دونوں بھی منہ کے بل اوندھے گر جائیں گے۔"[2] (متفق علیہ، احمد، صحیح الجامع 1/562، الصحیحہ: 2/302)

اللہ آپ کی رعایت و نگہبان کرے اس شہر میں اپنے اوقات کو غنیمت سمجھو اور جس قدر بھی ممکن ہو نیک اعمال اور صالحات و حسنات کو جمع کرنے میں لگے رہو۔

اہلِ مدینہ کا مطلوبہ کردار:

مسلمانو! مدینہ منورہ کے باسیوں کو چاہیئے کہ حسن سیرت و کردار، صفائی قلوب، طہارت و پاکبازی، امانت و دیانت، عفت و عصمت، صدق لسانی اور حق بیانی جیسے اوصاف وصفات سے پہچانے جائیں۔ برے افعال سے ہٹ کر اور برے اقوال سے بچ کر رہیں۔

اہل مدینہ کو چاہیے کہ وہ مدینہ منورہ کے لئے وفا شعار رہیں۔ اس کے امین و محافظ بنیں۔ اس کی حرمت کو پامال کرنے والوں پر غیرت کھائیں اور انہیں غیوروں کا منہ توڑ جواب دیں تاکہ ان میں سے کسی کو محرمات کے ارتکاب کی غلاظت اس شہر کو گندا کرنے کی جسارت نہ ہو۔ نہ وہ سیٹلائٹ کی بدبو پھیلاسکیں، نہ دوسرے چینلوں کی گندگی بکھیریں اور نہ ہی دیگر شرعی خلاف ورزیوں کا میل کچیل در آئے۔ اس حرمِ نبوی

---

1) صحیح مسلم: 1374۔
2) صحیح بخاری: 1874، صحیح مسلم: 1389۔

کی حرمت وتقدس کو پامال کرنے کی جسارت کرنے والوں کو جو کہ ان بداخلاقیوں پر اثر ہوئے ہیں۔ اور رسوا کن و ذلیل افعال وحرکات کا ارتکاب کر رہے ہیں اور حرم کے حقوق اور اس کے مقام ومرتبہ کی حق تلفی کر رہے ہیں اور اس کی عظمت وحرمت کو معمولی سمجھ بیٹھے ہیں اور اس کے باوجود اللہ کی مغفرت، اس سے امید عفو وکرم اور معافی تلافی کے معاملات کی بناء پر یہ دیدہ دلیری پر اتر آئے ہیں۔ انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیئے اور اللہ سے توبہ تائب ہونا چاہیے تاکہ انہیں یہ احساس ہو کہ وہ اس سرزمین مقدس پر جی رہے ہیں جس پر نبی اکرم ﷺ زندگی کے آخری (دس سالہ) دور گزار کر گئے ہیں اور جہاں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہدایت وتقوی کے ساتھ زندگیاں گزارتے رہے۔ ان کے نقوش قدم اور شوخیٔ پا کی پیروی کرو، انہی کے منہج وطریقہ کو اپناؤ اور انہی کا سا انداز اختیار کرو۔

اللہ تعالی ہم سب کو حسن ادب کی توفیق سے نوازے۔ ہم سب کو ہماری خطائیں اور لرزشیں معاف کرے اور اپنے عفو وکرم نیز مغفرت وبخشش کے پیش نظر ہم سے درگزر فرمائے۔

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

اخلاص فی العمل (خلوص للہ) فضائل و برکات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ
1424/6/24ھ 2003/8/22ء

حمدوثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا کہ ڈرنے کا حق ہے، کیونکہ تمام تر عزت وشرف صرف مولا جل وعلا کی اطاعت وفرمانبرداری میں ہے، اورنفسانی خواہشات کی پیروی میں ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

دین حق اور اصل دین:

مسلمانو! دل صرف اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے اور اس کا ذکر کرنے سے ہی مطمئن ہوتے ہیں، اور بندہ صرف اپنے رب کی اطاعت کرنے اور اس کی طرف توجہ رکھنے سے ہی غنی ہوتا ہے، اور صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کے لئے عبودیت وبندگی بجالانا ہی "دین حق" ہے تاہم دلوں میں بکثرت نفسانی و پوشیدہ خواہشات ڈیرے ڈال لیتی ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت و بندگی کو بجالانے کے عقیدہ کو فاسد کر دیتی اور بگاڑ کر رکھ دیتی ہیں۔تمام اعمال میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضاء جوئی وخلوص للہ ہی دین کی اصل ہے۔

اخلاص في العمل کا حکم الہی:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اخلاص فی العمل کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:﴿فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ﴾

"آپ اللہ کی عبادت کریں، اس کی عبادت کو (شرک سے) خالص کر کے۔" (الزمر:2)

اسی طرح نبی ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ اس بات کی وضاحت کر دیں کہ اللہ کی عبادت صرف اخلاص پر ہی قائم رہ سکتی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ﴾

"کہہ دیجیے کہ اے نبی (ﷺ)! کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اس کی عبادت کو (شرک سے) خالص وپاک کر کے۔" (الزمر:11)

اوراسی اخلاص فی العمل اور خلوص للہ کا حکم ہی تمام امتوں کو دیا گیا تھا۔ چنانچہ اللہ جل وعلا کا ارشاد گرامی ہے:﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾

"اوران سب کو صرف یہی حکم تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ اور یکسو ہو کر اللہ کی عبادت کریں اور نمازیں پڑھیں اور زکواۃ ادا کریں اور یہی سچا و سیدھا دین ہے۔" (البینہ:5)

خلوص للہ کے فضائل و برکات:

(1) قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کی شفاعت وسفارش کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہوگا جو عبادت میں سب سے زیادہ خلوص والا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی شفاعت وسفارش کا سب سے زیادہ بہرہ ور ہونے والا سعادت مند کون ہوگا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ"

"جس نے خلوص دل سے اس بات کا اقرار کیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔"[1] (بخاری)

(2) اخلاص فی العمل اللہ کے فضل و کرم سے بندے پر شیطان کے تسلط وغلبہ کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ابلیس کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ [82] إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ﴾

"کہا اس (ابلیس) نے مجھے تیری عزت کی قسم، میں ان سب کو (بنی آدم) کو بہکا تا رہوں گا سوا ان کے جو تیرے مخلص بندے ہیں۔" (ص: 83-82)

(3) مخلص انسان کو اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے نافرمانیوں سے اور برے کاموں سے بھی محفوظ کر دیتا ہے چنانچہ یوسف علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ﴾

"یوں (اس لئے) کیا کہ ہم ان سے برائی و بے حیائی کو روک دیں، بیشک وہ ہمارے خالص بندوں میں سے تھے۔" (یوسف: 24)

(4) خلوص للہ یا اخلاص فی العمل کی برکت سے ہی درجات میں رفعت و بلندی حاصل ہوتی ہے اور خیرات و بھلائیوں کے دروازوں پر دستک ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللهِ إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً"

"آپ جتنی دیر زیادہ پیچھے (زندہ) رہیں اور رضاء الہی کے لئے عمل کرتے رہیں گے تو یہ چیز آپ کے درجات میں بلندی و اضافہ کا باعث بنے گی۔"[2] (متفق علیہ)

(5) جب اخلاص للہ مضبوط تر ہو جائے تو اللہ کے نزدیک بندے کی قدر و منزلت بہت بلند ہو جاتی ہے۔

حضرت ابوبکر المزنی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازوں اور روزوں کی کثرت کی وجہ سے ہم سے سبقت نہیں لے گئے بلکہ وہ تو ایمان تھا جو ان کے دل میں جا گزیں ہو گیا اور وہ مخلوق کی خیر خواہی میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔"

(6) یہ اخلاص ہی تمام مصائب و مشکلات سے نجات دلانے کا سبب بنتا ہے مچھلی والے حضرت یونس علیہ السلام اپنے معبود برحق کے لئے اخلاص ہی کی بدولت نجات پا گئے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے اخلاص کا مظاہرہ ان الفاظ میں فرمایا تھا: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾

"اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو پاک ہے اور بیشک میں قصور وار ہوں۔" (الانبیاء: 87)

(7) جو ان اپنی تمام تر عبادات میں اللہ کا مخلص ہو اللہ اس کی دعائیں جلد قبول کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَتَّى أَوَوُا الْمَبِيتَ إِلَى غَارٍ فَدَخَلُوهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوا: إِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللهَ بِصَالِحِ

1) صحیح بخاری: 99۔
2) صحیح بخاری: 1296، صحیح مسلم: 1628۔

اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوا يَمْشُونَ أَعْمَالِكُمْ "

"تم سے پہلی قوموں میں سے تین آدمی نکلے۔رات گزارنے کے لئے ایک غار میں داخل ہوئے، پہاڑی چٹان گری اور اس نے اس غار کا منہ بند کر دیا، ان تینوں نے باہم کہا کہ آج تمہیں اس مشکل سے کوئی نجات نہیں دلا سکتا سوائے اس کے کہ اپنے اپنے مخلصانہ اعمال کا تذکرہ کرکے اللہ سے دعاء مانگو۔تب ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے مخلصانہ اعمال کا تذکرہ کرکے انہیں وسیلہ بنایا اور کہا:" اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل خالص تیری رضائے جوئی کے لئے کیا تھا۔تو ہمیں اس چٹان کی وجہ سے آنے والی مشکل سے نجات دلا۔اللہ نے غار کے منہ سے چٹان ہٹادی اور باہر نکل کر چلنے لگے۔"[1] (متفق علیہ)

(8) اخلاص کی برکت سے ہی دلوں سے حقد و بغض اور سینوں سے کینہ و نفرتیں زائل ہو جاتی ہیں،

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :"ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ : إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ ، وَالنُّصْحُ لِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ "

"تین چیزیں ایسی ہیں جن پر مسلمان کے دل کو خیانت نہیں کرنی چاہے (حسد و بغض نہیں کرنا چاہئے بلکہ دل صاف رکھنا چاہیئے)

(1) اللہ کے لئے اخلاص فی العمل۔(2) اولیاء امور وحکام کی خیر خواہی۔(3) مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ وابستگی قائم رکھنا۔[2] (ابن ماجہ، مسند احمد)

(9) منافق کی توبہ کے قبول ہونے کی بنیادی شرط اخلاص ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا[145] إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

" بیشک منافق لوگ جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے ہاں جنہوں نے توبہ کی، اور اپنی حالت کی اصلاح و درستگی کی اور اللہ (کی رسی) کو مضبوط پکڑا اور خاص اللہ کے فرمانبردار (اخلاص فی العمل والے) ہو گئے تو ایسے لوگ مومنوں کے زمرے میں ہوں گے۔" (146-145)

(10) اخلاص للہ میں دل کا اطمینان، سعادت وخوشی کا شعور و احساس اور مخلوق کی ذلت اٹھانے سے راحت وسکون پایا جاتا ہے۔حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں:" جسے اس بات کا علم و معرفت حاصل ہوگئی (اور یقین حاصل ہوگیا) کہ لوگوں میں کوئی نہ اسے کچھ نفع دے سکتا ہے نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے وہ شخص راحت پا گیا اور ہر وہ عمل جس سے اللہ کی رضاء مقصود نہ ہو وہ ضائع جانے والا ہے۔اور اس کے اجر کی امید رکھنا محض ایک سراب ہے جس کے پیچھے بھاگنا محض کمزور کرے گا۔ہاتھ کچھ نہ لگے گا۔اللہ کی رضاء جوئی کے بغیر کیا گیا کوئی بھی عمل ایسا ہے کہ اس کے عامل نے اس سے نہ دنیا کے لئے کچھ کمایا اور نہ ہی آخرت کے لئے کچھ اٹھا رکھا۔"

---

1) صحیح بخاری:2272،صحیح مسلم:2743۔

2) ابن ماجہ:230۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "إِنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا، وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ"
"اللہ کسی عمل کو قبول نہیں فرماتا سوائے اس کے کہ وہ خالص اسی کے لئے کیا گیا ہو اور صرف اسی کی رضاء وخوشنودی مطلوب ہو۔"[1] (ابو داود، نسائی)

(11) اللہ کے لئے اخلاص فی العمل اعمال کے قبولیت کی اصل و بنیاد اور شرط ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "کوئی قول وعمل نیت کے بغیر کچھ کام نہیں دیتا، اور کوئی قول وعمل اور نیت اس وقت تک فائدہ نہیں دے سکتے جب تک کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی سنت کے عین مطابق نہ ہوں۔"

اخلاص کیا ہے؟

اخلاص یہ ہے کہ آپ کی نیت صرف رضاء الٰہی کی ہو. آپ کسی غیر اللہ کی خوشنودی نہ چاہتے ہوں، نہ ریاء کاری کرنے والے ہوں اور نہ دکھلائی سنائی کی نیت ہو، نہ کسی کے یہاں عزت و مرتبہ مطلوب ہو، نہ لوگوں کی واہ واہ کا ارادہ ہو اور نہ ہی کسی کی ردّ وقدح اور تنقید کا ڈر ہو، اللہ غنی وحمید اور بے پرواہ ہے۔ وہ اس بات پر ہرگز راضی نہیں ہوتا کہ بندہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کو بھی کسی عمل میں شریک کر دے۔ اور اگر بندہ شریک کئے بغیر نہ ٹلے تو اللہ اس کے عمل کو اسی پر ردّ کر دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا ہے: اللہ تعالی فرماتا ہے: "أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ"
"میں تمام شرکاء سے زیادہ شرک سے بے نیاز و بیزار ہوں، جس نے کوئی عمل کیا اور میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کر دیا تو میں اس کا وہ عمل اسی کے لئے اور اس کے میرے ساتھ بنائے ہوئے شریک کے لئے چھوڑ دیتا ہوں۔"[2] (صحیح مسلم)

نفاق وریاء کاری کا انجام:

(1) کوئی نیک عمل چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، اگر نیت کا فساد وخرابی بھی شامل ہوگئی تو وہ اس عامل کو کہیں کا نہ چھوڑے گی بلکہ ہلاک کر کے رکھ دے گی۔ اللہ تعالی نے منافقین کے بارے میں خبر دے رکھی ہے کہ وہ نمازیں پڑھتے اور قتال وجہاد میں بھی حصہ لیتے تھے، اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں یہ خبر بھی دے رکھی ہے کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت بھی کیا کرتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ"
"وہ منافق جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے اس کی مثال گل ریحان کی سی ہے کہ جس کی خوشبو تو بڑی اچھی ہوتی ہے مگر اس کا ذائقہ بڑا تلخ ہوتا ہے۔"[3] (متفق علیہ)

ان کی نیتوں سے فقدان صدق اور عدم اخلاص کی وجہ سے ہی اللہ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ

---

1) نسائی:3140۔
2) صحیح مسلم:2985۔
3) صحیح بخاری:5059، صحیح مسلم:797۔

الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾

"بیشک منافقین جہنم کے سب سے گہرے گڑھے میں ہوں گے اور تمہیں ان کے لئے کوئی مددگار نہیں ملے گا۔" (النساء:146)

(2) قیامت کے دن جہنم کی آگ جن اشخاص کے ساتھ سب سے پہلے بھڑکائی جائے گی وہ قاری قرآن، مجاہد اور اپنے مال کو خرچ کرنے والا ہوگا۔ اور یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے اعمال خلوص نیت اور خالص اللہ کے لئے نہیں کئے ہوں گے بلکہ ان کی اصل غرض یہ ہوگی کہ لوگ کہیں یہ کتنا بڑا (خوش الحان) قاری ہے، یہ کتنا بہادر انسان ہے اور یہ کتنا سخی ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

"إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ، رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ جَرِيءٌ فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ، وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ"

خلوص للہ کے فضائل و برکات:

(12) کوئی عمل چاہے کتنا معمولی ہی کیوں نہ ہو اگر نیک نیتی، صدق دل اور اخلاص للہ پر مبنی ہوگا تو وہ بندے کے لئے جنت میں داخلے کا ذریعہ بن جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ، وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَّرَهُ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ"

"ایک آدمی گزرا اس نے عین راستے پر درخت کی ایک ٹہنی کو پایا تو ارادہ کرلیا کہ اللہ کی قسم! میں اس ٹہنی کو مسلمانوں سے ضرور ہٹادوں گا تاکہ یہ انہیں اذیت و تکلیف نہ پہنچا سکے، اللہ نے اسی عمل کی بدولت جنت عطا کردی۔"[2] (صحیح مسلم)

(13) "أَنَّ امْرَأَةً بَغِيًّا رَأَتْ كَلْبًا فِي يَوْمٍ حَارٍّ يُطِيفُ بِبِئْرٍ قَدْ أَدْلَعَ لِسَانَهُ مِنَ الْعَطَشِ، فَنَزَعَتْ لَهُ بِمُوقِهَا فَغُفِرَ لَهَا"

ایک پیشہ ور (کسبی) عورت نے ایک کتے کو دیکھا جو کہ ایک پانی کے ایک کنویں کے پاس گرا گیلی مٹی چاٹ رہا تھا اور قریب تھا کہ پیاس کی شدت اسے ہلاک کرکے رکھ دے، اس نے اپنے موزے میں بھر کر پانی نکالا اور اسے پلایا، اللہ تعالی نے اسے اس کے اس عمل کی بدولت

1) صحیح مسلم:1905۔
2) صحیح مسلم:1914۔

بخش دیا۔"[1] (متفق علیہ)

صدق دل کی برکت:

حضرت عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: "بعض عمل تو بظاہر چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں لیکن خلوص وصدق نیت انہیں بہت بڑا بنا دیتی ہے، اور بعض عمل تو بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں لیکن فساد و بگاڑ نیت اسے بے کار کر دیتا ہے۔"

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے: " اللہ جسے چاہتا ہے بہت بڑھا چڑھا کر اجر وثواب دیتا ہے۔" ﴿وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (البقرہ: 261) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: "یعنی اس کے صدق دل اور خلوص عمل کے حساب سے۔"

بندے پر واجب ہے کہ خلوص نیت کے ساتھ بکثرت اعمال صالحہ انجام دیتا رہے۔

اے اللہ والو! اعمال صالحہ میں سبقت لے جانے والے بنو اور خلوص نیت کے ساتھ کئے جانے والے کسی بھی عمل کو حقیر و معمولی نہ سمجھو، آپ یہ نہیں جانتے کہ کون سا عمل آپ کے لئے جنتوں میں داخلے کا ذریعہ بن جائے گا۔ اور کسی بھی گناہ و نافرمانی کو ہلکی و معمولی نہ سمجھو کیونکہ ان میں سے کوئی بھی تمہارے جہنم میں داخلے کا باعث بن سکتی ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ"

"ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگئی۔ اس نے اسے باندھے رکھا مگر کھانے کو کچھ نہ دیا اور اسے کھلا بھی نہیں چھوڑا کہ وہ کہیں چل پھر کر زمین سے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔"[2] (متفق علیہ)

نیک نیتی پر اجر وثواب:

اللہ تعالی صاحب حمد اور جود و کرم والا ہے اور جب کوئی بندہ کسی نیک کام کا خلوص دل سے ارادہ کر لیتا ہے مگر حالات اسے اس کام کو سرانجام دینے کا موقع نہیں دیتے تو وہ اسے اس کی نیت پر اجر وثواب سے نواز دیتا ہے اگر چہ وہ اسی عمل کو نہ ہی کر پائے اور یہ اللہ کا فضل و کرم ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ سَأَلَ اللهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ"

"جس نے صدق دل سے اللہ تعالی سے شہادت کی موت طلب کی، اللہ اسے اس کی منزل مقصود پر پہنچا دیتا ہے چاہے وہ چارپائی پر ہی کیوں نہ مرے۔"[3] (صحیح مسلم)

"لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ، فَهُوَ بِنِيَّتِهِ"

نبی اکرم ﷺ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جس کے پاس مال تو نہ ہو مگر وہ صدقہ کرنے کی نیت کر لے اور کہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں شخص کی طرح ہی عملی طور پر صدقہ وخیرات کرتا، اسے اس کی اس نیت پر ثواب ملے گا۔"[4] (ترمذی)

---

1) صحیح بخاری: 3467، صحیح مسلم: 2245۔

2) صحیح بخاری: 3318، صحیح مسلم: 2619۔

3) صحیح مسلم: 1909۔

4) ترمذی: 2325۔

بلکہ نیک عمل کا محض ارادہ کر لینے سے ہی بندے کو اجر و ثواب مل جاتا ہے اگر چہ وہ عمل نہ کر پائے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً" (متفق علیہ)

" اگر کوئی شخص کسی نیکی کی نیت کرلے مگر اسے سرانجام نہ دے پائے تو اللہ اس کے لئے اس پوری نیکی کرنے کا ثواب لکھ دیتا ہے۔"[1]

مسلمان ہر نیک کام میں صدق دل سے کام لیتا ہے. حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: " افضل ترین اعمال وہ ہیں جن میں صدق دل سے کام لیا جائے۔ اگر عمل نے نیت کو سچ کر دکھایا تو اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ اور اگر وہ عمل محض نیت تک ہی رہ گیا اسے عملی جامہ نہ پہنایا جا سکا تو آپ کو نیت کا ثواب ملے گا جسے یہ بات پسند ہو کہ اس کا عمل پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے اسے چاہیے کہ اپنی نیت کو صاف کرے۔ اللہ بندے کو اس کی حسن نیت پر اجر و ثواب عطا کرتا ہے۔ حتی کہ اس کے خود اپنی بیوی کے منہ میں نفقہ مہیا کرنے پر بھی اجر سے نوازتا ہے"۔

حصول قرب الٰہی کا ذریعہ:

مسلمانو! اگر اخلاص قوی اور نیت مضبوط و صحیح ہیں اور جن کاموں کو چھپانا جائز ہے انہیں چھپا کر رکھا جائے تو بندہ اپنے رب کے بہت ہی قریب ہو جاتا ہے اور اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دیتا ہے. چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ"

" سات لوگوں کو اللہ اس دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے عرش کے سائے کے سوا کسی چیز کا کوئی سایہ نہیں ہو گا۔ اور پھر ان ساتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:" ایک وہ آدمی ہے جو اتنا مخفی انداز سے صدق دل سے کہ اس کے اپنے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلتا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔"[2] (صحیح مسلم)

جتنا پوشیدہ اتنا اقرب الی الاخلاص:

کوئی شخص اپنے کسی عمل کو جتنا ہی چھپا کر کرے گا وہ اتنا ہی اخلاص کے قریب تر ہو گا۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ﴾

" اگر تم خیرات ظاہر کر دو تو بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دو اور جو بھی اہل حاجت کو عطا کرو تو وہ خوب تر ہے۔" (البقرة:271)

بشر بن حارث کہتے ہیں:" کوئی عمل اس لئے ہرگز نہ کرو کہ اس پر تمہارا نام لیا (واہ واہ کی) جائے۔ بلکہ نیکی کو بھی اسی طرح چھپاؤ جس طرح کہ برائی کو چھپاتے ہو۔ رات کی نفلی نماز (تہجد) کو دن کی نفلی نماز سے زیادہ فضیلت دی گئی ہے اور سحری کے وقت کا توبہ واستغفار کرنا دوسرے اوقات سے افضل ہے کیونکہ یہ زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے اور ان میں زیادہ اخلاص پایا جاتا ہے۔"

مومن کے لئے فوری بشارت:

اگر آپ نے پورے خلوص نیت سے کوئی عمل کیا لیکن لوگوں نے اس پر آپ کی تعریف کی جبکہ آپ اس تعریف و ستائش کے طلبگار نہ تھے تو یہ

1) صحیح بخاری:6491، صحیح مسلم:131۔
2) صحیح بخاری:1423، صحیح مسلم:1031

ریاءنہیں ہے، بلکہ ریاءکاری یہ ہے کہ آپ عمل کو لوگوں کی خاطر خوب مزین کر کے اور بنا سنوار کر سرانجام دیں۔

نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: "أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ"

"ایک آدمی کوئی نیک کام کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریفیں کرتے ہیں (کیا یہ ریاءکاری ہوگی؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:" مومن کے لئے فوری بشارت ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

شیطانی پھندے:

جو شخص کوئی نیک کام کرے اور پھر لوگوں میں اس کا دکھلاوا کرتا پھرے تو اللہ اسے اس نیک کام کو جاری رکھنے سے روک دیتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی نیک کام کو سرانجام ہی لوگوں کی موجودگی میں دکھلاوے کے لئے دیتا ہے تو یہ شیطانی پھندے ہیں جس میں پھنسا کر وہ لوگوں کے اعمال کو ضایع کرواتا اور الٹا گناہ گار کرواتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں:" لوگوں کی خاطر کسی کام کو ترک کر دینا ریاکاری ہے اور لوگوں کی خاطر کسی کام کو سرانجام دینا شرک ہے، اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ آپ کو ان دونوں سے ہی محفوظ کر دے۔"

ہر عمل میں اخلاص للہ:

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شائد اخلاص کا تعلق صرف نماز، صدقہ اور حج وغیرہ سے ہی ہے۔ ان کے علاوہ کسی سے نہیں ہے جبکہ یہ بھی اور بندوں کے ساتھ اس کی محبت ہی ہے کہ اخلاص تمام عبادات و معاملات وغیرہ میں ساتھ ساتھ رہتا ہے تاکہ بندے کو اس کی تمام حرکات وسکنات پر اجر وثواب ملے۔ غرض خلوص دل سے پڑوسی کے یہاں ملاقات کے لئے جانا، اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا اور والدین سے حسن سلوک کرنا بھی عبادت ہیں۔ یہ تو عبادات ہوئیں جبکہ معاملات میں سے اگر بیع وشراء (خرید و فروخت) میں صدق وسچائی سے کام لیں، بیوی کے ساتھ حسن تعلق رکھیں اور بچوں کی تربیت کو بہتر بنانے میں اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھیں اور یہ سارے کام خالص اللہ کی رضاء کے حصول کی خاطر کریں تو ان پر بھی اجر وجزاء ہے حتی کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا، حَتَّى اللُّقْمَةُ تَجْعَلُهَا فِي فِي امْرَأَتِكَ"

" آپ رضاء الٰہی کی خاطر کوئی بھی خرچہ کریں، آپ کو اس پر اجر وثواب ملے گا حتی کہ اس لقمے پر بھی جو آپ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے (اسے کھلاتے) ہیں۔"[2] (متفق علیہ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" جس نے اللہ کی عبادت کی اور لوگوں سے حسن سلوک کیا، یہ شخص خلوص نیت سے اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے والا ہے، اور جس نے دل میں بندوں سے ثناء خوانی، واہ واہ سننے یا مدح سرائی و دعاءگوئی کی نیت کی وہ اللہ کے

---

1) صحیح مسلم: 2642۔

2) صحیح بخاری: 2742، صحیح مسلم: 1628۔

لئے ان سے حسن سلوک کرنے والا نہیں ہے۔"[1]

آفات عمل: فخر و ریا کاری:

مسلمانو! اخلاص بہت ہی قیمتی دولت ہے اور لوگوں کے اس سلسلہ میں مختلف درجات ہیں اور ریا کاری کے علاوہ اپنے عمل پر تکبر کرنے اور اترانے جیسی آفتوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ہمیشہ اللہ سے یہ دعاء کرتے رہیں کہ وہ آپ کو اپنے مخلص بندوں میں سے بنائے۔ بندوں کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اور وہ انہیں جیسے چاہے پھیرتا ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اکثر اوقات یہ دعاء ہوا کرتی تھی۔" اللهمّ اجعل عملي كلّه صالحا و اجعله لوجهك خالصا و لا تجعل لأحد فيه شيئا "

اور آپ اہل صدق و اخلاص اور سلف صالحین کی سیرت کا کثرت سے مطالعہ کریں اور ہر وہ عمل جو آپ آخرت کے لئے آگے بھیج رہیں اس کی عدم قبولیت وضیاع سے خوف زدہ رہیں کیونکہ طاعت و نیکی کرنا ہی کافی نہیں بلکہ ان اعمال سے حفاظت بھی ضروری ہے جو اس کو باطل کر دیں، اور عمل کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ آپ عجب وتکبر کا شکار نہ ہو جائیں۔

خود پسندی اور اپنی تعریف وثناء سے بچتے رہیں کیونکہ اللہ کے حکم کے علاوہ کسی شخص کی تعریف و مذمت کچھ بھی نفع ونقصان نہیں دی سکتی اور سعادت مند وخوش نصیب وہی شخص ہے جو لوگوں کی تعریف سے متاثر نہ ہو، اور جب کوئی خوبی وتعریف سنے تو یہ اس کی تواضع وانکساری میں اضافہ کا باعث ہو اور خوف وخشیت الٰہی بڑھے۔اور اس بات کا یقین رکھیں کہ لوگوں کا آپ کی تعریفیں کرنا بھی ایک فتنہ ہے، لہذا اللہ سے دعاء کرتے رہا کریں کہ وہ آپ کو اس فتنے سے نجات عطا فرمائے۔اللہ کی عظمت و بزرگی اور مخلوقات کے عجز و درماندگی اور فقر و ناداری کا شعور و احساس رکھیں، اور یہ بات ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیں کہ لوگوں کے ہاتھ میں نہ جنت ہے نہ جہنم، انہیں آپ اپنے بارے میں نفع ونقصان پہنچانے کے سلسلہ میں ایسے ہی سمجھیں کہ جیسے اہل قبور ہیں اور دلوں کی اصلاح ذکر موت وفکر آخرت سے ہوتی ہے۔جسے یہ یقین ہو کہ کل قبر کی لحد میں وہ صرف اکیلا ہی ہوگا وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اسے اپنے رب کے ساتھ اخلاص عمل کے سوا کوئی چیز فائدہ نہیں دے سکتی۔

سلف صالحین امت دعاء بھی مانگا کرتے تھے:" اللهمّ انا نسئلك العمل الصالح و حفظه "

اے مسلمانو! ریا کاری کرنے والے کو اللہ ذلیل کر دیتا ہے اس کے نیکی کے پردے چاک کر دیتا اور اس کا بھانڈا پھوڑ دیتا ہے اور اس کے اندر کی نیتیں کھول دیتا ہے، اللہ اس کے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے اور اس کی تمام مساعی برباد ہو جاتی ہیں۔

منافقین کی بدترین صفت:

منافقین کی تمام صفات ہی بدترین ہیں لیکن ان سب میں سے سرفہرست ریا کاری اور اللہ تعالی کے ذکر کی قلت ہے۔اور پوشیدگی کے ابواب میں سے سب سے زیادہ پوشیدہ اور چھپی ہوئی چیز ہے۔یہی ریا کاری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ اندھیری رات میں انتہائی تاریکی میں چلنے والی چونٹی کی مانند ہے۔

حضرت طیبی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے:" یہ نفس کی بدترین اشکال اور خفیہ مکاریوں میں سے ہے، جس کے ذریعے آخرت کے لئے کوشش

1) مجموع الفتاوی: 1/ 54۔

کرنے والے مسافروں کو امتحان وآزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔"

اور نبی ﷺ نے اپنی امت پر خوف کھاتے ہوئے اور اس سے ڈراتے ہوئے فرمایا ہے: "خبردار! کیا میں تم کو فتنہ دجال سے بھی زیادہ خطرناک وخوف زدہ کرنے والی بات کی خبر نہ دوں؟ انہوں نے کہا: ہاں یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: "الشِّرْكُ الْخَفِيُّ: أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ يُصَلِّي، فَيُزَيِّنُ صَلَاتَهُ لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ"

"وہ شرک خفی ہے کہ آدمی اپنی نماز کو دوسرے آدمی کے دکھلاوے کے لئے مزین کرے اور سنوارے۔"[1] (ابن ماجہ، رواہ احمد)

تیسیر العزیز الحمید میں بیان ہے: "ریاکاری ودکھلاوا صالحین کے لئے فتنہ دجال سے بھی زیادہ خطرناک اور خوف کی بات ہے، ریاکار پریشان قلب وپراگندہ فکر اور اپنے معاملات وعبادات میں اخلاص سے تہی دست ہوتا ہے وہ تو عمل کرتا ہے لیکن کبھی ذاتی مفاد کے لئے کبھی دنیا کی طلب کے لئے اور کبھی لوگوں کے سامنے بلندی ومنزلت کے حصول کے لئے ہے۔ اللہ تعالی ریاکار کو ذلیل ورسوا کردیتا ہے اور اس کے پردے کو چاک کردیتا ہے اور اس کی پوشیدہ مکاریوں کو نمایاں کردیتا ہے، اس کی امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے اور اس کی کوشش وسعی ناکام ونامراد ہوجاتی ہے، اور اس سے معاملہ اس کی خواہشات وتمناؤں کے برعکس کیا جاتا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللهُ بِهِ، وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللهُ بِهِ"

"جو شخص لوگوں کے سنانے کے لئے کچھ کرتا ہے اللہ بھی اس کے اس فعل کو لوگوں کو سنادیتا ہے اور جو شخص لوگوں کے دکھلاوے کے لئے کوئی عمل کرتا ہے تو اللہ بھی اس کا وہ عمل لوگوں کو دکھلا دیتا ہے۔"[2] (رواہ مسلم)

(یعنی وہ اجر وثواب سے محروم رہتا ہے بلکہ الٹا ریاءکاری کا گناہ کماتا ہے۔)

ریاءکاری کرنے والا اگر اپنے دل کی نیت کی خواہشات کو چھپا کر اور اپنے سینے کے بھیدوں کو بڑا بچا بچا کر بھی رکھے تو اللہ انہیں کھول دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ"

"جو شخص کسی ایسی چیز (زہد وخشوع) کے پالینے کا اظہار کرے جو کہ اسے دی ہی نہیں گئی وہ ایسے ہی ہے کوئی جھوٹ کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہے۔"[3] (متفق علیہ)

احسان جتانا باعث ضیاع عمل:

لہذا اپنے اعمال کے ضایع ہونے سے ڈرتے رہو۔ قیامت کے دن میزان میں ذرہ ذرہ چیز بھی تولی جائے گی۔ احسان جتلانا اور اذیت پہنچانا صدقہ وخیرات کو باطل وبرباد کردیتا ہے اور ریاءکاری تمام اعمال کو ضائع کردیتی ہے۔ دنیا طلبی اور لوگوں کی واہ واہ کے لئے عمل کرنے والے شخص کے لئے دخول جہنم کی وعید آئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہو کر اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ

1) ابن ماجہ: 4204۔
2) صحیح مسلم: 2987۔
3) صحیح بخاری: 5219، صحیح مسلم: 2129۔

أَحَدًا﴾

”کہہ دیجیے (اے نبی ﷺ) کہ میں تمہاری ہی طرح کا ایک بشر ہوں البتہ میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک معبود ہے پس جو شخص اپنے رب سے (قیامت کے دن) ملنے کی امید رکھے اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ بنائے۔“ (الکھف:110)

سب سے مفید اور سب سے مضر:

اے مسلمانو! دل کے لئے سب سے زیادہ نفع آور چیز اخلاص للہ اور خلوص نیت ہے اور اسے سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیز خلوص فی العمل کا فقدان ہے اور جونہی اللہ کے لئے عبادت میں اخلاص قوی تر ہو جائے۔ عبودیت کا حق مکمل طور پر ادا ہو گا۔ جس نے لوگوں کو پہچان لیا وہ انہیں ان کی قدر و منزلت کے حساب سے بیٹھائے گا اور جسے اللہ کی معرفت و پہچان حاصل ہو گی وہ اپنے اعمال کو خالص اسی کے لئے کرے گا۔ جب عزم جازم حاصل ہو جائے، ہمت بڑھ جائے تو انسان اعلی اعمال سرانجام دینے لگتا ہے اور غیر اللہ کی طرف نگاہ تک نہیں اٹھاتا اور نہ ہی ادھر ادھر جھانکتا ہے۔ اور ریاء کاری کے ذریعے آخرت طلب کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

خبردار! اپنے عمل سے لوگوں کی واہ واہ طلب نہ کریں۔ اور اخلاص عمل کی تمام حالتوں میں مطلوب و مقصود ہے عمل سے قبل اور عمل کے بعد اور درمیان میں، اور انسان کی ہلاکت و آفت اس کے اپنے نفس پر رضاء میں پوشیدہ ہے، جس نے اپنے ذات کو اپنی نگاہ میں اچھا دیکھا اس نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔

اور اخلاص کی نشانی و علامت یہ ہے کہ انسان کے نزدیک اس کی تعریف و مذمت برابر ہو، اور اللہ تعالی جب اپنے کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کی زبان سچ بولتی ہے اور اس کا دل اخلاص سے بھر جاتا ہے اور تمام اعضاء اللہ تعالی کی اطاعت و بندگی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

غرور وتکبر کی قباحتیں اور تواضع کی برکتیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ
1424/7/1ھ، 2003/8/29ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ایسا ڈرو جیسا کہ اس کا حق ہے اور اللہ سے ڈرنا یہ ہے کہ خواہشات نفس کی پیروی کرنے کی بجائے ان کی مخالفت کرو، اور تمام تر شقاوت و بدبختی یہ ہے کہ بندہ ہدایت وشریعت کی مخالفت کرتا رہے۔

اعمال قلوب پر بھی جزاء وسزا:

بنی آدم کی درستگی ایمان وعمل صالح میں ہے اور دل کے اعمال بھی ثواب وعقاب میں دوسرے اعضاء جسم کے اعمال کی طرح ہی ہیں۔ بندہ جب اللہ ہی کی خاطر محبت وعدوات رکھنے لگے۔ صرف اللہ پر ہی توکل کرے اور اطاعت وفرمانبرداری پر بھرپور عزم کرلے تو ان اعمال قلب پر بندے کو ثواب دیا جاتا ہے جبکہ ان کے برعکس تکبر وغرور، حسد وبغض، خود پسندی اور ریاء کاری پر اسے سزا دی جائے گی۔

تمام مذموم عادات کی جڑ: غرور وتکبر:

بندہ جتنا تواضع وانکساری اور عبودیت وبندگی میں بڑھتا جائے اتنا ہی وہ اللہ کے قرب اور رفعت وبلندی کی طرف چڑھتا جاتا ہے، فخر وتکبر اور اپنی بڑھائی تمام مذموم عادات کی جڑ ہے۔

(1) ابلیس میں یہی چیز پائی گئی جس کے نتیجے میں اس نے حضرت آدم علیہا السلام سے حسد کیا اور تکبر میں مبتلا ہو کر اپنے رب کے حکم کی اطاعت کرنے سے سرتابی کر بیٹھا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾

"اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا اور تکبر میں مبتلا ہوا اور کافروں میں سے ہوگیا" (البقرہ:34)

(2) اسی غرور وتکبر کی وجہ سے یہودی ایمان لانے سے پیچھے رہ گئے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے صحیح ہونے کو خوب پہچان گئے مگر تکبر نے انہیں تصدیق کرنے سے روک دیا۔

(3) اسی تکبر نے ہی عبداللہ بن ابی بن سلول (رئیس المنافقین) کو صدق دل سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو تسلیم کرنے سے روکے رکھا۔

(4) اسی غرور وتکبر نے ہی ابوجہل کو اسلام لانے سے روکا۔

(5) یہی وہ مرض ہے جس کی بناء پر قریش مکہ نے ہدایت کی بجائے گمراہی واندھے پن کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾

"جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرنے لگتے ہیں۔" (الصافات:35)

(6) حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس اور اس کی قوم کو یہی دعوت دی کہ تکبر وغرور چھوڑ دو اور فرمانبرادی قبول کرلو۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ان کا یہ قول ذکر فرمایا ہے: ﴿أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ﴾

"مجھ سے سرکشی وتکبر نہ کرو اور مطیع ومنقاد ہو کر میرے پاس آجاؤ۔" (النمل:31)

(7) یہ تکبر تفرقہ وتنازعہ، اختلافات اور باہمی بغض ونفرت جیسی بیماریوں کا بنیادی سبب ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾

"انہوں نے جو اختلاف کیا تو علم آجانے کے بعد محض آپ سے ضد میں کیا۔" (الجاثیہ:17)

(8) اسی تکبر وغرور کی وجہ سے نبی اسرائیل نے انبیاء کرام کے ساتھ بدسلوکیاں کیں، انہیں جھٹلایا اور بعض کو تو قتل ہی کر ڈالا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ﴾

"جب کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسی باتیں لے کر آئے جنہیں تمہارا جی نہیں چاہتا تھا تو تم سرکش ہو جاتے رہے اور ایک گروہ (انبیاء) کو تو جھٹلاتے رہے اور ایک گروہ کو قتل کر دیتے تھے۔" (البقرہ:87)

(9) یہ تکبر منافقوں کی عادات واوصاف میں سے ہے، چنانچہ اس بات کا پتہ دیتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ﴾

"اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ، رسول اللہ (ﷺ) تمہارے لئے بخشش مانگیں تو سر ہلا دیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔" (المنافقون:5)

باعث عذاب: غرور وتکبر:

(1) اسی تکبر کی بدولت پہلی قوموں کو عذاب دیا گیا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا﴾

"اور جب بھی میں نے انہیں بلایا (کہ توبہ کریں اور) تو انھیں معاف فرمائے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور کپڑے اوڑھ لیے اور اڑ گئے اور اکڑ بیٹھے۔" (نوح:7)

(2) اور اللہ تعالی نے فرعون اور اس کی قوم کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ [39] فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ﴾

"اور وہ (فرعون) اور اس کے لشکر ملک میں ناحق مغرور ومتکبر ہو رہے تھے اور خیال کر رہے تھے کہ وہ ہماری طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریا میں ڈال دیا۔ سو دیکھ لیں کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔" (القصص:39-40)

(3) حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ [15] فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحِسَاتٍ لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَى وَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ﴾

"جو قوم عاد کے لوگ تھے وہ ناحق زمین میں غرور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے؟ کیا انھوں ن دیکھا نہیں اللہ جس نے انھیں پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بڑھ کر ہے۔ اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے رہے، تو ہم نے ان پر نحوست کے دنوں میں زور کی آندھی چلائی تا کہ انہیں دنیا کی زندگی میں ذلت ناک عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی ذلیل کرنے والا ہے اور (اس روز) انہیں مدد بھی نہ ملے گی۔" (حم السجدہ: 15-16)

انبیاء وصالحین سے عداوت کا سبب: غرور وتکبر:

مغرور ومتکبر لوگ انبیاء کرام اور ان کے فرمانبردار لوگوں کے دشمن رہے ہیں۔

(1) چنانچہ اللہ تعالی نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے متکبر لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا﴾

"ان کی قوم کے سرداراور متکبر لوگ کہنے لگے: اے شعیب! یا تو ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنے شہر سے نکال (شہر بدر کر) دیں گے یا پھر تم ہمارے مذہب میں واپس لوٹ آؤ۔" (الاعراف: 88)

(2) حضرت موسی علیہ السلام نے متکبر لوگوں سے اللہ کی پناہ مانگی تھی۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَقَالَ مُوسَى إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾

"اور موسی (علیہ السلام) نے کہا: میں ہر متکبر سے جو روز حساب (قیامت) پر ایمان نہیں لاتا، اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں۔" (المؤمن: 27)

خواہشات کا پیروکار:

متکبر شخص اپنی خواہشات کا پیروکار ہوتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو تمام صفات کمال سے متصف سمجھتا ہے اور دوسروں کو ناقص شمار کرتا ہے۔ اس کے دل پر مہر لگی ہوتی ہے۔ وہ ایسی کسی بات کو قبول نہیں کرتا جو اس کی مرضی کہ نہ ہو۔ اس طرح اللہ ہر متکبر اور صاحب جبروت وظلم کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ اور اللہ اس سے نفرت کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾

"بیشک اللہ کسی اترانے والے اور خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔" (لقمان: 18)

عدم نصیحت وعبرت:

متکبر شخص کے لئے آیات ونشانیوں اور عبرتوں سے بھی نصیحت حاصل کرنے کا موقع نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ عبرت حاصل کر پاتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:﴿سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾

"جو لوگ دنیا میں ناحق غرور وتکبر کرتے ہیں، میں انھیں اپنی آیتوں سے پھیر دوں گا۔" (الاعراف:146)

دنیوی فوری عذاب:

جو شخص حق قبول کرنے سے تکبر کرے وہ باطل کی پیروی کرنے کی آزمائش میں ڈال دیا جاتا ہے اور اسے اللہ اسی دنیا میں ہی عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے، نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص کا ہاتھ شل ہو گیا تھا کیونکہ اس نے تکبر کیا تھا،

سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ: أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ: أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ فَقَالَ: كُلْ بِيَمِينِكَ. قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ. قَالَ: لَا اسْتَطَعْتَ. مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ. قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ"

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص نے بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا:" اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔" وہ کہنے لگا کہ میں ایسا نہیں کرسکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمادیا:"تم ایسا کر بھی نہ پاؤ۔" اس نے ایسا صرف تکبر کی بناء پر کہا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بھر اپنا وہ ہاتھ منہ تک نہیں لے جاسکا۔"[1] (صحیح مسلم)

زمین میں دھنسایا جانا:

ایک متکبر زمین میں دھنسا دیا گیا، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:"بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ مُرَجِّلٌ جُمَّتَهُ، إِذْ خَسَفَ اللهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلَّلُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"

"ایک شخص خوبصورت لباس اوڑھے چل رہا تھا اور اسے اپنا آپ بڑا بھا رہا تھا، سر کی خوب کنگھی پٹی کئے ہوئے تھا اور بڑا اترا اترا کر چل رہا تھا کہ اللہ نے اسے زمین مین ہی دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں ہی تڑپتا دھنستا رہے گا۔"[2] (صحیح بخاری)

ذلت ودخول جہنم:

متکبر کے ساتھ آخرت میں ان کے قصد وارادے کے برعکس معاملہ کیا جائے گا۔ جو شخص دنیا میں لوگوں سے بڑا بن بن کر بیٹھتا تھا، قیامت کے دن لوگ اسے اپنے پیروں تلے روندیں گے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:"يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ فِي صُوَرِ الرِّجَالِ، يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ"

"قیامت کے دن اہل (جبروت و) متکبر باریک ذرات کی شکل میں اٹھائے جائیں گے۔ لوگ انھیں اپنے پیروں تلے روندیں گے۔"[3]

(ترمذی ومسند احمد، صحیح الجامع:8040، مشکوٰۃ:112)

---

1) صحیح مسلم:2021۔

2) صحیح بخاری:5789۔

3) ترمذی:2492۔

نوادر الاصول میں امام حکیم ترمذی نے لکھا ہے: ”جو شخص اس دنیا میں تکبر کی بناء پر اکڑتے ہوئے اپنے قد کاٹھ کو لمبا کر کے چلے گا آخرت کے روز وہ سب سے کوتاہ قامت ہوگا، اسی طرح جو شخص اللہ کی خاطر تواضع وانکساری سے اپنے آپ کو جھکائے گا، قیامت کے دن اس کا قد کاٹھ ساری مخلوق سے اونچا اور بارعب ہوگا اور جس نے اپنے دل میں معمولی سا تکبر بھی رکھا، اللہ نے اس پر جنت کا داخلہ حرام کر رکھا ہے۔“[1]

اور خود نبی اکرم ﷺ کا بھی ارشاد ہے: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ"

”جس دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“[2] (صحیح مسلم)

اور اللہ تعالی نے بتایا ہے کہ ان کا ٹھکانا جہنم کی آگ ہوگا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْمُتَكَبِّرِينَ﴾

”کیا غرور وتکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے۔“ (الزمر:60)

نبی اکرم ﷺ ایک حدیث میں فرماتے ہیں: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ . قَالُوا : بَلَى . قَالَ : كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ"

”کیا میں تمہیں اہل جہنم کے بارے میں خبر نہ دوں؟ ہر بد خلق،، اکڑ کر چلنے والا اور متکبر شخص۔“[3] (متفق علیہ)

ایک اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "تَحَاجَّتِ النَّارُ وَالْجَنَّةُ ، فَقَالَتِ النَّارُ : أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ، وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فَمَا لِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ"

”جنت اور جہنم کا باہم جھگڑا ہوگیا تو جہنم نے کہا: تمام اہل جبروت وتکبر کرنے والے میرے اندر ڈالے جائیں گے اور جنت نے کہا: تمام مساکین اور کمزور لوگ میرے یہاں ہوں گے۔“[4] (صحیح مسلم)

خصائص الہی میں منازعت اور عذاب جہنم:

مسلمانو! بڑائی وکبریائی تو اللہ رب العزت کے خصائص میں سے ہے اور اس میں اس سے تنازع نہیں کیا جا سکتا اور جو شخص اس صفت سے اپنے آپ کو متصف کرلے گا تو اللہ اسے عذاب دے گا۔ نبی اکرم ﷺ ایک حدیث قدسی میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

"الْعِزُّ إِزَارُهُ، وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَاؤُهُ فَمَنْ يُنَازِعُنِي عَذَّبْتُهُ"

”عزت میری چادر (تہبند) ہے اور کبریائی میری اوپر والی چادر ہے اور جس نے ان دونوں میں سے کسی کے بارے میں بھی مجھ سے تنازع کیا تو اسے جہنم کا عذاب دوں گا۔“[5] (صحیح مسلم)

متکبر تو اللہ تعالی کی صفت ہے اللہ تعالی نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ: ﴿الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ﴾

---

1) نوادر الاصول: 1/ 255۔
2) صحیح مسلم: 91۔
3) صحیح بخاری: 4918، صحیح مسلم: 2853۔
4) صحیح مسلم: 2846۔
5) صحیح مسلم: 2620۔

”حاصب جبروت وتسلط اور غرور وتکبر والا ہے۔“ (الحشر:23)

اسلام کی انسدادی تدابیر:

اسلام نے اللہ کی عظمت وکبریائی کی حمایت وحفاظت کی ہے اور ہر اس طریقے کو حرام کر دیا ہے جو اللہ سے اس کی کبریائی میں تنازع کرنے کی طرف لے جائے۔

(1) اسلام نے مرد کو سونا اور ریشمی لباس پہننے سے منع کر دیا کیونکہ یہ دونوں چیزیں بندے کو غرور وتکبر پر آمادہ کرنے والی ہیں اور چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر چلنے والوں کو عذاب جہنم کی وعید سنائی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: ”تین طرح کے لوگ ایسے ہیں کہ قیامت کے دن نہ تو اللہ ان سے کلام کرے گا، نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا، نہ انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا، نبی ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! وہ نامراد اور نقصان اٹھانے والے لوگ کون ہیں؟ تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "الْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ"

”کپڑا لٹکا کر چلنے والا، احسان کرکے جتلانے والا، اور جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچنے والا۔“[1] (صحیح مسلم)

(2) اسلام نے رخسار پھلا کر اور دوسروں سے اپنے آپ کو بڑا بنانے کے لئے منہ پھیر کر چلنے والوں کو اس حرکت سے منع کیا ہے اور حالات جنگ کے سوا کسی کو بھی اکڑ کر متکبرانہ چال چلنے کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾

”اور (از راہ غرور) لوگوں کے سامنے گال نہ پھلانا اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنا، اللہ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔“ (لقمان:18)

(3) اپنی عزت و رعب ظاہر کرنے کے لئے باچھیں پھاڑ پھاڑ کر باتیں کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَيْهِقُونَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ، فَمَا الْمُتَفَيْهِقُونَ؟ قَالَ: الْمُتَكَبِّرُونَ"

”میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ وہ قابل نفرت اور قیامت کے دن مجھ سے دور ترین وہ لوگ ہوں گے جو بہت بک بک کرنے والے، باچھیں پھاڑ پھاڑ کر گفتگو کرنے والے اور (نہ ہوتے ہوئے) تکلف سے اپنے آپ کو فقیہ ثابت کرنے والے۔“[2] (ترمذی)

اپنے آپ سے غرور وتکبر کی چادر اتار پھینکو کیونکہ یہ تمہارے لئے نہیں، یہ تو خالق کے لئے ہیں۔ ان کی بجائے تواضع وانکساری کی چادر پہن لو۔ جس انسان کے دل میں جتنا غرور وتکبر داخل ہوگا اسی کے بقدر یا اس سے بھی زیادہ اس کی عقل ناقص ہو جائے گی۔

غرور وتکبر کا اصل سبب:

اس تکبر وغرور کا اصل سبب بندے کا اپنے رب کی صحیح معرفت حاصل نہ کرنا ہے۔ جب بندہ اپنے رب کے مقام ومرتبہ اور اپنی ذات کو صحیح

---

1) صحیح مسلم:106۔

2) ترمذی:2018۔

معنوں میں نہیں پہچانے گا تو اس کے دل میں تکبر جنم لے گا لیکن اگر وہ اپنے رب کی صفات کمال اور اس کے اوصاف جلال کو بخوبی پہچان لے اور اسے اپنے اندر پائے جانے والے عیوب و نقائص اور آفات و کمزوریوں کا بھی ادراک ہو جائے تو پھر وہ کبھی بھی غرور و تکبر میں مبتلا نہ ہو گا اور نہ ہی ناک چڑھائے گا۔

امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”جس کا گناہ تکبر کے سلسلے کا ہو اسے ڈرنا چاہیئے کیونکہ ابلیس نے تکبر کے ساتھ نافرمانی کی تھی اور لعنتی قرار پایا تھا۔“[1]

حسب حال عذاب:

جس کے دل میں تکبر ڈیرے ڈال لے اور اس پر عذاب واقع ہو جاتا ہے، اب جتنا جتنا تکبر کا زور کم ہو گا اتنا اتنا ہی عذاب بھی کم ہو گا اور جیسے جیسے غرور و تکبر کا زور زیادہ ہو گا ویسے ویسے ہی عذاب بھی زیادہ ہو گا۔ جس نے اپنے آپ پر اس غرور و تکبر کا دروازہ کھول لیا اس نے گویا بیشمار گناہوں اور برائیوں کے دروازے کھول لئے اور جس نے اپنے لئے تکبر کا دروازہ بند کر لیا۔ اللہ کے فضل سے اس کے لئے خیر و بھلائی کے بیشمار اور وسیع دروازے کھل جائیں گے۔ تکبر بندے کو ایمان سے الگ کر دیتا ہے اور جس شخص کے دل میں ایمان سے الگ کر دینے والا غرور و تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾

”جو لوگ میری عبادت (دعاء مانگنے) سے تکبر کرتے ہیں وہ رسوا ہو کر جہنم میں جائیں گے۔“ (مومن:60)

تحقیر حق و خلق:

اور تکبر کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ وہ ایمان واجب کی نفی کر دیتا ہے بلکہ اس شخص کا تکبر حق کا انکار کرنے اور مخلوقات کو حقیر سمجھنے پر لگا دیتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بندہ یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کا جوتا بھی خوبصورت ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ"

”اللہ تعالی خوبصورت ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر یہ ہے کہ کوئی حق کا انکار کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔“[2] (مختصر صحیح مسلم، ابو داود، ترمذی، ابن خزیمہ، طبقات ابن سعد، مسند احمد، صحیح الجامع:7674)

کسی پر فخر نہ کریں۔ کیونکہ آپ کی یہ دنیا تو زائل ہونے والی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا ہے: "حَقٌّ عَلَى اللهِ أَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ"

---

1) سیر اعلام النبلاء:8/461۔
2) صحیح مسلم:91۔

"جو شخص اپنے آپ کو اس دنیا میں اونچا سمجھتا ہے اللہ اسے گرا دیتا ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

انکساری و تواضع کی برکات:

مسلمانو! تواضع و انکساری میں دنیا و آخرت کی عزت و رفعت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ"

"جس نے اللہ کے لئے تواضع و انکساری اختیار کی اللہ اس کی شان دو بالا کر دیتا ہے۔"[2] (صحیح مسلم)

یہ تواضع و انکساری انبیاء کرام کے اوصاف اور اہل عز وشرف لوگوں کی صفات میں سے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دو لڑکیوں کے لئے پتھر اٹھایا اور ان کی بکریوں کو پانی پلایا جن کے والد (حضرت شعیب علیہ السلام) بوڑھے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں (خون پسینے) کی کمائی کر کے کھاتے تھے، حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی (کارپینٹری) کا کام کرتے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ اللہ نے یوں ذکر فرمائے ہیں کہ انہوں نے کہا: ﴿وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا﴾

"اور مجھے اللہ نے اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے، اور سرکش و بدبخت نہیں بنایا" (مریم:32)

ایک اور صحیح حدیث میں ہے: مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ

"کوئی نبی ایسا نہیں گزرا کہ جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔"[3] (صحیح بخاری)

نبوی تواضع و انکساری:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی رقیق القلب، نرم دل اور رحم و کرم کا سراپا تھے۔ مومنوں کے لئے انتہائی نرم وگداز اور ان کے لئے رحیم و شفیق تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں کا بوجھ اپنے سر لے لیتے تھے۔ نادار کو کپڑا مہیا کرتے تھے اور مشکلات و مصائب میں مبتلا لوگوں کی مدد کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گدھے کی سواری کی۔ اپنے پیچھے کسی کو بٹھالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کو سلام کیا کرتے تھے اور جسے ملتے سلام کرنے میں پہل کرتے تھے۔ جو کوئی آپ کو دعوت دیتا آپ اس کی دعوت قبول فرماتے وہ دعوت دستی کے گوشت پر ہوتی (جو کہ آپ کا پسندیدہ تھا) یا چاہے بکری کا صرف پایہ (کھر) ہی کیوں نہ ہوتا۔

عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ، تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ"

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کیا کا کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ: آپ اپنے گھر والوں

---

1) صحیح بخاری:2872۔
2) صحیح مسلم:2588۔
3) صحیح بخاری:676۔

کے ساتھ کسی بھی کام میں تعاون کر رہے ہوتے اور جیسے ہی نماز کا وقت ہوتا تو آپ نماز کے لئے نکل جاتے۔"[1] (صحیح بخاری)

تواضع کا حکم و برکت:

انکساری و تواضع معاشرے میں عدل و انصاف اور الفت و محبت کا ذریعہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: " وَإِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ"

" اللہ تعالی نے میری طرف یہ وحی کی ہے کہ انکساری و تواضع کرو حتی کہ کوئی شخص کسی دوسرے پر فخر نہ کرے اور کوئی شخص کسی دوسرے کے خلاف بغاوت و سرکشی نہ کرے۔"[2] (صحیح مسلم)

متواضع شخص اللہ کے لئے منکسر المزاج اور منکسر القلب ہوتا ہے اور لوگوں کے لئے وہ نہایت نرم اور رحم دل ہوتا ہے وہ کسی پر اپنا حق نہیں سمجھتا بلکہ اپنے اوپر دوسرے لوگوں کا احسان مانتا ہے۔ اور یہ ایسا اخلاق ہے کہ اس کی توفیق وہ اسے ہی دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور جسے وہ اپنا قرب عطا کر کے اس کی عزت و تکریم میں اضافہ کرنا چاہتا ہے۔

مقام والدین اور تواضع:

حقوق اللہ کے بعد سب سے اعلی نیکی اور بہترین تواضع والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کی عزت و اکرام کرنا، ان کی ہر اس معاملہ میں اطاعت و وفاداری کرنا جو اللہ کی نافرمانی پر مبنی نہ ہو، ان کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آنا، خندہ پیشانی اور خوش روئی سے ملنا، ان سے بات کرتے وقت ان کے ادب و عزت اور توقیر و تعظیم کا خیال رکھنا۔ ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد ان کے لئے بکثرت دعا کرنا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾

" اور عجز و نیاز مندی سے ان کے سامنے سر تسلیم خم رکھو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے میرے رب! جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پالا ہے، تو بھی ان (کے حال) پر رحم فرما۔" (بنی اسرائیل:24)

والدین کے احکام کی نافرمانی کرنا، ان کے سامنے تکبر کا رویہ اپنانا اور ان کی ضروریات پوری کرنے پر اف کرنا تکبر و نافرمانی کی ایک قسم ہے۔ ایسا کرنے والے شخص کو جہنم میں داخلے کی وعید سنائی گئی ہے۔

احکام دین کے لئے تواضع:

دین کے احکام کے سامنے بھی تواضع و انکساری کرنا چاہیئے اور اپنی رائے یا خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہوئے احکام دین سے اعراض و اختلاف نہیں کرنا چاہیئے۔ نہ ہی انہیں سیکھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے اعراض و روگردانی کرنی چاہیئے۔ جو شخص آپ کو کوئی نصیحت کرے اور آپ کے لئے خیر خواہی کے جذبے کا اظہار کرے۔ اس سے وہ نصیحت قبول کریں اور اس شخص کا شکریہ ادا کریں۔ جو شخص آپ کو کسی نیک کام کا مشورہ دے یا کسی برے کام سے منع کرے تو اس کی بات مانیں۔ امور اطاعت میں تواضع کرنا باعث سعادت و خوش نصیبی ہے۔

---

3) صحیح بخاری:676۔

1) صحیح مسلم:2865۔

حضرت فضیل بن عیاض کہتے ہیں: "تواضع یہ ہے کہ آپ حق کے سامنے سر تسلیم خم کرلیں اور اس کے مطیع ومنقاد ہوجائیں۔"[1]
ایک آدمی نے مالک مغول سے کہا: اللہ کا تقوی اختیار کرو۔ تو انھوں نے فوراً اپنا رخسار زمین پر لگادیا۔

استاد وعلم کے لئے تواضع:

استاد اور طالب علم دونوں ایک دوسرے کے لئے تواضع وانکساری کا رویہ رکھیں اور طالب علم اپنے استاد کی عزت وتوقیر کا بھی خیال رکھے۔ شیخ المحدثین ابوموسی المدینی بچوں کو تختیوں پر قرآن پڑھایا کرتے تھے جبکہ وہ بہت ہی بڑے پائے کے عالم اور بلند پایہ محدث اور جلیل القدر فاضل تھے۔

بیمار ومصیبت زدہ کے لئے تواضع:

بیماروں کے لئے تواضع کی شکل یہ ہے کہ ان کی عیادت ومزاج پرسی کریں۔ ان کا ساتھ دیں اور ان کی مشکل حل کرنے میں ان کا تعاون کریں اور انہیں اس بات کی نصیحت کرتے رہیں کہ وہ اس بیماری پر اللہ سے اجروثواب کے امیدوار رہیں۔ اللہ کے فیصلوں پر راضی رہیں اور صبر وہمت کا مظاہرہ کریں، فقراء ومساکین کے لئے نرم خوئی اختیار کریں۔ ان کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کریں اور ان لوگوں کا بھی خیال کریں جو سفید پوشی کا بھرم قائم رکھے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ضرورت کے باوجود سوال کے لئے ہاتھ نہیں بڑھاتے اور کچھ مانگنے میں انہیں حیاء مانع ہے۔ اپنے مال سے ان کی مدد کریں اور ان کے ساتھ تواضع وانکساری سے پیش آئیں۔

بشر بن حارث کہتے ہیں: "میں نے اس غنی سے اچھا کسی دوسرے شخص کو نہیں پایا جو فقیر کے سامنے بیٹھا ہوا (اس کی حاجت دریافت کررہا ہو۔" ارشاد الٰہی ہے: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

"وہ جو آخرت کا گھر ہے، ہم نے ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو زمین میں تکبر وظلم اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور ((اچھا) انجام تو اہل تقوی پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے۔" (القصص:83)

اطاعت میں تواضع:

مسلمانو! اللہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا بندہ اس کے حکم پر عمل پیرا ہو اور اس کے منع کردہ امور سے باز آکر تواضع کا اظہار کرے۔ عزت وشرف تبھی حاصل ہوتا ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے خشوع وخضوع کرے، مسلمانوں کے ساتھ تواضع وانکساری سے پیش آئے۔ ان سے نرم رویہ رکھے، ان کی طرف سے آنے والے اذیت کو برداشت کرے اور صبر وشکر کا دامن تھامے رہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾

"اور مومنوں کے ساتھ خاطر وتواضع سے پیش آئیں۔" (الحجر:88)

---

2) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ: 8/91۔

اس کے ساتھ ساتھ ہی تلاوت قرآن، مطالعۂ احادیث، حسن اخلاق، نیکی کرنے، دوسروں کو اذیت پہنچانے سے باز رہیں، غیبت وچغلی سے اجتناب کرنے کی بھرپور کوشش کرتے رہیں۔ لوگوں کے ساتھ ایثار وقربانی کا معاملہ کریں، اپنے مفادات پر ان کے مفادات کو ترجیح دیں نہ کہ صرف اپنے مفادات کے پیچھے ہی لگے رہیں۔

حقیقی تواضع:

متواضع وہ ہے کہ جو کسی بھی دوسرے کو دیکھے تو یہ سمجھے کہ وہ مجھ سے بہتر ہے، امام شافعی فرماتے ہیں: "لوگوں میں سے سب سے زیادہ عزت و قدر والا شخص وہ ہے جو اپنے آپ کو بے قدر و بے قیمت سمجھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ فضیلت و بزرگی والا وہ ہے جو اپنی کوئی فضیلت نہ سمجھے۔"

جب اللہ تعالی آپ پر کوئی نعمت نازل کرے تو شکریہ کے ساتھ اسے قبول کریں۔ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: "سب سے اعلی تواضع یہ ہے کہ دنیوی نعمتوں میں اپنے سے کمتر انسان کے ساتھ بھی آپ تواضع سے یوں پیش آئیں کہ اسے یہ احساس ہونے لگے کہ اس دنیا میں آپ کو اس پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔"

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

حبّ الٰہی اور حبّ رسول ﷺ معنیٰ ومفہوم: اسباب وذرائع حصول

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ

1424/7/8ھ 2003/9/5ء

حمد وثناء کے بعد!

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ. فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: "وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟ قَالَ: لَا شَيْءَ، إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. قَالَ أَنَسٌ: فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرَحَنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ".

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا، اور اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! قیامت کب آنے والی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ حضرت انس کہتے ہیں: یہ سن کر وہ آدمی کچھ عاجز سا ہوگیا (ٹھنڈا پڑ گیا) پھر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! میں نے اس کے لئے تیاری کے طور پر کچھ زیادہ نمازیں، روزے اور صدقات وزکاۃ تو زیادہ نہیں دیں البتہ ایک بات ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تو اسی کے ساتھ (قیامت کے دن) ہو گا جس سے محبت کرتا ہے۔"[1] (بخاری ومسلم)

قَالَ أَنَسٌ: فَمَا فَرِحْنَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحًا أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اسلام لانے کی خوشی کے بعد اتنا خوش ہم کبھی کسی چیز پر نہیں ہوئے تھے۔ جتنے خوش ہم نبی ﷺ کے اس ارشاد سے خوش ہوئے کہ (قیامت کے دن) تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو۔"

قَالَ أَنَسٌ: فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ، وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ "

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: "میں اللہ، اس کے رسول ﷺ اور حضرت ابو بکر وعمر سے محبت رکھتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں انہی کے ساتھ ہوں گا، اگر چہ میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں۔"[2] (صحیح مسلم)

امام ابن قیم رحمہ اللہ اس محبت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ وہ درجہ ہے جسے پانے کے لئے لوگ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے آرہے ہیں۔ عامل لوگوں نے اسی درجہ کو پانے کے لئے اسی پر نگاہیں جما رکھی ہیں اور اسے ہی حاصل کرنے کے لئے عمل میں بازی جیتنے والے اپنی آستینیں چڑھائے بیٹھے ہیں اور اللہ و رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے اسی مقام کو پانے کے لئے اپنے آپ کو فنا کر رہے ہیں اور عابد لوگ اسی منزلت کی نسیم نواز سے

1) صحیح بخاری: 3688، صحیح مسلم: 2639۔
2) صحیح مسلم: 2639۔

اپنے مشام روح کو معطر کرتے رہتے ہیں۔ یہ حب الٰہی وحب رسول اللہ ﷺ ہی دلوں کی قوت، روحوں کی غذا اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور یہی وہ حیات ہے کہ جو شخص اس سے محروم ہے وہ محض ایک چلتی پھرتی لاش ہے یہی وہ نور ہے جس سے یہ مفقود ہو گیا وہ اندھیروں کے گہرے سمندروں میں کھو گیا۔ اور محبت وہ شفاء ہے کہ جس کی عدم موجودگی کے سبب بندے کے دل میں تمام بیماریاں ڈیرے ڈال لیتی ہیں اور یہ محبت وہ لذت ہے جو اسے پانے میں ناکام ہو گیا اس کی ساری زندگی ہی غم والم سے عبارت ہو کر رہ جاتی ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ ورسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے دنیا وآخرت کا شرف کما گئے کیونکہ انہیں اپنے محبوب کی معیت وساتھ کا وافر حصہ ملنے والا ہے۔"[1]

حصول درجۂ محبت کے ذرائع:

برادران اسلام! اس محبت کا مرتبہ پانے اور اس سعادت سے بہرور ہونے کے لئے علماء کرام نے بعض اسباب و ذرائع ذکر کئے ہیں۔ ان اسباب و ذرائع کے اصول اور ان طریقوں کے قواعد وہ ہیں کہ جن سے کانوں میں رس گھلتا اور سماعت لطف اندوز ہوتی ہے۔

(1) تلاوت قرآن:

اللہ ورسول اللہ ﷺ کی محبت کے درجے کو پانے کے بنیادی اصولوں اور طریقوں میں سے پہلا طریقہ و ذریعہ قرآن کریم کی تلاوت، اس کے معانی پر تدبر اور غور و فکر، اس کے اسرار و رموز کی پہچان اور اس کی حکمتوں کی شناسائی حاصل کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص نے سورہ الاخلاص (قل هو الله احد) کی بار بار تلاوت سے حب الٰہی کو پالیا کیونکہ وہ اسے نماز میں بار بار پڑھتا تھا اور جب اس صحابی سے اسے بار بار پڑھنے کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا: "یہ سورہ اللہ کی صفات پر مشتمل ہے اور مجھے یہ بات محبوب ہے کہ میں اسے بار بار پڑھوں۔ نبی ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: "أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللهَ يُحِبُّهُ" "اسے خبر دے دو کہ اللہ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔"[2] (صحیح بخاری)

(2) نوافل:

اللہ کے اوامر و نواہی پر عمل کرتے اور فرائض کی ادائیگی کا التزام کرتے ہوئے نوافل کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرنا حب الٰہی کے حصول کا دوسرا ذریعہ ہے ایک حدیث قدسی میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: "مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ"

"جس نے میرے کسی ولی و دوست سے دشمنی کی میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے، اور کوئی بندہ میرا قرب حاصل کرنے کے لئے جو

---

1) مدارج السالکین: 3/6-7۔

2) صحیح بخاری: 7375۔

کوشش کرتا ہے ان میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ وہ میرے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی کرے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا اقرب حاصل کرنے میں مسلسل کوشاں رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کی قوت سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی قوت و بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔"[1] (صحیح بخاری)

(3) ذکر الٰہی:

حب الٰہی کے حصول کا تیسرا طریقہ ہر حال میں اپنی زبان و دل اور عمل کے ساتھ ذکر الٰہی کرنا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾

"تم میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔" (البقرہ:152)

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ کا فرمان ہے: "أَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا هُوَ ذَكَرَنِي، وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ"

"جب بھی میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے ذکر سے ہلتے ہیں تو میں اس کے ساتھ ہو جاتا ہوں۔"[2] (ابن ماجہ، بسند صحیح)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ قَالُوا : وَمَا الْمُفَرِّدُونَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ : الذَّاكِرُونَ اللهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتُ"

"مفرد لوگ سبقت و بازی لے گئے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ مفرّد لوگ کون ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:" اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور بکثرت ذکر کرنے والی عورتیں۔"[3] (صحیح مسلم)

(4) اللہ و رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ چیزوں کو ترجیح دینا:

حب الٰہی اور حب رسول اللہ ﷺ کے حصول کا چوتھا ذریعہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ چیزوں کو اپنی پسند پر ترجیح دی جائے خصوصا جبکہ ہر طرف خواہشات کی پیروی کا دور دورہ ہو، اگرچہ اللہ کی پسندیدہ چیزوں کو اختیار کرنا مشکل ہی کیوں نہ ہو مگر وہ انہیں ہی اختیار کرے اگرچہ اس میں بڑی مشکلات سے دوچار ہونا پڑے اور بہت سے مصائب جھیلنے پڑیں اور دل و جان اور جسم و روح انہیں اختیار کرنے میں کمزور پڑنے لگیں۔

چنانچہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"بندہ کسی غیر اللہ کی خوشنودی پر اللہ کی رضاء کو ترجیح دے اور وہ اس طرح کہ ہر وہ فعل بجالائے جس میں اللہ کی رضاء ہو۔ اس کے لئے چاہیے

---

1) صحیح بخاری:6502۔

2) ابن ماجہ:3792۔

3) صحیح مسلم:2676۔

اسے پوری دنیا کو ہی ناراض کیوں نہ کرنا پڑے محبت کے اس درجے کا نام ایثار ہے۔اس درجۂ ایثار کے بلند مقام پر انبیاء کرام صلوات اللہ و سلامہ علیہم فائز ہوں گے اور ان سے بھی بلند تر مقام پر رسولوں میں سے بھی پانچ اولوا العزم رسول رونق افروز ہوں گے اور ان سب سے بلند ترین مقام پر ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ قدم رنجہ فرمائیں گے۔اس مقام" ایثار" کو پانے کے لئے تین کام ضروری ہیں"[1]

(1)نفسانی خواہشات کا گلا گھونٹ دیا جائے۔

(2)نفس کی ہر خواہش کی خلاف ورزی کی جائے۔

(3)شیطان اور اس کے چیلوں کے خلاف کھلا جہاد کیا جائے۔

(5)اسماء وصفات الٰہیہ کا قلبی مطالعہ:

حب الٰہی وحب رسول اللہ ﷺ کو پانے کا پانچواں طریقہ یہ ہے کہ اسماء وصفات الٰہیہ کا دل کی گہرائیوں کے ساتھ خوب مطالعہ کیا جائے اور ان کی خوب معرفت حاصل کی جائے اور معرفت کے اس باغیچے میں اسے خوب گشت کروائی جائے۔جس نے اللہ کی معرفت اور اس کے ان اسماء وصفات اور افعال کی پہچان حاصل کر لی جو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ دونوں سے ثابت ہیں اور ان میں کوئی تحریف (ردّ و بدل) تعطیل (صفات کو معطل ماننا) تمثیل (اللہ کی مثالیں اس کی مخلوق سے دینا) تاویل (اپنی طرف سے اسماء وصفات کی تشریح و تاویل کرنا) اور تکییف (کیفیت وہیئت بیان کرنا) جیسی کوئی حرکت نہ کی جائے، تو اللہ ایسے شخص سے محبت کرتا، اسے عزت و اکرام سے نوازتا ہے اور اس سے خوش ہوتا اور اسے خوش کر دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾

"اور اللہ کے بہت سارے خوبصورت نام ہیں، اسے انہی کے ساتھ پکارو" (الاعراف:180)

ایسے ہی نبی اکرم ﷺ سے بھی اسماء گرامی ثابت ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا، مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ"

"اللہ کے ننانوے نام ہیں، جس نے انہیں یاد (اور ان پر عمل) کر لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا"[2] (صحیح بخاری)

(6)مشاہدہ انعامات الٰہیہ:

حب الٰہی کے حصول کا چھٹا طریقہ یہ ہے کہ بندے پر اللہ تعالیٰ کے احسانات ونعمتوں اور اس کے اکرام وانعامات کا مشاہدہ کیا جائے، ان کا اقرار کیا جائے اور ان کی گواہی دی جائے۔اس کی ظاہری و پوشیدہ تمام نعمتوں کو پہچانا اور مانا جائے۔یہ بھی محبت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں اللہ کے انعامات واحسانات اور اس کے لطف و کرم کی بہت ساری صورتیں ہیں جن پر باریک نظر ڈالنے سے انسان کے احساسات وشعور میں رقت ونرمی آتی ہے جو کہ بندے کو اس باری تعالیٰ کی محبت کی طرف لے جاتے ہیں جو ان سب کا مالک ہے کیونکہ درحقیقت اللہ کے سوا نہ کوئی انعام کرنے والا ہے نہ ہی احسان کرنے والا۔اس پر عقل صریح اور نقل صریح دال ہیں۔

---

1)مدارج السالکین:2/299۔

2)صحیح بخاری:7392۔

اہل بصیرت لوگوں کے نزدیک حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی محبوب نہیں ہے اور نہ ہی اس کے سوا کوئی کلی محبت کا مستحق ہے۔

انسان فطرتی طور پر اپنے محسن سے محبت کرتا ہے۔ اور اسے لطف وشفقت اور ہمدری سے پیش آتا ہے۔ اور اس کی تمام اغراض وحاجات میں اس کا تعاون کرتا ہے۔ جب کوئی انسان اس بات کو حقیقی طور پر سمجھ لے تو اسے اس بات کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے کہ اس کا اصل محسن تو صرف اللہ تعالی ہی ہے اور اس کے احسانات وانعامات کی اتنی انواع واقسام ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار بھی کرنا چاہو تو نہ گن سکو گے۔ بیشک انسان بڑا ظالم (بے انصاف) اور ناشکرا ہے۔" (ابراہیم:34)

انسان اگر انعامات الہیہ کا مشاہدہ واقرار کرلے تو پھر اسے اس بات کی توفیق بھی مل جاتی ہے کہ وہ اللہ کے انعامات واحسانات کا زبانی ودلی طور پر شکرانہ ادا کر سکے اور ہر خیر وبھلائی حاصل کرلے اور ہر عمدہ وپسندیدہ عاقبت وانجام کی سعادتیں لوٹ لے۔ کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾

"اگر تم (میری نعمتوں کا) شکر ادا کرو تو میں یقینا (ان میں) اضافہ کردوں گا۔" (ابراہیم:7)

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ"

"مومن کا معاملہ عجیب وغریب ہے کہ اس کا معاملہ بہر صورت خیر وبھلائی والا ہی ہے۔ اور یہ شرف صرف مومن کو ہی حاصل ہے۔ اگر اسے کوئی نعمت وخوشی حاصل ہو اور وہ اس پر شکر کرے یہ بھی اس کے لئے خیر وبھلائی والا ہے، اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو بھی اس کے لئے خیر وبھلائی (اجر وثواب) والا ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

ایسے ہی ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إِنَّ اللهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا، أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا"

"اللہ اپنے اس بندے پر راضی ہوتا کہ جو جب کھانا کھاتا ہے تو اس پر اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور جب وہ کوئی مشروب پیتا ہے تو اس پر بھی وہ اس کی حمد وثنا کرتا ہے۔"[2] (صحیح مسلم)

(7) انکساریٔ قلب:

درجۂ محبت وایثار کو پانے کا ساتواں اور سب سے بہترین طریقہ وذریعہ یہ ہے کہ بندے کا دل اللہ کے سامنے کلی طور پر منکسر اور ٹوٹا ہوا ہو، اس کے سامنے وہ نہایت عاجزی وتذلل اور انتہائی خشوع وخضوع سے رہے اور اپنے قول وعمل ہر دونوں سے اس کی عظمتوں کا اقرار کرتا رہے اور قلب وبدن دونوں اس اقرار کا پتہ دیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ [1] الَّذِينَ

---

1) صحیح مسلم:2999۔
2) صحیح مسلم:2734۔

هُمۡ فِي صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُونَ﴾

"وہ مومن فلاح وکامیابی پاگئے جو اپنی نمازوں میں مکمل خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں۔" (المؤمنون:1-2)

اللہ تعالی اپنے برگزیدہ بندوں کے بارے میں فرماتا ہے:﴿إِنَّهُمۡ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدۡعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾

"وہ بھلائی کے کاموں میں جلدی کیا کرتے تھے اور ہمیں (ہماری رضاء وجنت کی) رغبت وطلب اور (ہمارے جلال وجہنم سے) ڈرتے ہوئے پکارتے تھے۔اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔" (الانبیاء:90)

(8)وقت نزول الٰہی کا انتظار کرنا:

محبت الٰہی اور حب رسول اللہ ﷺ کو پانے کا آٹھواں ذریعہ یہ ہے کہ بندہ نزول الٰہی کے وقت (رات کے آخری پہر) کا انتظار کرے اور اس میں مناجات و دعاء کرے۔اس کے کلام پاک کی تلاوت کرے اور اس کے سامنے آداب وعبودیت و بندگی بجالائے اور ان سب کے اختتام پر اپنے گناہوں کی اس سے مغفرت و بخشش طلب کرے۔اس سے معافی مانگے اور توبہ تائب ہو۔اللہ نے اپنے ایسے ہی برگزیدہ چند بندوں کے بارے میں فرمایا ہے:﴿تَتَجَافَى جُنُوبُهُمۡ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدۡعُونَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقۡنَاهُمۡ يُنۡفِقُونَ﴾

"ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں وہ اپنے رب کو خوف وطمع (کے ملے جلے جذبات) کے ساتھ پکارتے ہیں اور وہ ہمارے دیئے ہوئے رزق (مال) سے خرچ کرتے ہیں۔" (السجدہ:16)

غرض تہجد گزار اور شب زندہ داری کرنے والے ہی اہل محبت ہیں کیونکہ ان کا راتوں کے اوقات میں اللہ تعالی کے حضور قیام کرنا ان کے لئے محبت کے تمام اسباب و ذرائع اور اصول وطریقے جمع کردیتا ہے۔لہٰذا اس میں کوئی تعجب نہیں کہ امین آسمان حضرت جبرائیل علیہ السلام امین زمین حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوں اور آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمائیں:" وَاعۡلَمۡ أَنَّ شَرَفَ الْمُؤۡمِنِ قِيَامُ اللَّيۡلِ، وَعِزَّهُ اسۡتِغۡنَاؤُهُ عَنِ النَّاسِ"

"یہ بات آپ کے علم میں رہے کہ مومن کا شرف اس کے قیام اللیل میں اور اس کی عزت لوگوں سے اس کی بے نیازی میں ہے۔"[1] (حدیث صحیح)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: مجھے رات کے اوقات میں نماز (تہجد) سے زیادہ سخت کوئی عبادت نہیں نظر نہیں آتی۔ان سے پوچھا گیا: اس کی کیا وجہ ہے کہ تہجد گزار لوگوں کے چہرے دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ نورانی وخوبصورت ہوتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا:" وہ اس لئے کہ انہوں نے رب رحمان کے ساتھ خلوت گزینی (تہجد گزاری) کی اور اللہ نے انہیں اپنے نور سے منور ومزین کردیا۔"[2]

---

1) طبرانی فی الاوسط:4278۔

2) احیاء علوم الدین:1/355۔

(9) محبت صالحین:

اللہ ورسول اللہ ﷺ کی محبت حاصل کرنے کانواں طریقہ یہ ہے کہ اس کے نیک، صالح بندوں سے پیار کیا جائے، ان کے قرب و جوار میں رہا جائے اوران کی مجلس کا التزام کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالی نے فرمایا ہے:"قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ""

"جو لوگ میری خاطر باہم محبت کرتے ہیں ان کے لئے میری محبت واجب ہوگی اور میری خاطر ہی اکھٹے اٹھنے بیٹھنے والوں کے لئے بھی میری محبت واجب ہوگی اور میری رضاء کی خاطر ہی باہم ایک دوسرے کی زیارت وملاقات کرنے والوں کے لئے بھی میری محبت واجب ہوگئی۔"[1]

(اس حدیث کو علامہ البانی نے صحیح کہا ہے)

ایسے ہی نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:"فَإِنَّ أَوْثَقَ عُرَى الْإِسْلَامِ الْوَلَايَةُ فِيهِ، الْحُبُّ فِيهِ وَالْبُغْضُ"

"ایمان کا سب سے مضبوط آہنی کڑا یہ ہے کہ آپ کسی سے محبت کریں تو اللہ کے لئے اور اگر کسی سے بغض ونفرت رکھیں تو وہ بھی صرف اللہ ہی کے لئے ہو۔"[2] (حدیث صحیح)

(10) غافل کن چیزوں سے دوری:

محبت کا یہ مقام ومرتبہ پانے کے لئے دسواں طریقہ یہ ہے کہ ان تمام اشیاء سے دوری اختیار کرلی جائے جو بندے کے دل اور اللہ کے مابین بعد و دوری یا غفلت پیدا کرنے والی ہیں اور وہ اس طرح کہ تمام برائیوں، تمام اقسام کے حرام امور واشیاء اور تمام تباہ کن اقوال وافعال (کبیرہ گناہوں) سے دور رہیں کیونکہ اگر دل فاسد ہوگیا اور اس میں بگاڑ آگیا تو پھر بندے کو اپنے دنیوی امور کو سلجھانے میں کوئی فائدہ نہیں ملے گا۔ اور نہ ہی اسے کوئی چیز اس کی آخرت میں فائدہ دے سکے گی۔ اسی سلسلہ میں اللہ نے فرمایا ہے:﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ [88] إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾

"جس دن کہ مال واولاد کچھ کام نہ آئیں گے لیکن فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ تعالی کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے۔"

(الشعراء:89-88)

مسلمانو! بندے کا اللہ کی محبت کو پالینا بہت عظیم کارنامہ ہے۔ بندے کو چاہیئے کہ اسے پانے کی ہر محمدی طریقہ سے بھرپور کوشش کرے۔ منہج نبوی پر چلے، اعتقاد صحیح ہو، عبادت ہر طرح کے شرک سے پاک وسالم ہو اور وہ اخلاق حسنہ کا مالک ہو اور یہ سب چیزیں ایمان کی صحیح میں شامل ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ظاہر و باطن اور پوشیدہ وعلانیہ ہر وقت اللہ کا تقوی و ڈر اختیار کرے۔ اللہ کا ارشاد ہے:﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

"خبردار! اللہ کے بندوں کو نہ (دنیا میں) کوئی خوف واندیشہ ہوتا ہے اور نہ ہی وہ (آخرت کا) کوئی غم کھاتے ہیں۔" (یونس:62)

---

1) صحیح ابن حبان:575۔

2) طبرانی فی الکبیر:10531۔

تقاضائے محبت:

یہ بات بھی یاد رکھیں کہ محبت الٰہی کے تقاضوں میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر بکثرت درود وسلام بھیجا جائے۔

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

امانت مفہوم وفضیلت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

15/7/1424ھ،12/9/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا [72] لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾

"ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن سب نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے (مگر) انسان نے اسے اٹھالیا، وہ بڑا ہی ظالم وجاہل ہے، (یہ اس لیے) تاکہ اللہ تعالی منافق مردوں، عورتوں اور مشرک مردوں، عورتوں کو سزا دے اور مومن مردوں، عورتوں کی توبہ قبول کرے، اور اللہ تعالی بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے۔" (الاحزاب:72-73)

ایک بوجھل امانت:

بیشک ایک بھاری بوجھ، ایک بہت بڑی ذمہ داری اور ایک اہم ترین چیز اس دنیا پر، آسمان، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی گئی مگر وہ سب اسے اٹھانے سے ڈر گئے اور انہوں نے اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور پھر وہی امانت حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی۔ انہوں نے اسے اٹھالیا، اور ارشاد الہی کے کلمات (بیشک وہ بڑا ہی ظالم وجاہل ہے) کا معنی یہ ہے کہ وہ انسان جو اس امانت کی ادائیگی میں اور اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کو کما حقہ نبھانے میں کمی پیش کرے وہ بڑا ظالم و جاہل ہے۔ یہ کلمات حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں نہیں ہیں۔

تفسیری آیات وآثار:

ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بالأمانة الطاعة والفرائض التي فرضها الله على عباده، عرضها على السماوات والأرض والجبال على أنهم إن أدوها أثابهم وإن ضيعوها عذبهم، إن أدوها أثابهم وإن ضيعوها عذبهم، فكرهوا ذلك، وأشفقوا من غير معصية، ولكن تعظيما لدين الله أن لا يقوموا بها۔

"امانت سے مراد فرائض ہیں جو زمین، آسمانوں اور پہاڑوں پر پیش کئے گئے اور انہیں کہا گیا کہ اگر تم انہیں صحیح طرح سے ادا کرو گے تو تمہیں اجر وثواب ملے گا اور اگر انہیں ضائع کر دو تو اللہ تمہیں عذاب دے گا۔ یہ اختیار پا کر انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اپنی کوتاہیوں سے ڈرتے گئے کہ کہیں ان کا حق ادا نہ کر سکے تو مبتلائے عذاب نہ کر دیئے جائیں۔ ان کا یہ انکار اللہ کی نافرمانی نہیں تھا بلکہ وہ اللہ کے دین (اطاعت) کی عظمت کے پیش نظر اسے اٹھانے سے پیچھے ہٹ گئے تھے۔"[1]

---

1) تفسیر ابن جریر:22/54۔

حضرت حسن بصری کہتے ہیں: عرضها على السبع الطباق الطرائق التي زينت بالنجوم، وحملة العرش العظيم، فقيل لها: هل تحملين الأمانة وما فيها؟ قالت: وما فيها؟ قال: قيل لها إن أحسنت جزيت، وإن أسأت عوقبت، قالت: لا، ثم عرضها على الأرضين السبع الشداد التي شدت بالأوتاد، وذللت بالمهاد، قال فقيل لها: هل تحملين الأمانة وما فيها؟ قالت: وما فيها؟ قال، قيل لها: إن أحسنت جزيت وإن أسأت عوقبت، قالت: لا، ثم عرضها على الجبال الشم الشوامخ الصعاب الصلاب، قال، قيل لها: هل تحملين الأمانة وما فيها؟ قالت: وما فيها؟ قال لها: إن أحسنت جزيت وأن أسأت عوقبت، قالت: لا۔

"اللہ تعالی نے اپنی اس امانت (دین) کو ساتوں آسمانوں پر پیش کیا جو ستاروں سے مزین کئے گئے ہیں، اسی طرح عرش عظیم کو اٹھانے والے فرشتوں پر بھی یہ امانت پیش کی گئی اور انہیں کہا گیا کہ کیا تم اس امانت اور جو کچھ اس میں ہے اسے اٹھاتے ہو؟ وہ کہتے ہیں: ان سے کہا گیا کہ اگر تم نے اس کی صحیح طور پر ادائیگی کروگے تو تمہیں اس کی جزائے خیر ملے گی اور اگر تم نے اس کی صحیح طور پر ادائیگی نہ کی بلکہ اس میں سوء تصرف سے کام لیا تو پھر تمہیں اس کی سزا دی جائے گی۔ تو انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر یہ امانت سات سخت زمینوں پر پیش کی گئی اور انہیں کہا گیا: کیا تم اس امانت اور جو کچھ اس میں ہے اسے اٹھاتی ہو؟ زمینوں نے کہا: اس میں کیا ہے؟ اسے کہا گیا: اگر اس امانت کی صحیح طور پر ادائیگی کروگی تو اجر وثواب اور جزائے خیر پاؤ گی اور اگر اس کی ادائیگی میں کوتاہی کروگی تو تمہیں اس سوء تصرف پر عذاب وسزا دی جائے گی۔ اس نے بھی انکار کر دیا۔ پھر یہی امانت دین پہاڑوں پر پیش کی گئی تو انھوں نے بھی انکار کر دیا۔"[1]

مفہوم امانت:

اے اللہ کے بندو! امانت سے مراد شرعی تکالیف ومطالبات یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں۔ جس نے انہیں ادا کیا اسے اجر وثواب ملے گا اور جو انہیں ضائع کرے گا، اسے عذاب وسزا دی جائے گی۔

امام احمد، بیہقی اور ابن ابی حاتم نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الصلاةُ أمانة، والوضوءُ أمانة، والوزن أمانةٌ، والكيل أمانة) وأشياء عدّدها، (وأشدُّ ذلك الودائع)

"نماز امانت ہے، وضوء امانت ہے، وزن کرنا امانت ہے، کسی چیز کو پیمانے سے ناپنا تولنا امانت ہے، اور پھر انہوں نے کئی چیزوں کو باری باری گنا، اور فرمایا کہ ان میں سے سب سے اہم امانت، لوگوں کی کسی کے سپرد کی گئی چیزیں ہیں۔"[2]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: والغسل من الجنابة أمانة

"جنابت زائل کرنے کے لئے غسل کرنا امانت ہے۔ اور جو شخص کمال امانت داری سے متصف ہوگیا اس نے اپنے دین کو مکمل کرلیا، اور جس

1) تفسیر ابن کثیر: 3/ 523۔
2) بیہقی فی شعب الایمان: 5266۔

نے امانت کی صفت کو گنوا دیا، اس نے دین کو ہی پھینک دیا۔"[1]

اسی طرح معجم طبرانی کبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ"

"اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جو کہ امانت دار نہیں۔"[2] (طبرانی)

اور مسند احمد و بزار اور معجم طبرانی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ارشاد نبوی ہے: "لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ" (مسند احمد، بزار، طبرانی)

"اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا دین نہیں جو عہد کا پاسدار نہیں۔"[3]

یہی وجہ ہے کہ امانت داری اللہ کے مبعوث کردہ رسولوں اور مقربین بندوں کی صفت تھی۔ چنانچہ اللہ تعالی نے حضرت نوح، ہود، اور صالح علیہم السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنی اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: ﴿إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ [107] فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ﴾

"میں تمہارے پاس ایک امانتدار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، لہذا تم اللہ کا تقوی اختیار کرو اور میری اطاعت و فرمانبرداری کرو۔"

(الشعرآء: 107-108)

سلب امانت اور اس کے نتائج:

کسی میں جس قدر امانت داری کی صفت کم ہوتی جائے گی اس قدر اس سے ایمان کے شعبے اور درجات بھی کم ہوتے جائیں گے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا: "امانت لوگوں کے دلوں کے وسط میں نازل کی گئی، پھر قرآن نازل ہوا تو لوگوں نے قرآن سنت سے علم حاصل کیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس امانت کے اٹھائے جانے کے بارے میں بتایا اور فرمایا: "يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ، ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ، فَنَفِطَ، فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا، وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ أَخَذَ حَصًى فَدَحْرَجَهُ عَلَى رِجْلِهِ، فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ، لَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ حَتَّى يُقَالَ: إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا، حَتَّى يُقَالَ لِلرَّجُلِ: مَا أَجْلَدَهُ، مَا أَظْرَفَهُ، مَا أَعْقَلَهُ، وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ" (صحیح مسلم)

"ایک آدمی سوئے گا تو حالت نیند میں ہی اس کے دل سے امانت داری کی صفت سلب کر لی جائے گی، اور امانت کا اثر اس کے دل پر صرف اتنا ہی رہ جائے گا کہ آپ اپنے پاؤں پر کوئی انگاری لڑھکائیں تو اس سے ایک آبلہ سا بن جاتا ہے جسے آپ محض سوجا ہوا پائیں گے لیکن

1) الجامع لاحکام القران للقرطبی: 14/ 254۔
2) طبرانی فی الاوسط، حدیث: 2292۔
3) طبرانی فی الاوسط، حدیث: 2606۔

اس کے اندر کوئی چیز نہ ہوگی، پھر آپ ﷺ نے ایک کنکری پکڑی اور اسے اپنے پاؤں پر لڑھکایا، بلآخر یہ عام ہو جائے گا کہ لوگ خرید و فروخت کریں گے لیکن امانت داری کا کوئی بھی خیال نہیں کرے گا اور یہ چیز اتنی نادر رہ جائے گی (کہ اگر کہیں کوئی ایسا شخص ہو گا تو وہ مشہور ہو گا اور کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار آدمی موجود ہے، اور لوگوں کے اوصاف کے ضمن میں عموماً یہ کہا جائے گا کہ فلاں آدمی کتنا ظریف الطبع و خوش مزاج ہے اور فلاں آدمی کتنا صاحب عقل و دانش ہے، لیکن اس میں سے کسی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہو گا۔"[1] (صحیح مسلم)

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر امانت کو ضائع کرے گا اور سستی ولاپرواہی سے دین کے فرائض و واجبات ادا نہیں کرے گا اور عبادات کے حقوق کی ادائیگی میں خیانت کرے گا تو اسے یہ سزا دی جائے گی کہ اس کے دل سے امانت سلب کر لی جائے گی ورنہ اللہ تعالی کی ذات گرامی اس سے کہیں بالا ہے کہ وہ کسی کے دل سے بلاوجہ و بلاسبب ہی امانت کی صفت کو سلب کر لے اگر کوئی واجبات دین کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا اور حقوق العباد کی ادائیگی میں سستی ولاپرواہی کا مرتکب ہو گا تو اس کی سزا کے طور پر اس کے دل سے صفت امانت سلب کی جائے گی جیسا کہ اس بات کا پتہ دیتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾

"پس جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالی نے ان کے دلوں کو (اور) ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالی نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔"

(الصف:5)

مفہوم امانت کی وسعتیں:

اس حدیث مذکورہ سابقہ کا آخری حصہ اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ امانت سے مراد ایمان ہے، اور وہ دین اور اس کے فرائض و واجبات سے عبارت ہے، توحید امانت ہے، نماز امانت ہے، زکاۃ امانت ہے، روزہ امانت ہے، حج امانت، صلہ رحم امانت ہے، نیکی کا حکم دینا امانت ہے، برائی سے روکنا امانت ہے، مال بھی ایک امانت ہے اس سے نافرمانی کرنے میں مدد نہ لی جائے، آنکھ بھی ایک امانت ہے، اس سے کسی ایسی چیز کی طرف نہ دیکھیں جسے دیکھنا آپ کے لئے اللہ نے حرام کر رکھا ہے، ہاتھ امانت ہے، شرمگاہ امانت ہے، پیٹ بھی امانت ہے، کوئی ایسی چیز ہرگز نہ کھائیں جس کا کھانا آپ کے لئے حلال نہیں ہے، اولاد بھی آپ کے پاس امانت ہے ان کی نیک تربیت میں کوئی کمی کوتاہی ہرگز نہ کریں۔ بیویاں بھی شوہروں کے پاس ایک امانت ہیں، ان کے حقوق کو ہرگز ضائع نہ کریں، شوہروں کے اپنی بیویوں پر جو حقوق ہیں وہ بھی امانت ہیں اور بندوں کے مادی و معنوی تمام حقوق بھی امانت ہیں۔ ان کی ادائیگی میں بھی کمی نہ کی جائے اور اللہ تعالی نے امانتوں کی ادائیگی اور ان کے حقوق کو ادا کرنے پر اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ[8] وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ[9] أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ[10] الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

1) صحیح مسلم، حدیث:143۔

”اور (فلاح پا گئے) وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہدو معاہدے کی حفاظت کرنے والے ہیں، جو اپنی نمازوں کی نگہبانی ومحافظت کرتے ہیں ،یہی وارث ہیں جو (جنت) فردوس کے وراث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔“ (المؤمنون:8-11)

ثواب وعقاب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اُكْفُلُوا لِي بِسِتٍّ خِصَالٍ وَأَكْفُلُ لَكُمُ الْجَنَّةَ. قُلْتُ: مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: "الصَّلَاةُ، وَالزَّكَاةُ، وَالْأَمَانَةُ، وَالْفَرْجُ، وَالْبَطْنُ، وَاللِّسَانُ"

”مجھے چھ چیزوں کی کفالت وضمانت دے دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں. میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ چھ چیزیں کیا ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز، زکات، شرم گاہ، پیٹ اور زبان۔“[1] (معجم طبرانی کبیر، امام منذری نے (الترغیب والترھیب میں) کہا ہے کہ اس کی سند پر کوئی خاص جرح نہیں ہے۔)

امانتوں کی ادائیگی میں کمی کوتاہی اور فرائض وواجبات دین کی ادائیگی میں سستی ولاپرواہی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں میں خلل وفساد اور بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے جس سے زندگی کا مزہ بڑا تلخ ہو جاتا ہے اور معاشرے کے افراد اور اکائیوں کے تعلقات ورشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور تمام خاص وعام مصالح وفوائد ضیاع اور خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔ تمام مفاہیم وموازین میں فساد و بگاڑ آجاتا ہے اور یہ دنیا کی بربادی کا اشارہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: "مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ" (صحیح بخاری)

”قیامت کب آنے والی ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امانت کو ضائع کیا جانے لگے تو پھر قیامت کے جلد آنے کا انتظار کرو۔“[2]

اے اللہ کے بندو! امانتوں کی ادائیگی کا اہتمام کرو، امانتوں اور واجبات کا تحفظ کرو اور حرام اشیاء سے بچ کر رہو۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ [32] وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ [33] وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ [34] أُولَئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُكْرَمُونَ﴾

”اور (فلاح پا گئے) وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں اور جو گواہیوں پر سیدھے اور قائم رہتے ہیں اور وہ نمازوں پر محافظت ونگہبانی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو جنتوں میں عزت والے ہوں گے۔“ (المعارج:32-35)

چند عظیم امانتیں:

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾

”اللہ تعالی تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں واپس ادا کر دو اور جب لوگوں کے مابین فیصلہ کرو تو عدل وانصاف

1) معجم طبرانی کبیر، حدیث:4925۔
2) صحیح بخاری، حدیث:59۔

سے فیصلہ کرو، یقیناً وہ بہتر چیز ہے جس کی نصیحت تمہیں اللہ تعالی کر رہا ہے۔ بیشک اللہ تعالی سنتا ہے، دیکھتا ہے۔" (النساء:58)

یہ آیت مبارکہ تمام امانتوں کے لئے عام اور شامل ہے اور ان امانتوں میں سے ہی ہمارے یہ وظائف، مناصب، کام یا ڈیوٹیاں اور ان کے حقوق بھی ہیں جس نے ان حقوق کو بخیر وخوبی اسی طرح ادا کیا جیسے اللہ تعالی نے اس پر واجب کئے ہیں۔ اور وہ حقوق بھی با حسن طریق ادا کئے جن کے ساتھ مسلمانوں کی مصلحتیں وابستہ ہیں اور انہیں ہی پورا کرنے کے لئے انہیں ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں تو اس شخص نے اپنے نفس کے ساتھ بھی خیر خواہی کی اور اپنی آخرت کے لیے بھی نیک کام کیا۔ اور جس نے وظائف ومناصب کے حقوق وواجبات کی ادائیگی میں تقصیر اور کمی کوتاہی کی اور لوگوں کے کام کرنے کی ذمہ داری نہ نبھائی یا کام کرنے پر رشوت ستانی کا ارتکاب کیا، یا مسلمانوں کے مال میں خرد برد کی، اس نے اپنی ذات کے ساتھ بھی دھوکہ کیا اور اپنے لئے وہ زادِ راہ جمع کر لیا جو اسے تباہ و برباد کر دینے والا، اس نے اپنے آپ کے ساتھ ظلم وغداری کی۔ صحیح مسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إِذَا جَمَعَ اللهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُرْفَعُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ، فَقِيلَ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ" (صحیح مسلم)

"قیامت کے دن جب اللہ تعالی پہلے اور آئندہ آنے والے تمام انسانوں کو اکٹھا کرے گا تو ہر غدار کی علامت، ایک جھنڈے کی شکل میں بلند کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غداری کا پتہ دینے والا جھنڈا ہے۔" [1] (صحیح مسلم)

اور عظیم امانتوں میں سے ہی لوگوں کی آپ کے سپرد کی گئی چیزیں اور ان کے مال واموال یا حقوق بھی ہیں جن پر انہوں نے آپ کو امین بنایا ہے۔ امام احمد اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: القتل فی سبیل الله یکفر الذنوب كلها إلا الأمانة. قال: يؤتى بالعبد يوم القيامة وإن قتل في سبيل الله ويقال: أدِّ أمانتك، فيقول: أي ربّ! كيف وقد ذهبت الدنيا؟ قال: فيقال: انطلقوا به إلى الهاوية، فينطلقون به إلى الهاوية، وتمثل له أمانته كهيئتها يوم دفعت إليه، فيراها فيعرفها، فيهوى في أثرها حتى يدركها، فيحملها على منكبيه، حتى إذا نظر -ظن- أنه خارج زلت عن منكبيه فهو يهوي في أثرها أبد الآبدين۔

"اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کے دوران قتل (شہید) ہونا تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے سوائے امانت کے وہ کہتے ہیں:" قیامت کے دن بندے کو لایا جائے گا اور اسے کہا جائے گا امانت ادا کرو۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! دنیا ختم ہو گئی اب میں امانت کیسے ادا کروں؟ فرشتوں سے کہا جائے گا:" اسے جہنم میں لے جاؤ، تو وہ اسے جہنم میں لے جائیں گے۔ وہاں اس کے سامنے وہ امانت اسی اصل حالت میں آجائے گی جیسی دنیا میں اس نے لی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر پہنچان لے گا اور اسے پکڑنے کے لئے وہ دوڑے گا یہاں تک کہ وہ اسے پا لے گا۔ پھر وہ اسے اپنے کندھے پر اٹھا لا رہا ہو گا اور جب اسے محسوس ہو گا کہ میں اسے ساتھ لئے جہنم سے نکل جاؤں گا تو وہ اس کے کندھے سے پھر جہنم میں لڑھک جائے گی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسے پانے کے لیے جہنم میں ہی اس کا پیچھا کرتا رہے گا۔ [2]

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

1) صحیح مسلم، حدیث:1735۔
2) بیہقی فی شعب الایمان:5266۔

خیر خواہی: مفہوم کی وسعتیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

22/7/1424ھ، 19/9/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! وہ بہترین چیز جس سے دلوں کو وعظ ونصیحت میسر آتی ہے جس سے نفوس کی تہذیب ہوتی ہے وہ کتاب اللہ کی آیات ہیں یا پھر رسول اللہ ﷺ کے کلام پاک پر مشتمل احادیث ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾

"وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد ﷺ کو) رسول (بنا کر) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور انہیں پاک کرتے ہیں اور (اللہ کی) کتاب اور حکمت و دانائی (سنت) سکھلاتے ہیں اور ان سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔" (الجمعہ: 2)

خصائص مصطفی ﷺ: جوامع الکلم:

پورے گوش ہوش کے ساتھ اور دلوں کے دروازے کھول کر سنیں اور عقل کے ساتھ فکر کریں کہ نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے حرف چند ہی کلمات نے پورے دین اسلام کی تعلیمات کے دریا کو کوزے میں بند کر دیا اور دین و دنیا کے تمام مصالح ومفادات کو یکجا کر دیا ہے۔ جو بھی خیر وبھلائی کا کام ہے۔ وہ ان کلمات میں مذکور ہے اور جو بھی شر و برائی کا کام ہے ان سے ان کلمات نے باخبر کر دیا ہے۔ کیونکہ ہمارے نبی ﷺ کی احادیث میں الفاظ تو بہت کم ہوتے ہیں لیکن وہ بے شمار مضامین ومعانی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہوتے ہیں اور بکثرت نفع آور اشیاء ان میں جمع ہوتی ہیں۔ بعض بعض احادیث تو ایسی ہیں کہ ایک ہی حدیث میں پورے کے پورے اسلام کی تعلیمات سمٹ آئی ہیں۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ"

"احسان یہ ہے کہ آپ اللہ کی عبادت اس طرح کریں گویا آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔"[1] (صحیح مسلم عن عمر رضی اللہ عنہ)

ایسی ہی ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہے: "الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ"

"نیکی وہ جس پر آپ کا دل مطمئن ہو اور نفسیاتی طور پر آپ سکون واطمینان محسوس کریں اور گناہ وہ ہے جو آپ کے نفس میں کھٹکے اور سینے میں تردّد پیدا کرے اور آپ کو یہ اچھا نہ لگے کہ لوگوں کو اس کام کا پتہ چلے اگرچہ آپ کو لوگوں نے فتوی دیا ہو۔"[2] (مسند احمد، اس کا بعض حصہ صحیح مسلم میں بھی ہے)

نبی اکرم ﷺ کے مبارک ومفید جوامع الکلم میں سے ہی آپ کا یہ ارشاد گرامی ہے: "الدِّينُ النَّصِيحَةُ. قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ

1) صحیح مسلم: 8۔
2) صحیح مسلم: 2553۔

وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ "

" دین باہمی خیر خواہی کا نام ہے، دین باہمی خیر خواہی کا نام ہے، دین باہمی خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کس کے لئے خیر خواہی؟ تو آپ نے فرمایا: " اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے، اور مسلمانوں کے آئمہ (وحکام) کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔"[1] (صحیح مسلم عن تمیم الداری رضی اللہ عنہ)

نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد میں حصر پایا جاتا ہے کہ دین خیر خواہی میں محصور ہے، چنانچہ جس نے خیر خواہی کا حظ وافر پالیا اس نے گویا سارا دین ہی پالیا، اور جو جذبۂ خیر خواہی سے محروم کر دیا گیا اس سے دین کا اتنا ہی حصہ فوت ہو گیا جس قدر کہ اس سے خیر خواہی میں کمی ہوئی۔

نصیحت وخیر خواہی:

نصیحت وخیر خواہی کی تفسیر وتشریح یہ ہے جسے نصیحت اور جس کی خیر خواہی کریں، محبت صادقہ کے ساتھ اس کے تمام حقوق ادا کریں اور حقوق کی ادائیگی قولی وعملی اور قلبی ارادوں سے ہوگی۔

اصمعی کہتے ہیں: " ناصح سے مراد کسی فعل کا خالص حصہ ہے اور ہر چیز جو کہ خالص ہو وہ خیر ونصح ہے۔"[2]

امام خطابی کہتے ہیں: " لغت میں نصیحت کا اصل خلوص ہے، کہا جاتا ہے شہد خالص ہوا (نصحت العسل) اور یہ تب کہا جاتا. جب شہد سے چھتے کی شمع وغیرہ نکال کر اسے صاف ستھرا کر لیا جائے۔"[3]

یکے از صفات انبیاء علیہم السلام:

یہ نصیحت وخیر خواہی انبیاء ورسل علیہم السلام کی صفات میں سے ہے جب کہ اس کے برعکس، ملاوٹ ودھوکہ دہی، مکر وفریب اور بدنیتی کفار اور منافقین کی صفات میں سے ہیں، اللہ تعالی نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا

:﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

" میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف ایسی باتیں معلوم ہیں جن سے تم بے خبر ہو۔" (الاعراف:62)

اور حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ انھوں نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا:﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ﴾

" میں تمہیں اللہ کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارا خیر وخواہ وامانتدار ہوں۔" (الاعراف:68)

ایسے ہی حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا:﴿لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ

1) صحیح مسلم:55۔
2) تفسیر قرطبی:7/ 234۔
3) جامع العلوم والحکم:79۔

﴿لَكُمْ وَلَكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ﴾

"میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے اور تمہاری خیر خواہی کی ہے لیکن تم لوگ (ایسے ہو کہ) خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔" (الاعراف: 79)

اسی طرح ہی حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: ﴿يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ آسَى عَلَى قَوْمٍ كَافِرِينَ﴾

"اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں اور تمہاری خیر خواہی بھی کی تھی، تو میں کافروں پر (عذاب نازل ہونے سے) رنج وغم کیوں کروں؟" (الاعراف: 93)

اور اللہ تعالی نے ایک جگہ مطلقا فرمایا ہے: ﴿لَّيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ﴾

"نہ تو ضعیفوں کمزوروں پر کچھ گناہ ہے، نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جن کے پاس خرچ موجود نہیں ہے (کہ شریک جہاد نہ ہوں) جب کہ وہ (اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیر اندیش (اور دل سے ان کے ساتھ) ہوں۔" (التوبہ: 91)

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں:

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ"

"میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔"[1] (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ. قِيلَ: مَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَسَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ، وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ"

"ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں: جب اسے ملیں تو اسے سلام کہیں، جب وہ دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کریں، جب وہ نصیحت وخیر خواہی طلب کرے تو اس کی خیر وخواہی کریں، جب وہ چھینک مارے اور الحمد للہ کہے تو اسے یرحمک اللہ کہیں، جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت ومزاج پرسی کریں اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے کے پیچھے جائیں۔"[2] (صحیح مسلم)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ، وَالنَّصِيحَةُ لِوُلَاةِ الْمُسْلِمِينَ وَجَمَاعَتِهِمْ"

---

1) صحیح بخاری: 57، صحیح مسلم: 56۔

2) صحیح مسلم: 2162۔

"تین امور ایسے ہیں کہ کسی مسلمان کا دل ان کے بارے میں خیانت (وبغض اور شر) میں مبتلا نہیں ہوتا۔اللہ تعالی کے لئے خلوص فی العمل (اخلاص للہ)،حکام کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا۔"[1] (ابن ماجہ،مسند احمد،وصحیح ابن حبان)

اسی حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ تین امور دلوں کی اصلاح کرتے ہیں اور انہیں خیانت،حسد و بغض اور شر وخباثت سے پاک کرتے ہیں۔اور اس امت میں صلحاء وہ ہیں جو اللہ،اس کے رسول ﷺ،اس کی کتاب،مسلمانوں کے حکام اور عوام کے خیر خواہ ہیں۔

امام مزنی (صاحب شافعی رحمہ اللہ) کہتے ہیں:" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام سے محض نماز روزے کی وجہ سے فوقیت نہیں لے گئے تھے بلکہ اس کی وجہ وہ چیز تھی جو کہ ان کے دل میں تھی۔اور جو چیز ان کے دل میں تھی وہ تھی اللہ کے لئے محبت اور اس کی مخلوقات کے لئے خیر خواہی۔"

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں:" ہم میں سے جس نے بھی مرتبہ پایا اس نے یہ مقام نماز روزے سے نہیں پایا۔بلکہ نفیس چیزوں کی سخاوت ،دلوں کی سلامتی اور امت کے لئے خیر خواہی سے پایا۔"

امام ابن المبارک (صاحب ابو حنیفہ رحمہ اللہ) سے پوچھا گیا افضل عمل کون سا ہے؟انہوں نے فرمایا:" اللہ کے لئے خیر خواہی کرنا۔"

معمر کہتے ہیں:" آپ کے لئے زیادہ خیر خواہ وہ ہے جو تمہارے بارے میں اللہ سے ڈرے۔"

بعض سلف صالحین کا کہنا ہے:" جس نے اپنے اور اپنے بھائی کے مابین اسے وعظ کیا تو یہ نصیحت وخیر خواہی ہے،اور جس نے لوگوں کی موجودگی میں اسے وعظ کیا تو اس نے اسے زجر وتوبیخ کی۔"[2]

(1) اللہ کے لئے خیر خواہی:

اللہ کے لئے نصیحت وخیر خواہی کا معنی یہ ہے کہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے،اس کے لئے مکمل خلوص وللہیت ہو،اور وہ نبی اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے عین مطابق ہو اور اس میں اللہ تعالی کے سامنے مکمل خشوع وخضوع،تذلل اور اس سے محبت کے جذبات کارفرما ہوں اور دعاء وپکار،ذبح وقربانی،نذر ومنت،استعانت ومدد طلبی،استعاذہ وپناہ،استغاثہ وتعاون،اس پر توکل وبھروسہ،اسی سے امیدیں وابستہ کرنے،اس کی رحمت میں رغبت رکھنے،اس سے خوف کھانے یا عبادات کی کسی بھی قسم میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے،چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ﴾

"اور صرف اللہ ہی کی عبادت کرو،اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔" (النساء:36)

اور دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾

"اور یہ کہ مسجدیں خاص اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرو۔" (الجن:18)

اللہ کے لئے نصیحت وخیر خواہی یہ ہے کہ اس کی تمام صفات علیا واوصاف حمیدہ پر ایمان لایا جائے جن سے خود اس نے اپنے آپ کو متصف بتایا

1) ابن ماجہ:3056۔
2) جامع العلوم والحکم:78-81-82۔

ہے یا اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی صفات بیان کی ہیں ۔اور ان سب صفات کا اللہ تعالی کے لیے اس طرح ثابت کرنا کہ اس میں ان کی کوئی مثال نہ دی جائے اور اسے ان تمام عیوب ونقائص سے پاک مانا جائے جو کہ اس کی عظمت کے شایان شان ہی نہیں ہیں اور اس کی صفات کو معطل بھی نہ کیا جائے اور اس بات کا مضبوط عقیدہ رکھا جائے کہ تخلیق کائنات تدبیر عالم اور پوری کائنات میں تصرف و ہیر پھیر اور دنیا و آخرت کی تمام بادشاہیاں صرف اس کے لئے ہیں ۔جیسا کہ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾

”خبردار! سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے)۔“ (الاعراف:54)

اللہ کے لئے خیر خواہی میں ہی یہ بھی شامل ہے کہ ہر فریضہ ونافلہ عبادت کے ذریعے اس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور اس کے حرام کردہ امور واشیاء سے اجتناب کیا جائے،جس نے اپنے رب کے ان تمام حقوق کو ادا کیا اس نے اپنے خالق کے لے خیر خواہی کی۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی مراسیل میں سے یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:”اگر کسی کے دو غلام ہوں،ان میں سے ایک اس کا اطاعت شعار ہو اور جب بھی وہ اسے حکم دے تو وہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور اگر وہ کوئی چیز اس کے پاس امانت رکھ دے تو وہ اسے پوری کی پوری واپس لوٹا دے اور اگر وہ اس سے غائب ہو جائے تو اس کی عدم موجودگی میں اس کی خیر خواہی کرے،اور اس کا دوسرا غلام ایسا ہو کہ جب بھی وہ اسے حکم دے تو نافرمانی کرے،جب اس کے پاس کوئی چیز رکھے تو اس میں وہ خیانت کرے اور جب وہ کہیں غائب ہو جائے تو اس کی عدم موجودگی میں (خیر خواہی) کی بجائے دھوکہ دہی کرے،تو بتاؤ تو سہی کیا یہ دونوں غلام ایک جیسے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں،اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:”تم بھی اللہ کے یہاں انہی غلاموں کی طرح ہو“۔(ابن ابی الدنیا)

حضرت ابو امام الباہلی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:”اللہ تعالی کا ارشاد ہے: أحب ما تعبدني به عبدي النصح لي۔

مجھے اپنے بندے کی عبادت میں محبوب ترین عبادت میری خیر خواہی کرنا ہے۔“[1] (مسند احمد)

اللہ کے لئے خیر خواہی میں سے ہی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی جن اقوال واعمال کو محبوب سمجھتا ہے،انہیں محبوب سمجھا جائے اور جن اشیاء وامور سے اللہ تعالی بغض ونفرت کرتا ہے ان سے بغض ونفرت کی جائے۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نصیحت وخیر خواہی کی جامع مانع تشریحات کا مجموعی خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ جس کے لئے نصیحت وخیر خواہی کی جائے وہ چاہے کوئی بھی ہو اس کی طرف دل سے عنایت وتوجہ دی جائے اور اس کی دو قسمیں:

ایک فرض اور دوسری نفل:

اللہ تعالی کے لئے فرض خیر خواہی یہ ہے کہ خیر خواہی کرنے والا دل کی مکمل توجہ کے ساتھ اللہ تعالی کی محبت سے اطاعت کرے کہ فرائض کو ادا کرے اور حرام اشیاء وامور سے اجتناب کرے۔

اور نفلی خیر خواہی یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت کو اپنے آپ سے محبت پر ترجیح دے اور وہ اس طرح کہ اگر اس کے سامنے دو کام پیش آ جائیں جن میں

---

1) مسند احمد:4/80۔

سے ایک میں اس کی خوشی اور دوسرے میں اللہ کی رضاء ہو تو اپنی خواہش پر اللہ کی رضاء کو ترجیح دے۔

(2) کتاب اللہ کے لئے خیر خواہی:

اللہ کی کتاب سے خیر خواہی کا معنی یہ ہے کہ اس سے شدید محبت کرنا، اس کی بھرپور تعظیم کرنا اور اسے سمجھنے میں گہری رغبت رکھنا ہے، اسی طرح اس کے معانی پر تدبر کرنا، حسب استطاعت وحسب توفیق ونصرت ومہاد الٰہی سے اسے حفظ کرنا۔ اس کی ہمیشہ تلاوت کرتے رہنا، اس میں نازل شدہ آداب پر عمل پیرا ہونا، اپنے معاملات میں اس سے فیصلے کرنا، لوگوں کو اس پر توجہ دینے کی دعوت دینا کہ وہ اسے سیکھیں اور دوسروں کو سکھلائیں یہ سب امور کتاب کے لئے خیر خواہی میں شامل ہیں۔

(3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خیر خواہی:

اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی اطاعت کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منع کردہ امور سے اجتناب کیا جائے۔ آپ کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق اللہ کی عبادت کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی حمایت ونصرت (نشر و اشاعت) کی جائے اور آپ کی سنت وطریقہ کو سیکھنے اور دوسروں کو سکھلانے پر توجہ دی جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے ساتھ بغض ونفرت رکھنے والے سے نفرت کی جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیر خواہی میں ہی یہ بھی شامل ہے کہ ظاہر و باطن ہر اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل اقتداء و پیروی کی جائے اور اپنے آپ کو اپنے مال، اولاد، اور اہل سے بھی زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی جائے،

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ"[1] (صحیح بخاری ومسلم)

اور علماء کرام پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ گمراکن خواہشات نفس کو پھیلانے والوں کا رد کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا بھرپور دفاع کریں۔

(4) آئمہ وحکام سے خیر خواہی:

مسلمانوں کے آئمہ وحکام سے خیر خواہی کا معنی یہ ہے کہ ان کی اصلاح کے لئے دعائیں کی جائیں، ان کی صلاح واصلاح اور ان کے عدل و انصاف سے محبت کی جائے اور ان کے اتحاد واتفاق سے پیار کیا جائے اور ان سب امور کے لئے دعائیں مانگی جائیں، ان کی نیکیوں کو عام پھیلانے میں دلچسپی لی جائے اور ان کی کوتاہیوں کے ذکر کرنے سے نفرت کی جائے، اللہ کی اطاعت کے امور میں ان کی اطاعت کی جائے اور ان کے اعزاز وشرف سے محبت کی جائے اور اپنے کسی قول وفعل کے ساتھ ان سے بغاوت نہ کی جائے اور جو شخص ان سے بغاوت کرنے کا کہے اس سے بغض ونفرت کی جائے۔ مسلم آئمہ وحکام کو ان امور کی نصیحت کی جائے جو امت وقوم کے لئے دنیا وآخرت میں خیر و

1) صحیح بخاری: 15، صحیح مسلم: 44۔

بھلائی کا باعث ہوں اور یہ کام رفق ونرمی، حکمت و دانائی اور پورے اخلاص للہ کے ساتھ کیا جائے۔ اپنے مسلم أئمہ وحکام کے خلاف بد دعا نہ کی جائے اور وہ جو ذمہ داری کسی کو سونپیں اسے ادا کیا جائے۔

(5) عام مسلمانوں سے خیر خواہی:

مسلمان عوام الناس سے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے بھی اس چیز کو برا سمجھے جو اپنے لئے برا سمجھتا ہے،

عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ "[1] (صحیح بخاری ومسلم)

اپنے سے چھوٹی عمر والوں پر شفقت کرے اور اپنے سے بڑی عمر والوں کا احترام واکرام کرے۔ حق کے معاملہ میں ان کی مدد کرے، ان کی تعلیم میں دلچسپی لے، انہیں نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے انھیں روکے اور وہ اذیتیں، مصائب ومشکلات اور خطرات جو ان کی راہ میں حائل ہوں انہیں دور کرے۔

اس وقت امت کے لئے بدترین خطرہ اور بہت بڑی مصیبت یہ تخریبی کاروائیاں ہیں جو سراسر دہشت گردی اور ٹیڑھی راہیں ہیں جن میں حرمت والے خون اور حرمت والے اموال کو ناحق طور پر حلال کرلیا گیا ہے۔ پر امن شہریوں کو ہراساں کیا گیا ہے اور امن واستقرار کو تہہ وبالا کیا گیا ہے جو کہ خارجی تکفیری فکر کا ساختشانہ ہے اور زمین میں فساد وبگاڑ بپا کر دیا گیا ہے۔ جس کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت مذمت فرما کر گئے ہیں۔

مسلمان عوام الناس کی خیر خواہی یہ بھی ہے کہ اس تکفیری فکر (خارجیت) کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکا جائے اور مسلمانوں کو اس گمراہ کن فکر سے خبر دار کیا جائے اور جسے ان فساد بپا کرنے اور تخریب کاری کرنے والوں کا کوئی پتہ چلے ان پر واجب ہے کہ وہ ان کے بارے میں حکومت کے اہلکاروں کو اطلاع کریں تا کہ وہ انہیں کیفر کردار تک پہنچا ئیں اور معصوم لوگوں کے قتل، حرمت والے اموال کے ضیاع کا یہ شر وفتنہ اختتام پذیر ہو اور ان کی پردہ پوشی کرنا کسی بھی طرح روا نہیں ہے۔

مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں ان کے دین ودنیا کے تمام نقصانات سے بچایا جائے اور یہ خوارج دین ودنیا دونوں میں فساد وبگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

"اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کہنے کو بجالاؤ، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں حیات بخش چیز کی طرف بلاتے ہیں، اور جان رکھو کہ اللہ تعالی آدمی کے اور اس کے دل کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے، اور بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔" (الانفال:24)

مسلمانو! اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور اس دن ہر شخص کو اپنے کئے کا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا

1) صحیح بخاری:13، صحیح مسلم:45۔

جائے گا۔

وصیت نبوی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جو وصیت فرمائی تھی اسے مضبوطی سے تھامے رکھو، ان سے مخاطب ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

"اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ"

"تم جہاں بھی ہو اللہ کا تقوی اختیار کرو، اور اگر برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی ضرور کرو وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی۔ اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، ہر نیکی کا اجر وثواب ہے اور ہر برائی کا گناہ وعقاب (سزا) ہے تمہارا رب ہر شخص کو دیکھنے والا ہے اور ہر کسی کے ہر فعل کو جانتا ہے اور مخلوق کے اعمال کو شمار کروا رہا ہے اور پھر ان اعمال کی بناء پر ہی انھیں جزاء وسزا دے گا۔"[1] (ترمذی ومسلم)

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: "يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا"

"اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال جو ہیں انہیں میں شمار کروا رہا ہوں، پھر میں تمہیں انہیں کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ جو شخص کوئی خیر وبھلائی پائے اس پر اللہ کا شکر کرے اور جو شخص کچھ اور (خیر وبھلائی کے علاوہ) پائے تو وہ اپنے آپ کے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔ ہر شخص کو کتاب ملے گی کوئی دائیں میں لئے ہوئے ہوگا اور کوئی بائیں ہاتھ میں۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا﴾

"ہم نے ہر انسان (کی برائی وبھلائی) کا پرندہ اس کے گلے لگا دیا ہے اور بروز قیامت ہم اس کے سامنے اس کا نامۂ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے اوپر کھلا ہوا پا لے گا۔" (بنی اسرائیل:13)

اس روز قیامت کے لئے تیاری کرلیں اور روز قیامت کے لئے نیک اعمال اپنے لئے آگے اتنے بھیج لیں جس قدر کہ تمہاری استطاعت میں ہے۔

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

1) ترمذی:1987، صحیح مسلم:2577۔

اللہ کی ان گنت نعمتیں اور سعودی عرب کے خصائص و امتیازات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

1424/7/29ھ، 2003/9/26ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کا تقوی اختیار کریں جو کہ پوشیدہ و اعلانیہ ہر صورت میں ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ کا تقوی ہی بہترین عمل اور عمدہ ترین ذخیرۂ آخرت ہے۔

مسلمانو! آپ لوگوں پر اللہ کی ظاہری و باطنی ہر طرح کی نعمتیں ہیں۔ اللہ کا شکر ادا کرو گے تو وہ ان میں مزید اضافہ فرمائے گا اور انہیں آپ کے لئے محفوظ بھی رکھے گا۔ آپ پر اللہ کی اس قدر نعمتیں ہیں کہ جنہیں گننا اور شمار کرنا بس سے باہر ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

"اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو شمار نہ کر سکو گے۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔" (النحل:18)

کیا لوگوں کے لئے ممکن ہے کہ وہ اپنی سانسیں یا آنکھوں کی پتلیوں کی حرکتیں گن سکیں۔ وہ کبھی بھی نہیں گن سکتے اور اللہ کی نعمتیں تو ان سانسوں اور آنکھوں کی پتلیوں کی حرکات سے بھی زیادہ ہیں۔

سعودی عرب پر اللہ کی نعمتیں:

اے لوگو! اللہ نے آپ پر اپنے افضال و اکرام کا سایہ کر رکھا ہے اور اس ملک پر تو اس کی اتنی نعمتیں ہیں کہ تم انہیں شمار ہی نہیں کر سکتے چہ جائیکہ ان کا شکر ادا کر سکو۔ اللہ نے آپ کو بعض ایسی خصوصیات سے نواز رکھا ہے کہ جن کی قدر کرنا اور ان کا خیال رکھنا ہم پر لازم ہے اور پوشیدہ و اعلانیہ ہر شکل میں اللہ کا شکر کرنا واجب ہے۔

(1) اللہ نے اس ملک کو جن خصوصیات سے سرفراز کر رکھا ہے۔ انہی میں سے ایک ہے کہ اسے طرح طرح کی جماعتوں (پارٹیوں اور دھڑے بندیوں) مختلف نظریات اور نقصان دہ افکار سے محفوظ کر رکھا ہے جن کے نقصانات کا اثر اس ملک پر بھی ظاہر ہو گیا ہے، جن سے اللہ نے اس ملک کو بچایا ہوا ہے۔ ہمارے ملک میں ایسی پارٹی بازی کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے اس ملک کے شہریوں کا دین، اسلام ہے جو کہ پارٹی بازی کی لعنت اور خواہشات پرستی کو حرام قرار دیتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾

"اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور باہم تفرقہ نہ کرو اور اپنے او پر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو کہ تم باہم دشمن تھے۔ اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کی بدولت بھائی بھائی بن گئے۔" (آل عمران:103)

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾

"وہ لوگ جنہوں نے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور مختلف دھڑوں میں بٹ گئے، ان سے آپ کو کوئی کام نہیں۔" (الانعام:159)

اسلام دین حق ہے اور حق لوگوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرتا ہے انہیں تفرقہ بازی میں مبتلا نہیں کرتا۔ اور مسلمان اس حق، اور اس حق کو نافذ

کرنے والوں اور اس ملک کا دفاع کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ جس پر کہ حق کا غلبہ ہے اور وہ ہر قسم کا دفاع کر رہے ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ مسلمان کی اصل غرض وغایت اسلام کی مدد ونصرت ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے حکام وامراء کی نفاذ شریعت کے سلسلہ میں مدد کرے، اور اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ دین کے اس وطن کا دفاع کرے اور جب ان سب باتوں پر مسلمان کا اتفاق ہے تو پھر ہمارے ملک میں اس پارٹی بازی و دھڑے بندی کی کوئی جگہ ہی نہیں ہے۔

یہ پارٹیاں مختلف نظریات وخواہشات والی ہوتی ہیں اور یہ خواہشات امت کو کمزور کر دیتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ ولی امر (حاکم) کو رعایا کے اہم مفادات سے بھی ہٹا کر دوسرے ہی کاموں میں مشغول کر دیتی ہیں۔

(2) مسلمانوں کی بہترین حالت تب ہوتی ہے جب امت کے دلوں پر دین کی حکومت اور اس کا تسلط ہو اور ساتھ ہی حاکم بھی اپنے اثر ونفوذ میں خوب طاقت ور ہو اور اگر بعض دلوں پر دین کی حکومت تو کمزور ہو مگر حاکم کی قوت ونفوذ قوی ہو تو بھی معاملات میں کامیابی ہو جاتی ہے اور ملک سے اہل فساد لوگوں اور تخریب کاروں کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے۔ اور اس مملکت میں حاکم اور اس کے نائبین سب کے سب اللہ کے فضل وکرم سے قوی ہیں۔ اور اللہ کے فضل وکرم کے بعد ان کے قوی ہونے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ حاکم اور رعایا کے مابین قوی علاقہ وتعلق ہے۔ کیونکہ دین اسلامی نے یہ چیز واجب کر رکھی ہے کہ حق پر جمع رہو، باہم کندھے سے کندھا ملا کر حق کے مددگار بنو اور اختلافات وتفرقہ بازی کو چھوڑ دو۔

(3) ہم ان انصار ومہاجرین صحابہ کرام اور خلوص کے ساتھ ان کی روش پر چلنے والے لوگوں کے عقیدے کے مطابق چل رہے ہیں۔ جن کی اللہ تعالی نے اپنی کتاب مقدس میں تعریف کی ہے۔ اور جو شخص اس منہج سے ہٹ جائے یا راہ حق سے بھٹک جائے، ایسے آدمی کے ساتھ مذاکرات وگفتگو کرنا اس کی ہدایت ورجوع الی الحق کا سبب بن سکتا ہے۔ اللہ تعالی نے مہاجرین وانصار اور سابقین الاولین کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾

”اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جنھوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی یہ لوگ سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لئے (اللہ کے یہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔“ (الانفال:74)

ہم اللہ کے شکر گزار اور اس کی حمد وثناء کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا کیونکہ اسلام بندوں پر سب سے بڑی نعمت ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾

”آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کر لیا ہے۔“

(المائدہ:3)

مسلمان ہدایت الہی پر ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ کے لئے خشوع وخضوع کرنے والا، متواضع ومنکسر المزاج اور اپنے رب کے لے عاجزی وفروتنی کرنے والا ہوتا ہے، وہ اللہ کے بندوں کو حقیر نہیں سمجھتا، وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرتا۔ اسلام نے اس پر ظلم کرنے کو حرام

قرار دے رکھا حتی کہ غیر مسلم لوگوں پر بھی ظلم و زیادتی کرنا اسلام میں حرام ہے اور مسلمان کو اس کے دین نے انسانوں کے ساتھ عدل و انصاف، احسان، رحم و کرم اور خیر و بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے اور انسان کے لئے خیر و بھلائی یہ ہے کہ اسے حکمت و دانائی، اچھی نصیحت و خیر خواہی اور اسے جائز و مشروع طریقے سے دعوت دی جائے جو کہ حق کی قدر کا باعث بنے اور باطل کا ستیاناس کر دے۔ چنانچہ ارشاد الہٰی ہے:

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾

”(اے پیغمبر) لوگوں کو اپنے رب کے راستے (دین اسلام) کی طرف دعوت دیں حکمت و دانائی اور نیک نصیحت سے اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان کے ساتھ مناظرہ و مجادلہ کریں، جو اس کے راستے سے بھٹک گیا۔ آپ کا رب اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو ہدایت یافتہ (صحیح راہ پر چلنے والے) ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔“ (النحل:125)

(4) اسلام کی مسلمان کے یہاں اتنی قدر و قیمت ہے کہ یہ مسلمان کو اپنی جان و مال اور اہل و عیال سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مسلمان کبھی مال سے خالی ہاتھ ہو جائے۔ کبھی وہ جاہ و منصب کھو بیٹھتا ہے اور کبھی مختلف مصائب و مشکلات میں مبتلا ہوسکتا ہے لیکن جب تک اس کا دین محفوظ رہے وہ سعادت و خوشی میں رہتا ہے۔

عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ: إِنَّا لَجُلُوسٌ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ طَلَعَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَهُ مَرْقُوعَةٌ بِفَرْوٍ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَى لِلَّذِي كَانَ فِيهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِي هُوَ الْيَوْمَ فِيهِ" (ترمذی)[1]

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی مثال آپ کے سامنے ہے جو کہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے والے پہلے مہاجر ہیں، انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینے اور انہیں قرآن کی تعلیم سے مزین کرنے کے لئے روانہ فرمایا، وہ ایک خوشحال و مالدار نوجوان تھے۔ جب وہ مسلمان ہو گئے تو ان کی ماں نے انہیں مال سے محروم کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس حال میں دیکھا کہ رنگ بدل چکا ہے اور وہ انتہائی پھٹے پرانے لباس میں ملبوس ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں کہ وہ کس مشقت میں مبتلا کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن مال دنیا چھن جانے کے باوجود وہ دولت دین کی وجہ سے غنی تھے اور انہوں نے غزوۂ احد میں جام شہادت نوش کیا۔[1]

عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَبِيلِ اللهِ، نَبْتَغِي وَجْهَ اللهِ، فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ، فَمِنَّا مَنْ مَضَى لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا، مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ، فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ شَيْءٌ يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا نَمِرَةٌ، فَكُنَّا إِذَا وَضَعْنَاهَا عَلَى رَأْسِهِ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا وَضَعْنَاهَا عَلَى رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ضَعُوهَا مِمَّا يَلِي رَأْسَهُ، وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ الْإِذْخِرَ، وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا"[2]

1) ترمذی:2476۔
2) صحیح بخاری:3897، صحیح مسلم:940۔

(5) اس ملک کے خصائص وامتیازات میں سے ہی یہ بھی ہے کہ اس میں بیت اللہ ہے جو کہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا قبلہ ہے اور دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کے دل اس کی زیارت کے لئے ہر وقت بیتاب و بے قرار رہتے ہیں۔ اور اس بیت اللہ الحرام کو اللہ تعالی نے لوگوں کے مفادات کو منظم کرنے کا سبب و ذریعہ بنا رکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ﴾

"اللہ نے رعب وعزت والے گھر، کعبہ شریف کو لوگوں کے لئے موجب امن (باعث قیام وگزران) مقرر فرمایا ہے۔" (المائدہ:97)

علماء تفسیر نے لکھا ہے: "بیت اللہ شریف ان کے معاش اور دین کا مدار ہے۔ اس کے سایوں میں وہ اپنے دین و دنیا کے مصالح ومفادات پاتے ہیں۔ اس میں ان کا خوفزدہ امن پاتا ہے، ان کا ضعیف وکمزور مدد ونصرت حاصل کرتا ہے۔ اسی کے پاس ان کی تجارت میں منافع آتا ہے اور اس میں عبادت گزار عبادت کرتے ہیں۔"

(6) اس مملکت کے امتیازات میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ اس میں مسجد نبوی ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی مساجد میں سے آخری مسجد ہے۔ جس میں ایک نماز کا ثواب اللہ تعالی نے دوسری مساجد کی نسبت ایک ہزار نماز سے بھی افضل قرار دیا ہے اور مدینہ منورہ کی خاک پاک میں ہی رسول اللہ ﷺ کی آخری آرام گاہ ہے اور نبی اکرم ﷺ کے سوا کسی دوسرے نبی کی قبر کا قیام معروف نہیں ہے۔

(7) سعودی عرب کے امتیازات وخصائص میں سے ہی اس کے شرعی کورٹ بھی ہیں جو کہ شرعی قوانین کے ساتھ مال واموال، خون، لڑائیوں، حدود وتعزیرات، لڑائی جھگڑوں اور دوسرے کیسز میں فیصلے صادر کرتے ہیں، ان شرعی محاکم میں حاکم ومحکوم سب برابر ہیں۔

(8) اس ملک پر اللہ نے جو نعمتیں نازل کر رکھی ہیں انہی میں سے ہی ایک عظیم نعمت یہ بھی ہے اس ملک میں امن وامان خیمہ زن ہے، جس میں لوگ اپنے جان ومال، خون اور دینی و دنیوی مصالح ومفادات پر مکمل امن وامان پاتے ہیں اور اس سلسلہ میں یہ ملک ساری دنیا میں ضرب المثل بن چکا ہے اور اللہ کے فضل سے امن وسلامتی کے معاملہ میں ہمارا یہ ملک تمام ممالک عالم پر فوقیت حاصل کر چکا ہے۔ وللہ الحمد پچھلے دنوں جو دہشت گردی اور تخریب کاری کے بعض واقعات رونما ہوئے ہیں یہ بیرونی ممالک سے درآمدہ شدہ نقصان دہ افکار ونظریات فاسدہ کا نتیجہ تھے۔ اور حکام وعلماء نے ان افکار وحوادث کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے اور پورے حزم وجزم کے ساتھ ان کے خلاف جنگ کر کے ان کا محاصرہ کر لیا ہے۔ ان تکفیری افکار نے ہمارے تعلیمی مناہج وکورسز پر بھی حملے کئے جبکہ ہمارے مدارس کے تعلیمی کورسز کو پڑھ کر صرف ایسے لوگ سامنے آتے ہیں جو اپنے دین ووطن کے خادم ہوتے ہیں اور وہ پوری انسانیت کے لئے خیر وبھلائی چاہتے ہیں۔ لیکن ہر قاعدہ کے بعض استثناءات بھی ہوتے ہیں۔ اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾

"ہر کسی کو اپنے کئے ہوئے فعل کا بدلہ ملے گا اور کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ ہرگز نہیں اٹھائے گا۔" (الانعام:164)

اسی منحرف گروہ کی دہشت گردی وتخریب کاری سے اس ملک کے امن وامان متاثر نہیں ہوں گے۔ ان کی ان حرکتوں کی حیثیت ایک بلبلے سے بڑھ کر نہیں جو ہوا کے معمولی جھونکے سے ہی پھٹ کر ناپید ہو جاتا ہے۔

(9) اس ملک پر اللہ نے جو انعامات کئے ہیں انہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں سیاسی امن واستقرار پایا جاتا ہے جس کی بدولت ملک کے تمام حالات میں سکون واستقرار آجاتا ہے۔ زندگی خوشحال ہو جاتی ہے۔ آبادی بڑھتی ہے اور عروج وترقی حاصل ہوتی ہے۔ رہائشی مسائل میں آسانیاں ملتی ہیں اور لوگ اپنے اموال کو لوگوں کے مفادات کے لئے صرف کرتے اور سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ ایسے میں دین کی عزت وآبرو بڑھتی ہے اور فتنوں کی سرکوبی ہوتی ہے۔

(10) اللہ تعالی نے اس ملک کو جن نعمتوں سے نواز رکھا ہے انہی میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ انسان کے حقوق شریعت اسلامیہ کے زیر سایہ محفوظ ہیں اور اس ملک کے دشمن ہمارے ملک میں عورتوں کے حقوق میں کمی یا ان کے سلب کئے جانے کی زبان درازیاں کرتے ہیں۔ اسی طرح اس ملک میں حدود وتعزیرات کے نفاذ پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ یہ چیز انسانی حقوق کے خلاف ہے۔ ان کا یہ انتہائی برا قول ہے اور اس کے پیچھے چھپے ان کے مقاصد اس سے بھی بدترین ہیں۔ اس ملک میں عورت ماں ہو یا بیٹی، بہن ہو یا پھوپھی، خالہ ہو یا بھتیجی، بھانجی ہو یا بیوی، ہر خاتون کو اس کے تمام حقوق بخوبی حاصل ہیں جنہیں اس کے تمام قرابت دار ادا کرتے ہیں اور اس کا ہر رشتہ دار ان حقوق کو اپنا اسلامی فرض سمجھ کر ادا کرتا ہے اور اس میں وہ اپنے اوپر کوئی جبر واکراہ بھی نہیں پاتا بلکہ وہ پوری خوشدلی، انشراح صدر اور اختیار کامل سے سر تسلیم خم کرتے ہوئے ان حقوق کو ادا کرتے ہیں۔ شوہر اپنی بیوی کے حقوق خود ادا کرتا ہے اور اسے کسی دوسرے کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑتا، عورت اس ملک میں اپنے تمام شہری حقوق کو بھی پاتی ہے اور اس کے لئے معزز ومکرم زندگی کی تمام سہولتیں مہیا ہیں وہ ملازمتیں جو اس کی طبیعت وفطرت اور استعداد وہیئت سے مناسب رکھتی ہیں وہ اسے میسر ہیں۔ ان میں صرف ایک ہی شرط ہوتی ہے کہ وہ کام دین واخلاق کے منافی نہ ہوں، اور عورتیں اپنے گھروں میں جو خدمات سرانجام دیتی ہیں اور معاشرے کے لئے جو نسلوں کی تربیت کرتی ہیں۔ یہ کام نوکر چاکر تو نہیں کر سکتے۔

ہمارے ملک میں عورت کو جو مقام حاصل ہے اس کا عشر عشیر بھی دوسروں ملکوں کی عورتوں کو حاصل نہیں ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہاں عورتوں کے حقوق سلب وہضم کئے گئے ہیں۔ یہ دراصل اعداء دین ودشمنان بلد کی ایک چال ہے جس کے ذریعے وہ عورت کو اس کے دین واخلاق اور اسلامی قدروں سے نکالنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اسے سستا بازاری مال بنا کر ہر جگہ پر سجا دیں۔

ہمارے معاشرے میں عورت کی عمر جب بڑی اور طاقت کمزور ہو جاتی ہے تو اس کا مقام ومرتبہ اور عزت واحترام مزید بڑھ جاتا ہے، وہ لوگ جو عورت کے حقوق کی بات کرتے ہیں وہ ذرا اپنے ملکوں کی عورت کی حالت پر تو نظر دوڑا کر دیکھیں، وہاں اسے کوئی عزت واحترام حاصل نہیں بلکہ اس کی عزت وکرامت کی توہین کی جاتی ہے، وہ اپنی عزت وشرف کو داؤ پر لگا دیتی ہے مگر پھر بھی اس کے عوض جتنا کھوتی ہے اتنا نہیں پاتی؟ کیا وہ لوگ شادی کی عمر تک پہنچنے والی ڈالی کو گھر سے نکال باہر نہیں کرتے؟ اور اسے زندگی کی سختیوں اور بشری بھیڑیوں کے رحم وکرم کے سامنے نہیں ڈال دیتے۔ اب وہ کتے پالنے پر مجبور ہو جاتی ہے تا کہ ان سے وہ اس وفا کا کچھ حصہ حاصل کر سکے جو اسے انسان سے نہیں ملی۔ اور جب وہ بڑی عمر میں کسی کام کے قابل نہ رہے تو اسے "بزرگ خانے" (معذور خانے) میں نہیں پھینک دیا جاتا جہاں موجود ہوتے ہوئے بھی وہ ایک گمشدہ کی زندگی گزارتی اور وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی ایک میت کی طرح وقت پاس کرتی ہے، کیا یہی عورت کے

حقوق ہیں؟

(شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں کو پتھر نہیں مارنے چاہیں۔)

حکم الٰہی کا نفاذ:

جہاں تک ان اعداء دین کا حدود و تعزیرات کے نفاذ کے خلاف بدزبانی کرنے کا معاملہ ہے جو کہ سعودی عرب میں رائج ہے جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا وغیرہ تو یہ حدود اللہ کے حکم سے نافذ کی جاتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

"اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کا ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کے اس فعل کی سزا ہے جو کہ اللہ کی طرف سے عبرت ہے اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔" (المائدہ:38)

اور جس ذات گرامی نے ان حدود کا قانون بنایا ہے وہ اللہ تعالی ہے جو کہ تمام جہانوں کا پروردگار اور تمام کائنات سے زیادہ رحم و کرم کرنے والا ہے۔اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:"إِقَامَةُ حَدٍّ بِأَرْضٍ خَيْرٌ لِأَهْلِهَا مِنْ مَطَرِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً"

"اللہ کی مقرر کردہ حدود میں سے کسی حد کا قائم کرنا چالیس دن تک بارش برسائے جانے سے بھی زیادہ باعث خیر و برکت ہے۔"[1] (نسائی)

ناحق شور:

وہ لوگ جو مفسدوں باغی مجرموں کے قصاصاً قتل کئے جانے میں چیختے چلاتے اور شور مچاتے ہیں، کیا انہیں ان لوگوں کے قتل پر غم نہیں ہوتا جنہیں بلاسبب ہلاک کر دیا گیا ہے؟ یا جن کے اموال چھین لئے گئے؟ صرف ایک حد کو قائم کر دینا لاکھوں لوگوں کے جان و مال کو اہل فساد کی تخریب کاری اور لایعنی حرکتوں سے محفوظ کر دیتا ہے۔

نفاذ حدود کی بعض برکات:

اللہ کے نازل کردہ شرعی قوانین سے فیصلے کرنا زمین کی اصلاح کا باعث ہے،وہ حقوق انسانی کو سلب کرنا ہرگز نہیں ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ [49] أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾

"اور جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے،اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے بچتے رہیں کہ کسی حکم سے جو اللہ نے آپ پر نازل کیا ہے یہ کہیں آپ کو بہکا نہ دیں اور اگر یہ نہ مانیں تو جان لیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ تو فاسق و نافرمان ہیں۔کیا یہ زمانہ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں؟ اور جو یقین رکھتے ہیں

---

1) نسائی:4920۔

ان کے لئے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟" (المائدہ:50-49)

شکرانِ نعمت:

لوگو! ہم پر اور آپ پر اللہ کی نعمتیں بہت بڑی بڑی اور اس کے فضل و احسان کا کوئی شمار ہی نہیں اور یہ چیز ہم پر اللہ کا شکر کرنا واجب کر دیتی ہے اور اللہ کا شکر یہ ہے کہ اس کا خوف وتقوی اختیار کیا جائے اور اس کے دین پر استقامت کا مظاہرہ کیا جائے۔ارشاد الٰہی ہے:﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾

"اور جب تمہارے رب نے تمہیں آگاہ کیا کہ اگر شکر کرو گے تو میں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے۔" (ابراہیم:7)

اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ہمارا آج سابقہ کل سے بہتر ہو اور ہمارا آئندہ کل ہمارے آج سے اچھا ہو، کیونکہ اللہ تعالی نے ہمیں قرآن کریم کی پہلی ہی سورت کے شروع میں ہمیں تقوی اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے اور آخر میں نازل ہونے والی آیت میں بھی تقوی کا حکم ہی دیا ہے اور ان کی درمیانی مدت میں بھی اللہ تعالی نے بکثرت آیات میں تقوی اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے تاکہ مسلمان اپنے تمام حالات میں ہی اللہ کا تقوی اختیار کرے اور زندگی کے آخری سانس تک وہ تقوی میں روز بروز بڑھتا ہی چلا جائے اور بلند سے بلند تر درجات کو پہنچتا جائے تاکہ دنیا و آخرت کی خیرات پا سکے اور ارشاد الٰہی ہے:﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

"اور (اچھا) انجام تو اہل تقوی (پرہیز گاروں) کے لئے ہی ہے۔" (القصص:83)

ہمارا دین ہم پر واجب قرار دیتا ہے کہ ہم اپنے ولی امر (حکام) کا دست و بازو بن کر رہیں اور کسی بھی طرح کا چیلنج درپیش ہونے کی شکل میں اس کے کندھے سے کندھا ملا کر اس کے ساتھ مل کر اس کا مقابلہ کریں۔وہ چیلنج ہمارے دین اسلام کو ہدف بنانے والا ہو یا اس کی تعلیمات پر انگلی اٹھائے یا چاہے وہ ہمارے معاشرے کے قواعد و ضوابط اور امتیازات پر حرف گیری کرے، بلکہ اس ملک کا تو روئے زمین کے ہر مسلمان پر حق ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اس ملک کو نوازا کچھ ایسے خصائص و امتیازات سے کہ جو بڑے معروف اور بڑی ہی فضیلت والے ہیں۔اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

"اور بر وتقوی کے (نیک) کاموں پر باہمی تعاون کرو لیکن گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں کسی کا تعاون نہ کرو اور اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرو۔بیشک اللہ بڑے ہی عقاب و عذاب والا ہے۔" (المائدہ:2)

اور ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

"اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو فرقوں میں بٹ گئے اور نشانیاں آجانے کے بعد بھی وہ اختلافات میں مبتلا ہو گئے اور ایسے لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔" (آل عمران:105)

اورارشاد باری تعالی ہے:﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾

”اوراس دن سے ڈرو جبکہ تم اللہ کے حضور لوٹ کر جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کا کچھ نقصان نہ ہوگا۔“ (البقرہ:281)

معرفتِ نعمت:

اللہ والو! بندہ چاہے کتنی بھی اطاعت وعبادت کرے اور حرام کردہ امور واشیاء سے بچے اس کے باوجود وہ اللہ کے احسانات کا شکر ادا نہیں کرسکتا۔البتہ بندے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کی معرفت اور پہچان تو حاصل کرلے اور اسے اس بات کا شعور ہو جائے کہ اس پر اللہ کی جس قدر نعمتیں ہیں یہ ان کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہے۔اور اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اللہ کا قرب حاصل کرنے میں کوشاں رہے اومیانہ روی اختیار کرے۔اخلاص نیت سے کام لے اور نبی ﷺ کی اتباع کرے۔اللہ کی نعمتوں کے شکر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ان نعمتوں کا تذکرہ کرے۔چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾

”اوراپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتے رہیں۔“ (الضحی:11)

نعمتوں کے شکر کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ نعمتوں سے نوازنے والے رب عظیم سے محبت رکھیں۔ایسے ہی فعل وعمل کے ذریعے بھی نعمتوں کا شکر ادا کیا جاسکتا ہے اور وہ یوں کہ اطاعت وعبادت میں مزید بڑھ جائیں اور ان نعمتوں کو ایسے مصارف میں لگائیں جو رضاءالہی کا باعث ہوں۔

چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ﴾

”اے داؤد کی اولاد (میرا) شکر ادا کرو اور میرے بندوں میں شکر گزار تھوڑے ہیں۔“ (سباء:13)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لِمَ تَصْنَعُ هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ، وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؛ قَالَ: أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا"

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ آپ راتوں کو اتنا طویل قیام فرماتے ہیں کہ آپ کے قدم مبارک (متورم ہوکر) پھٹنے لگتے ہیں۔(اتنی مشقت کی کیا ضرورت ہے) جبکہ اللہ تعالی نے آپ اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے ہوئے ہیں۔اس پر نبی ﷺ نے فرمایا تھا:”اے عائشہ! کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟“[1] (صحیح بخاری ومسلم)

اللہ کے بندو! قبروں میں جابسنے سے پہلے پہلے اپنے نفسوں کا محاسبہ کرلو اور کوئی ایسی عبادت پیش کرلو جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا سکے۔ارشاد الہی ہے:﴿وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ﴾

”اور (اللہ کے نزدیک) قیامت کے دن کا آنا جیسے آنکھ کا جھپکنا، بلکہ اس سے بھی جلد تر ہے۔“ (النحل:77)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

1) صحیح بخاری:4837، صحیح مسلم:2820۔

مقام صحابہ کرام وخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الباری الثبیتی حفظہ اللہ
7/8/1424ھ ,17/10/2003

حمد وثناء کے بعد!

مقام صحابہ وصحابیت:

اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اولیاء اللہ کے سردار، اہل تقوی کے چیدہ و برگزیدہ، اہل ایمان کے قدوہ اور مسلمانوں کے اسوہ ونمونہ ہیں ۔ وہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے بعد دنیا میں اللہ کے سب سے بہترین بندے ہیں ۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے علم کو حاصل کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انہوں نے دین کے دشمنوں سے جہاد بھی کیا، انھیں اللہ نے تمام انبیاء کے خاتم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کے شرف سے نوازا اور خوشی وغم کے ہر موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت سے شرفیاب فرمایا اور انہوں نے اللہ عزوجل کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا یہاں تک کہ اپنے انہی اعمال عالیہ کی بدولت وہ ساری مخلوقات میں (انبیاء ورسل کے بعد) برگزیدہ لوگ بن گئے اور نبی معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت وگواہی کے ذریعے افضل القرون (خیر القرون) بن گئے ۔ وہ تمام سابقہ وآئندہ اور پہلی و پچھلی امتوں میں سے بہترین لوگ ہیں ۔

یہ وہی تھے جنھوں نے اسلام کے ستون قائم کیے، دین کے محلات تعمیر کیے، شرک کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں اور دین اسلام کا نور اس آباد دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دیا ۔ اسلامی مملکت بہت وسیع وعریض ہوگئی اور زمین پر ایمانی شریعت نافذ ہوگئی ۔ وہ لوگوں میں انتہائی دقیق الفہم اور گہرے علم والے تھے، ایمان کے بہت ہی زیادہ صادق وسچے اور عمل کے بڑے ہی دھنی اور اچھے تھے ۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر تربیت پائی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمی چشمۂ صافی سے سیراب ہوئے تھے ۔ انہوں نے قرآن کو نازل ہوتے دیکھا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ونگرانی میں اسلام کو نافذ کرنے کا زمانہ پایا تھا ۔

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

مسند احمد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: " إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاخْتَارَ مُحَمَّدًا، فَبَعَثَهُ بِرِسَالَاتِهِ، وَانْتَخَبَهُ بِعِلْمِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ النَّاسِ بَعْدَهُ، فَاخْتَارَ لَهُ أَصْحَابَهُ، فَجَعَلَهُمْ أَنْصَارَ دِينِهِ، وَوُزَرَاءَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. "

"اللہ تعالی نے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو تمام بندوں کے دلوں میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو سب سے بہترین پایا تو اسے اپنے لئے منتخب کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا پیغام رسالت دے کر مبعوث فرمایا، پھر اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کے بعد بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے دل تمام مخلوق کے دلوں سے بہتر پایا تو انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وزراء منتخب فرما دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے

ہوئے دین کے لئے جہاد وقتال کرتے تھے۔"[1] (مسند احمد، مسند الطیالسی)

شرف صحابیت وصحابہ: قرآن کریم آئینے میں:

جسے نبی اکرم ﷺ کا ساتھ نصیب ہوا یا مسلمانوں میں سے جس نے آپ ﷺ کو (ایمان کی حالت میں) دیکھا وہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل اور ان کے مقام ومرتبہ کو بتانے والی صریح آیات قرآنیہ اور صحیح احادیث موجود ہیں۔ جن میں سے ہی ایک یہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

"اور جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے پہلے ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے خلوص (نیکوکاری) کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، (اور وہ) ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔" (التوبہ:100)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا [18] وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾

"(اے نبی ﷺ) جب مومن آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے خوش ہو گیا اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کر لیا اور ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت فرمائی اور بہت سی غنیمتیں جو انھوں نے حاصل کیں۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔" (الفتح:18-19)

اور جس سے اللہ راضی ہو جائے اس کے لئے ممکن ہی نہیں کہ اس کی موت کفر پر آئے کیونکہ اصل اعتبار اسلام پر وفات کا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ"

"جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت (رضوان) کی تھی ان میں سب کوئی شخص جہنم میں نہیں جائے گا"[2] (ترمذی، ابوداود، مسند احمد)

اور ارشاد ربانی ہے: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی اصلاح کے لئے نکالے گئے ہو۔" (آل عمران:110)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں پر اس امت اسلامیہ کی خیر و بہتری ثابت فرما دی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے اللہ کی اس شہادت کے مقابلے میں دوسری کوئی چیز نہیں آسکتی۔ اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ [8] وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ

1) مسند الطیالسی:243۔
2) ترمذی:3860۔

﴿أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

"اوران مفلسین، تارکین وطن کے لئے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے ہیں (اور) وہ اللہ کے فضل وخوشنودی کے طلب گار ہیں اوراللہ اوراس کے رسول اللہ ﷺ کے مددگار ہیں یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں۔اور(ان لوگوں کے بھی) جومہاجرین سے پہلے (ہجرت کر کے) گھر (مدینہ منورہ) میں مقیم اورایمان میں (مستقل) رہے (اور) جولوگ ہجرت کرکے ان کے پاس آتے ہیں، ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ انہیں ملا اسی سے اپنے دل میں کچھ خواہش نہیں پاتے اور انھیں اپنی جانوں سے بھی مقدم رکھتے ہیں خواہ انہیں خود ضرورت ہی ہو اور جو شخص حرص نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح ومراد پانے والے ہیں۔" (الحشر:8-9)

اورارشاد باری تعالی ہے:﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ﴾

"اس دن اللہ کے نبی (ﷺ) کو اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں، انہیں رسوا نہیں کرے گا بلکہ ان کا نور ایمان ان کے آگے اور دائیں جانب (روشنی کرتا ہوا) چل رہا ہوگا۔" (التحریم:8)

اورایک مقام پر اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾

"محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جولوگ ان کے ساتھ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ہیں وہ کافروں کے خلاف تو بڑے سخت ہیں لیکن آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔آپ انھیں دیکھتے ہیں کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سربسجود ہیں اور اللہ کا فضل اوراس کی خوشنودی طلب وتلاش کر رہے ہیں (کثرت) سجود سے ان کی پیشانیوں پرنشان پڑے ہوئے ہیں۔" (الفتح:29)

فضائل وشرفِ صحابہ: احادیث کی روشنی میں:

قرآن کریم کی ان آیات کی طرح ہی نبی اکرم ﷺ کی احادیث بھی فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ناطق ہیں۔چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ . قَالَ عِمْرَانُ: فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهِ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا"

"میری امت کا بہترین طبقہ وہ لوگ ہیں جو کہ میرے زمانے والے ہیں۔پھر وہ جو ان کے بعد والے (تابعین) ہیں۔اور پھر وہ جو ان کے بعد والے (تبع تابعین) ہیں۔"

حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین کا۔"[1] (صحیح بخاری)

اورمسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:"لَا تَسُبُّوا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِي، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ"

1) صحیح بخاری:3650،صحیح مسلم:2535۔

"میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو گالی نہ دو، تم میں سے اگر کوئی شخص جبل احد کے برابر سونا بھی صدقہ کر دے تو وہ کسی صحابہ کے ایک مد (مٹھی بھر دانے) صدقہ کرنے کا اجر تو کیا اس کا آدھا ثواب بھی نہیں پا سکتا۔"[1] (مسلم)

تمام تر خیر و بھلائی اسی میں ہے جس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے انہی کے ذریعے اللہ تعالی نے اپنی کتاب کا تحفظ کروایا، وہ امین درامین تھے حتی کہ انہوں نے اللہ کی اس امانت کو اس دیانتداری سے ادا کیا کہ پہلی امتوں میں ان کی مثال نہیں ملتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت سنت و حدیث کے تحفظ کے لئے تیار ہوئی اور وہ روئے زمین کے کونے کونے میں پھیل گئی تاکہ وہ اسے عام کریں اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خلافت و نگرانی کی ذمہ داری اٹھائی، جہاد کیا اور فتوحات حاصل کیں اور امتوں کی امتیں اسلام میں داخل کر دیں، ان کے نفوس کی تطہیر و تزکیہ کیا اور انہیں اللہ کے صراط مستقیم پر چلایا۔ اور اللہ تعالی نے ان کے اوقات (اور عمروں) میں بڑی برکت فرمائی اور ان کے ہاتھوں پر صرف ایک سو سال میں اللہ نے وہ کارنامے اور انقلابات رونما کئے جو دوسری کسی قوم سے ممکن نہ ہو۔ وہ ہر خیر و بھلائی کے معاملے میں لوگوں سے سبقت لے جانے میں کوشاں رہتے تھے، میدان جہاد و قتال ہو کہ میدان دعوت و ارشاد۔ اسلام کی خاطر خرچ و عطا ہو یا پھر کثرت عبادت و نوافل وہ ہر میدان کے شہسوار تھے۔ رضی اللہ عنہم - انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات اور جنگوں میں آپ کی مدد و نصرت میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جانیں تک قربان کر دینے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

أَنَس رَضِيَ اللهُ عَنهُ يَقُولُ : خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْخَنْدَقِ فَإِذَا الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَبِيدٌ يَعْمَلُونَ ذَلِكَ لَهُمْ فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوعِ قَالَ : اللَّهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَهْ. فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ "

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے انصار و مہاجرین بذات خود سب خندق کھود رہے ہیں اور ان کے پاس غلام نہیں تھے جو کہ یہ خدمت انجام دیتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انہیں بھوک اور تھکن سے چور چور دیکھا تو ارشاد فرمایا: "اے اللہ! اصل زندگی تو آخرت کی ہی زندگی ہے۔ اے اللہ! ان تمام انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما دے۔"[2] (صحیح بخاری)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت و ملاقات کا شرف اعظم حاصل رہا اور انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے اور آپ کی تعظیم و توقیر کرنے کا حظ وافر نصیب ہوا جو ان سے پہلے کبھی کسی کو حاصل نہ ہوا اور نہ کوئی شخص آئندہ یہ مقام پا سکے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ لوگوں کی محبت کیسی تھی؟ تو انھوں نے فرمایا: "اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اپنے مال و اولاد، ماؤں باپوں اور سخت پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ پیارے تھے۔"

---

1) صحیح مسلم: 2541۔
2) صحیح بخاری: 2834۔

مثال محبت وجان نثاری:

ابوسفیان بن حرب ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ کفر وشرک کی حالت میں ہی تھے کہ انھوں نے حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ سے اس وقت پوچھا جب کہ انہیں قتل کرنے کے لئے اہل مکہ نے حرم سے نکالا اور وہ ان کے یہاں اسیر وقیدی تھے، اے زید! میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں: کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہاری جگہ ہوں اور ہم ان کی گردن ماردیں اور تمہیں چھوڑ دیں اور تم اپنے اہل وعیال میں جانکلو؟ اس پر حضرت زید نے فرمایا: "اللہ کی قسم ہے، مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میں اپنے اہل وعیال کے مابین جا بیٹھوں اور میری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آجائیں اور انہیں کانٹا چبھنے کی اذیت بھی برداشت کرنی پڑے۔"[1]

یہ سن کر ابوسفیان نے کہا تھا: "میں نے لوگوں میں کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محبت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھی ان سے کرتے ہیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں اپنی اور اپنے مال کی باگ ڈور دے دی اور عرض کیا: یہ ہمارے اموال آپ کے قدموں میں ڈھیر ہیں، ان میں آپ جو فیصلہ چاہیں فرمائیں اور یہ ہماری جانیں بھی آپ کے لئے حاضر ہیں۔ اگر ہمارے سامنے سمندر بھی آیا تو ہم اس میں بھی کود جائیں گے، ہم آپ کے سامنے، آپ کے پیچھے آپ کے دائیں اور آپ کے بائیں ہر جگہ لڑیں گے۔" یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی زبردست محبت کی سچی تعبیر تھی۔

ہیبت وجلالت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ، وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ، وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ"

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر مجھے کوئی دوسرا محبوب نہیں تھا۔ اور نہ ہی آپ سے بڑھ کر میری نگاہ میں کوئی جلیل القدر تھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالت شان کی وجہ سے آنکھ بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ نہیں سکتا تھا اور اگر مجھ سے کہا جائے کہ میں آپ کے اوصاف بیان کروں تو یہ بات میرے بس سے باہر ہے کیونکہ میں نے کبھی آنکھ بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ ہی نہیں سکا۔"[2]

حب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی کی محبت میں افراط وغلو میں مبتلا نہیں ہوتے اور نہ ہی ان میں سے کسی سے بری ہونے کا اظہار کرتے ہیں اور انہیں صرف خیر وبھلائی کے ساتھ ہی یاد کرتے ہیں۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انصار ومہاجرین کے لئے جنت، رضاء الہی، اجر وثواب اور رحمت الہی کی گواہی موجود ہے اور یہ بات ضروری ہے کہ آپ کا

1) تاریخ طبری: 2/78۔
2) صحیح مسلم: 121۔

علم اس بات کا اقرار کرے اور دل سے آپ کو یقین ہو کہ وہ شخص جس نے نبی اکرم ﷺ کو چاہے ایک گھڑی (گھنٹہ) کے لئے ہی کیوں نہ دیکھا ہو، آپ کا دیدار و زیارت ہی نہیں آپ پر ایمان بھی لایا اور آپ کی اتباع و پیروی بھی کی۔ وہ شخص اس سے بدرجہا افضل ہے جس نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ کے دیدار و زیارت سے شرفیاب ہوا۔ نبی اکرم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چھوٹے ہوں یا بڑے، پہلے ہوں یا پچھلے، ان سب کے لئے رحمت و مغفرت اور رضاء کی دعا کرنا، ان کے اوصاف حسنہ کا ذکر کرنا، ان کے فضائل و محاسن کو عام کرنا، ان کے طریقے کی پیروی کرنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا ہم سب کے لئے ضروری ہے۔

مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہمارا موقف:

ہم مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (ان کے باہمی تنازعات) کے بارے میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوات و جہاد میں شرکت کی اور فضیلت کے اعتبار سے لوگوں سے گویا سبقت لے گئے اللہ نے ان کی مغفرت فرما دی اور ان کے لئے مغفرت طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور ان سے محبت کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کو نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک کے ذریعے فرض قرار دیا ہے۔ لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لرزشوں یا کوتاہیوں کی تاڑ و تلاش صرف وہی شخص کرتا ہے جس کا دل دینی اعتبار سے فتنہ میں مبتلا ہو چکا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برائیوں کے بارے میں مروی آثار میں سے کچھ تو وہ ہیں جو کہ سراسر جھوٹ پر مبنی ہیں اور بعض وہ ہیں جن میں خود لوگوں نے اپنے مخصوص مقاصد و مفادات کے لئے کمی بیشی کر دی ہے اور انہیں ان کے اصل رخ سے موڑ کر رکھ دیا ہوا ہے اور وہ آثار جو صحیح ہیں، ان میں جن امور کا تذکرہ ہے، ان میں وہ معذور (عذر والے) ہیں کہ انہوں نے اجتہاد کیا اور صحیح و صواب کو پا گئے (دوہرا اجر لئے گئے) یا پھر اجتہاد کیا مگر خطا کر گئے (پھر ایک اجر ان کے ہے)۔

عدالت وثقاہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ چند افعال جنہیں باعث نکیر سمجھا جاتا ہے وہ بھی بہت تھوڑے سے ہیں اور ان کے فضائل و محاسن کے مقابلے میں قابل معافی و مغفرت ہیں کیونکہ وہ اللہ پر ایمان لائے، اس کے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے، انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اللہ کی خاطر، ہجرت کی، اللہ کے دین اور اس کے نبی ﷺ کی مدد و نصرت میں حد کر دی، علم نافع حاصل کیا اور وہ عمل صالح کا بہترین نمونہ تھے۔ ان سب محاسن و فضائل کے مقابلے میں ان میں سے بعض سے سرزد ہونے والی چند کوتاہیاں معمولی و قابل بخشش ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت وثقاہت کے بارے میں پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ایسا مسئلہ ہے جو کہ طے پا چکا کیونکہ وہ کتاب و سنت کی نصوص اور امت کے معتبر لوگوں کے اجماع کی رو سے سب کے سب ہی عدول (عادل و ثقہ) ہیں حتیٰ کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "آيَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ، وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ"

"ایمان کی نشانی حب انصار ہے اور انصار سے بغض و نفرت نفاق کی علامت ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

1) صحیح بخاری: 17۔

اورحضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں مرفوعا مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ"

"کوئی وہ شخص جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ انصار سے بغض ونفرت نہیں رکھ سکتا۔"[1] (مسلم)

خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ: فضائل ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے افضل ترین لوگ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہیں، ان کے بعد باقی چھ صحابہ جن سمیت دس لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی اور وہ سب عشرہ مبشرہ کہلواتے تھے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: خيرُ هذه الأمة بعد نبيّها أبو بكرٍ ثمَّ عمرَ رضي اللهُ عنه

"اس امت کے نبی کے بعد اس کے بہترین لوگ ابوبکر اور پھر عمر ہیں۔"[2] (صحیح بخاری)

ایک حدیث میں فرمایا: "اقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ"

"میرے بعد میں آنے والے دو لوگوں ابوبکر وعمر کی اقتداء و پیروی کرو۔"[3] (ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد)

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک سفر میں تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فَإِنْ يُطِيعُوا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَرْشُدُوا"

"اگر لوگ ابوبکر وعمر کی اطاعت کریں گے تو رشد و ہدایت پر رہیں گے۔"[4] (صحیح مسلم)

مقام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي: أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ، وَخَشِيتُ أَنْ يَقُولَ عُثْمَانُ، قُلْتُ: ثُمَّ أَنْتَ؟ قَالَ: مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: "اے میرے ابا جان! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر کون شخص ہے؟ انہوں نے فرمایا: بیٹا! کیا تمھیں معلوم نہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں: تو انھوں نے فرمایا:" وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔"[5] (صحیح بخاری)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں تو اللہ تعالی نے قرآن کریم میں کئی آیات نازل فرمائیں ہیں۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا

---

1) صحیح مسلم:77۔
2) صحیح بخاری:3671۔
3) ترمذی:3662۔
4) صحیح مسلم:681۔
5) صحیح بخاری:3671۔

﴿أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

"اور تم میں سے جو لوگ فضیلت والے اور اہل ثروت و دولت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں، محتاجوں اور وطن چھوڑ کر ہجرت کر جانے والوں کو کچھ خرچہ نہیں دیں گے، انہیں چاہیئے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔" (النور:22)

اور اس بات میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس میں انہیں اہل فضل (فضیلت والی شخصیت) قرار دیا گیا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾

"دو میں سے دوسرے جبکہ وہ دونوں غار (ثور) میں تھے۔" (التوبہ:40)

اس میں بھی کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ یہاں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی مراد ہیں گویا کہ اللہ رب العالمین نے ان کے صحابی ہونے کی گواہی دی ہے اور انہیں سکینت کے نزول کی بشارت سے نوازا ہے اور انہیں دو میں سے دوسرے ہونے کا حلۂ عظمت و وقار عطا فرمایا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: "دو میں سے دوسرے سے افضل کون ہو سکتا ہے؟ جبکہ ان کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "مَا نَفَعَنِي مَالٌ قَطُّ، مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ: هَلْ أَنَا وَمَالِي إِلَّا لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ.!"

"مجھے کسی مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے۔ (یہ سن کر فرط مسرت کے جذبات سے مغلوب ہو کر) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اور میرا مال صرف آپ کے لئے ہی تو ہیں۔"[1] (ابن ماجہ)

مقام عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد صحیح بخاری میں ہے: "مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ"

"شیطان تمہیں جس راستے آتا ہوا ملتا ہے وہ اس تیرے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے میں بھاگ جاتا ہے۔"[2] (بخاری)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ مُحَدَّثُونَ، فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَإِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهُمْ"

"پہلی امتوں میں "محدث" (وہ روشن ضمیر، صائب الرائے جسے اللہ کی طرف سے الہام ہوتا ہو) ہوا کرتے تھے؟ اور اگر میری امت میں بھی

1) ابن ماجہ:94۔
2) صحیح بخاری:3683۔

کوئی محدث ہوتو وہ حضرت عمر ہوں گے۔“[1] (صحیح مسلم)

محدث کامعنی ہے وہ شخص جسے الہام ہوتا ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واقعی الہام ہوتا تھا حتی کہ کئی مواقع پر قرآن کریم نے ان کی تائید وموافقت کی ۔انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کو پردہ کروائیں ۔ایک مرتبہ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اگر آپ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالیں تو کیسا رہے؟ اور بدری قیدیوں کے بارے میں انہوں نے مشورۂ قتل دیا۔اور ان تمام مواقع پر اللہ تعالی نے ملہم ومحدث امت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کی موافقت کو قرآن کی تائید عطا فرمائی ۔اسی طرح اللہ تعالی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بہت سی فتوحات کے دروازے کھولے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حتی کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر نکتہ چینی کرتے ہیں ۔تو انہوں نے فرمایا: ”اس میں تم تعجب والی کیا چیز پاتے ہو؟ (وفات کی وجہ سے) ان کے اعمال کا مسئلہ تو منقطع ہوگیا لیکن اللہ نے یہ چاہا کہ ان کے اجر کا سلسلہ ختم نہ ہونے پائے (لوگوں کے ان کی چغلی کھانے سے انہیں اجر وثواب پہنچ رہا ہے۔“)[2]

مقام عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

جبکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبہ کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: جَاءَ عُثْمَانُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَلْفِ دِينَارٍ ، قَالَ الْحَسَنُ بْنُ وَاقِعٍ: وَكَانَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ مِنْ كِتَابِي، فِي كُمِّهِ حِينَ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ، فَنَثَرَهَا فِي حِجْرِهِ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَلِّبُهَا فِي حِجْرِهِ، وَيَقُولُ: مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ ! مَرَّتَيْنِ.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیش العسرہ (غزوۂ عسرہ کے لشکر) کی تیاری شروع کی تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی چادر میں اس ایک ہزار دینار ڈال کر لے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے (جھولی میں ڈال دیئے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دیناروں کو اپنے دست مبارک سے الٹنا پلٹنا شروع کیا اور ساتھ ہی ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے جارہے تھے: ”آج کے بعد ابن عفان چاہے کوئی بھی عمل کرتا رہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“ آپ یہ کلمات بار بار دہرا رہے تھے۔[3] (ترمذی)

مقام علی مرتضی رضی اللہ عنہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ : لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُفْتَحُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ فَبَاتَ النَّاسُ لَيْلَتَهُمْ : أَيُّهُمْ يُعْطَى فَغَدَوْا كُلُّهُمْ يَرْجُوهُ فَقَالَ : أَيْنَ عَلِيٌّ" فَقِيلَ : يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ فَقَالَ : أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا فَقَالَ

1) صحیح مسلم:2398۔
2) تاریخ طبری:11/276۔
3) ترمذی:3701۔

: انفُذْ علَى رِسْلِكَ حتَّى تنْزِلَ بِساحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ فَوَاللهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ "

غزوۂ خیبر کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "کل میں اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح عطا کرے گا اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کو پسند کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اللہ ﷺ اسے پسند کرتے ہیں۔ لوگوں نے رات گزاری اور ہر شخص سوچتا رہا کہ کل جھنڈا کسے دیا جائیگا اور ہر شخص کی خواہش تھی کہ جھنڈا اسے ہی دیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: علی کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ان کی آنکھیں خراب ہیں۔ نبی ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ان کی آنکھوں میں لگایا اور ان کے لئے شفا کی دعاء کی تو ان کی آنکھیں (اسی وقت) ٹھیک ہوگئیں اور یوں ہوگئیں کہ جیسے انہیں کچھ ہوا ہی نہ تھا، آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عنایت فرمادیا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں ان سے تب تک جنگ کرتا رہوں گا جب تک کہ وہ ہماری طرح کے (مسلمان) نہ ہوجائیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: آرام آرام سے روانہ ہوجاؤ، یہاں تک کہ ان (یہودیوں) کے علاقے میں پہنچ جاؤ، پھر انھیں اسلام کی دعوت دو اور انھیں بتاؤ کہ ان پر کیا واجب ہے۔ اللہ کی قسم! تمہارے ذریعے اللہ کسی ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں کی دولت سے بھی بہتر ہے۔"[1] (بخاری ومسلم)

تمام صحابہ ہی جنتی:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی اہل جنت میں سے ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾

"تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا، اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں، بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد قربانیاں دیں اور جہاد کیا ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالی کا سب سے ہے جو کچھ تم کرتے ہو، اس سے اللہ خبردار ہے۔" (الحدید:10)

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

1) صحیح بخاری:3009، صحیح مسلم:2406۔

مومن کی ایذاء رسانی: موجب لعنت وجہنم

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبد العزیز آل الشیخ حفظہ اللہ
1424/8/14ھ 2003/10/10ء

حمد وثناء کے بعد!

اسلامی قواعد اخلاق:

افرادِ معاشرہ میں معاشرتی تعلقات کو منظم کرنے کے لئے اسلام نے بڑے اعلیٰ قواعد وضوابط اور بڑے بہترین اصولوں کو بنیاد بنایا ہے۔ مثلاً ارشادِ الٰہی ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾
"مومن باہم بھائی بھائی ہیں۔" (الحجرات:10)

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا. الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هَاهُنَا وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ. كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ"
"باہم ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے کو دھوکہ (بیع نجش کی صورت میں) نہ دو، ایک دوسرے سے بغض ونفرت نہ رکھو، ایک دوسرے کی طرف پشت نہ کرو (اختلاف میں مبتلا نہ ہو) اور تم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کی بیع (سودے) پر بیع (سودا) نہ کرے، بلکہ تم سب مل جل کر اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے حقیر سمجھتا ہے، نہ اسے بے یار ومددگار چھوڑتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے۔ (یہ کہتے ہوئے) آپ نے (تین مرتبہ اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا) کسی آدمی کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا خون، مال اور آبرو دوسرے پر حرام ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيَدْخُلَ الْجَنَّةَ، فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ"
"جسے یہ اچھا لگے کہ اسے جہنم سے دور کر دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو اسے اسی حالت میں موت آنی چاہیئے کہ وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والا ہو اور لوگوں سے وہ ایسا سلوک کرے جیسا سلوک کرنے کی وہ ان سے توقع رکھتا (پسند کرتا) ہے۔"[2] (صحیح مسلم)

اذیت مسلم ومؤمن کی ممانعت:

ان سابقۃ الذکر امور کے سلسلہ میں بکثرت قرآنی آیات اور احادیث نبوی موجود ہیں اور ان تمام آیات و احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ کسی

---
1) صحیح مسلم:2564۔
2) صحیح مسلم:1844۔

مومن کو اذیت وتکلیف پہنچانا سخت منع ہے اور حسی ومعنوی، قولی وفعلی کسی بھی شکل اور کسی بھی رنگ میں کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے پر سخت وعید وتنبیہ آئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾

"اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جو انہوں نے نہ کیا ہو، ایذاء دیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔" (الاحزاب:58)

علماء تفسیر لکھتے ہیں: "یہ وعید اس قدر شدید اس لئے ہے کہ ان دنوں مدینہ منورہ میں ایک گروہ ایسا تھا جو مومن مردوں اور عورتوں پر بہتان بازی کا طوفان اٹھائے ہوئے تھا۔ ان کے بارے میں بری باتیں نشر کرتا، ان کے خلاف سازشیں کرتا اور ان کے خلاف تہمتیں گھڑتا پھرتا تھا اور یہ حکم ہر زمانے اور ہر علاقے کے لئے عام ہے۔ مومن مرد اور مومن عورتیں ہر جگہ ایسے اہلِ شر، دلوں کے بیمار، منحرفین ومنافقین کے مکرو فریب کا نشانہ بنتے رہتے ہیں۔ ایسے اہلِ مکروفریب کا رد خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے اور ان کی اس کرتوت کا نام گناہ اور بہتان تراشی رکھا ہے۔ اور وہ تمام راستبازوں سے زیادہ راستباز وسچا ہے۔"

راستے کے حقوق:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ، فَقَالُوا: مَا لَنَا بُدٌّ، إِنَّمَا هِيَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا، قَالَ: فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجَالِسَ، فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهَا، قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ؟ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ"

"راستوں میں بیٹھنے سے باز رہو۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم باہم بات چیت کر لیتے ہیں۔ تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر تم بیٹھنے سے باز نہیں رہ سکتے تو راستے کا حق ادا کرو۔" صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! راستے کا حق کیا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "نگاہیں جھکا کر رکھنا، دوسروں کو اذیت نہ پہنچانا، لوگوں کے سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا، اور برائی سے روکنا۔"[1] (متفق علیہ)

اسی طرح ارشادِ رسالت مآب ﷺ ہے: "لَا تَسُبُّوا مَوْتَانَا فَتُؤْذُوا أَحْيَاءَنَا"

"ہمارے فوت شدگان کو گالیاں دے کر ہمارے زندہ لوگوں کو اذیت نہ پہنچاؤ۔"[2] (نسائی بسند حسن)

باعث غضب وعذاب الٰہی:

مسلمانو! مومنوں کو اذیت ونقصان پہنچانا اور ایسے کام کرنا جن سے بالواسطہ انہیں نقصان پہنچے یہ اللہ کی ناراضگی کا اور اس کے غضب وغصے اور عذاب وعقاب کا سبب ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى رَجُلَانِ دُونَ الْآخَرِ حَتَّى تَخْتَلِطُوا بِالنَّاسِ أَجْلَ أَنْ يُحْزِنَهُ"

---

1) صحیح بخاری:2465، صحیح مسلم:2121۔

2) نسائی:4789۔

"اگرتم تین یکجا ہوتو تم میں سے دو شخص اپنے ساتھی کو چھوڑ کر باہم سرگوشی نہ کریں کیونکہ یہ بات اسے مبتلاغم کردے گی۔"[1] (صحیح بخاری)

اورایک روایت میں ہے: "فَإِنَّ ذَلِكَ يُؤْذِي الْمُؤْمِنَ، وَاللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَكْرَهُ أَذَى الْمُؤْمِنِ"

"یہ بات مومن کے لئے باعث اذیت ہے اور اللہ عزوجل مومن کی اذیت رسانی کو ناپسند کرتا ہے۔"[2] (ترمذی: حدیث صحیح)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: صَعِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَنَادَى بِصَوْتٍ رَفِيعٍ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُفْضِ الْإِيمَانُ إِلَى قَلْبِهِ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تُعَيِّرُوهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ تَتَبَّعَ اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ تَتَبَّعَ اللهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جَوْفِ رَحْلِهِ. قَالَ: وَنَظَرَ ابْنُ عُمَرَ يَوْمًا إِلَى الْبَيْتِ أَوْ إِلَى الْكَعْبَةِ فَقَالَ: مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ وَالْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللهِ مِنْكِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر رونق افروز ہوکر بڑی بلند آہنگ آواز سے فرمایا: "اے لوگو! زبان سے تو مسلمان ہو چکے ہو مگر تاحال ایمان ان کے دل میں جاگزیں نہیں ہوا۔ مؤمنوں کو اذیت نہ پہنچاؤ اور نہ ہی انہیں عار دلاؤ اور نہ ہی ان کی پردہ کی اشیاء کو ٹٹولو۔ جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی پردہ کی چیز کی ٹوہ لگائی اللہ اس کی پردہ کی چیز کی ٹوہ لگائے گا اور جس کی پردہ کی چیز کی ٹوہ میں اللہ لگ گیا وہ تو اسے ایسے رسوا کر کے چھوڑے گا خواہ وہ شخص اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔"

راوی حدیث کہتے ہیں: ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیت اللہ (کعبہ شریف) پر نگاہ ڈالی اور فرمایا: "تو کتنی عظمت والا ہے اور تیری حرمت وشان کتنی بلند ہے۔ البتہ ایک مومن اللہ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ حرمت وشان والا ہے۔"[3] (ترمذی، صحیح ابن حبان: اس حدیث کی سند حسن درجہ کی ہے۔)

حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "آپ کو تو یہ حق بھی حاصل نہیں کہ کسی کتے حتی کہ خنزیر کو ہی ناحق اذیت پہنچاؤ، چہ جائیکہ اشرف المخلوقات کو اذیت پہنچاؤ ہے۔"[4]

حضرت قتادہ کہتے ہیں: "کسی مومن کی اذیت رسانی سے بچو کیونکہ وہ مومن اللہ کے احاطے میں ہوتا ہے اور وہ اس کی خاطر ناراض ہوتا ہے۔"[5] (ابن ابی حاتم وتفسیر ابن جریر)

صحیح مسلمان:

مسلمانو! یہ تمام نصوص جو ہم نے ذکر کی ہیں یہ اپنی دلالت کے اعتبار سے عام ہیں اور اپنے عموم کی وجہ سے مؤمن افراد، ان کی جماعتوں، ان کے بچوں بڑوں اور مردوں اور عورتوں سب کو اذیت پہنچانے کو شامل ہیں اور یہ جسم ومال، عزت وآبرو اور امور دین ودنیا میں سے کسی بھی

1) صحیح بخاری: 6290۔
2) ترمذی: 2825۔
3) ترمذی: 2032۔
4) سیر اعلام النبلاء: 8/427۔
5) تفسیر ابن جریر: 22/45۔

شکل اور کسی بھی قسم کی اذیت سے باز رہنے کے بارے میں عام و شامل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ"

"(اسلام میں) اپنے بھائی کو (ابتداء) نقصان پہنچانا نہیں ہے اور نہ ہی نقصان کے بدلے میں نقصان دینا ہے (بلکہ معاف کر دینا)۔"[1]

اور ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ"

"مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"[2] (متفق علیہ)

غیر ارادی اور مقصود اذیت؟

اللہ کے بندو! شریعت اسلامیہ نے مومن مرد و زن کی ایذاء رسانی سے روکنے لئے اہتمام کی حد کر دی ہے اور انہیں نقصان پہنچانے سے خوب خبردار کیا ہے چاہے اس ایذاء کے پیچھے کوئی نیک مقصد اور اچھا ہدف ہی کارفرما کیوں نہ ہو،

"جَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ"

ایک شخص جمعہ کے دن مسجد نبوی ﷺ میں آیا اور وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آرہا تھا اور نبی ﷺ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ایسے میں آتے دیکھ کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ تم نے (دوسروں کو اذیت پہنچائی ہے۔"[3] (ابوداود، نسائی: بسند حسن)

جب یہ حال اس اذیت رسانی کا ہے جو کہ نیک نیتی اور حسن مقصد سے ہو اور اس ایذاء رسانی کے بارے میں کیا خیال ہے جو باقاعدہ منصوبہ کے تحت اور مقصود و مطلوب ہو۔

ہمسایوں اور صالحین کی ایذاء رسانی:

مسلمانو! ایذاء رسانی کے جرم کی نوعیت و خطرناکی میں اس وقت مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور اس کے گناہ و بہتان ہونے کی کیفیت مزید گھمبیر ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کے غضب و غصے کا شدید باعث بن جاتا ہے جب وہ اپنے پڑوسیوں میں سے کسی کو پہنچائی جائے یا صالحین و نیک حضرات میں سے کسی کو ایذاء رسانی کی جائے۔

(1) حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ"

"جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ اپنے ہمسائے کو اذیت نہ پہنچائے۔"[4] (متفق علیہ)

(2) اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ"

---

1) ابن ماجہ: 2341۔
2) صحیح بخاری: 10، صحیح مسلم: 40۔
3) ابوداؤد: 1118۔
4) صحیح بخاری: 6018، صحیح مسلم: 47۔

”وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔“[1] (متفق علیہ)

شر و برائی کی تعبیر کے لیے نبی اکرم ﷺ نے (بوائقہ) کالفظ استعمال فرمایا ہے۔

(3) ایسے صالحین ومؤمنین کی ایذاء رسانی سے روکنے والا ارشاد رسالت مآب ﷺ ہے: اللہ تعالی فرماتا ہے: "مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ"

”جس نے میرے کسی دوست (نیک وصالح شخص) سے عداوت و دشمنی کی، میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔“[2] (صحیح بخاری)

ایذاء رسانی سے ہٹانا:

برادران اسلام! کسی مسلمان سے ایذاء کو دور کرنا اور اسے اس سے بچانا ایک مرغوب عمل اور قابل تعریف فعل ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا، فَوَجَدْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا الْأَذَى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيقِ. وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِي أَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَكُونُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ" (صحیح مسلم)

”مجھ پر میری امت کے اچھے برے تمام اعمال پیش کئے گئے۔ اچھے اعمال میں سے میں نے راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کا اجر وثواب دیکھا اور امت کے برے اعمال میں سے میں نے یہ پایا کہ کوئی شخص مسجد میں بلغمی کھنکار تھوک دے اور اسے دفن (زائل) نہ کرے۔“[3]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ، وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَّرَهُ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ"

”ایک آدمی کسی راہ سے گزرا اور اس نے دیکھا کہ ایک درخت کی ایک شاخ راہ پر لٹکی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں مسلمانوں سے اس شاخ کو (جھکا کر) ہٹا دوں گا تا کہ یہ انہیں اذیت نہ پہنچا سکے، اور اپنے اس عمل کے نتیجے میں وہ شخص جنت میں داخل کر دیا گیا۔“[4] (صحیح مسلم)

تین رشتے:

سلف صالحین امت میں سے ایک شخص فرماتے ہیں: ”مسلمانوں میں سے بڑی عمر کے شخص کو اپنے لئے بمنزلہ والد سمجھ لیں اور بچے کو بیٹا مان لیں اور درمیانی عمر کے (اپنے ہم عمر) کو اپنا بھائی بنالیں، اب ان سب میں سے کون ہے جس سے آپ برا سلوک کرنا چاہیں گے؟“[5]

ایک دوسرے سلف امت کا قول ہے: ”مومن شخص کو آپ سے تین چیزوں کا حصہ ملنا چاہیئے:

(1) اگر آپ اسے نفع نہ پہنچا سکیں تو کم از کم اسے نقصان بھی نہ پہنچائیں۔

---

1) صحیح بخاری: 6016، صحیح مسلم: 46۔

2) صحیح بخاری: 6502۔

3) صحیح مسلم: 553۔

4) صحیح مسلم: 1914۔

5) جامع العلوم والحکم: 368۔

(2) اگر آپ اسے فرحت وسرور سے دوچار نہیں کر سکتے تو کم از کم اسے غم و پریشانی میں مبتلا کرنے کا سبب بھی نہ بنیں۔

(3) اگر آپ اس کے اچھے کردار و عمل پر اس کی مدح وتعریف نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کی مذمت و بدگوئی بھی نہ کرو۔

تلوار سے تیز دھار اوزار:

اے وہ شخص! جو کہ مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں لگا ہوا ہے اور انہیں نقصان دینے میں مسلسل کوشاں ہے، یاد رکھو کہ ان کے پاس بڑی تیز دھار والا ہتھیار ہے۔ یاد رکھو کہ لوگوں کی ایذاء رسانی ان پر ظلم کرنا ہے اور انہیں نقصان دینا بغاوت وسرکشی ہے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: " اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ ، فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ "

"مظلوم کی بدعاء سے بچ کر رہو، اس کی بدعاء اور اللہ کے مابین کوئی روکاوٹ نہیں ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

سلف امت میں سے ایک شخص نے اس عورت کے خلاف بدعاء کر دی جس نے اس کی عورتوں میں سے ایک کا رویہ اس کے خلاف کر دیا تھا اور ان میں ناچاکی پیدا کر دی تھی۔ اس کی بدعاء کے نتیجہ میں وہ تباہ ہوگئی۔

ایک آدمی نے مصرف بن عبداللہ کے خلاف جھوٹ باندھا تو انہوں نے اس کے بارے میں یوں بدعاء کی: " اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے جلد موت دے دے، وہ شخص انہی قدموں پہ کھڑا ہی موت کے منہ میں چلا گیا۔"

خوارج میں سے ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلس میں پریشانی پیدا کر دی اور انہیں اذیت پہنچائی اور اس کی اذیتیں بہت بڑھ گئیں تو حضرت حسن نے یوں بدعاء کر دی: " اے اللہ! تو نے اس کی ہمارے لئے اذیت رسانی کو دیکھ ہی لیا ہے۔ تو ہمیں اس کے شر سے جیسے بھی چاہے محفوظ کر دے۔ وہ شخص وہیں کھڑا کھڑا گر پڑا اور اسے اس کے گھر والوں کی طرف مردہ لاش کی حالت میں چارپائی پر ڈال کر پہنچایا گیا۔"

اس تیز دھار ہتھیار کے حاصل ہونے کے باوجود اور سلف میں بکثرت حضرات کے مستجاب الدعوات ہونے کے باوجود وہ بدعاء نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اجر وثواب کمانے کی غرض سے دوسروں کی اذیتوں اور تکلیفوں پر صبر کا دامن تھاما کرتے تھے۔

حقیقی مفلس وغریب:

اے مسلمانو! اپنے بھائیوں کو اذیت وتکلیف پہنچانے سے فوراً باز آجاؤ قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس دن مال واولاد کوئی چیز کام نہ آئے گی اور تمہارے اور ان مظلوموں کے مابین فیصلہ ہوگا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ ؟ قَالُوا : الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ ، وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ : إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا ، وَقَذَفَ هَذَا ، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا ، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا ، وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ "

---

1) صحیح بخاری: 2448۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جانتے ہو کہ مفلس و نادار (فقیر) کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: جس کے پاس کوئی مال و دولت نہ ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت میں سے مفلس وفقیر وہ ہے جو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس نے نمازیں ادا کی ہوں گی اور روزے رکھے ہوں گے، زکواۃ دی ہو گی لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے کسی کو گالیاں دی ہوں گی کسی پر تہمت و بہتان لگایا ہوگا یا اس کا مال کھایا ہوگا یا اس کا خون بہایا ہوگا یا کسی کو زد و کوب کیا ہوگا۔ ان میں سے اس کو بھی اس کی نیکیوں میں سے دے کر بدلہ چکایا جائے گا اور اس کو بھی نیکیاں دی جائیں گی۔ اگر تمام لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی اس کی نیکیوں کا ذخیرہ ختم ہوگیا تو پھر اس پر ان کے گناہ ڈال کر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“[1] (صحیح مسلم)

امانت منصب وعہدہ:

اے اہل ایمان! جو شخص مسلمانوں کے کسی کام کی ذمہ داری دیا گیا یا کوئی منصب اس کے سپرد کیا گیا جو کہ لوگوں کی خدمت کے لئے ہوتا ہے تو وہ شخص اس منصب کا امین ہے۔ اس پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کو مفادات و منافع مہیا کرے اور ان سے اذیتیں اور نقصان دہ امور و اشیاء دور کرنے کی بھرپور کوشش کرے لیکن اگر کسی نے اپنے منصب کے ناجائز استعمال سے کسی مسلمان کو اذیت پہنچائی یا اپنے عہدے اور اثر و نفوذ کے زور پر کسی کا نقصان کیا وہ ظاہر گناہ پر ہے اور بہت بڑے خطرے میں مبتلا ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ مَنْ ضَارَّ أَضَرَّ اللهُ بِهِ، وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللهُ عَلَيْهِ"

”نہ (ابتداء) نقصان پہنچانا ہے اور نہ ہی نقصان کے بدلے میں نقصان دینا (بلکہ معاف کر دینا) ہے۔ جس نے کسی کو نقصان پہنچایا، اسے اللہ نقصان پہنچائے گا اور جس نے کسی کے لئے کوئی مشقت پیدا کی اللہ اس کے لئے مشقت پیدا کرے گا۔“[2] (ابن ماجہ، دارقطنی، بیہقی، حاکم--- اور کہا ہے کہ یہ امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ"

”اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی معاملے کی ذمہ داری دیا جائے اور وہ ان پر مشقتیں لائے تو اس کے لئے مشقتیں پیدا فرما دے۔“[3]

ایذاء رسانی: موجب لعنت وجہنم:

مسلمانو! اپنے بھائیوں کو کسی بھی قسم کی اذیت و تکلیف پہنچانے اور کسی بھی صورت میں انہیں تکلیف پہنچانے سے بچیں کیونکہ یہ بہت بڑے شر اور زبردست خطرے میں واقع ہونے والی چیز ہے، اپنے دین کو محفوظ رکھو اور اپنے اعمال کا تحفظ کرو کیونکہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ی الْمُسْلِمِينَ فِي طُرُقِهِمْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ لَعْنَتُهُمْ

”جس نے مسلمانوں کو ان کی راہوں میں اذیت پہنچائی اس پر ان کی لعنت واجب ہوگئی۔“[4] (معجم طبرانی کبیر - باسناد حسن)

---

1) صحیح مسلم: 2581۔

2) ابن ماجہ: 2341۔

3) صحیح مسلم: 1828۔

4) معجم طبرانی کبیر: 3/179۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ فُلَانَةَ، ذَكَرَ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا، غَيْرَ أَنَّهَا تُؤْذِي بِلِسَانِهَا، قَالَ: فِي النَّارِ "

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا کہ فلاں عورت راتوں کو تہجد پڑھتی اور دن کو روزہ رکھتی ہے لیکن اپنی زبان درازی سے اپنے پڑوسیوں کو اذیت وتکلیف پہنچاتی ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" اس میں کوئی خیر نہیں، وہ جہنم میں جائیگی۔"[1] (صحیح ابن حبان و مستدرک حاکم وصححہ)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

1) صحیح ابن حبان: 5764۔

حب دنیا وترک دنیا صحیح مفہوم، غلط فہمی، مذمت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ
1424/8/21ھ 2003/10/17ء

حمد وثناء کے بعد!

دنیا: دارِ ابتلاء وامتحان:

یہ دنیا امتحان گاہ اور آزمائش کی جگہ ہے، لہذا یہ آخرت کی کھیتی ہے اس میں لوگ آج بوتے ہیں تاکہ کل روز آخرت میں اپنی بوئی فصل کاٹیں۔
چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾
"وہ (اللہ ہی) ہے جس نے موت وحیات کی تخلیق فرمائی تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون بنتا ہے اور وہ غالب مغفرت کرنے والا ہے۔" (الملک:2)
اور یہ دنیا مسلسل فناء وزوال کی طرف رواں دواں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ[26] وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾
"جو کوئی اس (زمین) پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور آپ کے رب کی ذات (بابرکات) جو صاحب جلال وعظمت ہے، وہ باقی رہے گا۔" (الرحمن:26-27)

دنیا کی بے وقعتی:

آخرت کے مقابلے میں اس دنیا کی عمر بہت ہی تھوڑی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ﴾
"وہ (کافر) اس دنیا کی زندگی پر خوش ہو رہے ہیں اور دنیا کی یہ زندگی آخرت (کے مقابلے) میں معمولی سی متاع ہے۔" (الرعد:26)
حضرت مستورد بن شداد بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ، فَلْيَنْظُرْ بِمَاذَا يَرْجِعُ"
"اس دنیا کی قیمت وقدر آخرت کے مقابلے میں صرف اتنی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص سمندر میں اپنی انگلی ڈبوئے تو وہ کیا لائے (اور سمندر سے کیا کم کرے)۔"[1] (ترمذی)
عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: نَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَصِيرٍ، فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً فَقَالَ: مَا لِي وَلِلدُّنْيَا، مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے جو آپ ﷺ کے (پہلو) جسم اطہر پر نشان بنا گئی۔ آپ ﷺ کی

---
1) ترمذی:2323۔

خدمت میں درخواست کی گئی کہ ہم آپ کے لئے کوئی ایسی چیز (بستر) نہ بنا دیں جو آپ کے لئے (آرام دہ اور) اس تکلیف سے بچانے کا ذریعہ بنے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "میرا اس دنیا سے کیا ناطہ؟ میری اور اس دنیا کی مثال تو ایسے ہے جیسے کوئی مسافر (راستے کے) کسی درخت کے نیچے سایہ کے لئے بیٹھا اور پھر اٹھا اور اس درخت کی چھاؤں کو چھوڑ کر چل دیا۔"[1] (ترمذی)

یہ دنیا جائے قرار نہیں بلکہ یہ تو ایک راہ داری (راستہ) ہے۔ جب سے بندے کے پاؤں اس راہ (دنیا) پر پڑتے ہیں تب سے لے کر یہ اپنے رب کی طرف سفر میں رواں دواں ہوتا ہے اور اس کے سفر کی مدت اس کی عمر ہے جو کہ اس کے مقدر میں لکھی ہوئی ہے تو گویا انسان کی عمر اس کے اس سفر کی مدت کا دوسرا نام ہے اور پھر یہ شب و روز (دن رات) اس کے اس سفر کے مرحلے ہیں۔ ہر دن اور رات اس کے مراحل حیات میں سے ایک مرحلہ ہوتے ہیں۔ اور ایک ایک کر کے یہ مرحلے طے ہوتے جاتے ہیں حتیٰ کہ سفر ختم ہو جاتا ہے۔ عاقل و صاحب بصیرت شخص وہ ہے جو ان تمام مراحل میں سے ایک ایک مرحلہ کو اپنا نصب العین بنائے رکھے اور ہر مرحلے کو صحیح و سالم پاتا کماتا ہوا کاٹتا جائے جب ایک مرحلے کو طے کرلے تو دوسرے کو اپنا نصب العین بنالے۔

خوش ذائقہ و خوش منظر سفر:

دنیا کے بارے میں یہ حقائق اسے یہ درجہ دیتے ہیں کہ زمین کی جاذبیت اور دنیا کی رونق دل کو اس کے بارے میں زیادہ غور و فکر کرنے سے ہی روک دیتے ہیں۔ حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ"

"بیشک یہ دنیا بڑی میٹھی اور سرسبز و شاداب (خوش منظر ہے)۔"[2]

یعنی اس کا ذائقہ بڑا مزے دار اور اس کی شکل بڑی خوش منظر و جاذب نظر ہے اور کوئی چیز جتنی میٹھی اور خوش منظر ہو وہ اتنا ہی انسان کو فتنے میں مبتلا کرنے والی ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ دنیا بھی بڑی ہی میٹھی اور شاداب و خوش رو ہے۔"

اسی حدیث میں آگے ارشاد نبوی ہے: "وَإِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ"

"اور اللہ تعالیٰ اس دنیا میں تمہیں حکومت و اقتدار دینے والا ہے تا کہ اس طرح وہ دیکھے کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔" (صحیح مسلم)

یعنی اللہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم دنیا کو اولیت دیتے ہو یا آخرت کو مقدم رکھتے ہو۔

یہ دنیا: ایک پرفریب پھول:

قرآن کریم نے اس دنیا کو ایک پھول قرار دیا ہے جو کہ حسن و جمال دکھاتا ہے، عقلوں پر جادو جگاتا ہے اور اپنے حسن منظر کے ساتھ دلوں کو اپنی طرف جذب کرتا ہے اور پھر چند لمحوں کے بعد وہ مرجھا جاتا ہے اس کا وہ حسن و جمال مٹ جاتا ہے اور ہوا کا تیز جھونکا اس کی ہستی کو مٹا کر رکھ دیتا ہے۔ دنیا کی بھی یہی مثال ہے۔ یہ بھی ایک فتنہ انگیز پھول ہے دھوکے میں ڈالتی ہے اور فریب میں مبتلا کرتی ہے۔ جب دل اس سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں اور عقلیں راہ و رسم استوار کر لیتی ہیں اور اس کے دن گزر جاتے ہیں۔ اس کا حسن و جمال اور چمک دمک سب مٹ

---

1) ترمذی: 2377۔
2) صحیح مسلم: 2742۔

جاتی ہے۔اور یہ دنیا محض دھوکے کی گندگی بن کر رہ جاتی ہے۔سامان فریب کے سوا کچھ اس کی قدر نہیں ہوتی۔اللہ تعالی نے سچ ہی فرمایا ہے:﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقْتَدِرًا [45] الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا﴾

"اوران سے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کر دیں (وہ ایسی ہے) جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا تو اس کے ساتھ زمین کو روئیدگی وشادابی مل گئی اور پھر وہ چورا چورا ہوگئی جیسے کہ ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔مال اور بیٹے تو دنیا کی زینت و رونق ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے رب کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔"

(الکہف:45-46)

دنیا کی یہ بلیغ تصویر میزان اسلام میں دنیا کی حقیقت کو آشکارا کر دیتی ہے تاکہ لوگ اس کے غلام بن کر نہ بیٹھ جائیں کہ اس کی خوبصورتی و جمال کی کشش انہیں اپنے اندر جذب کر لے اور وہ آخرت کی نعمتوں پر کہیں دنیا کو ترجیح نہ دینے لگیں اور یہ کہاں کی عقل مندی اور محکم رائے وفیصلہ ہے کہ بندہ اپنی دنیا کے بدلے دین کو بیچ دے تاکہ حرام کی کثرت جمع کر لے اور اس دنیا کا مال واسباب اکٹھا کر لے۔

دنیا جمع کرنے کی دوڑ:

لوگ دنیا کی تلاش میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لئے سرپٹ بھاگے چلے جا رہے ہیں اور انہیں ڈر لگا رہتا ہے کہ دنیا کہیں ہمارے ہاتھوں سے چھوٹ نہ جائے اور اپنے پاس موجود متاع دنیا میں مزید اضافے کی لالچ میں تلے ہوئے ہیں اور اس سلسلہ میں اپنے قیمتی اوقات کو صرف کرتے چلے جاتے ہیں،اور مشقتیں اٹھاتے ہیں اور اس راہ میں نمازوں میں کوتاہیاں کرتے ہیں اور جماعت کے ساتھ ادائیگی سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔اطاعت وعبادت میں تساہل و سستی کرتے اور تلاوت قرآن میں کمی کوتاہی کرتے ہیں،اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بات آئے تو کچھ دینے کے لئے خیرات کرنے کی بجائے ڈھیر ہو جاتے ہیں۔

اس دنیوی زندگی میں چاہے کتنی بھی نعمتیں اور آسائشیں مہیا ہو جائیں،یہ سب مل کر بھی جنت کی نعمتوں کے مقابلے میں ریت کے ایک ذرے کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔آخرت کے نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کی بڑی بڑی مصیبتیں اور مشکلات بے حیثیت ہو جاتی ہیں اور یہ جہنم کے عذاب کے ایک شرارے کے برابر بھی سختی نہیں رکھتیں۔

نبی اکرم ﷺ کا خوف:

نبی اکرم ﷺ اپنی امت کے متعلق اس چیز سے ڈرتے تھے کہ ان پر دنیا کے دروازے نہ کھل جائیں اور وہ کہیں اس کے فتنے میں نہ مبتلا کر دیئے جائیں۔

چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بحرین کا مال آیا تو نبی اکرم ﷺ نے مخاطب ہو کر فرمایا:

"فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ، فَوَاللهِ لَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا،

كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ "

"خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی امید رکھو جو تمہیں خوش کر دے گی، اللہ کی قسم! میں تمہارے بارے میں فقر و غربت سے نہیں ڈرتا ہوں بلکہ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر کہیں دنیا کے دروازے اس طرح نہ کھول دیئے جائیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں کے لئے کھولے گئے تھے اور تم بھی کہیں اسی طرح اسے جمع کرنے کی دوڑ میں نہ لگ جاؤ جیسے وہ لگ گئے تھے اور تم بھی کہیں اس کے ہاتھوں انہیں کی طرح ہلاک نہ کر دیئے جاؤ۔"[1] (صحیح بخاری)

صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِذَا فُتِحَتْ عَلَيْكُمْ فَارِسُ وَالرُّومُ أَيُّ قَوْمٍ أَنْتُمْ؟ . قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ : نَقُولُ كَمَا أَمَرَنَا اللهُ . قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ، تَتَنَافَسُونَ ثُمَّ تَتَحَاسَدُونَ، ثُمَّ تَتَدَابَرُونَ، ثُمَّ تَتَبَاغَضُونَ"

"جب تمہارے سامنے روم و فارس کے دروازے کھول دیئے گئے تو تم لوگ کس قسم کا رویہ اپناؤ گے؟ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں: ہم وہی کریں گے جس کا حکم ہمیں اللہ تعالی نے دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کہیں دوسری راہ نہ اپنا لینا کہ تم دنیا جمع کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی دوڑ میں لگ جاؤ۔ پھر ایک دوسرے سے حسد کرنے لگو، ایک دوسرے سے رخ پھیر لو اور پھر ایک دوسرے سے بغض و نفرت کرنے لگو۔"[2] (صحیح مسلم)

حب دنیا کے بعض آثار:

یہ دنیا جمع ہو جانے کے بعض آثار ہیں کہ پہلے اسے جمع کرنے کی دوڑ لگتی ہے، پھر باہم حسد شروع ہو جاتا ہے، پھر لڑائیاں در آتی ہیں اور خون ریزیاں شروع ہو جاتی ہیں۔

دنیا جمع ہو جانے کے آثار میں سے ہی یہ بھی ہے کہ بندہ ناز و نعمت میں ڈوب جاتا ہے، اللہ اور روز آخرت کو بھول جاتا ہے اور وہ گناہوں میں گھر جاتا ہے،

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: "اللہ ان بندوں پر رحم فرمائے جنہوں نے متاع دنیا کو اپنے پاس امانت سمجھا اور پھر وہ امانت انہیں لوٹا دی جنہوں نے انہیں اس کا امین بنایا تھا اور اس دنیا سے سبکدوش ہو کر پاکباز روانہ ہو گئے۔"[3]

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جس قدر تم دنیا کے غم میں پگھلو گے اتنا ہی آخرت کا خوف تمہارے دل سے نکل جائے گا اور جس قدر تم آخرت کا غم کھاؤ گے اسی قدر تمہارے دل سے اس دنیا کی فکر ختم ہو جائے گی۔"[4]

بعض لوگوں کے دلوں پر حب دنیا نے حملہ کر دیا اور انہیں اس کی چکا چوند نے مغلوب کر لیا۔ ان کی فکر اسی میں لگی رہی ہے اور ان کی ساری

---

1) صحیح بخاری: 3158۔
2) صحیح مسلم: 2962۔
3) احیاء علوم الدین: 3/ 207۔
4) صفۃ الصفوۃ: 3/ 279۔

قوتیں اسے ہی جمع کرنے میں صرف ہو جاتی ہیں۔ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اس دنیا کی عبادت و پرستش شروع کر دی اور آخرت کی نعمتوں پر انہوں نے اس دنیا کی عیش و عشرت کو ترجیح دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ "

" درہم و دینا کا پجاری ہلاک ہوگیا اور رنگین دھاری دار چادر و کپڑے کی پرستش کرنے والا بھی تباہ ہوگیا۔ اسے اگر دیا جائے تو راضی ہوتا ہے اور اگر اسے کچھ نہ دیا جائے تو وہ ناراض ہوتا ہے۔"[1] (بخاری)

ترک دنیا کی تفریط وکوتاہی:

کچھ لوگ وہ بھی ہیں جنہوں نے فقر و مسکینی کی چادر اوڑھ لی ہے وہ ہر وقت بڑی ذلیل سی حالت میں رہتے ہیں اور اس دنیا کی طیب و پاکیزہ نعمتوں کو استعمال کرنے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ عبادت گاہوں کے کونوں میں گھستے رہیں اور بزعم خود عبادت میں مصروف رہنا چاہتے ہیں اور اس دنیا کی بجائے وہ آخرت کو ترجیح دیتے ہیں، پھر اچانک ان پر سستی کا حملہ ہوتا ہے اور وہ راحت پسند ہو جاتے ہیں اور انہیں لوگوں کے عطیات و نذرانوں اور کھانے پینے ہدیوں کے لالچ کی بیماری لگ جاتی ہے اور یوں اس دنیا کی تعمیر کے فریضے کو ادا کرنے سے رہ جاتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ارباب شر اس زمین پر اپنی من مانی کرتے پھرتے ہیں اور گمراہی پھیلانے والے جوق در جوق میں آئے کرتے ہیں اور دین و دنیا کے امور میں توازن کے فقدان نے امت کو کمزور کر رکھا ہے اور اسی وجہ سے یہ امت دوسری امتوں کی قیادت کرنے سے پیچھے رہ گئی ہے۔

دنیا و آخرت کی نعمتیں: اہل ایمان کے لیے:

اسلام حلال و پاکیزہ چیزوں کو حرام نہیں کرتا اور نہ ہی فوائد و منافع، کھانے پینے کی چیزوں اور مال و دولت کی مذمت کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾

" پوچھیں تو کہہ جو زینت (وآرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں، انہیں حرام کس نے کیا؟ کہہ دیں کہ یہ چیزیں اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں، انہیں حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دیں کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے دن خاص انہی کا حصہ ہوں گی، اسی طرح اللہ اپنی آیتیں سمجھنے والوں کے لئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔"

(الاعراف:32)

غلط فہمی کا ازالہ:

ہماری ذکر کردہ سابقہ تفصیل جس میں حب دنیا اور درہم و دینار کی غلامی کی مذمت کی گئی ہے اس سے یہ ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ شائد دنیا کی تعمیر و

1) صحیح بخاری:2887۔

ترقی اور تہذیبی آبادکاری کی کوششیں ترک کر دینی چاہئے اور اس دنیا کی خیرات و برکات سے استفادہ نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ اس دنیا سے صرف اسی قدر حاصل کرے جو کہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر اندر (اور جائز طریقوں سے) ہو اور یہ بھی نہ ہو کہ دنیا اس کے لئے غرور و فریب کا سامان بن جائے اور وہ دنیا کے مال و متاع کو تمام دینی و اخلاقی قدروں سے بھی بالاتر قرار دے لے اور نہ یہ ہو کہ انسان ہوش ہی کھو بیٹھے اور اپنے دین و اخلاق کو برباد کر بیٹھے۔ اسلام جس دنیا کی مذمت کرتا ہے وہ شہوتوں اور غافل کن لذتوں کی دنیا ہے جس کے نتیجہ میں حقوق و واجبات ضایع ہوں، حرام اشیاء و امور میں وقوع کا تساہل و سستی پیدا ہو۔ وہ دنیا مذموم ہے، جو غفلت کا سبب بنے۔ وہ دنیا اسلام میں ناپسندیدہ ہے جو کہ بندے کو اللہ سے پھیر دے اور آخرت سے غافل کر دے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ یہ دنیا ہمارے ہاتھوں کی باندی ہو مگر کچھ ایسے کم ہمت لوگ آئے انہوں نے اسے اپنے ہاتھ کی باندی بنانے کی بجائے وہ خود اس دنیا کے غلام بن گئے۔

مثالی و معتدل درجہ:

حب دنیا اور ترک دنیا دونوں میں افراط و تفریط ہے جب کہ اس سلسلہ میں بہترین درجہ یہ ہے کہ دین و دنیا دونوں کو یکجا جمع کر دیا جائے۔ صبر و فقر کو جمع کیا جائے اور تقوی و تونگری کو یکجا کیا جائے یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ مَعَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ"

"اچھا و پاکیزہ مال و دولت تو نیک و صالح شخص کے لئے ہے۔"[1] (بخاری)

ہمارے نبی اکرم ﷺ اپنے رب سے یہ دعاء فرمایا کرتے تھے: "اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي، وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي، وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ"

"اے اللہ! میرے لئے میری دنیا درست کر دے جس میں کہ میرا معاش و روزی ہے۔ اے اللہ! میرے لئے میری آخرت درست کر دے جس کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے، اور ہر خیر و بھلائی کے لئے عمر میں زیادتی فرما دے اور ہر شر و برائی سے بچانے کے لئے موت کو میرے لئے ذریعۂ راحت بنا دے۔"[2] (مسلم)

دین و دنیا میں جدائی:

دین و دنیا کے معاملات میں تفریق و جدائی ہی وہ بنیادی سبب ہے جس نے امت کو تنزل و پستی میں مبتلا کر دیا اور اس امت کی حالت اتنی پتلی کر دی کہ اسے اپنا پیغام دنیا تک پہنچانے سے بھی روک دیا۔ لوگوں نے جب دنیا کی مذمت سے یہ غلط مفہوم اخذ کر لیا کہ دنیا کو ہی لاپرواہی سے چھوڑ دیا جائے، اس کی آبادکاری سے ہاتھ اٹھا لیا جائے اس کی اصلاح و ترقی کے لئے کوشش ترک کر کے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں، نیکی کا حکم دینے اور برائی کو روکنے سے دست کش ہو جائیں تو ان امور کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں ایک سخت مکروہ ناپسندیدہ سلبی کیفیت پیدا ہو

1) صحیح ابن حبان: 3210۔
2) صحیح مسلم: 2720۔

گئی۔ان میں عزلت گزینی نے جنم لے لیا اور وہ ضعف وکمزوری در آئی جسے قبول کرنے سے ہمارا دین اسلام قطعی طور پر انکار کرتا ہے۔اللہ نے تو فرمایا ہے:﴿وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

”اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ یہ (دعاء کرتے ہیں) اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخش اور ہمیں آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔“ (البقرہ:201)

دنیا و آخرت میں بھلائی:

دنیا کی حسنہ و نعمت ہر مطلوب و مرغوب چیز کو شامل ہے۔ جیسے صحت و عافیت، بڑا وسیع گھر، وسیع رزق، نفع بخش کام، نیک صالح عمل، آرام دہ سواری، اچھی تعریف، اور آخرت کی حسنات و نعمتوں کی سردار نعمت دخول جنت ہے اور پھر اس کے تابع دوسرے امور مثلاً بڑے خوف و گھبراہٹ سے امن و تحفظ اور حساب و کتاب میں آسانی۔

صحابہ کرام: فہم اسلام کا بہترین نمونہ:

اسلام کو سمجھنے کے لئے بہترین نمونہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں وہ کمائی کے لئے تجارت و زراعت جیسے اسباب کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے، اللہ کی راہ میں اپنے اوقات، اپنی جانیں اور اپنے اموال خرچ کرتے تھے، ان میں ایسے اغنیاء و مالدار بھی تھے جو کہ دوسروں کو حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ان میں ہی ایسے فقیر بھی تھے جو کہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے تھے۔وہ دنیا کے لئے ہلاکتوں میں واقع ہونے والی کیفیت سے بہت دور رہنے والے تھے۔انہوں نے ملکوں کے ملک فتح کئے، شہروں کے شہر تعمیر و آباد کئے اور حکومتیں قائم کی اور اسلام کی خوب نشر و اشاعت کی۔

صحابہ اکرم رضی اللہ عنہم میں سے بعض کبار صحابہ رضی اللہ عنہم بڑے بڑے مالدار تھے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے کسی کو بھی کاروبار تجارت اور مال و دولت کو ترک کرنے کا حکم نہیں دیا۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:”یہ حب دنیا نہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اس سے وہ چیز حاصل کرے جو آپ کی اصلاح کر دے۔“[1]

سعید بن مسیب فرماتے ہیں:”اس شخص میں بھی کوئی خیر و بھلائی نہیں جو مال طلب نہیں کرتا تاکہ وہ اپنا قرض چکانے اور اس کے ذریعے اپنی آبرو کا تحفظ کرے اور وہ مرجائے تو اسے وہ اپنے وارثوں کے لئے بطور ترکہ چھوڑ جائے۔“[2]

دنیا کا صحیح اسلام مفہوم:

صحیح اسلامی مفہوم میں دنیا مقاصد شریعت کے حصول کا ایک وسیلہ و ذریعہ ہے اور یہ آخرت تک پہنچنے کے لئے ایک سواری ہے، اگر یہ فاسد و خراب ہو جائے تو کبھی کبھی اس کی خرابی دین کی خرابی و فساد کا باعث بن جایا کرتی ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ جب اہل اسلام اس حالت میں مبتلا ہو جائیں کہ امن و امان کا قحط پڑ جائے۔رزق کی قلت ہو جائے، قتل و غارت گری بڑھ جائے تو دین بھی کمزور پڑ جاتا ہے۔یہ بات

---

1) صفۃ الصفوۃ:2/232۔

2) تفسیر قرطبی:3/420۔

ہرگز قبول نہ کی جائے کہ کوئی مسلمان یہ کہے کہ میں اپنا دین محفوظ کرتا ہوں اور اس کے لئے دنیا کو چھوڑ رہا ہوں، ایسا کرنے سے تو اہل شر وفساد اس دنیا سے کھیلیں گے اور اس میں فساد و بگاڑ پیدا کردیں گے۔ کیونکہ جس کی دینی حالت بہتر ہوگئی مگر اس دنیا بگڑ گئی اور اس کے معاملات وامور میں خلل واقع ہوگیا اس سے بعید نہیں کہ اس کی دینی حالت بھی بگڑ جائے اور اس میں خلل رونما ہوجائے۔ اور جس کی دینی حالت بگڑ گئی مگر دنیا سنور گئی اور اس کے تمام امور منظم طریقہ سے چلتے رہے وہ اس دنیوی صلاح وسنوار کی کوئی لذت نہیں پاسکے گا اور نہ ہی اپنی دنیوی زندگی کے سدھرنے کا کوئی اثر محسوس کرے گا، کیونکہ انسان خود اپنی دنیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾

"اور جو (مال) آپ کو اللہ نے عطا فرمایا ہے اس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کریں اور دنیا سے بھی اپنا حصہ لینا نہ بھلائیں اور جیسی اللہ نے آپ سے بھلائی کی ہے (ویسی) آپ بھی (لوگوں سے) بھلائی کریں اور دنیا میں طالب فساد نہ ہوں کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔" (القصص:77)

دنیا کا ظاہر و باطن:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا ہے: ﴿يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ﴾

"یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی کو ہی جانتے ہیں اور آخرت (کی طرف) سے غافل ہیں۔" (الروم:7)

قرآن کریم ایسی قوموں کا واقعہ بیان کر رہا ہے جن کی نظر اس زندگی کے بارے میں انتہائی محدود و تنگ ہے اور ان کی تنگ نظری کا یہ عالم ہے کہ وہ صرف اس کے ظاہر، اس کی لذتوں، اس کے کھیل تماشوں، اس کی دولتوں کمائیوں، دنیوی امور و معاملات، اس کی تعمیر و آبادی، اس کی عمارات و رہائشوں، اس کی شہوت خیز چیزوں اور خواہشات نفس کے مطابق اشیاء کو ہی جانتے ہیں۔ وہ اس کے باطل، اس کے مضرات ونقصانات، اس کی مشکلات ومصائب اور اس کے زائل و فانی ہونے کی حقیقت سے نا آشنا ہیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهُ، وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهُ

"یہ دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو، اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور اس دنیا کے لئے مال و دولت وہی جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو۔"[1] (مسند احمد)

یہ لوگ جو کہ دنیا کو ہی اپنا سب کچھ سمجھتے ہوئے اور اسی سے دل لگائے بیٹھے ہیں انہیں ان دنیوی لذتوں سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا، اگرچہ وہ ساری دنیا کی دولتیں اور خزانے بھی کیوں نہ جمع کرلیں اور انہیں مسلسل نفسیاتی پیاس اور مادی خواہش گھیرے رکھیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا﴾

---

1) مسند احمد:6/71۔

”لو اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس (کے درجات) کو بلند کر دیتے مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑا تو اس کی مثال کتے کی سی ہوگئی کہ اگر سختی کرو تو زبان نکالے رہے اور یونہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔“ (الأعراف:176)

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

استقبال ماہ رمضان المبارک کے فضائل و برکات اور احکام

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ

1424/8/28ھ 2003/10/24ء

دنیا کی بے ثباتی:

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو کیونکہ تقوی ہی بہترین زاد راہ آخرت اور بروز محشر بہترین انجام والا ہے، ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت صرف اس حال آئے کہ تم مسلمان ہو۔" (آل عمران:102)

اور یہ بات جان لو کہ یہ دنیا بڑی شیریں، سرسبز وشاداب، خوبصورت اور خوش منظر ہے۔ اس میں بہت نعمتیں ہیں لیکن وہ ختم ہو جانے والی ہیں۔ وہ پسندیدہ ہے لیکن مفقود ہو جانے والی ہے۔ یہ بڑی غناء و تونگری والی ہے لیکن اس کا انجام بالآخر فناء ہے۔ اس میں استقرار پانے والی ہر چیز بالآخر زائل ہو جائے گی اور اس میں اقامت اختیار کرنے والے ہر شخص کو دار آخرت کی طرف انتقال کرنا ہی ہوگا اور حالات بدلتے رہتے ہیں اور بندہ اپنے اعمال و افعال کا ذمہ دار ہے، جس نے اس دنیا سے تعلق پیدا کر لیا وہ ایک ایسے کام میں مشغول ہو گیا جس کی مشکلات سے اسے کبھی فرصت نہ ملے گی۔ اور اس نے ایسی امیدیں وابستہ کر لیں جو کبھی انتہاء کو نہ پہنچ سکے گی اور اس نے ایسی حرص اختیار کر لی جس کے انجام کی اسے کوئی خبر نہیں۔

اس دنیا کے دن گزرتے جا رہے ہیں اور راتیں بیتی چلی جا رہی ہیں۔ اور اس کا زمانہ نکلتا جا رہا ہے۔ دنیا تو کلی طور پر ہی بہت قلیل ہے اور اب تو اس میں سے جو کچھ بچ گیا ہے وہ اور بھی قلیل ہے اس دنیا کی مثال دامن کوہ میں موجود اس تالاب کی سی ہے جس کا صاف پانی پی لیا گیا اور گدلا پانی چھوڑ دیا گیا ہو، ہر سو خطرات ہیں، فتنہ سر اٹھائے ہوئے ہیں جن میں سے کچھ چھوٹے چھوٹے اور کچھ بڑے بڑے، لوگ اس دنیا میں طرح طرح کے ہیں کوئی مومن ہے تو کوئی کافر، کوئی نیک و متقی ہے اور کوئی فاجر و بدکار، کوئی نجات پانے والا ہے تو کوئی خسارہ اٹھانے والا، کوئی صحیح سالم ہے اور کوئی اوندھے منہ پھسل کر تباہ ہونے والا۔ اس شخص کے لئے خوش خبری ہے جس نے اپنے آپ کو، اپنے بال بچوں کو اور اپنی عورتوں کو محفوظ کر لیا اور اللہ کی ناراضگی و مذمت والے افعال اور شر و بربادی کے وسائل سے انہیں بچا لیا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾

"اور جس نے اللہ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑ لیا وہ صراط مستقیم کی طرف ہدایت پا گیا۔" (آل عمران:101)

ماہ رمضان کی آمد آمد ہے:

مسلمانو! اپنے تمام تر فوائد و منافع اور جلال و جمال کے پر بہار سایوں کے ساتھ ماہ رمضان المبارک آ گیا ہے جو کہ ایک خندہ رو مہمان اور ماہ معطر ہے۔ اس کی فضیلت بڑی واضح اور اس کی برکات بہت ہی زیادہ ہیں، ان کی مقدار اتنی ہے کہ ان کا شمار کرنا ناممکن ہے اور وہ ایسی ہیں کہ ان کی ذات کے حسن کی حد بندی ہی نہیں کی جا سکتی، نہ ان خیرات کا حصر ممکن ہے اور نہ ہی اس ماہ مبارک کے ثمرات کا استقصاء و احاطہ کیا جا

سکتا ہے، پورے حزم جزم کے ساتھ عزم کرلو اور اللہ تعالی کو نیکی کر کے دکھادو، جو کامیاب ہوا وہ جد و جہد کر کے ہی ہوا اور جو آگے بڑھا وہ عزم و ہمت ہی کے بل بوتے پر آگے بڑھا ہے۔

نیکی کی بھرپور کوشش:

اس بات کو بھی ذہن نشین کرلیں کہ جو شخص سستی و کاہلی میں مبتلا رہا وہ ناامیدیوں میں گھر گیا اور اس کی ناکامی یقینی امر ہے، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ"

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ رمضان میں عمل صالح کی اتنی محنت (اور جد و جہد کرتے تھے) جتنی دوسرے کسی ماہ میں نہیں کیا کرتے تھے۔"[1] (مسلم)

کس کرم کے ہیں یہ فیصلے:

اے مسلمانو! آپ کے پاس قبولیت وسعادت کا مہینہ آن پہنچا ہے جو کہ جہنم سے گلو خلاصی کا مہینہ ہے اس میں جود وسخا سے کام لیں اور رفعت و ترقی پائیں۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو اپنی کاہلی و درماندگی کی وجہ سے ناکامی کا خسارہ پانے والے ہو گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" اللہ تعالی فرماتا ہے: "إِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِذَا تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَإِذَا أَتَانِي مَشْيًا أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً"

"اگر میرا بندہ میری طرف ایک بالشت کے برابر بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جب وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف دونوں ہاتھوں کے گھیرے کے برابر بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔"[2] (بخاری)

بندوں کی جہنم سے آزادی اور شیطان کی قید:

مسلمانو! قبولیت کی بادنسیم چل پڑی ہے، خیر و برکات کا سیلاب امڈ آیا ہے اور چاہنے والوں کے لئے نیکی اور خیر و بھلائی کا دروازہ کھل گیا ہے اور شیطان کی تباہی و بربادی کا وقت آ گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ"

"جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔"[3] (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِذَا كَانَتْ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ، صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ، وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَنَادَى

---

1) صحیح مسلم:1175۔

2) صحیح بخاری:7536۔

3) صحیح بخاری:1899۔

مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ، وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ، وَذٰلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ"

"جب رمضان کی پہلی ہی رات ہوتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک فرشتہ منادی کرتا ہے: اے خیر و بھلائی کے چاہنے والے قدم بڑھاؤ، اور اے شر و گناہ کرنے والے! اپنے قدموں کو روک لے اور اللہ جہنم سے اپنے بہت سارے بندوں کو آزاد کرتا ہے یہ سلسلہ ہر رات جاری رہتا ہے۔"[1] (ابن ماجہ)

ماہِ توبہ:

اے مسلمانو! یہ توبہ تائب ہونے کا مہینہ ہے، یہ تو گویا میٹھے اور ٹھنڈے پانی میں نہانے کا چشمہ ہے۔ یہ صاحب جود و کرم اور عطاء عنائت کی رحمت کا مظہر ہے۔ لہٰذا گناہوں کی میل دور کرنے کے لئے اس چشمۂ توبہ میں جلد غوطہ زن ہو جائیں کیونکہ مٹی میں ملنے، لاشوں میں بدلنے والے دارِ آخرت (قبر) کی طرف انتقال کرنے کا وقت قریب آ گیا ہے، وہ ماہ ہم سے کتنا قریب آ گیا ہے اور اس دوران (دو رمضانوں کے درمیان) ہم نے اپنے کتنے عزیزوں کو دفن کیا ہے اور اپنے کتنے ہی پیاروں کو اپنے ہاتھوں لحد میں اتارا ہے۔

اے وہ شخص جو گناہوں سے مالوف ہو چکا ہے۔ اے وہ شخص جو اپنی لرزشوں پر نادم ہو رہا ہے جلد توبہ تائب ہو جا۔ اللہ جود و سخا اور رحم و کرم کو محبوب رکھتا ہے اور توبہ کرنے والوں کو اپنے فضل و کرم سے نوازتا ہے۔ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے ماہ رمضان میں توبہ کر کے اپنے گناہوں کو دھولیا اور موقع ہاتھ سے نکلنے سے پہلے پہلے اپنی خطاؤں کو معاف کروالیا۔

اے وہ شخص جس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا ہے اور خسارے میں مبتلا کر رکھا ہے، اور معاصی و گناہ کے گڑھے پھینک لیا ہوا ہے اور اپنے نفس کو کھڈے کے کنارے پر کھڑا کر رکھا ہے۔ تیری کتاب عمل (نامہ اعمال) میں کتنی ہی لرزشیں اور تیرے عمل میں کتنی کوتاہیاں ہیں۔ تو نے کتنے ہی فرائضوں و واجبات کو جان بوجھ کر ضایع کیا ہے؟ تو نے کتنے ہی مضبوط ستونوں کو توڑا ہے؟ تو نے کتنے خالص و صریح حرام امور کا ارتکاب کیا ہے؟ تم ابھی مہلت کے دور سے گزر رہے ہو تو فوراً توبہ تائب ہو جاؤ اور تلافئ مافات کر لو، گناہوں اور خطاؤں سے فوراً ہاتھ کھینچ لو اور اشک ندامت بہاتے ہوئے اللہ سے مغفرت و بخشش کا سوال کرو، اللہ دن کو (قبول توبہ کے لئے) اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات کو برائی کرنے والا توبہ کرلے اور رات کو اپنا ہاتھ پھیلتا ہے تاکہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ تائب ہو جائے۔

اے اسیرِ گناہ! اے رسوا کن افعال کی جیل کے قیدی! یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں مجرموں، گناہگاروں کو آزاد کیا جاتا ہے۔ گناہگاروں سے درگزر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا موقع کو غنیمت جانو اور اسے فوت نہ ہونے دو اور ان لوگوں میں سے نہ بنو جنہوں نے (جنت میں داخل ہونے سے) انکار کر دیا اور رمضان گزر جانے تک اللہ کی رضاء و مغفرت حاصل نہ کر لی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ: آمِينَ آمِينَ آمِينَ. قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّكَ حِينَ صَعِدْتَ الْمِنْبَرَ قُلْتَ: آمِينَ آمِينَ آمِينَ. قَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي فَقَالَ: مَنْ أَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَلَمْ

---

1) ابن ماجہ:1642۔

يُغْفَرْ لَهُ فَدَخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللهُ، قُلْ: آمِينَ، فَقُلْتُ: آمِينَ"

نبی اکرم ﷺ نے منبر پر قدم رنجہ فرمایا اور تین مرتبہ یہ کلمہ زبان سے ارشاد فرمایا: آمین آمین آمین۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: آپ ﷺ نے منبر پر رونق افروز ہوتے وقت تین مرتبہ آمین آمین آمین فرمایا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا، جس نے ماہ رمضان کو پایا مگر اس کی مغفرت نہ ہوئی اور وہ جہنم میں چلا گیا، اللہ اسے (اپنی رحمتوں سے) دور کرے۔ آمین کہیں، تو میں نے اس پر آمین کہا تھا۔"[1] (ابن خزیمہ وابن حبان)

اہل فساد کے فتنوں سے بچیں:

مسلمانو! اہل فساد و بگاڑ اور اہل انحلال وضلال نے جو گمراہ کن پروگرام، آداب اسلامیہ کے منافی مناظر تیار کر رکھے ہیں، ان سے بچ کر رہو، یہ کفار تو وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ بھی فروگزاشت نہیں کرتے اور اپنی حرکات بد پر کسی لعنت وملامت کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتے، یہ مجرم ذہنیت کے مالک ہیں روزہ ہو یا غیر روزہ وہ ظلم وستم ڈھانے میں ہر وقت ہی تیار رہتے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کی نوجوان نسل کو زہریلے مشروبات پلا دیئے ہیں اور انہیں تخریب کاری وتباہی اور بربادی کے گڑھے میں دھکیل دیا ہے۔

اے وہ شخص! جس نے اپنے لئے برے انجام کو منتخب کرلیا ہے اور فسق وفجور کے ساتھ ساتھ ہی تذلیل وتحقیر آمیز افعال کا ارتکاب شروع کر رکھا ہے اور بہت ہی نقصان دہ سودا کرلیا ہے اور اپنے لئے بہت برے ساتھیوں کا انتخاب کرلیا ہے۔

تقدس رمضان:

اے ان چیزوں پر کھلی نگاہیں ڈالنے والے جن کا دیکھنا حرام ہے، خبردار ہو جاؤ، تمام مہینوں سے بہترین مہینہ آگیا ہے۔ اس ماہ کی حرمت و تقدس کو پامال کرنے سے باز آجاؤ، اس کے مقام ومرتبہ اور اس کی عزت وشرف کو مٹی میں ملانے سے رک جاؤ۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ"

"جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا، اللہ کو اس کے بھوکا اور پیاسا مرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"[2] (بخاری)

کچھ کر گزریں:

اے اپنے آپ کو آزاد سمجھنے والے! جو کہ دراصل وہ قیدی ہے، اے ہلاکتوں کے گڑھوں میں پڑے ہوئے نابینا شخص! اے صاف وشفاف کو چھوڑ کر گندے اور گدلے کو اپنانے والے! اے اپنی راتوں کو عار وبے شرمی کے کاموں میں بسر کرنے والے! اے وہ شخص! جو ہر رات ایسی مجلس سے اٹھتا ہے جیسے کوئی گدھے کے مردار کے پاس سے اٹھ رہا ہو تجھ پر تعجب ہے، تو کس طرح روز روشن کی طرح صاف وواضح راستے کو چھوڑ دیتا اور ہلاکتوں قباحتوں والی راہوں پر چل رہا ہے، تیری قوت سماعت کا کیا بنے گا؟ جس پر کہ پردے پڑے ہوئے ہیں، تیری بصارت ونظر کو کیا ہوا؟ جو کہ روشنی ونور کے سیلاب کو بھی نہیں دیکھ رہی اور تم غفلت وفریب خوردگی میں مبتلا ہوا اور یہ چونکہ تم جان بوجھ کر کر رہے ہو

1) صحیح ابن حبان: 907۔
2) صحیح بخاری: 1903۔

لہٰذا تم اس معاملہ میں معذور بھی شمار نہیں کئے جاسکتے کہ عذر کی بناء پر تم سے یہ سرزد ہوا ہے۔

عمر کی ان گھڑیوں میں کچھ کرلو اور خواب غفلت کے ان جھولوں سے بچ جاؤ، ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو دوسرے کوڑی مار دیتے ہیں اور جب انہیں کہا جائے کہ توبہ تائب ہو جاؤ تو آج کل پر ٹالتے چلے جاتے ہیں اور عمل پیرا نہیں ہوتے۔ خوش خبری ہے ان لوگوں کے لئے جو قیامت کے دن دی جانے والی نعمتوں کو پانے کی خاطر اس دنیا کی شہوت رانیوں کو ترک کر دیتے ہیں۔ انہوں نے ان نعمتوں کو دیکھا ہوا تو نہیں البتہ سنا ہوا ہے اور اس سنے ہوئے کی انہوں نے تصدیق کی ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ[33] لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ[34] لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

"جو شخص بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں وہ جو چاہیں گے ان کے لئے ان کے رب کے پاس (موجود) ہے۔ نیکوکاروں کا یہی بدلہ ہے تاکہ اللہ ان کے پلے سے ان برائیوں کو دور کردے جو انہوں نے کیں اور ان نیک کاموں کا انہیں بدلہ دے جو وہ کرتے ہیں۔" (الزمر:33-35)

تلاوت وتدبر قرآن:

مسلمانو! سب سے بہترین عمل جس میں اوقات بسر کئے جائیں اور گھڑیاں گزاری جائیں، وہ عمل ہے آیات قرآنیہ کی تلاوت وتعلیم اور قرآن کی نشانیوں اور نصیحتوں پر تدبر وتفکر کرنا۔

"وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ"

حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہ رمضان کی ہر رات حضرت نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ مل کر قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔"[1] (متفق علیہ)

یہ قرآن کریم دلوں کی تمام بیماریوں کے لئے شفاء ہے اور مشتبہ امور میں عادلانہ فیصلہ کرنے والا حاکم ہے۔ اس میں بڑے بڑے دلربا واقعات وقصص، گناہوں سے دور کرنے والی پند ونصائح اور مواعظ، بڑی واضح وروشن حکمتیں اور دانائی کی باتیں اور توحید باری تعالیٰ کے بارے میں ظاہر وباطن دلائل کی بھرمار ہے جو کہ دلوں کے لئے شبنم کے قطروں سے بھی زیادہ نرم ونازک ہیں اور آنکھوں کے لئے بڑے لذت آفریں ہیں یہ قرآن ابدی زندگی عطا کرنے والی روح ہے اور اگر روح ہی نہ ہو تو جسم مر جاتا ہے۔

اس قرآن کریم کی طرف توجہ دو اور اس میں پائے جانے والے جواہرات کو سمیٹو، اس کی آیات کے نازل ہونے کے اسباب (شان نزول) کو سیکھو اور تفسیر قرآن کی کتابوں کا بکثرت مطالعہ کرنے کی عادت ڈالو اور محض تھوڑی سی تلاوت پر قناعت کر کے ہی نہ بیٹھے رہو اس قرآن کریم کو اپنی زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں اپنا حاکم وفیصل بناؤ، خوش نصیب وسعادت مند ہے وہ جس نے اپنی ہمتوں کا رخ اس کتاب کریم کی طرف موڑ دیا اور اپنی فکر وعزم کو اس پر موقوف کر دیا اور اسی کے باغیچوں میں گھومتا اور اسی کی پھلواریوں میں سیر کرتا رہا جس کے چشمے کبھی

---

1) صحیح بخاری:6۔

خشک نہ ہوں گے اور نہ ہی کبھی اس کے فیض کے سوتے رکیں گے۔

ماہِ رمضان: ماہِ قرآن:

ارشادِ الٰہی ہے:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾

”ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم کو نازل کیا گیا جو کہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے، اس میں ہدایت کی نشانیاں ہیں اور یہ (حق و باطل کے مابین) فرق کرنے والا ہے۔“ (البقرہ:185)

اے اللہ والے، آپ اس شخص کی طرح بن جائیں جو کہیں تھوڑی دیر کے لئے رکتا، سستاتا اور پھر اٹھ کر چل دیتا ہے اس قرآن کریم کی تلاوت مکمل کرتا ہے اور پھر شروع سے تلاوت وقراءت کا بھرپور آغاز کر دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:"" الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُولُ الصِّيَامُ: رَبِّ إِنِّي مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ! وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ- فَيُشَفَّعَانِ"

”روزہ اور قرآن کریم قیامت کے دن بندے کے لے شفاعت وسفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا:” اے میرے رب! میں نے اسے دن کے وقت کھانے پینے اور خواہش نفس کی پیروی پوری کرنے سے روکے رکھا، اس کے بارے میں میری سفارش کو قبول فرما۔ قرآن کہے گا: ”میں نے اسے رات کے وقت نیند کے مزے لینے سے روکے رکھا، اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما“ ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔“[1] (مسند احمد والحاکم)

ماہِ صدقات:

مسلمانو! یہ اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات اور خرچ کرنے کا مہینہ ہے جو سایہ فگن ہو چکا ہے۔ اہل دولت وثروت جو تونگری سے پھٹے جا رہے ہو، ان لوگوں کو یاد رکھو جو کہ بھوکے پیاسے بلک بلک کر مر رہے ہیں جنہیں مصائب ومشکلات نے گھیر رکھا ہے، ان کے پاس پھڈی کوڑی نہیں کہ اپنے کسی بیمار کا علاج ومعالجہ ہی کرواسکیں۔ ان کی دل کھول کر مدد کریں اور انہیں ان مشکلات سے نکالنے میں ان کا ہاتھ پکڑیں اور مانگنے والے مجبور کو اور سفید پوشی کا بھرم رکھے بیٹھے دست سوال دراز نہ کرنے والے حاجت مند کو کھانا کھلائیں اور ہر بھوکے ننگے اور مجبور کی مدد کریں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اس ماہ کی پر بہار فضاؤں سے استفادہ کرو، نیکیاں کماؤ اور ہاتھ تنگ نہ کرو ورنہ اللہ بھی تم سے اپنے ہاتھ کو روک لے گا اور نہ ہی گن گن کر اللہ کی راہ میں (تنگ دلی سے) خرچ کرو ورنہ اللہ بھی تمہیں گن گن کر (تھوڑا ہی) دے گا۔ پیسے کو جمع کر کے نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تمہیں دینے سے رک جائے گا۔

اے مسلمانوں کے اجتماع! گوش ہوش سے سنئے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:"يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ، وَأَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَكَ، وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى"

”اے آدم کے بیٹے! اگر تم اپنی ضروریات سے فاضل مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر زائد از ضرورت

---

1) مستدرک حاکم:2043۔

مال کو جمع کئے رکھو گے تو یہ تمہارے لئے اچھا نہیں ہے اور اگر کوئی حسب کفایت اپنے پاس کچھ رکھ لیتا ہے تو وہ قابل ملامت نہیں ہے اور خرچ کرنے والا اس آدمی پر سے شروع کریں جس کی اعالت وکفالت تمہارے ذمے ہے اور خرچ کرنے والا (اوپر والا) ہاتھ نیچے والے (مانگنے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔"[1] (مسلم)

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: صَدَقَةٌ فِي رَمَضَانَ"

"بہترین صدقہ وہ ہے جو ماہ رمضان میں کیا جائے۔"[2] (سنن ترمذی)

"كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ، حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ"

"اور نبی اکرم ﷺ رمضان میں تمام لوگوں سے زیادہ صاحب جود وسخاء ہو جاتے جب کہ آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات کیا کرتے تھے، جب کہ آپ ﷺ تو ویسے ہی تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔"[3] (صحیح بخاری ومسلم)

نیکیوں کا سیزن:

مسلمانو! یہ نیکیاں جمع کرنے کا سیزن ہے اور یہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں جو کہ بہر حال زوال پذیر اور گزر ہی جائیں گے، اس چھوٹے سے مہینے میں کوتاہیاں کرنے سے بچ جاؤ۔ اس کے شعائر عبادت، واجبات شرعیہ، سنن مروجہ اور آداب اسلامیہ پر عمل پیرا ہو جاؤ۔

سحری کھانا اور روزہ جلد افطار کرنا:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ"

"اسی وقت تک لوگ خیر و برکت میں رہیں گے جب تک وہ (غروب آفتاب کے ساتھ ہی) روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے۔"[4] (صحیح بخاری ومسلم)

اور ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ"

"ہمارے اور ان اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کھانا ہے۔"[5] (صحیح مسلم)

لہٰذا بفحوائے حدیث: "فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ"

"سحری کھاؤ اگر چہ وہ پانی کا ایک گھونٹ پینا ہی کیوں نہ ہو۔"[6] (سنن ترمذی)

---

1) صحیح مسلم: 1036۔
2) ترمذی: 663۔
3) صحیح بخاری: 1902۔
4) صحیح بخاری: 1957۔
5) صحیح مسلم: 1096۔
6) ترمذی: 696۔

دعاء افطار:

نبی اکرم ﷺ نماز مغرب کی ادائیگی سے پہلے چند تازہ کھجوروں سے روزہ افطار فرمایا کرتے تھے اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتی تو چند عام کھجوریں (یا چھوارے) تناول فرماتے اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے تھے۔

"كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ"

یہ دعاء فرمایا کرتے تھے: "ذهب الظّماء و ابتلّت العروق و ثبت الاجر ان شاء الله"

"پیاس گئی، آنتیں گیلی ہوگئیں اور اللہ کے فضل سے روزے کا اجر وثواب بھی مل گیا۔"[1] (ابوداؤد)

بھول چوک معاف:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ"

"جس نے بھول چوک سے کچھ کھایا پی لیا، اسے چاہیئے کہ وہ اپنا (اس دن کا) روزہ پورا کرے۔ یہ اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔ اس پر اس کا کوئی کفارہ نہیں اور نہ ہی قضاء ہے۔"[2] (صحیح بخاری)

ارشاد نبوی ہے: "مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَإِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ" (ابوداؤد)

"جسے بلا اختیار قے آجائے اور وہ روزے سے ہو، اس پر کوئی قضاء نہیں ہے اور جو (روزہ دار جان بوجھ کر قے کرے، اس پر قضاء ہے)۔"[3]

احتلام ناقض صوم نہیں:

جو شخص جان بوجھ کر منی نکالے اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے البتہ اگر احتلام کے ذریعے (بلا اختیار) منی نکل جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

تمام گناہ معاف:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ" (صحیح بخاری)

"جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اسی سے اجر وثواب کی نیت سے ماہ رمضان کے روزے رکھے، اس کے پہلے تمام گناہ بخش گئے۔"[4]

اور ارشاد ہے: "إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ"

"جس نے امام کے مکمل کر لینے تک امام کے ساتھ قیام میں شرکت کی اسے پوری رات کے قیام کا ثواب ملے گا۔"[5] (ابوداؤد)

---

1) ابوداؤد: 2357۔
2) صحیح بخاری: 1933۔
3) ابوداؤد: 2380۔
4) صحیح بخاری: 38۔
5) ابوداؤد: 1375۔

افطاری کا ثواب:

حدیث رسول اللہ ﷺ ہے:"مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِمْ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ"

"جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کروایا اسے اس روزہ دار جتنا ہی ثواب ہوگا اور روزہ دار کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔"[1] (ابن ماجہ)

ارشاد رسالت مآب ﷺ ہے:"وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ" (صحیح بخاری)

"تم میں سے جب کسی نے روزہ رکھا ہوا ہو تو وہ کوئی شہوانی حرکت نہ کرے اور نہ ہی کسی نادانی و جہالت کا ارتکاب کرے اور اگر کوئی شخص اس سے برا برتاؤ کرے (گالی گلوچ کرے) یا اس سے لڑائی کرے تو وہ اسے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں۔"[2]

عمرۂ رمضان:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:"فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً مَعِي"

"رمضان المبارک میں کیا گیا عمرہ میرے ساتھ کئے گئے حج کے برابر ہے۔"[3] (صحیح بخاری)

حرمت وتقدس رمضان کی پامالی:

مسلمانو! روزہ افطار کرنے کے وقت سے پہلے ہی روزہ افطار کرنے سے بچیں اور اس ماہ رمضان کے دن کی حرمت وتقدس کو پامال کرنے سے بھی مکمل اجتناب کریں اور بلاعذر شرعی روزہ نہ چھوڑیں۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:"بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ أَتَانِي رَجُلَانِ، فَأَخَذَا بِضَبْعَيَّ، فَأَتَيَا بِي جَبَلًا وَعْرًا، فَقَالَا لِي: اصْعَدْ حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي سَوَاءِ الْجَبَلِ، فَإِذَا أَنَا بِصَوْتٍ شَدِيدٍ، فَقُلْتُ: مَا هَذِهِ الْأَصْوَاتُ؟ قَالَ: هَذَا عُوَاءُ أَهْلِ النَّارِ، ثُمَّ انْطَلَقَ بِي فَإِذَا أَنَا بِقَوْمٍ مُعَلَّقِينَ بِعَرَاقِيبِهِمْ مُشَقَّقَةٌ أَشْدَاقُهُمْ تَسِيلُ أَشْدَاقُهُمْ دَمًا، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ؟ فَقِيلَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يُفْطِرُونَ قَبْلَ تَحِلَّةِ صَوْمِهِمْ"

"میرے پاس دو آدمی آئے انہوں نے مجھے میرے دونوں کندھوں سے پکڑا اور ایک دشوار گزار پہاڑ پر لے آئے اور مجھے کہنے لگے کہ اوپر چڑھ جائیں۔ میں نے کہا کہ میں نہیں چڑھ سکتا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم آپ کے لئے اوپر چڑھنے میں آسانی کریں گے۔ میں نے اوپر چڑھنا شروع کیا جب میں اس کی چوٹی پر پہنچا تو میں نے بڑی چیخ و چنگاڑ کی سخت آوازیں سنیں۔ میں نے پوچھا: یہ آوازیں کیا ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ اہل جہنم کی چیخیں ہیں۔ پھر مجھے اور آگے لے جایا گیا وہاں میں نے کچھ لوگوں کو کھونچوں کے بل الٹے لٹکے دیکھا، ان کی

---

1) ابن ماجہ:1746۔
2) صحیح بخاری:1904۔
3) صحیح بخاری:1863۔

باچھیں پھٹی ہوئی تھیں اوران کی باچھوں سے خون بہہ رہاتھا۔میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ افطار کرنے کے وقت سے پہلے ہی فطار کرلیتے ہیں۔"[1] (صحیح ابن خزیمہ وابن حبان سنن کبری، نسائی، مستدرک حاکم..صحیح الترغیب: 991)

عورتوں کے مسجد میں آنے کے آداب:

مسلمان عورت پر واجب ہے کہ جب وہ نماز عشاء اور تراویح کی باجماعت ادائیگی کے لئے مسجد میں آئے تو عطریات اور عود کے بخور اور دوسری فتنہ انگیز اشیاء سے پوری طرح اجتناب کرے جیسے زرق برق اور زینت والے لباس وغیرہ ہیں جو کہ کمزور ایمان والوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں، اہل شر وفساد بہکتے ہیں اور دلوں کے مریض بھی پھسلتے ہیں۔اسی طرح ان کے لئے ضروری ہے کہ غیر محرم ڈرائیور کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے کیونکہ اس کے نتائج اچھے سامنے نہیں آتے اور اس کے نتائج بد کا یہ سلسلہ بھی لامتناہی ہوتا ہے، حضرت زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْعِشَاءَ فَلَا تَطَيَّبْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ"

"جب تم (خواتین) میں سے کوئی عورت عشاء کی نماز کے لئے (مسجد میں) آئے تو وہ اس شام کو کوئی خوشبو لگا کر نہ آئے۔"[2] (مسلم)

جب کہ ایک دوسری روایت میں ہے: "إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيبًا"

"تم میں سے جب بھی کوئی عورت مسجد میں آئے تو خوشبو لگا کر نہ آئے۔"[3] (مسلم)

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن بیان کرتی ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "لَوْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ"

"عورتوں نے جو کچھ (پردے میں سستی اور خوشبو وغیرہ) ایجاد کرلیا ہے اگر اسے نبی اکرم ﷺ دیکھ لیتے تو انہیں بنی اسرائیل کی عورتوں کی طرح مسجد میں آنے سے روک دیتے۔عمرہ سے کہا گیا: کیا بنی اسرائیل کی عورتیں مسجد میں آنے سے روک دی گئی تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔"[4] (صحیح مسلم)

عورت کی نماز کا افضل مقام:

عورتوں کی نماز ان کے گھر کی کوٹھڑی میں ہی ان کے لئے افضل ہے۔چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمُ الْمَسَاجِدَ، وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ"

"اپنی عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکیں اگرچہ ان کے گھر ہی (نماز کے لئے) بہتر و افضل ہیں۔"[5] (ابوداود)

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوتِهِنَّ"

---

1) صحیح ابن حبان: 7491۔
2) صحیح مسلم: 443۔
3) صحیح مسلم: 444۔
4) صحیح مسلم: 445۔
5) ابوداؤد: 567۔

"عورتوں کی بہترین مسجدیں ان کے گھروں کی کوٹھڑیاں ہیں۔"[1] (مسند احمد والحاکم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا"

"عورت کی نماز اپنے گھر کے صحن میں پڑھی گئی نماز سے بہتر ہے اس کی اپنے گھر کے کمرے میں پڑھی گئی نماز اور سامنے کمرے میں پڑھی گئی نماز سے بہتر وافضل ہے وہ نماز جو پچھلی کوٹھڑی میں پڑھی گئی ہو۔"[2] (ابوداود)

بیماری کی شفاء:

مسلمانو! بیماری، جہالت کی شفاء (دوا) پوچھنے میں ہے، اگر کوئی مشکل مسئلہ پیش آجائے تو اس کے بارے میں پوچھ لو اور مغلق معاملات کے بارے میں استفسار کرلیا کرو، جو شخص بلاعلم (من مانی سے) عمل کرے اس کے اعمال مردود و نامقبول ہوتے ہیں۔

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اسے اپنے تمام اعمال کا نگران یقین کرو، اس کی اطاعت شعاری کرو، اس کی نافرمانی نہ اپناؤ۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور صادقین (سچے لوگوں) کے ساتھ ہو جاؤ۔" (التوبہ:119)

کھانے پینے میں اسراف وفضول خرچی:

ایک انتہائی افسوس ناک چیز اور تکلیف دہ رویہ وہ ہے جو کہ بعض مسلمانوں میں بہت ہی بری عادت کی شکل میں سامنے آرہا ہے اور وہ ہے ماہ رمضان المبارک میں ضرورت سے بہت زیادہ کھانا پینا تیار کر کے اس میں اسراف وفضول خرچی کرنا، یہ بہت ہی نقصان دہ چیز ہے ایک تو زیادہ کھانا پینا موٹاپے کا باعث بنتا ہے جو عام بیماریوں کی جڑ ہے، یہ فہم وعقل کو خراب کر دیتا ہے، بکثرت لوگ کھانے پینے سے زائد کھانوں کو کچرے کے ڈبوں اور ڈھیروں میں گندگی اور بیکار چیزوں کے ساتھ پھینک دیتے ہیں جب کہ عین اسی وقت کتنے لوگ بھوکے مر رہے ہیں۔ خاندان کے خاندان نان جویں کو ترس رہے ہیں اور بھوک و پیاس مٹانے کے لئے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔

اللہ والو! اللہ سے ڈرو، نعمتوں کا شکر اس طرح تھوڑا ادا کیا جاتا ہے اور بلاؤں کو یوں تھوڑا روکا جاتا ہے۔

ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾

"اور فضول خرچی مت کرو، بیشک اللہ تعالی فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (الانعام:141)

دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا [26] إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾

"اور فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہوتے ہیں جب کہ شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ (بنی اسرائیل:

1) مستدرک حاکم:756۔

2) ابوداؤد:570۔

(27

کھانے پینے میں توسط واعتدال سے کام لو، یہ میانہ روی ہی قابل تعریف ہے اور خرچ کروتو اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے :﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا﴾

"اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کے ساتھ نہ باندھ لو (بخل نہ کرو) اور نہ ہی اسے پوری طرح کھلا چھوڑ دو (فضول خرچی نہ کرو) تا کہ کہیں (انجام یہ نہ ہو کہ) ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔" (بنی اسرائیل:29)

اسراف میں کوئی خیر و بھلائی نہیں اور نیکی میں کوئی اسراف وفضول خرچی نہیں ۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے :﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾

"اگر تم (نعمتوں پر) شکر کرو گے تو ہم ان میں افاضہ کر دیں گے اور اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔" (ابراہیم:7)

قبولیت دعاء کا مہینہ:

اے مسلمانو! ہر روزہ دار کی ایک دعاء ہر روز اس طرح قبول کی جاتی ہے کہ اس کے لئے قبولیت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی ہے:"وَلِكُلِّ مُسْلِمٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ"

"ہر شب وروز میں ہر ایک مسلمان کی ایک دعا قبول کی جاتی ہے۔"[1] (طبرانی فی الاوسط)

اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ"

"بیشک روزہ دار کی افطاری کے وقت کی دعا رد نہیں کی جاتی۔"[2] (ابن ماجہ)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

---

1) طبرانی فی الاوسط:6401۔

2) ابن ماجہ:1753۔

ماہ رمضان المبارک وروزہ: فضائل ومسائل

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ
1424/9/6ھ، 2003/10/31ء

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ یوں کہ اس کی اطاعت کو لازم پکڑو اور اس کے حرام کردہ امور وافعال سے دور رہو، اللہ کا تقویٰ ہی بندے کو اس کے مولائے کریم اور خالق ومالک (کی رضاء) تک پہنچانے کا وسیلہ وذریعہ ہے اور اسی کی بدولت وہ اسے اپنے عذاب سے نجات دے گا اور اس کے اجروثواب میں اضافہ کرے گا۔

اللہ کا حلم ونعمت:

اے اللہ کے بندو! اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور ان میں غوروفکر کرو، ان میں سے کسی کو آپ جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ اللہ کے حق کو پہنچانو اور اس کی تعظیم کرنے کے حق کو یوں ادا کرو کہ اس کی ایسی تعظیم کرو جیسا کہ اس کا حق ہے اور اللہ سے اتنی حیاء کرو جتنی کہ اس سے حیاء کرنے کا حق ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ وہ تم پر کتنی رنگارنگ نعمتیں فرما رہا ہے۔ جب کہ وہ تمہاری عبادتوں سے غنی وبے پرواہ ہے؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ وہ کیسے تمہاری نافرمانیوں پر حلم ودرگزر فرماتا رہتا ہے جب کہ وہ تمہیں سزا دینے پر پوری طرح قادر ہے؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ وہ نافرمانی کرنے والوں کے رویے میں پائی جانے والی ایذاء رسانی پر کتنا صبر کرتا ہے حالانکہ وہ اسے عاجز ومجبور نہیں کر سکتے؟ کیا اس نے تمہیں عمریں نہیں دے رکھیں اور تمہاری عمروں کو طویل ولمبا نہیں کیا؟ آپ اس کی عبادت کرنے میں اپنی تقصیر وکوتاہی پر نظر نہیں ڈالتے؟ اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنے میں کمی نہیں دیکھتے؟ کیا آپ لوگ یوم حساب سے ڈرتے نہیں؟ کیا آپ ان گناہوں سے نہیں ڈرتے جن کا ذکر تمہاری کتاب بول بول کر دے گی۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ[6] فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ[7] فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا[8] وَيَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِهِ مَسْرُورًا[9] وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ[10] فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا[11] وَيَصْلَى سَعِيرًا[12] إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا[13] إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ[14] بَلَى إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا﴾

”اے انسان! تو نے اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے میں) خوب کوشش کرتا رہا یہاں تک اسے جا ملے گا، تو جس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس سے حساب آسان لیا جائے گا اور وہ اپنے گھر والوں میں خوش خوش آئے گا اور جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا وہ موت کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہوگا۔ یہ اپنے اہل وعیال میں مست رہتا تھا اور خیال کرتا تھا کہ (اللہ کی طرف) پھر کر (لوٹ کر) نہیں جائے گا۔ ہاں ہاں، اس کا رب اسے دیکھ رہا تھا۔“ (الانشقاق: 6-15)

اتمام حجت:

حجت پوری اور واضح ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کی تفصیل ذکر کر رکھی ہے اس نے احکام وعبادات مقرر فرما دیئے ہیں۔ اس نے فرائض عائد کئے ہیں اور واجبات مقرر فرمائے ہیں۔ اس نے مستحبات بھی طے کر دیئے ہیں اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی چیزیں بھی بیان

فرمادی ہیں۔اور حرام چیزوں کو اس نے حرام کر رکھا ہے اور مکروہ اشیاء کو مکروہ کر دیا ہوا ہے۔

اللہ نے دین اسلام کو جنت کی راہ قرار دیا ہے اور کفر و گناہوں کو جہنم کا راستہ بنایا ہے اور اللہ نے تمام تر بھلائیاں اپنی اطاعتوں میں اور تمام شر اپنی نافرمانیوں اور گناہوں میں رکھے ہیں۔

ماہ و ایام فضیلت:

اللہ کی رحمتیں کتنی وسیع اور اس کا جود و کرم کتنا بڑا ہے کہ اس نے فضیلت والے مہینوں اور برکت والے دنوں کو واضح کر دیا ہے جن میں نیکیاں بڑھتی ہیں اور گناہ مٹائے جاتے ہیں اور ان دنوں اور مہینوں میں اللہ نے طرح طرح کی عبادتیں مقرر فرمائیں ہوئی ہیں۔اور ان سب چیزوں کو ہم نہیں جانتے تھے سوائے اس کے کہ اللہ نے ہمیں ان امور کی تعلیم فرمادی۔چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ[151] فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾

”جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول کو بھیجا ہے جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا تمہیں پاک کرتا اور کتاب (قرآن) کی اور دانائی و حکمت کی باتیں (حدیث) سکھلاتا ہے اور ایسی باتیں بتاتا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور میری ناشکری نہ کرنا۔“ (البقرہ:151-152)

ماہ رمضان کی آمد آمد:

مسلمانو! تمہارے صحن میں وہ مہمان مہینہ آن پہنچا ہے جو کہ تمام مہینوں کا سردار ہے اور یہ اللہ کی طرف سے تمہیں ایک عظیم موسم جس کے دن کو روزہ اور رات کو قیام کیا جاتا ہے،اس کے آخری عشرہ کی راتیں تمام راتوں سے افضل ہیں۔اسی آخری عشرے میں ایک رات لیلۃ القدر بھی ہے جس کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو،اس ماہ میں کی گئی نیکیوں کا اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے۔اس میں برائیوں کو مٹایا جاتا ہے اور درجات کو بلند کیا جاتا ہے۔اس ماہ میں اللہ کی رحمتیں موجیں مارتی پھرتی ہیں اور جو بھی ان موجوں میں آگیا وہ کبھی مایوس و محروم نہیں رہے گا،جس نے تلاش کیا اس نے پالیا،اور جس نے اس سے اعراض و روگردانی کی وہ اسے کھو کر نقصان اٹھانے والا ہو گیا۔

روزہ..رکن اسلام اور اجر و ثواب:

ماہ رمضان کے روزے اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک رکن ہیں اور اس ماہ کی راتوں کا قیام گناہوں کی مغفرت و بخشش اور مصائب و مشکلات کو رفع کرنے کا باعث ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:”مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“

"جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس سے اجر و ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے سابقہ تمام گناہ بخشے گئے۔"[1] (صحیح بخاری و مسند احمد)

مسند احمد میں یہ الفاظ ہیں: "مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَأَخَّرَ مِنَ الذُّنُوبِ"

"اور اس کے آئندہ کے تمام گناہ بھی۔"

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"

"جس نے یہ ماہ رمضان (کی راتوں) کا قیام اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اسی سے اجر و ثواب لینے کی نیت سے کر لیا، اس کے سابقہ گناہ بخشے گئے۔"[2] (بخاری و مسلم)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی ہے: ومن قام ليلةَ القدرِ إيمانًا واحتسابًا، غُفر له ما تقدمَ من ذنبِهِ وما تأخرَ.

"جس نے لیلۃ القدر کو اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اسی سے اجر و ثواب کی نیت سے قیام کر لیا، اس کے پہلے اور پچھلے تمام گناہ بخشے گئے۔"[3] (مسند احمد، معجم طبرانی کبیر)

فضائل ماہ رمضان:

ماہ رمضان کے فضائل تو بکثرت ہیں اور ان میں سے یہی کیا کم ہے کہ اسی ماہ میں اللہ تعالی نے قرآن کریم نازل فرمایا تھا، اور اسی ماہ کو روزوں کا زمانہ بنا دیا ہے جو کہ بندے اور اس کے رب کے مابین ایک بھید ہے جسے دوسرا کوئی نہیں جانتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ"

"اللہ تعالی فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل بڑھا چڑھا کر رکھا جاتا ہے اور نیکی کا ثواب دس گناہ سے لے کر سات سو گنا تک دیا جاتا ہے اور اللہ تعالی فرماتے ہیں سوائے روزے کے یہ میرے لئے ہی رکھا جاتا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، کیونکہ روزے دار اپنی شہوت رانی اور کھانا پینا میری خاطر چھوڑتا ہے۔"

---

1) صحیح بخاری: 38۔
2) صحیح بخاری: 2009۔
3) مسند احمد: 5/321۔

”روزہ دار کو دو فرحتیں (خوشیاں) نصیب ہوں گی، ایک روزہ افطار کرتے وقت اور دوسری اللہ کے دیدار کے وقت (جنت میں جا کر) اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو کستوری سے بھی زیادہ محبوب ہے۔“[1] (بخاری و مسلم)

فضائل رمضان کا ذکر کرتے ہوئے ہی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ"

”جب ماہ رمضان داخل ہو جاتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو پابند سلاسل کر (جکڑ) دیا جاتا ہے۔“[2] (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

تارک روزہ کے لئے وعید:

مسلمان کو چاہیے کہ روزے کو باطل کر دینے والے امور سے اپنے روزے کو محفوظ رکھے۔ صحیح بخاری و ابوداوٗد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ فِي غَيْرِ رُخْصَةٍ رَخَّصَهَا اللهُ لَهُ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ"

”جس نے ماہ رمضان کے ایک دن کا روزہ کسی رخصت و بیماری کے بغیر نہ رکھا وہ اگر ساری عمر بھی روزہ رکھتا رہے تب بھی اس کمی کو پورا نہیں کر سکتا۔“[3] (بخاری و ابوداوٗد)

اسی طرح مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے روزے کو غیبت و چغلی، جھوٹ، سب وشتم (گالی گلوچ) اور ایسی چیزوں پر نظر ڈالنے سے بچائے جن پر نظر ڈالنا حرام کیا گیا ہے، ایسے ہی گانے سننے سے بھی بچے کیونکہ یہ گانے دلوں کو فاسد و خراب کر دیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ"

”جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا۔ اللہ کو ایسے شخص کے (کھانا پینا چھوڑنے کی اور) بھوکا پیاسا مرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“[4] (بخاری و ابوداوٗد)

خلوص نیت:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ، وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ"

---

1) صحیح بخاری:1904۔
2) صحیح بخاری:3277۔
3) ابوداوٗد:2396۔
4) صحیح بخاری:1903۔

”کئی روزے دار وہ ہیں جنہیں ان کے روزے سے بھوک و پیاس کے سوا (کوئی اجر) نہیں ملنے والا اور کئی قیام اللیل کرنے والے ایسے ہیں کہ انہیں رت جگے (اور تھکاوٹ) سوا کچھ ہاتھ نہ لگے گا۔“[1] (ابن ماجہ، معجم طبرانی کبیر)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الصِّيَامُ جُنَّةٌ مَا لَمْ يَخْرِقْهَا"

”روزہ (جہنم سے بچانے والی) ڈھال ہے جب تک کہ روزے دار اسے خود سوراخ دار (خراب) نہ کردے۔“[2] (سنن نسائی وطبرانی)

اور معجم طبرانی کبیر میں اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ڈھال کو کوئی کیسے سوراخ دار (خراب) کرسکتا ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جھوٹ بول کر یا غیبت کر کے۔“

موسم خیرات و برکات:

اے مسلمان! اس موسم خیرات و برکات میں بکثرت اطاعت و عبادت کی بھرپور کوشش کریں اور نماز باجماعت کا خوب اہتمام کریں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ"

”جس نے نماز عشاء باجماعت ادا کی، اس نے گویا آدھی رات قیام میں گزاری، اور جس نے فجر بھی باجماعت ادا کرلی اس نے گویا پوری رات ہی قیام میں گزار لی۔“[3] (صحیح مسلم)

نمازوں کا اہتمام:

یہ انتہائی نقصان کی بات ہے کہ بندہ روزے کا تو بڑا خیال رکھے مگر نماز کو ضایع کردے، نماز تو بندے کی فوز وفلاح اور نجات کے اسباب کا ایک خاطرخواہ مجموعہ ہے، اسی سے اس کے تمام امور میں نظم آتا ہے اور اس کے حالات میں سدھار و درستگی پیدا ہوتی ہے۔ اور سب سے پہلے بندے سے جس عمل کا حساب کتاب (قیامت کے دن) لیا جائے گا وہ نماز ہی تو ہے۔ (ابوداود، نسائی، طبرانی، صحیح الجامع:2572)

نماز تراویح:

اے مسلمانو! تراویح کی ادائیگی پر ہمیشگی و دوام کرو اور یہی قیام رمضان ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث میں ہے: "إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ"

”جو شخص امام کے ساتھ (قیام رمضان کے لئے) کھڑا ہوا یہاں تک کہ امام نے نماز تراویح مکمل کرلی تو ایسے شخص کے لئے رات بھر کے قیام کا ثواب لکھا جائے گا۔“[4] (ترمذی)

---

1) ابن ماجہ:1690۔
2) نسائی:2233۔
3) صحیح مسلم:656۔
4) ترمذی:806۔

فضائل ذکر الٰہی:

اللہ کا بکثرت ذکرواذکار کریں کیونکہ یہ ذکر الٰہی افضل ترین اور آسان وسہل ترین اعمال میں سے ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟" قَالُوا: بَلَى، قَالَ: ذِكْرُ اللهِ تَعَالَى"

"کیا میں تمہیں اس افضل عمل کی خبر نہ دوں جو کہ تمہارے رب کے نزدیک بہت ہی پاکیزہ و پسندیدہ ہے، جو تمہارے لئے سونا و چاندی صدقہ کرنے سے بھی بہتر ہے اور اس (جہاد) سے بھی بہتر ہے کہ تم دشمن سے سامنا کرو، وہ تمہاری گردنیں کاٹیں اور تم ان کی گردنیں کاٹو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ضرور بتائیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ عزوجل کا ذکر۔"[1] (ترمذی، مستدرک حاکم و صحیحہ)

اور ذکر الٰہی میں سے افضل ترین چیز تلاوت قرآن عظیم ہے جو کہ پورے فہم وتدبر کے ساتھ کی جائے اور یہ ماہ رمضان ماہ نزول قرآن ہے اور ماہ رمضان میں دل اس قرآن سے دوسرے مہینوں کی نسبت زیادہ انتفاع واستفادہ کرتا ہے، کیونکہ یہ قرآن روح کی غذا ہے جس طرح کہ کھانا جسم کی غذا ہوتا ہے، جب جسم کا غلبہ واقتدار کمزور پڑ جائے تو روح کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

سلف کا طرز عمل:

بعض سلف صالحین امت ماہ رمضان میں ہر تیسرے دن قرآن کریم کی تلاوت مکمل کرلیا کرتے تھے اور بعض تو صرف ایک ہی رات میں قرآن ختم کرلیا کرتے تھے۔اور اپنے روزے کا خوب خیال واہتمام کرتے تھے۔

امام احمد فرماتے ہیں: "ہم مسجدوں میں بیٹھے رہ کر اپنے روزوں کی حفاظت کرتے ہیں۔"

اور سلف امت ایک طویل زمانے تک اللہ سے یہ دعائیں کیا کرتے تھے کہ وہ انہیں ماہ رمضان تک پہنچائے اور پھر ایک طویل وقت تک یہ دعائیں کرتے رہتے تھے کہ ان سے روزے قبول فرمائے۔

اس ماہ مبارک میں فقراء ومساکین اور یتیموں کے ساتھ احسان کریں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ صاحب جود وسخا تھے اور پھر ماہ رمضان میں تو آپ کے جود وسخا کی کوئی حد ہی نہ رہ جاتی تھی اور ماہ رمضان میں چونکہ آپ کی ملاقات حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہوا کرتی تھی لہٰذا ان دنوں میں تو آپ تیز باد وہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔

غرض وغایت عبادات:

عبادات کے اغراض ومقاصد میں سے ہی یہ غرض ہے کہ اپنے نفس اور اللہ کی مخلوق پر احسان کیا جائے اور ماہ رمضان میں یہ غرض پوری ہو

---

1) ترمذی: 3377۔

جاتی ہے۔(اس موسیقی کو روح کی غذا کہنے والے توبہ کریں اور ہوش کے ناخن لیں۔)

ماہ مبارک میں اتنی عبادتیں اور اطاعتیں جمع ہو جاتی ہیں جتنی کہ دوسرے کسی مہینے میں یکجا نہیں ہوتیں، اس ماہ میں نماز، روزہ اور صاحب نصاب یا جو بھی پیش کرنا چاہئے اس کا زکوۃ ادا کرنا، ذکر الٰہی کی کئی انواع واقسام اور حج اصغر یعنی عمرہ رمضان جو کہ نبی اکرم ﷺ کی معیت میں کئے گئے عمرے کے برابر ثواب والا ہوتا ہے اور ایسی ہی بہت سی کئی دیگر نیکیاں کرنے کا موقع یہ ماہ مبارک ہے۔ اور اس ماہ کی فضیلت کی وجوہات واسباب میں سے ہی ایک یہ بھی ہے۔

اے مسلمانو! ایسی نیکیوں کی کوشش کرو جو تمہیں جنت کے قریب کر دے، جس میں وہ نعمتیں ہیں جنہیں کسی آنکھ نے کبھی کہیں نہیں دیکھا نہ کسی کان نے کبھی سنا ہے اور نہ ہی کبھی وہ کسی کے تصور میں ہی گزری ہیں اور وہ نیکیاں جو کہ آپ کو جہنم سے دور کر دیں۔

نیکیوں کا موقع:

کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ کسی کو کب اچانک موت آجائے گی اور کوئی شخص یہ بھی نہیں جانتا کہ آئندہ رمضان کو وہ پاسکے گا یا نہیں پائے گا؟

اے انسان! تم آج کے بیٹے ہو۔ کل کی کوئی چیز تمہارے اختیار میں نہیں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ[133]الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ[134]وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ[135] أُولَئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾

”اور اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو کہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے بنائی گئی ہے، جو آسودگی وتنگی میں (اللہ کی راہ میں مال) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے ہیں اور لوگوں کے قصور کو تاہیاں معاف کرتے ہیں اور اللہ نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے، اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے۔ ایسے ہی لوگوں کا صلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش اور وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ بستے رہیں گے۔ اور (اچھے) کام کرنے والوں کا بدلہ بہت اچھا ہے۔“ (آل عمران:132-136)

فرضیت صیام:

اے اللہ کے بندو! آپ کے رب جل وعلا کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ[183]أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ﴾

”اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ یہ (ماہ) گنتی کے چند دن ہی تو ہے..“ (البقرہ:183-184)

روزے کے آداب:

(1) تم میں سے جب کوئی شخص روزہ رکھے تو اسے چاہیئے کہ اس کے کان آنکھ اور تمام اعضاء جسم بھی ہر حرام چیز سے روزہ رکھیں۔اور حدیث رسول اللہ ﷺ میں ہے:"وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ"

"جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اسے چاہیئے کہ کوئی فحش گوئی وشہوت انگیز باتیں نہ کرے اور نہ ہی گناہ کا کوئی کام کرے،اور اگر کوئی اسے گالی دے یا کوئی اس سے لڑائی کرے تو اسے کہہ دے کہ" میں روزے سے ہوں۔"[1] (صحیح بخاری)

(2) سحری کھانے کا اہتمام کریں،حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"تَسَحَّرُوا، فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً"

"سحری کھاؤ،سحری میں بہت برکت ہے۔"[2] (بخاری ومسلم)

کیونکہ سحری کھانے سے بدن میں قوت وطاقت آئے گی جو کہ اطاعت وعبادت کے لئے ضروری ہے سحری کا طلوع فجر تک موخر کرنا سنت ہے۔

(3) افطاری میں جلدی کرنا سنت ہے کیونکہ ارشاد نبوی ہے:"لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ"

"لوگ اس وقت تک خیر وبھلائی سے رہیں گے جب تک وہ افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے۔"[3] (بخاری ومسلم عن سہل بن سعد رضی اللہ عنہ)

کیونکہ یہ افطاری میں جلدی کرنا سنت رسول اللہ ﷺ کے غلبے کا پتہ دینے والی چیز ہے۔

روزہ افطار کروانے کا ثواب:

ایک حدیث میں ہے:"مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِمْ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ" (ابن ماجہ)

"جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کروایا اسے بھی اس روزہ دار جتنا ہی ثواب ہوگا اور روزہ دار کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ کی جائے گی۔"[4]

اور روزہ دار کو رات کے وقت ہی روزے کی نیت وارادہ کر لینا چاہیے۔

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

---

1) صحیح بخاری:1904۔

2) صحیح بخاری:1923۔

3) صحیح بخاری:1957۔

4) ابن ماجہ:1746۔

صدقہ وخیرات: فضائل و برکات، آداب

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ

1424/9/13ھ 2003/11/7ء

حمد وثناء کے بعد!

میں آپ سب کو اور اپنے آپ کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت وتاکید کرتا ہوں کیونکہ ارشاد الٰہی ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ کا تقوی اختیار کرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت آئے تو صرف ایمان و اسلام پر ہی آئے۔" (آل عمران:102)

تعاون باہمی کی ضرورت:

اس حیات دنیوی میں مشکلات، بوجھ، فقر وتنگدستی اور بڑے بڑے حادثات و واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں اور انسان کو اپنے بھائی کے تعاون کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ وہ اس کا سہارا بنتا ہے اس کے عزم وہمت میں تقویت کا باعث بنتا ہے، اس کی مشکل کو آسان کرتا اور تنگی میں تخفیف کرتا ہے اور برے وقت میں اس کے کام آتا ہے اور یہ سارا کچھ وہ اجر وثواب پانے اور فضائل و درجات حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے اور اس سے معاشرہ مضبوط وقوی بنیادوں پر قائم ہوتا اور ایک دوسرے کے تعاون کے نظام میں مضبوط قواعد وضوابط معاشرے کی قوت کے پیچھے کارفرما ہوتے ہیں۔

صدقہ: دلیل ایمان:

اس باہمی تعاون کی دلیل و برہان ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ"

"اور صدقہ وخیرات ایمان کی دلیل و برہان ہے۔"[1] (مسلم)

یہ رقت قلب اور رحم وکرم کا جذبۂ صادقہ ہی ہے کہ جو بندے کو نیکی کرنے، بے کس کی مدد کرنے، محتاج وضرورت مند کا تعاون کرنے، فقراء و مساکین کے ساتھ احسان کرنے، بیواؤں پر ترس کھانے اور یتیموں کے آنسو پوچھنے، ان پر احسان کرنے، اور ان کے دلوں میں سرور و فرحت کے جزبات جگانے پر آمادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾

"جو مرد اور عورتیں خیرات کرنے والے ہیں، اور اللہ کو نیک نیتی وخلوص سے قرض دیتے ہیں، انہیں دوگنا ادا کیا جائے گا اور ان کے لئے عزت کا صلہ ہے۔" (الحدید:18)

صدقہ کے لئے اس سے زیادہ گہرا اور وقیع جذبہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ ادا کرنے والے کو یہ شعور ہوتا ہے کہ وہ اللہ غنی وحمید کو قرض دے رہا ہے اور

---

1) صحیح مسلم:223۔

اس کا معاملہ اس کائنات کے مالک سے ہے اور وہ جو کچھ خرچ کر رہا ہے اسے اس سے دوگنا ادا کیا جائے گا اور اس سب کچھ کے بعد اس کے لئے اجر عظیم اور عزت ووقار کا صلہ بھی موجود ہے۔ارشاد الٰہی ہے:﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾

"اور تم جو چیز خرچ کرو گے، وہ (اللہ) اس کا (تمہیں) عوض دے گا اور وہ سب سے بہترین رزق دینے والا ہے۔" (سباء:39)

مفسرین کرام کا کہنا ہے:" وہ دنیا میں تمہیں اس دولت کا بدل دولت سے دے گا اور آخرت میں اس کے عوض میں اجر وثواب بھی دے گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:"مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا"

"ہر دن جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو عوض و بدلہ عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! ہاتھ روک کے رکھنے والے (خرچ نہ کرنے والے) کے مال کو تلف و برباد کر دے۔"[1] (صحیح بخاری ومسلم)

فرائض کی کمی کا ازالہ:

نوافل صدقہ وخیرات فرائض میں واقع ہونے والی کمی بیشی کا اتمام واکمال کرنے والی چیز ہے۔جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ:" فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلَ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ"

"(اللہ تعالی جب حساب لے گا تو) جس کے فرائض میں کوئی کمی ہوگی تو اللہ عزوجل فرمائے گا: دیکھو! کیا میرے بندے نے کچھ نوافل (صدقات وخیرات) اور کئے ہیں۔ پھر اس کے فرائض کی کمی کو نوافل کے ساتھ پورا کر لیا جائے گا اور پھر باقی سارے اعمال بھی اسی طرح پورے کئے جائیں گے۔"[2] (سنن ترمذی)

ذریعۂ حب الٰہی:

صدقہ اللہ کی محبت حاصل کرنے کا سبب ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ارشاد ربانی ہے:"وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ"

"بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا چلا آتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔"[3] (صحیح بخاری)

گناہوں کا کفارہ:

یہ صدقہ وخیرات گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ ہیں جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

---

1) صحیح بخاری:1442۔

2) ترمذی:413۔

3) صحیح بخاری:6502۔

"فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ، تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْمَعْرُوفُ"

"آدمی کا اپنے اہل وعیال اور پڑسیوں کے حقوق کی تلفی فتنہ وگناہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ نفلی نماز پڑھے، صدقہ وخیرات کرے اور نیکی کرے۔"[1] (صحیح بخاری)

عرش الٰہی کے سائے تلے:

قیامت کے دن جب لوگوں کو میدان حشر میں جمع کیا جائے گا اور کرب و بلاء بہت شدت اختیار کر جائے گی۔ سورج مخلوق کے سروں کے بہت قریب ہو جائے گا۔ ایسے میں صدقہ وخیرات کرنے والوں کو عرش الٰہی کے سائے تلے جگہ ملے گی اور ان کے صدقات وخیرات ان کے لئے پردہ بن جائیں گے اور جہنم کی گرمی سے انہیں بچالیں گے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ"

"قیامت کے دن جب کہ کوئی سایہ نہیں ہوگا اس دن اللہ سات لوگوں کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا۔ اور ان سات میں سے ہی رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے کہ: ایک شخص وہ ہوگا جس نے اتنے خلوص وخفیہ انداز سے صدقہ کیا کہ اس کے اپنے بائیں ہاتھ کو خبر نہ لگے کہ دایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے۔"[2] (صحیح بخاری)

صدقے کو اللہ کا بڑھانا:

صدقہ کی فضیلت یہ بھی ہے کہ اسے اللہ تعالی بڑھاتے بڑھاتے پہاڑ جتنا کر دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، وَإِنَّ اللهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهِ، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ، حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ"

"جس نے اپنے مال حلال سے کھجور کے برابر بھی صدقہ کیا اور اللہ مال حلال وطیب کے سوا کچھ قبول بھی نہیں کرتا اور اللہ مال حلال سے کئے گئے صدقے کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ اور پھر اسے اس صدقہ کرنے والے کے لیے بڑھاتا جاتا ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا پوستا (بڑھاتا) ہے یہاں تک کہ وہ (معمولی صدقہ) بڑھ کر ایک پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔"[3] (صحیح بخاری)

غضب الٰہی کو رفع کرنا:

اس صدقے کے فضائل و برکات میں سے ہی یہ بھی ہے کہ یہ گناہوں کو مٹاتا اور اللہ کے غیض وغضب کو ٹھنڈا کرتا ہے جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ

---

1) صحیح بخاری: 1435۔

2) صحیح بخاری: 1423۔

3) صحیح بخاری: 1410۔

سے مروی ایک طویل حدیث میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: " أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ، الصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ "

"کیا میں تمہیں ابواب خیر و نیکی کا پتہ نہ بتاؤ؟ روزہ (جہنم سے بچانے والی) ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو یوں مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔"[1] (ترمذی، ابن ماجہ)

ایک حدیث میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صدقةُ السرِّ تطفئُ غضبَ الربِّ

"در پردہ کیا گیا صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔"[2] (معجم طبرانی کبیر)

جہنم سے نجات:

صدقہ اپنے مالک (صدقہ کرنے والے) کو جہنم کی آگ سے بچاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ"

"جہنم سے بچو چاہے وہ کھجور کے ٹکڑے (کے صدقہ) سے ہی کیوں نہ ہو۔"[3] (متفق علیہ)

تطہیر و تزکیۂ نفس:

صدقہ نفسوں کا تزکیہ و تطہیر کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾

"ان کے اموال میں صدقہ (زکوٰۃ) قبول کریں کہ اس سے آپ انہیں (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہیں۔"

(التوبہ:103)

فرحت و سرور داخل کرنا:

اس صدقہ و خیرات کے ذریعے فقراء و مساکین کے غمگین دلوں میں فرحت و سرور داخل کیا جاتا ہے اور ان کے دلوں میں فرحت و سرور اور خوشی و مسرت کا داخل کرنا افضل ترین اعمال میں سے ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "وَأَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ سُرُورٌ تُدْخِلُهُ عَلَى مُسْلِمٍ، أَوْ تَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً، أَوْ تَقْضِي عَنْهُ دَيْنًا أَوْ تَطْرُدُ عَنْهُ جُوعًا"

"تمام اعمال میں سے افضل ترین عمل یہ ہے کہ آپ اپنے کسی مؤمن بھائی کے دل میں خوشی و مسرت پیدا کرنے کا باعث بنیں یا کسی کی طرف سے اس کا قرضہ ادا کریں یا اسے (بھوک کی حالت میں) روٹی کھلائیں۔"[4] (طبرانی فی الاوسط)

رضاء الٰہی کا حصول اور ہلاکت سے نجات:

---

1) ترمذی:2616۔

2) معجم طبرانی کبیر:8/261۔

3) صحیح بخاری:1413۔

4) طبرانی فی الاوسط:861۔

اس صدقہ میں اللہ کی رضاء وخوشنودی اور ہلاکت سے نجات ہے اور یہ صدقہ احسان و نیکی کی انتہاء ہے جو کہ اللہ کو بہت پسند ہے ۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَأَنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

"اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اور (ترک جہاد و انفاق سے) اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی و احسان کرو بے شک اللہ نیکی و احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔" (البقرہ:195)

ذریعۂ مغفرت:

یہ صدقہ شیطان کو غیض وغضب دلانے کا سبب اور بندے کے لئے مغفرت وبخشش کا ذریعہ بنتا ہے ۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

"(اور دیکھنا) شیطان کا کہا نہ ماننا وہ تمہیں فقر وتنگدستی کا خوف دلاتا ہے اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور اللہ تم سے اپنی مغفرت و بخشش اور رحمت کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ۔" (البقرہ:268)

عجیب دنیوی نتائج وآثار:

اس صدقہ کے عجیب وغریب اثرات تو اس دنیا میں ہی رونما ہونے لگتے ہیں ۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:"بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ: اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ. فَتَنَحَّى ذَلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ، فَإِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذَلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ. فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ، مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: فُلَانٌ. لِلِاسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ. فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ، لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي؟ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هَذَا مَاؤُهُ يَقُولُ: اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ، فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا؟ قَالَ: أَمَّا إِذْ قُلْتَ هَذَا فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ، وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا، وَأَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ" [223/8]

"ایک آدمی جنگل میں تھا اس نے بادل کے ٹکڑے سے یہ آواز سنی: فلاں کے باغ کو سیراب کرو ۔ وہ بادل ایک طرف کو ہوا اور اس نے اپنا پانی ایک کالی پتھریلی زمین پر برسا دیا ۔ وہ پانی ایک نالے میں داخل ہو گیا حتیٰ کہ سارے کا سارا پانی ہی اس نالے میں سما گیا (اور ان کی طرف چلنے لگا) اس آدمی نے اس پانی کا پیچھا کیا، کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا ہے اور وہ اس پانی کو اپنی زمین میں ڈالے جا رہا ہے ۔ اس نے اس شخص سے پوچھا: اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نام فلاں ہے یعنی اس نے وہی نام کہا جو اس نے بادلوں سے سنا تھا ۔ اب اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! تو مجھ سے میرا نام کیوں پوچھ رہا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس بادل سے آواز سنی تھی جس کا یہ پانی آیا ہے کہ کوئی کہہ رہا ہے: فلاں شخص کے باغ کو سیراب کرو اور وہ تیرا نام تھا ۔ تو کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا: جب تم یہ پوچھ ہی رہے ہو تو بتا دیتا ہوں کہ باغ کا پھل دیکھتا ہوں اور اس (کے تین حصے بنا لیتا ہوں) ایک حصہ صدقہ کر دیتا ہوں، اور ایک حصہ

میں اور میرے اہل وعیال کھالیتے ہیں اور ایک حصہ دوبارہ اس میں بطور بیج ڈال دیتا ہوں۔"[1] (صحیح مسلم)

بخل سے نجات:

صدقہ مسلمان کو بخل سے نجات دلاتا ہے کیونکہ یہ قطعاً مروت نہیں کہ ایک مالدار شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو بھوکا مرتا دیکھے یا محسوس کرے کہ وہ مدد کا محتاج ہے اور پھر بھی اس کے جذبات میں حرکت نہ آئے اور اس میں مادۂ رحم و کرم نہ جاگے تا کہ وہ اپنے بھائیوں کی مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ میں سے ہی جود و کرم اور سخاوت کرنا بھی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اتنا نوازتے تھے کہ فقر وتنگدستی سے بھی نہیں ڈرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خازن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کرتے تھے: "اے بلال! اللہ کی راہ میں خرچ کرتے جاؤ اور عرش عظیم کے مالک سے اس بات کا کوئی خطرہ دل میں نہ رکھو کہ وہ دولت میں کمی کر دے گا۔" (بزار باسناد حسن و معجم طبرانی کبیر)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "أَنْفِقْ، يُنْفِقِ اللهُ عَلَيْكَ"

"اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اللہ آپ کو بکثرت دے گا۔"[2] (معجم طبرانی: اوسط عن قیس بن سلع الانصاری)

مال میں افاضہ:

صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں آتی بلکہ صدقہ تو مال میں برکت و زیادتی اور افاضے کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والے کو بکثرت رزق عطا فرماتا ہے، اسے پناہ دیتا اور اس کی مدد و نصرت کرتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ"

"صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور عفو و درگزر کرنے سے اللہ بندے کی عزت و عظمت میں افاضہ فرماتا ہے اور جو کوئی اللہ کے سامنے تواضع و انکساری کرتا ہے۔ اللہ اسے لوگوں میں بلند و بالا اور معزز و مکرم کر دیتا ہے۔"[3] (صحیح مسلم)

رفع امراض اور درازی عمر:

صدقات، رزق میں اضافے، عمر میں درازی، بلاؤں کو دور کرنے اور امراض و بیماریوں سے بچانے کا باعث بنتے ہیں اور یہ سب صدقہ کرنے والے اور اس کے تمام اہل وعیال کو حاصل ہوتا ہے۔ اور صدقہ بری موت اور مہلک امراض میں مبتلا ہونے سے بھی بچاتا ہے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "باكروا بالصدقة فإن البلاء لا يتخطّى الصدقة"

"صدقہ کرنے میں جلدی کرو کیونکہ بلاء صدقے کو نہیں پھلانگ سکتی۔"[4] (بیہقی مرفوعا)

---

1) صحیح مسلم: 2984۔

2) طبرانی فی الاوسط: 8536۔

3) صحیح مسلم: 2588۔

4) بیہقی فی شعب الایمان: 3/ 214۔

اور ایک حدیث میں ارشادنبوی ہے: "وَدَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ"

"اپنے مریضوں بیماروں کا علاج صدقہ وخیرات سے کرو۔"[1] (بیہقی عن الاسود بن یزید عن عبداللہ)

حضرت عمر بن عوف بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ صَدَقَةَ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ تَزِيدُ فِي الْعُمْرِ وَتَمْنَعُ مِيتَةَ السُّوءِ ويذهب الله بها الكبر والفخر"

"مسلمان کا صدقہ وخیرات کرنا اس کی عمر میں اضافہ کر دیتا ہے، اور بری موت سے اسے محفوظ رکھتا ہے اور اس صدقہ کے ذریعے اللہ بندے کے دل سے فخر ومباہات اور کبر ونخوت نکال دیتا ہے۔"[2] (معجم طبرانی کبیر)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: وإن صنائع المعروف تقي مصارع السوء

"نیکیاں کرنا بری بیماریوں، آفات ومصائب اور ہلاکتوں سے بچاتا ہے۔"[3] (مستدرک حاکم عن انس رضی اللہ عنہ)

اطاعت پر تعاون:

صدقہ کی بدولت اللہ بندے کو اطاعت وفرمانبرداری پر مدد دیتا ہے۔ اس کے لئے رشد وہدایت کی سیدھی راہ تیار کرتا اور اسے جادۂ حق پر چلاتا ہے اور اس کے لئے سعادت وخوشی کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى [5] وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى [6] فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى﴾

"جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور تقویٰ وپرہیزگاری اختیار کی اور نیک بات کو سچ جانا، اسے ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے۔" (اللیل: 5-7)

صدقات وخیرات نکالنے اور خیراتی ادارے بنانے میں فقر وتنگدستی کے مسئلے کا حل پایا جاتا ہے اور مسئلہ فقر وتنگدستی کے اسلام نے کئی حل پیش کئے ہیں اور انہی میں سے فقر کو دور کرنے کا ایک حل بر ونیکی اور احسان کرنا بھی ہے۔ اسی طرح صدقات فقیروں کے مالداروں پر حسد نہ کرنے کا بھی علاج ہے اور یہ معاشرے کو جرائم اور چوری چکاری جیسے کاموں سے محفوظ رکھتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر وتنگدستی کے کردار کی خطرناکی سے امت کو ڈرایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: "إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ، وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ"

"جب بندہ مقروض ہوتا ہے تو بات کرنے میں جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلافی کرتا ہے۔"[4] (بخاری ومسلم)

صدقہ وخیرات کے آداب:

جب ہم ان فضائل وبرکات کو حاصل کرنا چاہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس کے لئے بعض آداب کا بھی خیال رکھیں:

---

1) طبرانی فی الاوسط: 1963۔
2) معجم طبرانی کبیر: 17/ 22۔
3) حاکم: 1/ 124۔
1) صحیح بخاری: 2397۔

(1) مال حلال:

جن میں سے سب سے اہم ادب یہ ہے کہ وہ مال جس سے صدقہ کیا جائے وہ حلال وطیب کمائی میں سے ہو کیوں کہ اللہ پاکیزہ ہے اور پاکیزہ کے سوا وہ کچھ قبول نہیں کرتا۔اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾

"اے ایمان والو! اپنی کمائی کی حلال و پاکیزہ چیزوں (مال) میں سے خرچ کرو۔" (البقرہ:267)

اگر کسی نے حرام مال سے صدقہ کیا تو وہ قبول نہیں کیا جاتا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:" مَنِ اكْتَسَبَ مَالًا مِنْ مَأْثَمٍ، فَوَصَلَ بِهِ رَحِمًا أَوْ تَصَدَّقَ بِهِ، أَوْ أَنْفَقَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، جُمِعَ ذَلِكَ جَمْعًا (2)، فَقُذِفَ بِهِ فِي جَهَنَّمَ "

"جس نے گناہ کے ذریعے حرام طریقے سے کوئی مال کمایا اور پھر اس سے صلہ رحمی کی، یا اس میں سے صدقہ کیا، یا اسے اللہ کی راہ میں کہیں خرچ کیا۔ اللہ تعالی اس سب کچھ کو جمع کر کے جہنم میں جھونک دے گا۔"[1] (مراسیل ابوداؤد)

(2) خالص رضاء الٰہی کے لئے:

صدقہ کے آداب میں سے ہی یہ بھی ہے کہ وہ خالص اللہ کی رضاء وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا جائے اور دکھلاوا اور ریاکاری نام کی کوئی چیز اس میں شامل نہ ہو اور صدقہ کرتے وقت اپنی نیت صرف اللہ کے لئے کی جائے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:" إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى"

"اعمال کی قبولیت کا دارمدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔"[2] (متفق علیہ)

(3) زیادہ کی طلب نہ ہو:

صدقہ کے آداب میں سے ہی یہ بھی ہے کہ صدقہ دینے سے غرض زیادہ کی طلب نہ ہو جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾

"اور (اس نیت سے) احسان نہ کرو کہ اس سے زیادہ کے طالب ہو۔" (المدثر:6)

یہاں غور کریں تو اسلام کا جلال و جمال ظاہر ہو رہا ہے جو کسی پر احسان کر کے بدلے میں اس سے بھی زیادہ کی خواہش کرنے اور ریاءکاری و دکھاوے جیسی مذموم عادات سے روک رہا ہے کیونکہ یہ ساری حرکات یہ دراصل سائل کو برا سمجھنے، اسے فقر و تنگدستی کی یاد دلانے اور اس کے جذبات و احساسات کو ٹھیس پہنچانے والی ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ﴾

"جس خیرات دینے کے بعد (لینے والے کو) ایذاء پہنچائی جائے، اس سے تو نیک و نرم بات کہہ دینا اور (اس کی بے ادبی سے) درگزر و معاف کرنا ہی بہتر ہے اور اللہ بڑا بے پرواہ اور حلیم و بردبار ہے۔" (البقرہ:263)

سائل پر کیا گزرتی ہے؟ اگر صدقہ و احسان کرنے والوں کو پتہ چل جائے کہ سوال کرتے وقت سائل و فقیر کے دل پر کیا گزرتی ہے اور وہ کتنی ذلت محسوس کرتے ہوئے حسرتوں میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ کبھی بھی اسے احسان جتلانے کے کوئلوں پر نہ لوٹائیں اور اپنی ریاءکاری اور ان کے فقر

1) مراسیل ابوداؤد:131۔
2) صحیح بخاری:1۔

وتنگدستی کے تلخ گھونٹ پینے پر انہیں ہرگز مجبور نہ کریں۔ کرم واحسان کرنے والے تو بہت ہیں لیکن ہمیں یہ ہرگز نہیں کرنا چاہیے کہ اپنے پیسہ کے زور سے ہم لوگوں کو ذلیل کریں اور انہیں اپنا غلام بنانے لگیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: " ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: الْمَنَّانُ"

"تین لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نظر کرم نہیں فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے.. اور ان تینوں میں سے ہی نبی اکرم ﷺ نے ایک کے بارے میں فرمایا کہ وہ ہے: جو عطیہ دے کر احسان جتلائے۔"[1] (صحیح مسلم)

خودداروسفید پوش مساکین:

عاقل وہ ہے جو خیرات اور نیکی واحسان کے میدان میں دوسروں سے سبقت لے جانے میں کوشاں رہے۔ ان فقراء پر خرچ کرے جنہیں کم نصیبی نے کاٹ کھایا ہے، مگر ان کی خودداری ووضعداری وسفید پوشی کا عالم یہ ہے کہ کسی کے سامنے وہ دست سوال دراز نہیں کرتے تو غنی لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید وہ مالدار ہیں حالانکہ وہ بھوک، فقر وفاقہ، تنگی وترشی اور مشکلات کے تلخ گھونٹ پی رہے ہیں۔ حیاء اور خودداری وعزت نفس انہیں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے مانع ہوتی ہیں۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو گداگری کو پیشہ بنائے ہوتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے بعض تو اچھے بھلے کھاتے پیتے ہوتے ہیں مگر مانگنے کی عادت نہیں گئی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ، تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَكِنِ الْمِسْكِينُ: الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلَا يُفْطَنُ بِهِ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ"

"مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرے اور وہ اسے کھانے کا ایک دو لقمہ یا ایک دو دانہ کھجور دے دیں بلکہ مسکین وہ ہے کہ اس پاس حسب کفایت بھی کچھ نہیں ہے اور وہ کسی کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہونے دیتا کہ کوئی اسے فقیر سمجھے اور اس پر صدقہ کرے اور نہ ہی وہ کھڑے ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔"[2] (صحیح بخاری)

صدقے کے مفہوم کی وسعتیں:

صدقہ کے مفاہیم ومعانی میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے۔ یہ ہر نیک عمل کو شامل ہوتا ہے، وہ کسی راہگیر کو سیدھی راہ پر لگانا ہو، راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہو، دو کے مابین عدل وانصاف کرنا، مسلمان بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا، درخت بونا، علم نافع سکھلانا، لوگوں کے مابین صلح کروانا اور اچھی بات کہنا ہو یہ سب صدقہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ. فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: يَعْمَلُ بِيَدِهِ، فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ. قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ. قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ، وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ"

"ہر مسلمان پر صدقہ ہے۔" لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی اکرم ﷺ! اگر کسی کے پاس دینے کو کچھ بھی نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ فرمایا

---

2) صحیح مسلم:106۔

1) صحیح بخاری:1479۔

: ”اپنے ہاتھ سے کام کرے اور اس سے اپنے نفس کو بھی فائدہ پہنچائے اور اس سے لوگوں پر بھی صدقہ کرے۔“ صحابہ کرام نے عرض کیا: اگر کسی سے یہ بھی نہ ہو سکے تو کیا کرے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”وہ کسی ضرورتمند کی مدد کردے۔“ انہوں نے کہا: اگر کوئی یہ بھی نہ کر سکے تو؟ فرمایا: ”وہ نیکی کرے اور برائی سے باز رہے۔ یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔“ [2] (صحیح بخاری)

برائی سے رکے رہنا بھی صدقہ ہے۔ خاص طور پر اس ماہ مبارک میں، جب کہ دل اپنے خالق و باری کے خوف سے اس کی طرف خوب متوجہ ہوتے ہیں۔ مسلمان کو چاہیئے کہ وہ شر سے بچا رہے اور اس میں نیت اجر و ثواب اور فضیلت کا حصول ہو، جب کہ وہ لوگ جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں وہ نافرمانیوں اور گناہوں میں لت پت ہوتے ہیں۔ اسی ماہ کے تقدس و حرمت کو پامال کرتے ہیں جب کہ اس میں سرکش شیطانوں کو اللہ نے زنجیروں میں جکڑ رکھا ہوتا ہے اور ان سے بھی بدترین وہ لوگ ہیں جو دین کے مسلمات اور امتیازات پر حملے کرتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت و طریقہ کا مذاق اڑاتے اور تمسخر بناتے ہیں، داڑھی جیسی سنتوں کی توہین کرتے ہیں، پردے جیسے احکام دین سے لوگوں کو متنفر کرنے میں کوشاں رہتے ہیں، دین پر انگلی اٹھاتے اور اس میں کیڑے نکالتے ہیں، مومن و صالح لوگوں کی پگڑی اچھالتے ہیں، بلاوجہ کی تنقید کرتے اور سمجھتے ہیں کہ شائد اصلاح کر رہے ہیں اور افراد معاشرہ کے لئے ان حرکتوں کو سامان تفریح بناتے ہیں، کیا پردے کی عیب چینی اور محرم کی تحقیر سے ہی معاشرہ قائم و سلجھ سکتا ہے؟ اور عورت کو مرد کی قوامیت و برتری کے خلاف بڑھانے میں ہی وہ مقام معاشرہ کی راہ پاتے ہیں۔ ان حرکات کا انجام بہت ہی برا ہے اور اس کا دنیا و آخرت میں سخت نقصان ہوگا۔

ہم دعوت دیتے ہیں کہ اس ماہ توبہ میں اپنی کرتوتوں سے توبہ و تائب ہو جائیں اور رجوع کرنے کے اس ماہ میں رجوع الی اللہ کرلیں تاکہ اللہ ہم سے یہ قحط و خشک سالی اور امت پر نازل شدہ ذلت و رسوائی کو رفع کرے۔

سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

---

2) صحیح بخاری: 1445۔

فقر وتنگدستی کا اسلامی علاج اور حادثہ ریاض کی مذمت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبدالعزیز آل الشیخ حفظہ اللہ

1424/9/20ھ 2003/11/14ء

حمد وثناء کے بعد!

تمام مسائل کا حل: اسلام:

دین اسلام وہ دین ہے جس کے احکام اس زندگی کی صحیح طور پر اصلاح اور باکمل وجود قیام کے کفیل وضامن ہیں اسی طرح ان میں ایک ایسے مثالی وشاندار معاشرے کے قیام کی ساری صلاحیتیں موجود ہیں کہ جس کے افراد ایک دوسرے سے ہمدری وخیر خواہی کرنے اور باہمی تعاون کے ذریعے اس زندگی کی تمام مشکلات کو حل کرنے والے ہوں، یہی وجہ ہے کہ اسلام سے فقر وتنگدستی کے مسئلہ کو حل کرنے پر جتنی توجہ دی ہے تاریخ میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے ۔نہ تربیت وراہنمائی کی جانب سے تعلق رکھنے میں، نہ قانون وتنظیم اور نظم ونسق کی جانب سے تعلق رکھنے میں اور نہ ہی نفاذ کی جانب تعلق رکھنے میں، اور اس نے فقر وتنگدستی اور غربت کا بے نظیر حل اس وقت پیش کیا ہے جبکہ یہ ایک ایسا مسئلہ بن چکی ہے کہ موجودہ دور میں پورا عالم اسے حل کرنے اور اس کے خاتمہ سے عاجز آچکا ہے۔

مسئلہ فقر وتنگدستی کا علاج:

فقر وغربت کے علاج کے سلسلہ میں قرآن کریم نے زبردست توجہ دلائی ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی اسے حل کرنے میں خاصی دلچسپی لی گئی ہے بلکہ عادل ومنصف مزاج محققین نے بالعمل اس بات کو تسلیم وثابت کیا ہے کہ اسلام نے فقر وغربت کے مسائل کو حل کرنے کے لئے جو بنیادی علاج تجویز کیا ہے وہ عدل کی بنیاد پر قائم ہے اور وہ اجتماعی خود کفالت کے اصول پر متعدد وجوہ کے نظام پر کام کرتا ہے جس کی بنیادیں بہت مضبوط، جس کے قواعد وضوابط بڑے گہرے اور جس کے نتیجہ میں رونما ہونے والی اصلاح ہر شعبہ کو شامل ہے۔

فریضۂ زکواۃ کی برکات:

فقر وغربت کے مسئلہ کو حل کرنے لئے اسلام کا معروف فریضہ ادائیگی زکواۃ ایک بنیادی کردار ادا کرنے والا کام ہے۔ جو کہ دین کا معروف فریضہ ہے اور اس کی فرضیت آیات قرآن، متواتر کے درجہ کو پہنچنے والی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پوری امت کے اجماع سے ثابت ہے۔ جو شخص زکواۃ ادا نہ کرے اسے فاسق کہا جاتا ہے اور جو شخص اس زکواۃ کی فرضیت ووجوب کا انکار کرے اس پر حکم کفر کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

زکواۃ اسلام کا ایک بہت بڑا اشعار اور ایک عظیم عبادت ہے۔ یہ فریضہ ہر سال مسلسل اور ہمیشہ کے لئے رواں دواں ہے۔ یہ دولت جمع ہونے کا ایک رواں ذریعہ اور نفع ومقاصد کے حصول کا مسلسل طریق ہے، یہ وہ فریضہ ہے جس کے مقاصد میں سے فقیروں اور حاجت مندوں کو غنی و مالدار کر دینا ہے۔ ایسا غنی کر دینا کہ جس سے لوگوں کی زندگی سے محتاجی وبدحالی اور فقر وغربت کی جڑیں کٹ کر رہ جائیں اور انہیں خود اپنے

پاؤں پر کھڑا ہونے کے لائق کر دے۔

اغنیاء کے اموال میں فقراء کا حق:

یہ مالدار لوگوں کے اموال میں لوگوں کا ایک حق ہے اس میں ان کی طرف سے کوئی احسان و امتنان والی کوئی بات نہیں ہے۔ اور یہ فریضہ ہے کوئی اختیاری عمل اور احسان مندی نہیں ہے، اور اس فریضہ میں اعلی درجے کا اخلاق اور شرعی التزام کا پہلو پایا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے: ﴿طس تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ [1] هُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ [2] الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ﴾

"طس۔ یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں ان مومنوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہیں جو کہ نماز پڑھتے، زکواۃ دیتے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔" (النمل: 1-3)

جہنم سے نجات اور جنت دستیاب:

مسلمانو! یہ زکواۃ ہر خوفناک چیز سے نجات کا سبب اور ہر مرغوب و من پسند چیز کو پانے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى [14] لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى [15] الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى [16] وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى [17] الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى [18] وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى [19] إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى [20] وَلَسَوْفَ يَرْضَى﴾

"میں نے تمھیں بھڑکتی آگ سے متنبہ کر دیا ہے، اس میں وہی داخل ہوگا جو بڑا ہی بدبخت ہے، جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ اور جو بڑا پرہیزگار ہے وہ (اس سے) بچا لیا جائے گا جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ پاک ہو اور (اس لئے) نہیں (دیتا کہ) اس پر کسی کا احسان ہے وہ بدلہ اتارتا ہے بلکہ اپنے رب کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا۔" (اللیل: 14-21)

خطبۂ حجۃ الوداع میں تاکید:

حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اتَّقُوا اللهَ رَبَّكُمْ، وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ، وَصُومُوا شَهْرَكُمْ، وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ، وَأَطِيعُوا ذَا أَمْرِكُمْ، تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ"

"اپنے پالنے والے رب سے ڈرو، نماز پنج گانہ ادا کرو، ماہ رمضان کے روزے رکھو، اپنے اموال کی زکواۃ دو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو، یوں تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"[1] (ترمذی- حسن صحیح، حاکم وصححہ ووافقہ الذہبی)

مانعین زکواۃ کے لئے وعید:

مسلمانو! قرآن کریم نے مانعین زکواۃ اور اس کی ادائیگی میں سستی برتنے والوں کو سخت وعید سنائی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ [34] يَوْمَ يُحْمَى

---

1) ترمذی: 616۔

عَلَيۡهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوَى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوبُهُمۡ وَظُهُورُهُمۡ هَذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِأَنفُسِكُمۡ فَذُوقُوا مَا كُنتُمۡ تَكۡنِزُونَ﴾

”اور جولوگ سونا و چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں اس دن کے عذاب کی خوشخبری سنا دیں جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ یہ وہی (خزانہ) ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔“ (التوبہ:34-35)

مومن ومنافق میں تمیز وفرق:

یہی نہیں بلکہ اللہ تعالی نے زکواۃ کی ادائیگی کومومن ومنافق کے مابین تمیز وفرق واضح کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿الۡمُنَافِقُونَ وَالۡمُنَافِقَاتُ بَعۡضُهُمۡ مِنۡ بَعۡضٍ يَأۡمُرُونَ بِالۡمُنۡكَرِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمَعۡرُوفِ وَيَقۡبِضُونَ أَيۡدِيَهُمۡ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمۡ﴾

”منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (ایک جیسے) ہیں کہ برے کام کرنے کو کہتے ہیں اور نیک کاموں سے روکتے ہیں اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا۔“ (التوبہ:67)

مختلف پرایوں میں تنبیہ وترہیب:

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو ادائیگی زکواۃ میں سستی برتنے اور تساہل میں مبتلا ہونے پر متعدد طریقوں اور بڑے عمدہ اور اتنے پیرایوں سے متنبہ کیا ہے کہ جن کا شمار بھی مشکل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانعین زکواۃ کو آخرت کے سخت عذاب سے ڈرایا تاکہ آپ غافل دلوں کو متنبہ کریں اور حریص وبخیل دلوں میں حرکت پیدا کریں تاکہ وہ ادائیگی زکواۃ کا اہتمام کریں۔

(1) چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَنۡ آتَاهُ اللهُ مَالًا، فَلَمۡ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ، مُثِّلَ لَهُ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقۡرَعَ، لَهُ زَبِيبَتَانِ، يُطَوَّقُهُ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأۡخُذُ بِلِهۡزِمَيۡهِ، يَعۡنِي شِدۡقَيۡهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنۡزُكَ، ثُمَّ تَلَا: {لَا يَحۡسِبَنَّ الَّذِينَ يَبۡخَلُونَ} الۡآيَةَ"

”جسے اللہ نے مال عطا کیا مگر اس نے اس سے زکواۃ ادا نہ کی اس کا وہ مال قیامت کے دن اس کے لئے ایک گنجے سانپ (زہریلے و خبیث اژدہے) کی شکل میں آئے گا جس کی آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے۔ (جو اس کے زہریلا ہونے کی علامت ہیں) وہ اس کے گلے میں طوق بن جائے گا اور پھر وہ دونوں باچھوں سے پکڑے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، اور اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی جسمیں ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِينَ يَبۡخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنۡ فَضۡلِهِ هُوَ خَيۡرًا لَهُمۡ بَلۡ هُوَ شَرٌّ لَهُمۡ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ﴾

”جولوگ اس مال میں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے عطا کیا ہے، بخل کرتے ہیں وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں (وہ اچھا

نہیں) بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے، وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔"[1]
(آل عمران:180)(صحیح بخاری)

(2) داغ دیا جانا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ ، وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا ، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ ، فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ ، وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ ، فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ . . ."

"ہر وہ سونے اور چاندی والا جو اس میں سے اس کا حق (زکواۃ) ادا نہیں کرتا، جب قیامت کا دن ہو گا تو اس سونے چاندی کو اینٹ نما ٹکڑے بنا کر انہیں جہنم کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا اور پھر ان سے اس کے پہلو، پیشانی اور پشت کو داغا جائے گا۔ جب تک وہ ٹکڑے ٹھنڈے ہوں گے انہیں دوبارہ گرم کر لیا جائے گا، اور یہ سلسلہ وہ پورا دن جاری رہے گا جو پچاس ہزار سالوں کے برابر لمبا ہے یہاں تک کہ تمام بندوں کے مابین فیصلہ صادر ہو جائے اور وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا جنت اس کا نصیب ہو گی یا جہنم اس کا ٹھکانا بنے گا۔۔۔"[2] (مسلم، ابو داود، اور نسائی۔ مختصر صحیح مسلم:507، صحیح الترغیب:752، صحیح الجامع:5729)

(3) آگ کے کنگن:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ اس کی بچی بھی تھی اور اس کی بیٹی کے ہاتھوں میں سونے کے دو موٹے موٹے کنگن تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: "أَتُعْطِينَ زَكَاةَ هَذَا قَالَتْ : لَا قَالَ : أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ قَالَ : فَخَلَعَتْهُمَا فَأَلْقَتْهُمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَالَتْ : هُمَا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ"

"کیا تم اس (سونے کی) زکواۃ دیتی ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ قیامت کے دن اللہ تمہیں (جہنم کی) آگ کے دو کنگن پہنائے؟" اس نے وہ دونوں کنگن اتارے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا: یہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ میں صدقہ ہیں۔"[3] (ابو داود، ترمذی، حسن صحیح)

ان لوگوں کو یاد رکھیں:

اے وہ شخص! جس پر کہ اللہ تعالی نے لاتعداد انعامات کر رکھے ہیں اور اے وہ لوگو! جنہیں اللہ تعالی نے بکثرت مال سے نواز رکھا ہے، ان

---

1) صحیح بخاری:1403۔
2) صحیح مسلم:987۔
3) ابو داؤد:1563۔

لوگوں کو بھی یاد رکھو جو مایوسیوں اور محرومیوں کے سایوں میں جی رہے ہیں اور محتاجی کے غموں سے دو چار ہیں۔بہت بڑا گناہ اور ایک عظیم جرم یہ ہے کہ اہل جود وثروت ان فقراء ومساکین کو بھول بیٹھیں جن کا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے،ان عورتوں کو بھلا بیٹھیں جن کا کوئی کفیل نہیں،ان یتیموں کو نظر انداز کر دیا جن کے باپ ان کے سروں پر موجود نہیں۔آپ کا دین بڑی واضح اور صریح ہدایات اور قطعی اوامر پر مشتمل ہے جو کہ اپنے اموال کے حق کو ادا کرنے کو لازم قرار دینے والے ہیں۔وہ آپ کو فریضۂ زکواۃ کی ادائیگی کی یاد تازہ کرواتے ہیں جس کے نفاذ میں قوت واقتدار پر اور ضمیر وایمان پر بھی اعتماد کیا جاتا ہے۔چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾

”اور نماز قائم کرو اور زکواۃ ادا کرو۔“ (البقرہ:43)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”تمہیں نماز قائم کرنے اور زکواۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے،اور جو زکواۃ ادا نہیں کرتا اس کی کوئی نماز بھی قبول نہیں ہوتی،اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:”اگر وہ توبہ کرلیں،نماز قائم کریں اور زکواۃ ادا کرنے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔“[1]

مسلم امہ کی زبوں حالی کے اسباب:

مسلمانو!امت اسلامیہ کو اس بات کا ادارک کر لینا چاہیئے کہ اس کی موجودہ زبوں حالی کے اسباب اور اس کی شکست کی وجوہات میں سے اس کے بعض افراد کا فریضۂ زکواۃ کو معطل کر دینا ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ[40]الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾

”اور اللہ ضرور اس کی مدد ونصرت کرتا ہے جو اس (کے دین) کی مدد کرتا ہے۔بیشک اللہ بڑی قوت والا اور غالب ہے۔یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں ملک میں اقتدار و دسترس دیں تو نماز پڑھیں،زکواۃ ادا کریں (نظام زکواۃ قائم کریں) نیک کام کرنے کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔“ (الحج:40-41)

قحط سالی کا سبب:

مسلمان معاشرے کو سنت مطہرہ کی وصیتوں اور تاکیدوں میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ اس نے یہ یاد ہانی کروا رکھی ہے کہ جب بھی کسی قوم میں ترک زکواۃ کی روش پھیل جائے گی۔اس کے علاقے کی زمین سے برکتیں اچک لی جائیں گی اور وہاں بلائیں اور بھوک وفقر جیسے عذاب نازل ہوں گے۔چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:"مَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ إِلَّا ابْتَلَاهُمُ اللهُ بِالسِّنِينَ"

”جس قوم نے بھی زکواۃ نکالنا بند کر دیا اسے اللہ قحط سالی میں مبتلا کر دیتا ہے۔“[2] (معجم طبرانی اوسط.اس کے راوی ثقہ ہیں)

جبکہ معجم طبرانی کبیر اور صحیح ابن خزیمہ میں مرفوعا مروی حدیث میں ارشاد نبوی ہے:"مَنْ أَدَّى زَكَاةَ مَالِهِ.فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ شَرُّهُ."

1) تفسیر ابن جریر:10/87۔
2) معجم طبرانی اوسط:4577۔

"جس نے اپنے مال کی زکواۃ ادا کی وہ اس کے شر کو بہالے جائے گی۔"[1]

جبکہ سنن ابن ماجہ، بیہقی اور مسند بزار میں حدیث ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا"

"لوگوں نے اگر زکواۃ ادا کرنا بند کر دیا تو آسمان سے بارش کا برسنا بند ہو جائے گا اور اگر جانور نہ ہوں تو ان پر ہرگز بارش نہ برسائی جائے۔"[2]

(ابن ماجہ، مستدرک حاکم وصححہ ووافقہ الذہبی)

مسلمانو! آپ ماہ رمضان میں سے گزر رہے ہیں، وہ ماہ جس میں طبیعتیں نرم ہو جاتی ہیں۔ نفوس کی تہذیب ہوتی ہے اچھے احساسات و جذبات میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور اچھے نفوس خیر و بھلائی کی طرف لپکتے ہیں۔

اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ:

اے اہل فضل و اغنیاء حضرات! یتیموں کو یاد رکھو، کمزوروں، بیواؤں اور فقیروں کو نہ بھولو، تمہارے اموال میں ان کے فرض حقوق اور واجب لازمات (لوازم) ہیں جن کا ادا کرنا تمہاری ذمہ داری ہے اور ان پر تمہارا حساب ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جید درجے کی سند سے ان کا اپنا قول مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "إِنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ فِي أَمْوَالِهِمْ بِقَدْرِ مَا يَكْفِي فُقَرَاءَهُمْ، فَإِنْ جَاعُوا أَوْ عَرُوا أَوْ جَهِدُوا فَبِمَنْعِ الْأَغْنِيَاءِ، وَحَقٌّ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُحَاسِبَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُعَذِّبَهُمْ عَلَيْهِ"

"اللہ نے مسلمانوں کے مالداروں کے اموال میں اتنا حصہ ادا کرنا فرض قرار دیا ہے جو کہ ان کے فقراء و تنگدست لوگوں کے لیے کافی ہو جائے، اور فقراء کو بھوک کی وجہ سے جو تکلیف پہنچتی ہے وہ ان کے اغنیاء کے فعل (منع زکواۃ) کی وجہ سے ہی پہنچتی ہے، اور خبردار! اللہ ان کا سخت حساب لے گا۔"[3] (مسند سعید بن منصور)

تطہیر نفوس و اموال:

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور خوش دلی سے اپنے اموال کی زکواۃ ادا کرتے رہو، اس طرح تم اپنے اموال کے تمام طرح کے شر و برائی سے محفوظ ہو جاؤ گے اور یوں آپ کا دین و آخرت دونوں کی تطہیر ہو جائے گی۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾

"ان کے اموال سے صدقہ (زکواۃ) لے لیں یوں آپ ان کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاک کرتے ہیں، اور ان کے حق میں دعاء خیر کریں۔" (التوبہ:103)

---

1) معجم طبرانی اوسط:1579۔

2) ابن ماجہ:4019۔

3) مسند سعید بن منصور:931۔

تلف اموال:

اے وہ شخص! جسے اس کے نفس نے اللہ کی راہ میں واجب کردہ زکواۃ ادا کرنے سے بھی کمزور کر رکھا ہے، کیا آپ اللہ کی ناراضگی سے نہیں ڈرتے؟ کیا آپ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ وہ تمہیں مال یا جسم میں کسی مصیبت میں مبتلا کردے اور تمہیں ان دونوں کے ہوتے ہوئے ان سے نفع اندوز ہونے سے محروم کردے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ"

"درہم و دینار کا غلام ہلاک ہوگیا، چادر و کپڑے (اور کھانے پینے) کا غلام ہلاک ہوگیا۔ اگر اسے دیں تو وہ راضی ہوتا ہے اور اگر اسے نہ دیں تو ناراض ہوتا ہے وہ ہلاک ہوگیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ اور (اس کی حالت تو یہ کہ) اگر اسے کانٹا بھی چبھ جائے تو کوئی ان کا کانٹا بھی نہ نکالے۔"[1] (صحیح بخاری)

اور ایک حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا"

"ہر صبح اور ہر شام دو فرشتے یہ نداء لگاتے ہیں" اے اللہ! تیری راہ میں جو خرچ کرتے ہیں انہیں تو زیادہ عطا فرما اور جو لوگ پیسے پر سانپ بن کر بیٹھے ہیں، ان کی دولت کو تلف کردے۔"[2] (صحیح بخاری و مسلم)

الریاض میں ایک اور تخریب کاری:

برادران ایمان! مسلمان کیا اور غیر مسلم کیا ہر جگہ کے لوگوں کو یہ ناگہانی خبر اچانک پہنچ گئی ہے۔ وہ زبردست حادثہ اور عظیم واقعہ کہ جس کی ہولناکی سے بچے بھی بوڑھے ہوجائیں اور دل غم و پریشانی سے دہل جائیں، زبان و قلم اس افسوسناک واقعہ کی تصویر کشی کرنے اور اس کے شر و ضرر کا احاطہ کرنے سے عاجز ہیں، اس کی برائی و قباحت اور فعل حرام ہونا خارج از بیان ہے یہ واقعہ بلد توحید سعودی عرب کے پایۂ تخت ریاض میں رونما ہونے والے دھماکے ہیں جو کہ گزشتہ اتوار کی رات کو رونما ہوئے اور سب سے بڑھ کر تعجب تو اس بات پر ہے کہ یہ اس ماہ مکرم میں ہوئے ہیں جس کی عزت و عظمت اور شان و شوکت کو اللہ نے بہت ہی بلند کر رکھا ہے۔ لہٰذا ان دھماکوں میں کئی طرح کے جرائم جمع ہو گئے ہیں، ان کی شناعت و قباحت کی حد تو یہ ہے کہ ان دھماکوں نے ضروریات دنیا و دین سب کو بیک وقت نقصان پہنچایا ہے اور اللہ کے بندوں اور ملکوں میں تباہی مچا دی ہے۔

مذمت پر اجماع:

اس واقعہ کی تمام مسلمانوں نے مذمت کی ہے اس کی قباحت اس کے جرم صریح ہونے، اس کے گناہ ہونے پر تمام مسلمان متفق ہیں اور تمام علماء امت نے اس واقعہ کو عظیم جرم اور گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔ یہ حادثہ ایسا ہے کہ اس کے وقائع میں کئی قطعی حرام امور یکجا ہو گئے ہیں، اور

---

1) صحیح بخاری: 2887۔

2) صحیح مسلم: 1010۔

قرآن وسنت دونوں کے بہت سارے احکام کی خلاف ورزیاں اکٹھی ہوگئی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾

”زمین کی اصلاح ہو چکنے کے بعد اس میں فساد و بگاڑ نہ مچاؤ۔“ (الاعراف:85)

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾

”اللہ فساد و بگاڑ پیدا کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“ (المائدہ:64)

یہ ایسا حادثہ ہے کہ اس کے ذمہ داروں پر اللہ تعالی کا یہ قول صادق آتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾

”جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جو انہوں نے نہ کیا ہو ایذاء دیں تو انھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔“ (الاحزاب:58)

عقل و منطق سے بعید:

ایسا واقعہ ہے کہ جسے نہ عقل مانتی ہے نہ منطق اس کی تائید کرتی ہے اور نہ ہی اسے شریعت قبول و برقرار رکھنے کو تیار ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو ارشاد ہے: "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ"

”ہر مسلمان کا خون، مال اور آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔“[1] (صحیح مسلم)

اور اپنی جامع وصیتوں کے ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: " فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا "

”تمہارے خون، تمہارے اموال، تمہاری عزتیں آبروئیں تم میں سے ایکدوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح کہ تمہارے اس شہر میں تمہارا یہ دن حرمت والا ہے۔“[2] (متفق علیہ)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ، مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا"

”بندۂ مومن اس وقت تک اپنے دین کے معاملے میں وسعت وعدم مواخذہ کی حالت میں رہتا ہے جب تک کہ وہ کسی حرمت والے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگے۔“[3] (صحیح بخاری)

ناحق خون ریزی:

اس حادثہ میں بہت سارے پرامن اور بے قصور مسلمانوں کو سخت نقصانات سے دو چار ہونا پڑا ہے۔ کئی قتل ہوئے۔ کتنے ہی زخموں سے دو چار

---

1) صحیح مسلم:2564۔
2) صحیح بخاری:67، صحیح مسلم:1679۔
3) صحیح بخاری:6862۔

ہوئے،کئی جل گئے ہیں کئی لوگوں کے گھر برباد ہوئے اور بڑی تباہیاں اور خرابیاں ہوئی ہیں۔ یہ سارے لوگ کس گناہ کی پاداش میں مارے گئے ہیں؟ اور کس حق کی بناء پر یہ عمارتیں تباہ کی گئی ہیں اور ان تخریب کاروں کے ذمہ دار کل اللہ کے سامنے کیا جواب دیں گے۔ اللہ نے ایسے مومن بندوں کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا ہے:﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾

”جس نے جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کیا، اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ (النساء:93)

تعلیمات دین پر زیادتی:

یہ جرم وزیادتی اور یہ گناہ لوگوں پر نہیں بلکہ یہ تو دین حق اسلام کی تعلیمات پر زیادتی ہے وہ دین جس نے ضروریات (عزت و جان و مال) کی حفاظت کا مکمل اہتمام کیا ہے۔حتی کہ نبی اکرم ﷺ نے یہاں تک فرمایا ہے:"مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا"

”جس نے ہم (مسلمانوں) پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔“[1] (متفق علیہ)

ایسے ہی نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:"مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَدَعَهُ، وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ"

”اگر کوئی شخص اسلحہ کے ساتھ اپنے کسی بھائی کی طرف (دھمکی) کے انداز سے اشارہ بھی کرتا ہے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔“[2] (صحیح مسلم، ترمذی، بحوالہ صحیح الجامع:6034)

تمام برائیوں اور گناہوں کا اجتماع:

یہ ایک ایسا حادثہ ہے کہ جس میں ہر طرح کی تخریب کاری، فتنہ و فساد اور مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کے سارے عوامل موجود ہیں۔ اس تخریب کاری میں مومنوں کا قتل وخونریزی ہے اور تمام عہد و پیمان توڑے گئے ہیں جبکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:" وَمَنْ خَرَجَ عَلَى أُمَّتِي يَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا، وَلَا يَتَحَاشَى مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا يَفِي لِذِي عَهْدٍ عَهْدَهُ، فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ"

”جس شخص نے میری امت کے لوگوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اس کے نیک و بدسب لوگوں کو زد وکوب کیا مارا پیٹا اور کسی مومن کا بھی کوئی لحاظ نہ کیا اور نہ ہی کسی عہد و میثاق والے (معاہد) کے ساتھ وفا کی وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں۔“[3] (صحیح مسلم)

ان لوگوں کو جب اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا تو اس وقت ان تخریب کاروں کا کیا موقف ہوگا اور وہاں کیا منہ لے کر جائیں گے جبکہ اللہ نے انھیں اپنے اس ارشاد سے تنبیہ کر رکھی ہے:﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا

1) صحیح مسلم:98۔
2) صحیح مسلم:2616۔
3) صحیح مسلم:1848۔

بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا﴾

"اور وہ لوگ (فلاح پانے والے ہیں) جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو بجز حق کے قتل نہیں کرتے جسے قتل کرنا اللہ نے منع کر رکھا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔" (الفرقان: 68)

مسلمانوں کے قتل وخون سے اپنے ہاتھ رنگنے والے کل جب اللہ کے حضور کھڑے ہوں گے تو کیا جواب دیں گے جبکہ نبی اکرم ﷺ نے فرما رکھا ہے: "أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَوْلُ الزُّورِ"

"کبیرہ گناہوں میں سے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، کسی کا قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹ بولنا بھی ہے۔"[1] (متفق علیہ)

یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا کیا کریں گے اور اس سے کہاں جائیں گے جس میں آپ کا ارشاد ہے: "إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا ، فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ . فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ، هَذَا الْقَاتِلُ ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ"

"اگر دو مسلمان اپنی اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابلے میں اتر آئیں تو وہ دونوں (قاتل ومقتول) ہی جہنم میں جائیں گے۔"

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! یہ اس قاتل کے لیے تو ٹھیک ہی ہوا لیکن مقتول کے لئے جہنم کیوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "وہ بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا مکمل خواہشمند تھا۔"[2] (متفق علیہ)

جب مقتول کے اپنے ساتھی کو قتل کر دینے کے محض ارادے پر یہ وعید ہے تو جو شخص جان بوجھ کر پورے قصد وارادے سے کسی مسلمان کے قتل کا ارتکاب کرے اس کا انجام کیا ہوگا؟۔

اسلام نے بے قصور لوگوں کو قتل کرنے اور معصوم لوگوں کا خون بہانے کے معاملے میں بڑی سختی برتی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللهُ أَنْ يَغْفِرَهُ إِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا ، أَوْ مُؤْمِنٌ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا"

"ہر گناہ کو اللہ چاہے تو بخش دے گا سوائے اس کے کہ کوئی شخص شرک کی حالت میں ہی (توبہ کئے بغیر) مرجائے یا ایسا مومن ہو جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو۔"[3] (ابوداؤد، مستدرک حاکم وصححہ ووافقہ الذہبی)

اور حسن درجہ کی سند سے سنن نسائی میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد یوں ہے: "كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللهُ أَنْ يَغْفِرَهُ إِلَّا الرَّجُلُ يَقْتُلُ الْمُؤْمِنَ مُتَعَمِّدًا ، أَوِ الرَّجُلُ يَمُوتُ كَافِرًا"

"ہر گناہ کو قریب ہے کہ اللہ معاف کر دے سوائے اس بندے کے جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دیا یا پھر وہ آدمی جو کفر کی حالت میں ہی مرجائے۔"[4] (سنن نسائی۔ بسند حسن)

---

1) صحیح بخاری: 6871، صحیح مسلم: 88۔

2) صحیح بخاری: 31، صحیح مسلم: 2888۔

3) ابوداؤد: 4270۔

4) نسائی: 3984۔

زوال دنیا سے بدتر:

بلکہ اسلام تو صرف ایک بے قصور شخص کے ناحق قتل کو پوری دنیا کے زوال کے مقابلے میں زیادہ برا قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

"لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ "

"اس دنیا کا زوال اللہ کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے ناحق قتل سے کمتر درجہ رکھتا ہے۔"[1] (ترمذی۔بسند حسن)

ماہ مقدس اور یہ حادثہ فاجعہ:

الریاض میں ہونے والا حادثہ ان بے قصور اور پرامن لوگوں کے ساتھ پیش آیا ہے جو کہ ایک انتہائی مقدس ومبارک موسم گزار رہے تھے اور وہ موسم ماہ رمضان کی مبارک راتوں کا موسم ہے ایسے میں وہ اس عظیم مصیبت سے دو چار کر دیئے گئے جبکہ انھوں نے کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا تھا جس کی پاداش میں انہیں یہ سزا دی جاتی اور نہ انہوں نے اس سزا کا موجب کوئی جرم ہی کیا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "مَنْ أَمَّنَ رَجُلًا عَلَى دَمِهِ فَقَتَلَهُ، فَإِنَّهُ يَحْمِلُ لِوَاءَ غَدْرٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (ابن ماجہ)

"جس نے کسی کو اپنے خون (جان) کا امین بنایا اور اس نے اسے قتل کر دیا وہ قیامت کے دن غداری کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہوگا۔"[2]

اللہ اکبر! یہ تو ایک شخص کے قتل کے بارے میں ہے جبکہ یہاں تو کتنے ایسے لوگوں کو موت کے گھات اتار دیا گیا جو کہ ایک پرامن اور مسلم معاشرے کے زیر سایہ جی رہے تھے۔ اس حادثے میں بہت سارے عوامل جمع ہو گئے ہیں جن کا حساب کے دن جواب دینا بہت ہی مشکل ہوگا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "يَجِيءُ الْمَقْتُولُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاصِيَتُهُ وَرَأْسُهُ بِيَدِهِ وَأَوْدَاجُهُ تَشْخَبُ دَمًا، يَقُولُ: يَا رَبِّ، قَتَلَنِي هَذَا حَتَّى يُدْنِيَهُ مِنَ الْعَرْشِ"

"قیامت کے دن مقتول قاتل کو لائے گا، جبکہ مقتول نے اپنا سر اپنے ہاتھوں میں پکڑا ہوا ہوگا اور اس کا خون بہہ رہا ہوگا اور وہ کہے گا: اے میرے رب! اس شخص نے مجھے قتل کیا تھا۔ حتیٰ کہ اسے عرش کے قریب تر کر دے گا۔"[3] (ترمذی، مسند احمد)

صحیح بخاری ومسلم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ"

"قیامت کے دن سب سے پہلے جس معاملے کا فیصلہ کیا جائے گا وہ خون کا کیس ہوگا۔"[4] (متفق علیہ)

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "إِنَّ مِنْ وَرَطَاتِ الْأُمُورِ، الَّتِي لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهُ فِيهَا، سَفْكَ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهِ"

"وہ امور جن سے بچ نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہے ان میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ کوئی بلا وجہ ناحق کسی کا خون کر دے۔"[5] (صحیح بخاری)

---

1) ترمذی: 1395۔

2) ابن ماجہ: 2688۔

3) ترمذی: 3029۔

4) صحیح بخاری: 6865۔

5) صحیح بخاری: 6863۔

توبہ کرلیں:

ہم ان لوگوں سے درخواست کرتے ہیں جن کے نفسوں نے انھیں ان بدترین افعال کے ارتکاب پر لگا دیا ہے کہ وہ اپنے رب سے ڈریں اور اپنے خالق و مالک کا تقوی اختیار کریں اور اللہ ہر اس شخص کی توبہ قبول کر لیتا ہے جو تائب ہو جائے۔ اس کی طرف رجوع کر لے، اپنی اصلاح کر لے اور اچھے عمل شروع کر دے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنۡ زَلَّ فَلۡيَتُبۡ، وَمَنۡ أَخۡطَأَ فَلۡيَتُبۡ، وَلَا يَتَمَادَى فِي الۡهَلَكَةِ، إِنَّ مَنۡ تَمَادَى فِي الۡجَوۡرِ كَانَ أَبۡعَدَ عَنِ الطَّرِيقِ

"جو (گناہ کی وادی میں) پھسل جائے وہ توبہ کر لے، جو غلطی و گناہ کر بیٹھے وہ توبہ کر لے اور ہلاکت میں پڑے رہنے پر اصرار و سرکشی نہ کرے کیونکہ جو شخص جور و جفا اور جرم و گناہ میں سرکشی کرتا ہے وہ جادۂ حق اور صراط مستقیم سے بہت دور جا نکلتا ہے۔"[1]

فرضیۂ زکواۃ:

زکواۃ ایک معلوم و معروف حق و فریضہ ہے اور شریعت نے اس کا نصاب مقدار، حدود اور شرائط طے کر رکھی ہیں۔ اس کے ادا کرنے کا وقت اور اس کا طریقہ بھی متعین کر دیا ہوا ہے تاکہ مسلمان کو اپنے اس معاملہ میں کوئی الجھاؤ نہ رہے بلکہ وہ دلیل پر قائم اور اسے اپنے واجبات کی معرفت و علم ہو۔ اور یہ بھی بتا رکھا ہے کہ کس پر کتنا واجب ہے اور کب واجب ہو جاتا ہے ہر مسلمان کو ان احکام کا علم ہونا چاہیئے اور اہل علم سے پوچھ کر ان تعلیمات کی سمجھ کرنی چاہیئے اور اہل معرفت سے وضاحت طلب کرتے اور پوچھتے رہنا چاہیئے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَاسۡأَلُوا أَهۡلَ الذِّكۡرِ إِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ﴾

"تم اہل علم سے پوچھ لو اگر خود تمہیں علم نہ ہو۔" (الانبیاء: 7)

اموال زکواۃ:

زکواۃ سونے چاندی کی تمام اقسام (خام و زیور) پر واجب ہے، اسی طرح مالی اوراق (نوٹوں یا نقدی) پر بھی زکواۃ واجب ہے جو کہ لوگوں کے لئے معاش کا ایک ذریعہ بن چکے ہیں۔ اسی طرح زمین سے حاصل ہونے والے غلے اور کھجور وغیرہ ان چیزوں پر بھی زکواۃ ہے جو تولی اور ذخیرہ کی جا سکتی ہیں، جانوروں میں بھی زکواۃ ہے اور سامان تجارت بھی اموال زکواۃ میں سے ہے اور مال تجارت میں وہ چیز آتی ہے جو خرید و فروخت اور منافع کمانے کے لئے تیار کی گئی یا رکھی گئی ہو وہ چاہے کوئی بھی چیز ہو، غیر منقولہ زمینیں یا مکانات و دوکانیں ہوں یا کوئی دوسری چیز ہو، جب ان چیزوں پر سال گزر جائے تو ان کی بازار میں موجود قیمت لگوائی جائے اور مالک اس کی کل قیمت کا چالیسواں زکواۃ ادا کر دے اور اگر کسی نے کوئی غیر منقولہ جائیداد تجارتی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ کرائے پر چڑھانے کے لئے بنائی تو اس سے حاصل ہونے والے کرائے پر زکواۃ ہے نہ کہ اس کی قیمت پر اور وہ بھی تب جب کرائے کے اس پیسے کو جمع کئے اس پر ایک سال کا عرصہ گزر جائے۔

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

1) تاریخ طبری: 2/659۔

ماہ رمضان اور عبادت میں استمرار و دوام

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ

1424/9/27ھ 2003/11/20ء

حمد وثناء کے بعد!

اے اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو، بہترین زادراہ وہ ہے جس میں تقوی بھی شامل ہو اور بہترین عمل بھی وہی ہے جس میں مولی جل وعلا کے لئے خلوص پایا جائے۔

مرور حیات:

مسلمانو! اللہ تعالی نے خیر و بھلائی کے راستے آسان فرمائے ہیں اور اپنے بندوں کے لئے یکے بعد دیگرے نیکیوں کے کئی موسم مقرر فرمائے ہیں۔ شب و روز اور ماہ و ایام کو پھیرنے والا، دن کو رات میں اور رات کو دن میں داخل کرنے والا صرف اللہ تعالی ہی ہے۔ اس نے ہر چیز کے لئے کوئی نہ کوئی سبب و ذریعہ اور ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر فرمایا ہے، ہر کام کا حساب بھی اسی کے پاس ہے۔ اس نے اس دنیا کو ایک بازار بنایا ہے۔ جس میں لوگ شب و روز جاتے اور آتے ہیں۔ بعض لوگ تو اپنے آپ کو بیچ کر بھی اپنے نفس کو جہنم کی آگ سے آزاد کروا لیتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیتے ہیں۔

یہ گزرے ہوئے دن عمر کا ایک حصہ ہوتے ہیں جس طرح کہ طویل راستے میں مختلف مراحل و منازل ہوتی ہیں، ان کے گزرنے سے عمر ختم ہو جاتی ہے، دنیا میں جتنے قدم بھی کسی نے دینے ہوتے ہیں وہ پورے ہو جاتے ہیں، بندہ موت کے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے اور اعمال صالحہ کے خزائن کے دروازے بند ہوتے چلے جاتے ہیں۔

چند انتہائی مبارک دن گزرے گئے ہیں اور آپ نے اپنی عمر کے سفر کے ایک مرحلہ کو طے کر لیا ہے۔ جس نے اس مرحلہ میں کوئی نیک عمل کر لیا وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور اعمال صالحہ کا یہ سلسلہ جاری رکھے اور جس نے اس مبارک موقع پر بھی برائی ہی کی اسے چاہیئے کہ فوراً توبہ تائب ہو جائے اور اپنے اعمال کی اصلاح کر لے اور جسے کوئی طلب و حاجت ہو وہ سحری کے وقت اٹھ کر اپنے کام کا آغاز کر دیتا ہے۔ مسلسل اطاعت و نیکی میں اگر طویل زمانہ (لمبی عمر) حاصل ہو جائے تو یہ صالحین کے لئے نعمت، مومنین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک و سکون قلب اور محسنین کی تمنائیں پوری ہونے کا باعث ہوتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ"

"لوگوں میں سے بہترین وہ ہے جس کی عمر طویل اور عمل صالح ہو۔"[1] (ترمذی)

زیادہ سے زیادہ عبادت:

مسلمانو! فضائل و برکات الہی اور انوار ربانیہ سے بھری راتیں گزر گئی ہیں اور جو چند باقی رہ گئی ہیں وہ بھی اب گزرنے ہی والی ہیں اور یوں لگ

1) ترمذی: 2330۔

رہا ہے کہ یہ ماہ رمضان کی آمد ایک خواب وخیال کی بات ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نے زندگی کا ایک مرحلہ طے کرلیا ہے جو کبھی لوٹ کر آنے والا نہیں ہے، اور وہ مرحلہ آپ کا یہی ماہ رمضان المبارک ہے جو کہ ختم ہونے کو آ گیا ہے۔ کتنے ہی لوگ ہیں کہ انھوں نے اس ماہ کا استقبال تو کیا مگر وہ اسے پورا نہ کر پائے اور کتنے ہی لوگ وہ ہیں جو اس بات کی امید لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ آئندہ بھی اس ماہ کو پالیں گے مگر ان کی قسمت میں یہ مہینہ دوبارہ آنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا اس ماہ کا جتنا حصہ بچ گیا ہے اسے ہی غنیمت سمجھیں اور اس میں زیادہ سے زیادہ اطاعت وعبادت کرلیں، ماہ رمضان کے دن گزرنے ہی والے ہیں اور یہ زندگی چند روزہ ہے اور یہ عمر سانسوں کی طرح ہی تیزی سے ختم ہوتی جارہی ہے اور یہ مرور ایام ہمیں زندگی کے جلد خاتمے کی یاد دلاتے ہے۔ اور اس صحت وسلامتی اور مہلت سے فریب خوردہ نہ ہو جائیں اور لمبی امیدیں وابستہ کر کے نہ بیٹھ جائیں، یہ دن گزرتے چلے جارہے ہیں عمریں ختم ہوتی جاتی ہیں۔ وقت کو غنیمت سمجھیں، خواہشات نفس پر غلبہ پانے میں کوشاں رہیں اور اس ماہ مبارک کی باقی راتوں کو ایک قیمتی خزانہ سمجھیں، اپنی تقصیر وکوتاہی اور خطاؤں پر نادم ہوں اور اس ماہ کی آخری گھڑیوں کو ذکر ودعاء میں گزاریں، ماہ رمضان میں بڑے قیمتی خزانے پائے جاتے ہیں، اپنے رب کریم سے مانگیں اس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور وہ شب وروز بانٹ رہا ہے اور صدقہ زکوٰۃ ادا کرکے اللہ سے رزق میں برکات حاصل کرو اور اپنے مال کو زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعے پاک و محفوظ کرلو۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں اور اس ماہ مبارک میں بکثرت توبہ واستغفار کریں اور سحری کی تاریکیوں میں خلوص نیت سے اللہ کے حضور قیام کریں۔ جس طرح دیکھتے ہی دیکھتے یہ ماہ رمضان گزرگیا ہے اسی طرح یکے بعد دیگرے اس زندگی کے یہ دن گزرجائیں گے اور ہم دار آخرت تک پہنچیں گے۔

ہر وقت عبادت واطاعت:

اطاعت وعبادت کا کوئی مخصوص وقت نہیں ہے اور نہ ہی عبادت وبندگی کے لئے کوئی گنی چنی گھڑیاں ہیں بلکہ یہ تو ہر وقت و ہر آن واجب ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ رمضان کے بعد بھی نفس رشد وہدایت کی راہ پر گامزن رہیں کیونکہ اللہ رب العزت کی عبادت کوئی ماہ رمضان کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے اور بندے کے لئے موت سے قبل عبادت کی کوئی انتہاء نہیں ہے اور بہت ہی برے ہیں وہ لوگ جو صرف ماہ رمضان میں ہی اللہ تعالی کو پہچانتے ہیں۔

قبولیت عمل کی علامت:

مسلمانو! اس ماہ مبارک میں قبولیت عمل کی بعض علامتیں ہیں اسی طرح ردّ وعدم قبولیت کی بھی بعض نشانیاں ہیں۔ نیکی کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس کے بعد بھی نیکی کرنے پر کاربند رہے اور برائی کی علامت یہ ہے کہ بعد میں بھی بندہ برائی میں مصروف رہے برائیوں کا ارتکاب ہو جائے تو ان کے بعد نیکیاں کرتے چلے جاؤ جو ان برائیوں کا کفارہ ہوتی جائیں گی۔ اور ان کے خطرات سے بچاؤ کا باعث بن جائیں گی۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ﴾

"بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں اور یہ ان کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔" (ھود: 114)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے: "اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ

حَسَنٍ"

"تم جہاں بھی ہو اللہ کا تقوی و پرہیزگاری اختیار کرو اور برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو، وہ برائی کو مٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔"[1] (ترمذی)

مدار سعادت:

ماہ رمضان کے بعد اگر کوئی شخص دوبارہ گناہ کی زندگی کی طرف لوٹنا چاہے تو اسے یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اللہ صرف اس سے راضی ہوتا ہے جو اس کی اطاعت کرے مہینہ چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو اور وہ اس سے ناراض ہوتا ہے جو اس کی نافرمانی کرے جو چاہے کسی بھی وقت اور گھڑی میں ہو، اور ساری عمر میں سعادت کا دارومدار حسن عمل اور ایک مسلمان کے ہمیشہ اطاعت کرتے رہنے میں ہے جو نہ کسی زمانے سے متعلق ہو نہ کسی مہینے کے ساتھ مخصوص ہو اور نہ ہی اس کا تعلق کسی خاص فضیلت والی جگہ سے ہو۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو یہ اس کے قبول عمل اور حسن استقامت کی علامت ہے۔ اگر آپ سے ممکن ہو کہ اس ماہ کے بقیہ حصہ میں دوسرا کوئی شخص عمل میں آپ سے پیش قدمی نہ کر سکے تو ایسا کر گزریں کیونکہ ماہ رمضان کے یہ آخری لحظات اور آخری گھڑیاں بہت ہی نفیس ہیں ہوسکتا ہے کہ آپ دوسرا موقع نہ پاسکیں۔ اپنے رب کے ساتھ اپنے حساب وکتاب کا ایک نیا روشن صفحہ عمل کھولیں اور اپنے ماضی پر پردہ ڈال دیں جسے آپ تو بھول چکے ہوں گے مگر اللہ نے اسے گن کر محفوظ کر رکھا ہے۔

نماز باجماعت کی پابندی:

اس ماہ مبارک میں پانچوں نمازوں کو اللہ کے گھروں، مساجد میں ادا کرنے پر پابندی کریں، والدین کے ساتھ حسن سلوک اختیار کریں، صلہ رحمی کو اپنا شعار بنائیں، اپنے مال کو حرام اور مشتبہات سے محفوظ و پاک رکھیں۔ اپنی زبان کو جھوٹ وغیبت وچغلی سے بچائیں۔ اپنے دل کو حسد وبغض سے محفوظ رکھیں۔ حرام اشیاء سے اپنی نگاہوں کو بچائیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری ادا کرتے رہیں۔ مافات کا استدارک کرنے میں جلدی کریں کیونکہ اس دنیا سے روانگی کا وقت قریب آ گیا ہے اور عقلمند وہ ہے جو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لے اور اپنا حساب وکتاب صحیح کرلے، اپنی روش صحیح کرلیں اور لرزشوں کا ازالہ کرلیں۔ امام ابن حبان کہتے ہیں:

"اہل عقل میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو ہمیشہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہتے ہیں اور سعادتمند وہ ہے جو اپنے نامۂ اعمال میں نیک و صالح عمل جمع کرلے اور شقی و بدبخت وہ ہے جس کی قباحتوں اور گناہوں پر اس کے خلاف اس کے اعضاء جسم ہی گواہ ہو گئے۔"

نفلی روزے:

مسلمانو! یہ ماہ رمضان المبارک اگرچہ گزرنے ہی والا ہے لیکن روزے تو دوسرے مہینوں میں بھی مشروع ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوموار (پیر) اور جمعرات کے روزے ہمیشہ رکھے اور ہمارے لئے مسنون فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "ذَانِكَ يَوْمَانِ

1) ترمذی:1987۔

تُعْرَضُ فِيهِمَا الْأَعْمَالُ عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ "

" ان دونوں دنوں میں (بندوں کے) اعمال اللہ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش کئے جائیں تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔"[1] (نسائی)

اسی طرح ہمارے نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ وہ ہر ماہ میں تین دن روزے رکھا کریں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "أَنْ تَصُومَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَذَلِكَ الدَّهْرُ كُلُّهُ "

" ہر ماہ میں تین دن کے روزے گویا کہ عمر بھر کے روزے شمار ہوتے ہیں۔"[2] (متفق علیہ)

ماہ رمضان کے روزوں کے بعد ماہ شوال میں بھی چھ روزے رکھ لیں کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ بِسِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصَوْمِ الدَّهْرِ "

" جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے اور پھر ان کے بعد ماہ شوال کے بھی چھ روزے رکھ لئے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ وہ ہمیشہ ہی روزے سے ہے۔"[3] (ابن ماجہ)

قیام اللیل:

اگر تراویح و قیام رمضان کا وقت ماہ رمضان کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گا تو قیام اللیل سال بھر کی ہر رات موجود ہے اور نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ فَيَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟ وَمَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟ وَمَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟ " (صحیح مسلم)

" بیشک اللہ تعالی ہر رات کے آخری سہ پہر میں آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے اور کہتا ہے، کون ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کی سنوں۔ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت و بخشش طلب کرے اور میں اسے بخش دوں؟"[4]

اسی طرح ہی اللہ کو محبوب ترین عمل وہ ہے جو مسلسل ہو چاہے وہ معمولی سا ہی کیوں نہ ہو۔

اور وہ شخص فریب خوردہ ہے جو اللہ کی اطاعت سے پھر گیا اور محروم وہ ہے، جو اللہ کی رحمت سے محروم ہو گیا۔

خطائیں اور گناہ بندوں کے گلے کا طوق ہیں اور ان پر اصرار کرنے اور بضد رہنے والا ہلاکت پانے والا ہے۔ جو شخص اللہ کی اطاعت سے اعراض و روگردانی کرے گا وہ غفلت میں مبتلا ہو جائے گا۔ (لباس غفلت میں اوندھا گرا دیا جاتا ہے)۔

استواریٔ تعلقات:

---

1) نسائی: 2357۔

2) صحیح بخاری: 6134۔

3) ابن ماجہ: 1716۔

4) صحیح مسلم: 758۔

جس نے اپنے اور اپنے رب کے مابین رشتہ استوار کرلیا، اللہ اس کے اور اپنی مخلوق کے درمیان اس کا رشتہ درست کرا دیتا ہے۔ اس ماہ مغفرت کے بعد گناہوں کو اختیار کرنے سے بچیں کیونکہ گناہگار بد بختی میں مبتلا ہوتا ہے جبکہ خطائیں انسان کو ذلیل کر دیتی ہیں اور زبان کو گنگ کر دیتی ہیں۔

ابو سلیمان تیمی فرماتے ہیں: ''انسان رات کی تاریکی و پردے میں گناہ کا ارتکاب کرتا ہے مگر دن کے وقت اس کی ذلت اس شخص کے چہرے پر ظاہر ہو جاتی ہے اور اللہ کی اطاعت کرنے کے بعد گناہ کا ارتکاب بہت ہی بری حرکت ہے، اور اللہ کا قرب حاصل ہو جانے کے بعد اس سے دوری پیدا کرنے والی حرکات بہت ہی بری بات ہے۔'' اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

''جو شخص نیک عمل کرے گا، وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اسے (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔'' (النحل:97)

مدار عمل:

اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے۔ اور اپنے اس ماہ رمضان کے خاتمے پر بکثرت توبہ واستغفار کریں، اللہ تعالیٰ تمہاری کوتاہیاں اور گناہ بخش دے گا، اور جس نے اس ماہ کے بقیہ حصہ میں اپنی اصلاح کر لی اور اچھا عمل کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جو گناہوں پر مصر رہا، اس کے پہلے اور بقیہ سب گناہوں پر پکڑا جائے گا۔

فطرانہ:

اسی ماہ کے خاتمہ پر اور اس کے حسن اعمال میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ زکواۃ الفطر (فطرانہ) ادا کیا جائے جو کہ دلوں میں الفت پیدا کرتی ہے اور مالدار آدمی کی طرف سے اپنے فقر و تنگدست بھائی کے لئے یہ عطف ومہربانی ہے۔ اسے نبی ﷺ نے فرض قرار دیا ہے۔ یہ روزے دار کے لئے باعث طہارت و پاکیزگی اور فقراء و مساکین کے لئے غذاء حاصل ہونے کا ذریعہ ہے، اور اس کی مقدار ملک کی غالب غذا یا غلہ کا ایک صاع (ڈھائی کلوگرام) ہے اور اس کی ادائیگی کا افضل وقت عید کی نماز سے قبل روز عید ہے۔ البتہ یوم عید سے دو ایک دن پہلے اس کا ادا کر دینا بھی جائز ہے۔ لہٰذا خوش دلی سے یہ فطرانہ نکالو۔

تکبیرات عید:

عید کی رات سے لے کر نماز عید تک بکثرت تکبیریں کہیں جو کہ اللہ کی تعظیم اور اتمام نعمت پر اس کا شکر ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

''اور تم روزوں کا شمار پورا کر لو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تمہیں ہدایت بخشی تم اسے بزرگی سے یاد کرو (تکبیریں کہو) اور اس کا شکر ادا کرو۔'' (البقرہ:185)

مصیبت زدوں کا خیال:

اسی فریضہ کی ادائیگی و اتمام پر اللہ کا شکر ادا کرو اپنی عید کی خوشیوں میں مصیبت زدہ لوگوں کی مشکل کشائی کی کوششوں کو بھی شامل کرلو، یتیموں سے ہمدری کرو، اور عید کی خوشی مناؤ اور ساتھ اللہ کی عبادت و اطاعت کے عہد کی تجدید بھی کرلو اور اس بات کا بھی عہد و پیمان کرو کہ نیکی پر نیکی کرتے چلے جائیں گے۔

اصل عید:

خبردار! عید کے دنوں میں گناہ کے کام اور وہ بھی کھلے عام کرنے سے بچیں۔

بعض سلف صالحین امت نے کہا ہے: ”ہر وہ دن جس میں اللہ کی نافرمانی نہ کی جائے وہ روز عید ہے اور ہر وہ دن جسے ایک مومن اپنے مولا کی اطاعت اور اس کے ذکر و یاد میں گزارتا ہے وہ یوم عید ہے۔“

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

شکر باری تعالی اور نعمت امن

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ
4/10/1424ھ، 27/11/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ کی لاتعداد نعمتوں پر اس کا شکرادا کرنا اہم واجبات اور مؤکدہ فرائض میں سے ایک ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾

”اور ہم نے انسان کو تاکید کی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ سے حسن سلوک کرے، اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر اسے پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے (پھر دودھ پلاتی ہے) اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے، (ہم نے اسے تاکید کی ہے کہ) میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی، تمہیں میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔“ (لقمان: 14)

اور ایک جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾

”تم میرا ذکر کرو، میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔“ (البقرہ: 152)

ایک مقام پر فرمایا ہے: ﴿وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾

”اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو اگر اسی کی عبادت کرتے ہو۔“ (النحل: 114)

اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا، اللہ کے ساتھ کفر کرنے کی ضد ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا [2] إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾

”ہم نے انسان کو نطفۂ مخلوط سے پیدا کیا، تاکہ اسے آزمائیں، تو ہم نے اسے دیکھتا سنتا بنایا، اور ہم نے اسے راستہ بھی دکھایا (اب) خواہ وہ شکر گزار ہو، خواہ ناشکرا بنے۔“ (الدھر: 2-3)

اعلی انداز شکر:

اللہ کے شکر کا سب سے عظیم ترین انداز اللہ تعالی پر ایمان لانا، اس کے عائد کردہ فرائض کو ادا کرنا، واجبات کی ادائیگی اور اس کی حرام کردہ اشیاء و امور سے دور رہنا ہے۔ اسی طرح اللہ کی دیگر تمام نعمتوں کا اجمالی و تفصیلی انداز سے شکر ادا کرنا ضروری ہے، اسی طرح اللہ کی نعمتوں کی ناشکری و کفران نعمت کا سب سے بدترین انداز رسالت کا انکار کرنا ہے وہ یوں کہ اللہ تعالی پر ایمان لانے سے اعراض و روگردانی کی جائے، اس کے عائد کردہ فرائض و واجبات کو ترک کیا اور گناہوں (نافرمانیوں) کا ارتکاب کیا جائے۔ اور پھر ایسے ہی باقی نعمتوں کی ناشکری ہے۔

شکر نعمت:

شکر کرنے کا ہی ایک انداز یہ بھی ہے کہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا استعمال ایسے کاموں میں کیا جائے، جن میں اللہ کی رضاء وخوشنودی ہے۔ اللہ نے بندے کو جسم عطا کیا ہے، اگر ایک مسلمان اسے اللہ کی اطاعت میں لگائے اور اسے ایسے کاموں کا پابند کرے جو اللہ نے حلال قرار کئے

ہیں تو اس شخص نے اپنے اعضاء جسم کی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کیا، اور اگر بندے نے اپنے اعضاء جسم کو اللہ کی نافرمانیوں میں لگائے رکھا، اس نے اللہ کا شکر نہ کیا بلکہ ولی نعمت کے ساتھ اس کی نعمتوں پر جنگ کی۔

بندہ اگر مال کو واجب ومستحب یا جائز ومباح امور پر صرف کرے گا اور اس کی غرض رضاء الٰہی کا حصول ہوگا تو یہ اللہ کی نعمت مال کا شکر ہے اور اگر اس نے اس مال کو اللہ کی نافرمانی کے کاموں، ناپسندیدہ ومکروہ امور یا محض فضول ولایعنی مقامات پر ضایع کیا تو اس سے اللہ کا شکر فوت ہوگیا بلکہ اس نے مال سے ایسے کاموں میں مدد لی جو اللہ کو ناراض کرنے والے اور دنیا وآخرت میں اس کے لئے وبال جان ہیں۔ اگر ایک مومن اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو اور پاک ومباح اشیاء سے فائدہ اٹھائے اور ان پر اللہ کا شکر ادا کرے اور دل سے اس بات کا یقین رکھے کہ یہ اللہ کی نعمتوں میں جو اس نے اپنے فضل وکرم سے اسے عطا کی ہیں تو اس شخص نے نعمتوں کا شکر ادا کر دیا اور اگر بندہ منعم حقیقی کو بھول ہی جائے تو اس نے نعمتوں کے اٹھا لئے جانے کے قابل فعل کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾

"اور اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے کہ وہ ہر طرح سے امن وچین سے بس رہی تھی، ہر طرف سے بافراغت رزق چلا آرہا تھا، مگر ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کے اعمال کے بسبب انہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزا چکھا دیا۔" (النحل:112)

انسان شکر سے قاصر ہے:

بندہ چاہے کتنی بھی کوشش کرے وہ اللہ کی نعمتوں کا مکمل اور کما حقہ شکر ادا نہیں کر سکتا، چنانچہ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا﴾

"اور اگر اللہ کے احسان ونعمتوں کو گننے لگو تم شمار نہ کر سکو گے۔" (ابراہیم:34)

اور نبی اکرم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے:"لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ. قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ مِنْهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ"

"تم میں سے کوئی شخص محض اپنے اعمال کے بل بوتے پر ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ بھی نہیں؟ فرمایا: میں بھی نہیں؟ سوائے اس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔"[1] (صحیح مسلم)

البتہ مسلمان کے لیے یہی کیا کم ہے کہ وہ اس بات کو سمجھ لے کہ وہ اللہ کی نعمتوں پر کما حقہ اس کا شکر ادا کرنے سے عاجز وقاصر ہے۔ اگر وہ مکمل طور پر شکر ادا کرلے گا تو یہ شکر ادا کر لینا پھر اس کے شکر کا متقاضی ہوگا۔ لہذا بندے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے رب کا تابع فرمان رہے، اس کی نافرمانی سے گریز کرے اور حسب استطاعت میانہ روی سے عمل کئے جائے۔

---

1) صحیح مسلم:2816۔

نعمت اطاعت:

بندوں پر اللہ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اسے اللہ کی اطاعت کی توفیق حاصل ہو جائے اور اگر کسی مسلمان کو اطاعت کی توفیق حاصل ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ نافرمانی کر کے اس نعمت کو باطل میں نہ بدل لے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جو اطاعت میں نقص ڈالنے والا ہو، بلکہ اطاعت پر اطاعت کئے چلا جائے، کیونکہ نیکی پر نیکی کئے چلے جانا پہلی نیکی کا شکرانہ اور اضافۃً اجر و ثواب کا باعث ہوتا ہے۔ اللہ تعالی نے جس اطاعت و عمل کو فرض قرار دیا ہے، اس کی جنس و نوعیت سے کچھ دیگر اطاعات مشروع قرار دی ہیں جنہیں سرانجام دے کر بندہ اپنے رب کا قرب حاصل کر سکتا ہے، اور جن پر عمل کے نتیجہ میں وہ اللہ کی اعلیٰ جنتوں میں داخل کیا جاتا ہے۔

نفلی عبادات:

نماز، زکوۃ، روزہ اور حج وغیرہ ایسے فرائض ہیں کہ ان کی ادائیگی میں واقع ہونے والے نقص کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالی نے ان فرائض کی طرح ہی ان کے نوافل بھی مشروع کئے ہیں اور انہیں سرانجام دے کر نیکی میں سبقت لے جانے والے ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں چنانچہ: "جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر شوال میں بھی چھ روزے رکھ لئے وہ ایسے ہے جیسے اس نے زمانے بھر کے روزے رکھے۔" جیسا کہ صحیح حدیث میں یہ بات وارد ہوئی ہے۔

اسی طرح دوسرے مستحب نفلی روزے بھی ہیں جن کے ذریعے بندے کے درجات بلند ہوتے ہیں اور اس کی برائیاں مٹادی جاتی ہیں، اور نفلی نمازیں بھی معروف ہیں، فرض زکوۃ کے علاوہ جو نفلی صدقات و خیرات ہیں وہ بھی ہر کسی کے علم میں ہیں، اسی طرح نفلی حج و عمرہ بھی ہیں۔ ان سب کی ادائیگی اللہ کے شکر کی ادائیگی کی عملی صورت ہے جن کے ذریعے اللہ اپنے بندوں کا تزکیہ کرتا ہے اور قیامت کے دن اپنے بندوں کو ان نفلی اعمال پر اجر عظیم عطا کرے گا۔

نیکی پر نیکی کئے جانا:

اے اللہ کے بندو! اطاعت پر اطاعت اور نیکی پر نیکی کئے جانا کتنا اچھا عمل ہے، کیونکہ اس میں اللہ کی رضاء و خوشنودی اور زیادہ اجر و ثواب ہے اور اس کے عقاب و عذاب سے بچاؤ ہے، اور اگر کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کے بعد نیکی کرنا کتنا ہی اچھا ہے. اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ﴾

"اور دن کے دونوں کناروں میں نماز قائم کر اور رات کی کچھ گھڑیوں میں بھی، بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ یہ یاد کرنے والوں کے لیے یاد دہانی ہے۔" (ہود:114)

جبکہ نیکیوں کے بعد برائیوں میں ڈوب جانا کتنا ہی برا رویہ ہے کیونکہ اس میں اللہ کا غضب و ناراضگی، اجر و ثواب میں نقص و کمی یا پھر کلیۃً ثواب سے محرومی کا خدشہ ہوتا ہے، اور ساتھ ہی نیک عمل بھی باطل ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾

"اے ایمان والو! اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو اور (گناہ کرکے) اپنے اعمال کو ضائع نہ ہونے دو۔" (محمد:33)

رب رمضان ہی رب زمان ہے:

لہٰذا تمام مہینوں اور دنوں میں اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری پر دوام وہمیشگی کرو، ماہ رمضان کا رب ہی باقی مہینوں اور سالوں کا بھی رب ہے، اور وہ اس بات کا حقیقی مستحق ہے کہ ہر جگہ اور ہر وقت اسی کی عبادت بجالائی جائے اور اسی کی وحدانیت کا اقرار ہو۔

رمضانی مسلمان:

حضرت بشر حافی سے کہا گیا: "کچھ لوگ ماہ رمضان میں بڑی محنت وکوشش سے عبادت کرتے ہیں اور جب ماہ رمضان گزر جاتا ہے تو سب چھوڑ بیٹھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: "بہت ہی برے ہیں وہ لوگ جو اللہ کو صرف ماہ رمضان میں ہی پہنچانتے ہیں۔"

مومن کو اللہ سے ملاقات کے پہلے راحت وسکون نہیں ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾

"اور اپنے رب کی عبادت موت آجانے تک کرتے جائیں۔" (الحجر:99)

اہل سعادت وشقاوت:

کتنا کامیاب ہے وہ شخص جس نے قیامت کی ہولناکیوں سے نجات پانے کے لئے اچھے اعمال اور نیکیوں کا زادراہ آگے بھیج لیا۔ اور کس قدر شرم کی بات ہے اس آدمی کے لئے جو آخرت کو بھول بیٹھا اور اسے قبر میں گناہوں اور مہلک جرائم کے سوا کچھ نہ ملا۔

مؤمن کو اپنے رب سے ملاقات سے قبل عمل سے فرصت وراحت حاصل نہیں ہوتی۔ وہ فوز وفلاح اور کامیابی وکامرانی سے سرفراز ہوگیا جس نے قیامت کی ہولناکیوں سے پہلے پہلے اعمال صالحہ کا اہتمام کرلیا اور حسرت وندامت اس کا مقدر ہے جو آخرت کو بھول گیا اور جس نے اپنی قبر کو برائیوں اور کبیرہ ومہلک گناہوں سے کالا کرلیا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ [18] وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ [19] لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیئے کہ اس نے کل قیامت کے لیے کیا (عمل) بھیجا ہے، اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔ اور ان لوگوں جیسے نہ ہوجانا جنہوں نے اللہ تعالی کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ایسا کردیا کہ وہ خود اپنے آپ کو بھول گئے، یہ فاسق وبدکردار لوگ ہیں۔ اہل جہنم اور اہل جنت برابر نہیں ہوسکتے، اہل جنت کو فوز وفلاح (کامیابی) حاصل کرنے والے ہیں۔" (الحشر:18-20)

اتباع صراط سنت:

اللہ کے بندو! صراط مستقیم پر چلتے جاؤ اور اپنے صاحب خلق عظیم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو اپنائے چلو، شیطان سے بچو اور خواہشات نفس کی پیروی سے گریز کرو، شیطان چاہتا ہے کہ وہ تمہارے اعمال صالحہ کو گرد وغبار بنادے۔ اللہ سے اس کے خلاف مدد مانگو اور مسلسل اطاعت و

عمل کا مظاہرہ کر کے اسے خائب و خاسر کر دو اور ہر قسم کی برائی سے دور رہ کر اسے نامراد ثابت کر دو۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾

"اے ایمان والو! اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ ہونے دو۔" (محمد:33)

اور ایک جگہ فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾

"اے لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے، تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں فریب دے۔" (فاطر:5)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ"

"تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈرتے رہو اور برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو، وہ برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔"[1] (ترمذی)

نعمت امن و امان قرآن نظر میں:

اللہ والو! یہ بات خوب سمجھ لو کہ امن و امان کی نعمت اسلام کا ایسا جزو لازم ہے جو اس سے ہرگز الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾

"پھر جب تم مطمئن و پرامن ہو جاؤ تو جو (تم سے) حج کے وقت تک عمرے سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ جیسی قربانی میسر ہو کرے۔" (البقرہ: 196)

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾

"اور جب تم پرامن ہو جاؤ تو اسی طرح اللہ کا ذکر کرو جیسا کہ اس نے تمہیں سکھلایا ہے جسے کہ (پہلے) تم نہیں جانتے تھے۔" (البقرہ:239)

اللہ تعالیٰ نے امن و امان کو ایک ٹھنڈا سایہ بنایا ہے جس میں عابد لوگ اس کی عبادت کریں اور خوفزدہ لوگ امن و سکون پائیں اور ڈرے سہمے ہوئے لوگ اطمینان کی سانس لے سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین کا حاکم بنا دے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کر دے گا۔ اور خوف کے بعد انہیں امن بخشے گا۔ وہ

1) ترمذی:1987۔

میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے۔اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ ہی فاسق و بدکردار ہیں۔"

(النور:55)

نعمت امن وامان: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو امن کو ایمان کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے دن کا چاند دیکھتے تو (رؤیت ہلال) یہ دعاء فرماتے:

"اللهمّ اهلّه علينا بالامن و الايمان و السلامة و الاسلام - هلال خير و رشد - ربّي و ربّك الله"۔

اے اللہ! اس چاند کو ہمارے لئے امن و ایمان کا پیامبر اور سلامتی و اسلام کا ذریعہ بنا دے۔ یہ خیر و برکت اور رشد و ہدایت کا سبب بنے۔ (اے چاند!) تیرا اور میرا رب اللہ ہی ہے۔

شکر و کفر نعمت:

جس نے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے اور نقصان دینے سے اپنے ہاتھوں کو روکا۔اللہ تعالی کی مخلوق پر ظلم و زیادتی نہ کی امن وامان کا خیال رکھا ،اس کی مدد ونصرت کی اور اس نے امن وامان کی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کیا۔اس نے اس نعمت کا شکر ادا کر دیا اور جس نے ایسا نہ کیا اس نے اس نعمت امن کا کفران کیا۔

فریب خوردہ اور فریب کار:

بعض نوجوان فریب میں مبتلا ہو گئے ہیں اور بعض فریب کار عیاروں نے انہیں مہلک فتنے کی اندھیری وادیوں میں دھکیل دیا ہے۔انہوں نے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے اور بہت بڑا گناہ کمایا ہے وہ کھلے فساد و بگاڑ کا باعث بنے ہیں۔ایسا فساد کہ جس نے کھیتوں اور جان و مال سب کو ہلاک کر دیا ہے۔اور تباہی و بربادی کے ساتھ ہی ساتھ باعث عار بھی بنا ہے۔

مجموعۂ جرائم و آثام:

تخریب کاری کی صرف ایک کاروائی اپنے اندر کئی جرائم کو یکجا کر لیتی ہے مثلا:

(1) اس کاروائی کو کرنے والے قتل و غارت کا ارتکاب کرتے ہیں اور سب سے پہلے وہ خود اپنے آپ کو قتل (خودکشی) کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالی نے قتل وخودکشی کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا [29] وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا﴾

"اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بیشک اللہ تعالی تم پر مہربان ہے، اور جو شخص یہ (نافرمانیاں) ظلم وسرکشی سے کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔" (النساء:29)

(2) ان لوگوں نے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اور مسلمان اور غیر مسلم لوگوں کو ناحق قتل کیا جن کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا ہوا ہے۔

(3) ان لوگوں نے اپنے اس تخریب کارانہ فعل سے لوگوں کے اموال کو ناحق تلف کیا۔

(4) انہوں نے پرامن لوگوں کو خوف و ہراس میں مبتلا کیا۔

(5) انہوں نے اپنے حکام وامراء کی نافرمانی کی جن کی اطاعت کا اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہے۔

(6) ان لوگوں میں سے جن کے والدین زندہ ہیں انہوں نے ان کی نافرمانی کا ارتکاب کیا۔

(7) انہوں نے اہل ایمان کی مخالفت کی۔

(8) ان لوگوں نے زمین میں فساد و بگاڑ پیدا کیا۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

"جو شخص راہ ہدایت واضح ہو جانے کے باوجود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے، جدھر وہ خود متوجہ ہو اور جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔" (النساء:115)

کس کے خلاف؟

اے فریب خوردہ نوجوانو! تم نے اسلحہ اٹھالیا ہے۔ تم اپنے اسلحہ کا استعمال اپنے ہی اہل ایمان بھائیوں اور محافظین امن وامان کے خلاف کیسے کر سکتے ہو جو کہ تمہارے ہی مفادات کے تحفظ کے لئے راتوں کو جاگتے ہیں؟ تم اپنے ہی گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں کیسے برباد کر رہے ہو؟ تم اپنے سربراہوں اور اولیاء امور حکام کے خلاف کس طرح بغاوت کر رہے ہو؟ تم اپنے مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو کر قتل و غارت کا ارتکاب کیسے کر رہے ہو؟ تم کس طرح فریب خوردہ اور فریب دینے والے لوگوں کی اتباع و پیروی کرتے ہوئے ان کے تابع مہمل بنے جا رہے ہو؟ تم کس طرح نار جہنم کی طرف دیدہ دانستہ بڑھے چلے جا رہے ہو اور اپنے افعال کے انجام سے نہیں ڈر رہے ہو؟ ایسے امور میں غلطی ناقابل معافی جرم ناقابل بخشش گناہ ہے اور ان کا ارتکاب کرنے والا اپنے پاس کوئی شرعی عذر نہیں رکھتا کہ اس کا یہ عذر مانا جائے، کیونکہ یہ حقوق اللہ اور حقوق کے معاملات ہیں۔

ہتھیار پھینک دیں:

شیطان تم سے ان تخریب کارانہ و دہشت گردانہ کرتوتوں سے بڑھ کر کچھ نہیں چاہتا۔ مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو اور اپنے مسلمان مما لک اور خود اپنی جانوں کے معاملے میں اللہ سے ڈریں۔ اپنے آپ کو حکام اور متعلقہ اداروں کے حوالے کر دیں اور اپنے حکام کو اصل صورت حال سے آگاہ کریں اور اہل فتنہ کے پوشیدہ عزائم سے انہیں مطلع کریں، تا کہ یہ تخریب کاری، تباہی و بربادی اور الحاد و فساد کی آگ بجھے، دنیا میں ہی حق کی طرف رجوع کر لینا آخرت میں نادم و شرمسار ہونے سے بہت اچھا ہے۔

کبار العلماء بورڈ سے رابطہ:

میں ہر اس شخص سے اپیل کرتا ہوں جس تک میری یہ آواز و بات پہنچے اور وہ یہ خطبہ سنے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے معاملے میں اللہ کا خوف

کھائیں اور جس کے دل میں کچھ شکوک وشبہات اور اعتراضات ہوں وہ اپنے معاملہ کے بارے میں سعودی کبار علماء کے بورڈ کے ساتھ مذاکرات کرے کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

"اگر تم کسی بات کو نہیں جانتے تو اہل ذکر (واہل علم) سے پوچھ لیں۔"

دشمنان اسلام واعداء دین مسلمانوں کے لئے ان ظالمانہ وسفاکانہ، مفسدانہ اور تباہ کارانہ افعال وتخریبی کارائیوں کے سوا کسی دوسری چیز کی تمنا نہیں رکھتے۔

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

اعمال صالحہ: فضائل و برکات اور شرائط قبولیت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

1424/10/11ھ 2003/12/5ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو، اللہ کا تقوی ہی اللہ کے شدید عذاب سے نجات دلاتا ہے اور اہل تقوی ہی صحیح راہ پاتے ہیں۔

اللہ کے بندو! یہ دنیوی زندگی نیک عمل کرنے کا مقام ہے اور برائیوں میں مبتلا کئے اور آزمائے جانے کی جگہ ہے۔ جس نے اس میں اچھے عمل کئے اسے اللہ بہت ہی اجر وثواب عطا کرے گا اور جس نے برے عمل کئے اسے دردناک عذاب دے گا۔ اور نیکی و احسان کرنے والوں کو اللہ اپنے فضل و کرم سے نوازتا ہے اور نادانی و جہالت کی راہ اختیار کرنے والوں کے سلسلہ میں حلم و بردباری فرماتا ہے وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

وسیلۂ قرب الٰہی: عمل صالح:

اللہ تعالی نے عمل صالح کو اللہ رب العالمین کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ و وسیلہ بنایا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُم بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ﴾

"اور تمہارے اموال و اولاد ایسی چیزیں نہیں کہ تمہیں ہمارا مقرب بنا دیں ہاں (ہمارا مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا، ایسے ہی لوگوں کو اعمال کے سبب دوگنا اجر ملے گا اور خاطر جمع سے بالا خانوں میں بیٹھے ہوں گے۔" (سباء:37)

برے اعمال کا انجام:

جس نے دنیا میں برے اعمال کا ارتکاب کیا اور اپنے رب کے پاس اس حال میں پہنچا کہ اس نے فرائض کو ضایع کیا، حرام کاموں کا ارتکاب کیا اور اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، اس سے ان امور کے بدلے میں اللہ کوئی فدیہ و مال اور کسی کی کوئی سفارش قبول نہیں کرے گا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ﴾

"جو لوگ کافر ہوئے اور کفر کی حالت میں ہی مر گئے وہ اگر (نجات حاصل کرنا چاہیں اور) بدلے میں زمین بھر کر سونا دیں تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ان لوگوں کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور ان کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔" (آل عمران:91)

اور ایک جگہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ [36] يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ﴾

" جو لوگ کافر ہیں ۔ اگر ان کے پاس روئے زمین کے تمام خزانے اور اس کا سب مال و متاع ہو اور اس کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہو تا کہ قیامت کے اور عذاب (سے رستگاری حاصل کرنے) کا بدلہ دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا، وہ چاہیں گے کہ عذاب سے نکل جائیں مگر اس سے نکل نہیں سکیں گے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔" (المائدہ:36-37)

اور ایک مقام پر اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ﴾

" اور اس دن سے ڈریں جب کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے اور نہ کسی کی سفارش منظور کی جائے اور نہ کسی سے کسی قسم کا بدلہ قبول کیا جائے اور نہ لوگ (کسی اور طرح) مدد حاصل کر سکیں۔" (البقرہ:48)

شفاعت وسفارش:

کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو نیک اعمال کے ساتھ ساتھ برائیاں بھی کرتے جاتے ہیں ۔ ایسے لوگ اگر شرک کے گناہ سے بچے ہوئے ہوں گے تو باذن اللہ شفاعت مصطفی ﷺ ان کے شامل حال ہو جائے گی۔

دخول جنت اور جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ:

یہ بھی اللہ تعالی کی رحمت و حکمت اور اس کی قدرت ہے کہ اس نے اعمال صالحہ سرانجام دینے اور حرام کردہ اشیاء و امور سے بچنے کو اپنے قرب کا ذریعہ بنایا ہے ۔ یہی اس نے نعمتوں والی جنتوں میں داخلے کا وسیلہ اور یہی جہنم کی آگ سے بچاؤ کا باعث قرار دیا ہے اور اس کے لئے کسی دوسرے کام کو ذریعہ نہیں بنایا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: "مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ"

" جس نے میرے کسی دوست (حقیقی ولی اللہ) کے ساتھ دشمنی کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور میرا کوئی بندہ میرا قرب حاصل کرنے کے لئے جو اعمال سرانجام دیتا ہے، مجھے ان میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ عمل ہے جو میں نے اس پر فرض کر رکھا ہے میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف بڑھتا (اور میرا قرب حاصل کرتا) جاتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور اگر میں کسی سے محبت کرنے لگوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا دست و بازو بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور میں اس کا قدم وٹانگ بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے. اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور ہی عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں ضرور اسے پناہ بخشتا ہوں۔"[1] (صحیح بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

---

1) صحیح بخاری:6502۔

سعادت وشقاوت کے اسباب:

اے مسلمان! آپ اس وقت تک دنیاوآخرت کی سعادتوں سے بہرہ ور نہیں ہوسکتے جب تک کہ آپ عمل صالح نہ کریں اور وہ علم نافع حاصل نہ کریں، جس کی اللہ آپ کو توفیق دے۔ اور دنیاوآخرت کی شقاوت وبدبختی کا سبب بھی صرف عمل صالح نہ کرنا اور علم نافع حاصل نہ کرنا ہے اور آپ کا رب تو کسی پر ذرہ برابر ظلم بھی کرنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾

"اللہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم (حق تلفی) نہیں کرتا اور اگر نیکی کی ہوگی تو اسے دو چند کردے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔" (النساء:40)

ایک حدیث قدسی میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا:" يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللهَ، وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ"

"اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اعمال ہی ہیں جنھیں میں تمہارے لئے گن گن کر جمع کر رہا ہوں اور پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ پس جو شخص خیر وبھلائی پائے تو وہ اللہ کی حمد وثناء (اور اس کا شکر) ادا کرے اور جو اس کے برعکس کچھ پائے تو وہ خود اپنے آپ کے سوا کسی کو کوئی ملامت نہ کرے۔"[1] (صحیح مسلم عن ابی ذر رضی اللہ عنہ)

مشکلات دنیاوآخرت سے بچاؤ کا ذریعہ:

اے اللہ کے بندو! آپ کی ساری توجہ اس بات پر ہونی چاہیئے کہ اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کا تحفظ کریں (ان سے تجاوز نہ کریں) اللہ تعالی نے عمل صالح کو بندے کے لئے دنیاوآخرت کی مشکلات ومصائب سے بچاؤ کا ذریعہ بنایا ہے. چنانچہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:" تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتَّى تَكُونَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيلٍ. قَالَ سَلِيمُ بْنُ عَامِرٍ: فَوَاللهِ مَا أَدْرِي مَا يَعْنِي بِالْمِيلِ، أَمَسَافَةَ الْأَرْضِ أَمِ الْمِيلَ الَّذِي تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ. قَالَ: فَيَكُونُ النَّاسُ عَلَى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى حَقْوَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ الْعَرَقُ إِلْجَامًا. قَالَ: وَأَشَارَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى فِيهِ"

"قیامت کے دن سورج مخلوق کے اتنا قریب کردیا جائے گا کہ وہ ان سے صرف ایک میل کے فاصلے پر آجائے گا۔ آگے ﷺ فرماتے ہیں: لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، ان میں سب کوئی ٹخنوں تک ڈوبا ہوا ہوگا، ان میں سے کوئی گھٹنوں تک غرقاب ہوگا، ان میں سے کوئی کمر تک ڈوبا ہوا ہوگا، اور ان میں سے کوئی اتنا غرقاب ہوگا کہ پسینہ اسے لگام پہنائے ہوئے گا (اور وہ اس کے منہ تک پہنچا ہوگا) اور یہ فرماتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔"[2] (صحیح مسلم وسنن ترمذی)

---

1) صحیح مسلم:2577۔

2) صحیح مسلم:2864۔

نفسی نفسی کا عالم:

قیامت کے دن کی ہولنا کیوں کو یاد کریں جبکہ کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يُبْكِيكِ؟ قَالَتْ: ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ، فَهَلْ تَذْكُرُونَ أَهْلِيكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا، عِنْدَ الْمِيزَانِ حَتَّى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيزَانُهُ أَوْ يَثْقُلُ، وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِينَ يُقَالُ { هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ } حَتَّى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهُ أَفِي يَمِينِهِ، أَمْ فِي شِمَالِهِ، أَمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ، وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ "

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نارِ جہنم کو یاد کیا تو رو رہی دی نبی اکرم ﷺ نے پوچھا؟: "تمہیں کس چیز نے رولا دیا ہے ؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے جہنم کو یاد کیا ہے جس سے رو دی ہوں ۔کیا قیامت کے دن آپ اپنے اہل وعیال کو بھی یاد رکھیں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؟ تین مواقع پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا، میزان (ترازو) کے پاس جب تک کہ اسے پتہ نہ چل جائے کہ اس کا (نیکیوں کا) پلڑا بھاری ہوتا ہے یا ہلکا پڑ جاتا ہے ۔اور اس وقت جب لوگوں کے نامۂ اعمال اڑ رہے ہوں گے جب تک کہ اسے یہ پتہ نہ چل جائے کہ اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں پڑتا ہے یا بائیں میں دیا جاتا ہے یا پھر اس کے پیچھے ڈالا جاتا ہے، اور پل صراط کے پاس جب اسے جہنم پر رکھ دیا جائے گا جب تک وہ اس پر سے گزر نہ جائے گا۔"[1] (ابوداود)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ [33] يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ [34] وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ [35] وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ [36] لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾

"جب قیامت کا غل غباڑہ مچے گا۔اس دن بھائی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے ہر شخص اس روز ایک فکر و پریشانی میں ہوگا جو اسے (مصروفیت کے لئے) بس (کافی) ہوگا۔" (عبس:33-37)

آدمی اپنے بیٹے سے صرف ایک نیکی کا مطالبہ کرے گا وہ اسے ایک نیکی بھی نہیں دے گا۔ بندہ اپنی بیوی سے ایک نیکی مانگے گا وہ بھی اسے ایک نیکی تک نہیں دی گی، اور ہر شخص نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا اور ہر کسی کو اپنی ہی پڑی ہوگی اور مومن یہ تمنا کرے گا کہ کاش وہ سترنبیوں جتنا عمل کر کے اللہ کی ملاقات کو پہنچ جائے۔

حدیث شریف میں ہے: "يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا "

"جہنم کو لایا جائے گا اور اسے ستر ہزار نکیلیں پہنائی گئی ہوں گی اور ہر نکیل کو ستر ہزار فرشتے پکڑے ہوئے ہیں، اس وقت کوئی مقرب ترین فرشتہ یا کوئی نبی بھی نہیں ہوگا جو گھٹنوں کے بل نہ گر جائے۔"[2] (صحیح مسلم)

---

1) ابوداؤد:4755۔

2) صحیح مسلم:2842۔

قبولیت عمل کے لئے اخلاص:

اے مسلمان! اس دنیا میں بکثرت نیک عمل کرلو کیونکہ اس دنیا کے بعد دو ہی ٹھکانے ہیں یا جنت یا جہنم. اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ وہ عمل صالح جس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور وہ بندے کو نفع پہنچا سکتا ہے وہ صرف وہی عمل ہوتا ہے جو خالص رضا الٰہی کے حصول اور اللہ کو خوش کرنے کے لئے کیا جائے اور اس سے ثواب حاصل کرنے کی نیت ہو، اس سے دکھلاوا اور ریاکاری مقصود نہ ہو اور نہ ہی لوگوں کی واہ واہ مطلوب ہو، نہ کسی دنیوی غرض ولالچ کے لئے وہ عمل کیا گیا ہو۔

قبولیت کی دوسری شرط: اتباع سنت:

اور کسی عمل کے صحیح اور قابل قبول ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے عین مطابق ہو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾

"دیکھو (خبردار)! خالص عبادت صرف اللہ ہی کے لئے زیبا ہے۔" (الزمر:3)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ"

"جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دے رکھا، اس کا وہ عمل مردود نامقبول ہے۔"[1] (مختصر صحیح مسلم، مسند احمد، صحیح الجامع)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

"اور ان سے کہہ دیں کہ عمل کئے جاؤ، اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) اور مومن (سب) تمہارے اعمال کو دیکھ لیں گے اور تم غائب و حاضر کو جاننے (اللہ وحدہ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ سب تمہیں بتا دے گا۔" (التوبہ:105)

اے اللہ کے بندو! اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اس دنیا میں بھی اس نے تمہیں وہ اسباب و نعمتیں عطا کی ہیں جو اس کی عبادت کرنے میں آپ کی مدد کرتی ہیں اور اس نے آپ کے ساتھ وعدۂ حق فرمایا ہے۔

موت اور انقطاع عمل:

آپ لوگ صدیوں سے نسلوں کی نسلیں دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف جا رہی ہیں اور ان میں سے آج تک کوئی واپس لوٹ کر نہیں آیا۔ موت کے ساتھ ہی عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھیں تو اس میں عمل صالح کی روش اپنانے میں جلدی کرنے کی دعوت موجود ہے اور اس میں حرام اشیاء و امور سے بچنے کے لئے تازیانہ بھی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:﴿أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ[31] وَإِنْ كُلٌّ لَمَّا جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ﴾

---

1) صحیح مسلم:1718۔

"کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اب وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے، اور سب کے سب ہمارے روبرو حاضر کئے جائیں گے۔" (یسین:31-32)

مرنے کے بعد ثواب کے اعمال:

حدیث میں ہے نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ"

"جب ابن آدم مرجائے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین کاموں کے، علم نافع، نیک اولاد جو اس کے لئے دعاء کرے اور صدقہ جاریہ۔"[1] (مختصر مسلم: سنن ثلاثہ، ادب مفرد امام بخاری، صحیح الجامع:293)

اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ[55] أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَا عَلَى مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ[56] أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ[57] أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ[58] بَلَى قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾

"اور اس سے پہلے تم پر ناگہاں عذاب آجائے اور تمھیں خبر بھی نہ ہو اس نہایت اچھی (کتاب) کی جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے پیروی کرو، کہ (مبادا اس وقت) کوئی شخص کہنے لگے کہ (ہاہا) اس تقصیر پر افسوس ہے جو میں نے اللہ کے حق میں کی اور میں تو ہنسی ہی کرتا رہا، یا یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں بھی متقی و پرہیزگاروں میں سے ہوتا، یا جب عذاب دیکھ لے تو کہنے لگے کہ اگر مجھے پھر ایک دفعہ دنیا میں جانا ہو تو میں نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں (اللہ فرمائے گا) کیوں نہیں میری آیتیں تیرے پاس پہنچ گئی تھیں مگر تو نے انہیں جھٹلایا اور شیخی میں آگیا اور تو کافر بن گیا۔" (الزمر:55-59)

اے اللہ کے بندو! اپنے اور اپنے رب کے مابین کے تعلقات خوب استوار کرلو، وہ تمہاری دنیا و آخرت کو سنوار دے گا۔

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

1) صحیح مسلم:1631۔

دینداری سعادت: سعادت دارین

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ
1424/10/18ھ 2003/12/12ء

حمد وثناء کے بعد!

انسانی خصائص اور دینداری:

انسان کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ فطرتی طور پر دینداری کی طرف مائل ہوتا ہے اور دین ایک ایسی فطرت ہے جو اللہ نے انسان میں ودیعت فرمائی ہے۔شروع شروع میں تمام انسان توحید پر قائم تھے یہاں تک کہ شیاطین نے ان کے لئے طاغوتوں کی عبادت کرنے اور اصنام وبتوں کو اختیار کرنے کا فعل بنا سنوار کر پیش کر دیا۔دین لوگوں کی زندگی کی ایک اہم ترین ضرورت ہے اور اسلام اللہ کا وہ دین حق ہے جس اس نے اپنے تمام بندوں کے لئے بطور دین پسند فرمایا ہے،دین اسلام کا عقیدہ بڑا واضح ہے جو کہ توہم پرستیوں،خیال انگیزیوں اور خواہشات کے تسلط سے بہت بعید ہے۔ارشاد الٰہی ہے:﴿لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

”اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔“ (الروم:30)

دین: حفاظتی قلعہ:

موجودہ دور جس میں کہ انحرافات،جرائم اور نفسیاتی امراض بہت بڑھ گئے ہیں اور غلو ومبالغہ آمیزی یا تشدد پسندی کے مظاہر عام ہو گئے ہیں ایسے میں شرعی نصوص پر نظر ڈالی جائے جن کی تائید علمی وسائنسی تحقیقات واسٹڈیز اور عملی تجربات بھی کر رہے ہیں تو اس بات کا بالتاکید پتہ چل جاتا ہے کہ دین معاشرے کے لئے ایک حفاظتی قلعہ ہے اور دینداری میں ہی سب سے زیادہ سعادت وخوشی ہے اور یہی افراد معاشرہ کی زندگی کے لئے صحت اور نفسیاتی سکون واستقرار کا بہترین ذریعہ ہے۔

دینداری: ذریعۂ ثبات:

کوئی فرد جب دینداری اختیار کرتا ہے اور اپنے دین کی تعلیمات سے تمسک وتعلق پیدا کر لیتا ہے تو وہ رفعتوں کو چھو لیتا ہے اور اس میں استقرار وثبات آجاتا ہے وہ اللہ کی اطاعت اور اس کی رضاء کے حصول کی خاطر ڈگمگاتا نہیں۔

فرعون کے جادوگروں کا ایمان:

دین داری کی بہترین مثال فرعون کے جادوگروں کا وہ کردار ہے جس کا مظاہرہ انہوں نے اللہ کے دین حق کو اختیار کرنے کے بعد کیا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿فَأَلْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ[45] فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ[46] قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ[47] رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ[48]قَالَ آمَنتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي

عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ[49] قَالُوا لَا ضَيْرَ إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ[50] إِنَّا نَطْمَعُ أَن يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطَايَانَا أَن كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

"پھر موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی لاٹھی پھینکی تو وہ ان چیزوں کو جو جادوگروں نے بنائی تھیں انہیں یکا یک نگلنے لگی، تب جادوگر سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لائے جو کہ موسیٰ و ہارون (علیہما السلام) کا رب ہے۔ فرعون نے کہا: کیا اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے بیشک یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھلایا ہے سو عنقریب تم (اس کا انجام) معلوم کرلو گے کہ میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں اطراف مخالف کٹوا دوں گا اور تم سب کو سولی پر چڑھوا دوں گا۔ انہوں نے کہا (نقصان کی) بات نہیں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہ بخش دے گا اس لئے ہم اولا ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔" (الشعراء:45-51)

ان جادوگروں نے اس دین کو نہیں چھوڑا جو کہ ان کے دلوں میں گھر کر گیا تھا اور وہ اس پر راضی ہو گئے تھے اور ان کے نفس اس پر مطمئن ہو گئے تھے اور اس دین کی خاطر انہوں نے ساری دنیا کی دولتیں داؤ پر لگا دیں تا کہ وہ اس کے عوض میں اللہ کی مغفرت و بخشش پالیں اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور دائمی و بقاء والا ہے۔

دین اسلام کی آمد اور اصلاح افراد امت:

امت محمدیہ (علی صاحبہا افضل الصلوات واتم التسلیم) کی تاریخ میں افراد امت کے کردار میں دینداری کا اثر بڑا واضح ہو کر ظاہر ہو رہا ہے، اسلام سے پہلے لوگوں میں شراب نوشی، قمار و جوا بازی، چوری وڈاکہ زنی، قتل و غارت گری اور جنگیں بہت پھیل چکی تھیں۔ جب دین اسلام آیا تو اس نے ان کے دلوں کو پاک کر دیا، ان کے سلوک و کردار کی تہذیب کر دی۔ تب انہوں نے تزکیۂ نفس، ایثار و قربانی، جود و کرم، شجاعت و بہادری، صلہ رحمی، خاتمۂ ظلم اور کمزور کی مدد کرنے کی ناقابل یقین مثالیں قائم کیں حتیٰ کہ ان میں سے بعض تو یہاں تک پہنچ گئے کہ کسی گناہ کے ارتکاب پر انہوں نے اپنے آپ کو قتل کر لینا چاہا جب کہ ان سے کسی شر کا کوئی نشان بھی نظر نہ آ رہا ہوتا، یہ دین حق کو اختیار کرنے کا اثر تھا۔

دین وعقیدہ اور جریدۂ عالم پر دوام ذکر:

اس دنیا میں موجود تہذیبوں میں سے کوئی تہذیب بھی امتوں کے مابین اپنا تشخص نہیں پا سکتی جب تک کہ اس کا کوئی دینی عقیدہ نہ ہو اور جو شخص سابقہ امتوں کا مطالعہ کرے جو کہ بلا عقیدہ تھیں، اسے پتہ چل جائے گا کہ وہ بہت تھوڑی مدت میں ہی مٹ گئیں اور انہیں بقاء نصیب نہ ہوئی جب کہ اسلام کے ساتھ دینداری اختیار کرنے کے نتیجہ میں لوٹ کھسوٹ کرنے اور ڈاکے مارنے والے قبائل ایک ایسی حکومت کی شکل اختیار کر گئے جسے ایسا منہج چلا رہا ہے جو کہ ہر زمانے اور ہر جگہ کے لیے مفید ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾

"جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے اور پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کھاؤ اور نہ ہی غمناک ہو اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔" (حم السجدہ:30)

دینداری: سعادت دنیا و آخرت:

دین اسلام نے مومنوں کو سکون نفس اور اطمینان قلب عطا کیا اور معاشرے سے انحراف و اضطراب، شکست و ریخت اور ضیاع کی روک تھام کی، حقیقی سعادت و خوشی اور بہترین تہذیب کو جنم دیا۔ اور جیسے ہی کوئی اپنے نفس کو دینداری سے نکال لیتا ہے تو امن و امان کمزور پڑ جاتا ہے اور اطمینان و سکون سلب ہو جاتے ہیں۔ دین گویا دل کی شفا، قلق و اضطراب اور پریشانیوں جیسے نفسیاتی و قلبی امراض کا تریاق و علاج ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا" (صحیح مسلم)

"جو شخص اللہ کو اپنا رب مان لے، اسلام کو اپنا دین بنا لے اور حضرت محمد ﷺ کو اپنا رسول تسلیم کر لے، اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔"[1]

دینداری: انسان کی ضرورت و مجبوری:

دنیا میں چاہے جتنی بھی نئی نئی ایجادات سامنے آجائیں اور مصنوعی سامان تعیش جمع ہو جائے اس سب کچھ کے باوجود لوگ دین اور دینداری کے محتاج رہیں گے کیونکہ لوگ اپنے خالق و باری تعالی کے در کے فقیر ہیں: جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ﴾

"اے لوگو! تم اللہ کے در کے فقیر ہو۔" (فاطر:15)

اور دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: ﴿بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

"ہاں! جو شخص اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دے (ایمان لے آئے) اور وہ نیکو کار بھی ہو تو اس کا صلہ اس کے رب کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔" (البقرہ:112)

اصل دینداری:

سلف صالحین امت میں سے ایک بزرگ نے کہا ہے:

"دین صرف یہی نہیں کہ ظاہری حرام چیزیں چھوڑ دی جائیں بلکہ اللہ کے محبوب و پسندیدہ اوامر پر عمل کرنا بھی ضروری ہے، اکثر دیندار صرف ان امور کی ہی پرواہ کرتے ہیں جن میں ان کے ساتھ دوسرے بھی عام لوگ شامل ہوتے ہیں۔ رہا معاملہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا، اللہ، اس کے رسول اور اس کے بندوں کی خیر خواہی کا، اللہ، اس کے رسول، اس کی کتاب اور اس کے دین کی مدد و نصرت کا تو ان واجبات کا انہیں خیال ہی نہیں آتا چہ جائیکہ وہ انہیں کرنا چاہیں یا کر گزریں جب کہ لوگوں میں سے انتہائی کم دینداری والے اور اللہ کو سب سے زیادہ ناراض کرنے والے لوگ وہ ہیں جو ان واجبات کو ترک کر بیٹھیں اگر چہ وہ دنیا میں زہد کو اس حد تک ہی کیوں نہ اپنا لیں کہ ساری دنیا ہی چھوڑ بیٹھیں۔ آپ کو ان لوگوں میں سے کم ہی وہ لوگ ملیں گے جن کا چہرہ اللہ کی خاطر سرخ ہوا اور وہ اللہ کے احکام کی بے حرمتی پر غضبناک ہوں،

1) صحیح مسلم:34۔

اس کے دین کی مدد ونصرت کے لئے مال خرچ کریں، ان لوگوں سے تو اللہ کے نزدیک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے اچھے ہیں۔"[1]

دینداری کا معنی ہے استقامت وثابت قدمی، پاکبازی و پاکدامنی، نگائیں جھکا کر رکھنا، فسق وفجور، شراب ومنشیات اور لوگوں کو ہاتھ اور زبان کے ساتھ اذیت پہنچانے سے دور رہنا۔ دینداری اس شخص کو ایسے جذبات سے مالا مال کر دیتی ہے۔ جن کی بدولت وہ خیر کا سرچشمہ بن جاتا ہے جس سے معاشرے کی ترقی ومضبوطی کے سوتے پھوٹتے رہتے ہیں۔ دینداری اس شخص کے دل میں محاسبۂ نفس کی عادت پیدا کر دیتی ہے جس سے وہ عمارت کا وہ پتھر بن جاتا ہے جو فضیلت واخلاق حسنہ کا نگران و چوکیدار اور معاشرے کے امن کا محافظ بن جاتا ہے۔ یہ دینداری اس شخص کو ذلیل مجرم اور درآمدہ غلط فکر سے بچاتی ہے۔ دینداری کا کردار پر بڑا اثر پڑتا ہے، یہ انسان کو فوری اور سچ رجوع الی اللہ اور توبہ صادقہ کی تربیت دیتی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾

" جولوگ تقوی و پرہیزگاری والے ہیں جب انہیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور (دل کی آنکھیں کھول کر دیکھنے لگتے ہیں۔" (الاعراف:201)

قصہ آدم علیہ السلام وشیطان:

شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو پھسلایا اور درخت کا پھل کھانے پر انہیں اکسایا مگر وہ فوراً اپنے رب کی طرف لوٹ آئے اور انہوں نے اپنے عہد کو سچ کر دکھلایا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾

" پھر آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی) تو اللہ نے ان کا قصور معاف کر دیا بیشک وہ بہت ہی معاف کرنے والا اور نہایت مہربان (رحیم) ہے۔" (البقرہ:37)

دینداری ومعصومیت:

دین دار شخص کوئی معصوم عن الخطا نہیں ہوتا بلکہ وہ بھی دوسروں کی طرح ہی بشر ہے پھسلتا ہے، غفلت میں مبتلا ہوتا ہے لیکن وہ جیسے ہی یاد کر لیتا ہے کہ وہ غلطی پر ہے تو فوراً توبہ کرتا اور گناہ سے واپس لوٹ آتا ہے۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾

" بیشک اللہ توبہ کرنے اور پاک صاف رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔" (البقرہ:222)

دینداری بھی: آزادی بھی:

دینداری کوئی حدود و قیود کے مجموعے کا نام نہیں ہے اور نہ ہی یہ ایسی جکڑ بندیوں کا نام ہے کہ جو انسان سے اس کی آزادی چھین لیں جیسا کہ حقیقت اسلام کو نہ سمجھنے والے تصور کرتے ہیں بلکہ دینداری تو نفس کی بلندیوں، طہارت قلب اور اخلاق عالیہ کا نام ہے، یہ زندگی کے لئے ایک

---

1) صفۃ الصفوۃ: 4/122۔

بلند معنی اور اونچا ہدف متعین کرتی ہے اور بندے کو دنیا میں ہی ایسی نعمتوں سے دو چار کر دیتی ہے جن کا مقابلہ جنت کی نعمتوں کے سوا کوئی نعمت نہیں کر سکتی۔

دینداری کے نام پر تجارت کرنے والے:

دینداری کے نام پر تجارت کرنے والے لوگوں کے ہاتھوں دینداری کی حقیقت کا حلیہ بگڑ گیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو دین کے نام پر لوگوں کو بلیک میل کرتے ہیں اور انہوں نے دینداری کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے، ان لوگوں کی وجہ سے دین کو سخت نقصان پہنچا ہے اور دین حق کی شکل ہی بدل گئی ہے۔

مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ایک تابعی عالم سے کہا:

"تم نے میرے ساتھیوں کو کیسے پایا ہے؟ اس تابعی عالم نے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ یہ نمازیں تو بہت پڑھتے اور روزے بھی بکثرت رکھتے ہیں۔ لیکن مجھے ان پر نور اسلام دکھلائی نہیں دیتا۔"

ایک آدمی نے فضیل بن عیاض سے پوچھا: مَا بَالُ كَلَامِ السَّلَفِ أَنْفَعُ مِنْ كَلَامِنَا؟ قَالَ: لِأَنَّهُمْ تَكَلَّمُوا لِعِزِّ الْإِسْلَامِ وَنَجَاةِ النُّفُوسِ وَرِضَاءِ الرَّحْمٰنِ، وَنَحْنُ نَتَكَلَّمُ لِعِزِّ النَّفْسِ وَطَلَبِ الدُّنْيَا وَقُبُولِ الْخَلْقِ،

"سلف صالحین کا کلام ہمارے کلام سے زیادہ مفید و نفع بخش کیوں تھا؟ انہوں نے فرمایا:" اس لئے کہ انہوں نے اسلام کی عزت و شوکت، جانوں کی نجات و خلاصی اور اللہ کی رضاء کے لئے کلام کیا جب کہ ہم اپنی شان و شوکت، طلب دنیا اور مخلوق کی رضا کے لئے کلام کرتے ہیں۔"[1]

حلاوت کلام کا ذریعہ:

حق یہی ہے کہ کلام میں تصنع اور جعل سازی و کھوٹ داخل ہو چکا ہے،

قال علی بن فُضیل لأبیه: ما أحلی کلام الصحابة، فقال: یا بنی، أتدری لِمَ حلا؟ قال: لا یا أبتِ، قال: لأنهم أرادوا الله به

علی نے اپنے باپ فضیل بن عیاض سے کہا: ابا جان! اصحاب رسول ﷺ کا کتنا کلام حلاوت و شرینی والا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" بیٹا جانتے ہو کہ ان کے کلام میں یہ حلاوت و شیرینی کیسے آئی تھی۔ انہوں نے عرض کیا: ابا جان! میں نہیں جانتا، تب انہوں نے فرمایا:" کہ ان کے کلام میں یہ مٹھاس اس لئے ہے کہ انہوں نے صرف رضاء الٰہی کے حصول کے لئے یہ کلام کیا تھا۔"[2]

اصلی و جعلی دینداری میں فرق و تمیز:

امت پر واجب ہے کہ وہ اس دینداری میں جو کہ وسطیت و اعتدال پر مشتمل ہے اور اس دینداری میں جو کہ ایسے افکار و مناہج پر مشتمل ہے جو کہ مومنوں کی راہ سے ہٹ کر اختیار کی گئی ہے۔ ان دونوں میں تمیز کرے، اسی طرح امت کو چاہیئے کہ حقیقت و صورت (حقیقت و خیال) میں بھی

1) بیہقی فی الشعب: 2/297۔
2) بیہقی فی الشعب: 2/299۔

فرق وتمیز کرے ۔بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دین صرف چند ظاہری افعال و اشکال اور بعض عبادات کا نام ہے،اور وہ بعض ظاہری اشکال کی محافظت ہی اپنے اور دوسروں کی دینداری سمجھتے ہیں ۔جہاں تک دین کے جوہر اور اس کے زندگی میں عمل دخل کا تعلق ہے ۔ یہ چیزیں ان لوگوں کے میں ہی نہیں آتی جنہوں نے دین کو ایک بلاوجہ روح جسم سمجھ رکھا ہے،اور اسے بلا مضمون ومعانی محض لفظوں کا مجموعہ بنا دیا ہے، جب کہ حقیقی دین کو ظاہری اشکال سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی وہ مظاہر سے تعلق رکھتا ہے ۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:" إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَادِكُمْ، وَلَا إِلَى صُوَرِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ "

" اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے ۔" [1] (صحیح مسلم)

پرتکلف دینداری:

تقوی کا مقام دل ہے،حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا آدمی دیکھا جو بڑے تکلف کے ساتھ عبادت گزار اور خاموش وکمزور سا نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنا کوڑا مارتے ہوئے فرمایا:" ہم پر ہمارا دین فوت (خراب) نہ کرو۔"

گویا یہ ظاہری ومصنوعی دینداری نہ تو زندگی کے کسی کام کی ہے اور نہ ہی اس سے معاشرہ رشد و ہدایت پاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری صرف یہی نہیں تھی کہ آپ ﷺ اللہ کی کتاب پڑھ کر انہیں صرف سنا دیں ۔آپ ﷺ کی رسالت اپنے احکام و علوم کے ساتھ اس طرح پوری نہیں ہوسکتی کہ اسے عقلوں میں انسٹال کر دیا جائے اس طرح کوئی بشر اپنے کمال کو محض معرفت کے نتیجہ میں نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی فلاح ونجات پا سکتا، بلکہ اسے فضائل و اخلاق عالیہ کو اپنانا ہوگا، رذائل و عادات قبیحہ کو ترک کرنا ہوگا اور حق وصداقت کے ساتھ ساتھ خیر وبھلائی پر اپنے نفس کی تربیت کرنا ہوگی ۔اور ان چیزوں کے لئے محنت، جدو جہد اور وقت درکار ہے ۔ارشاد الٰہی ہے:﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾

" اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر یہ احسان فرمایا کہ ان کی طرف انہی میں سے ایک رسول کو مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات پڑھتا، ان کا تزکیہ کرتا، اور انہیں کتاب وحکمت (سنت) کی تعلیم دیتا ہے اگر چہ وہ اس سے قبل واضح گمراہی میں تھے ۔" (آل عمران:164)

حقیقی ومصنوعی دینداری میں فرق:

حقیقی و دینداری اور ظاہری ومصنوعی دینداری کے مابین بہت بڑا فرق ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے:" إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ "

" بندہ لوگوں کی نظروں میں بظاہر اہل جنت کا سا عمل کر رہا ہوتا ہے جب کہ اصل وہ اہل جہنم میں سے ہوتا ہے اور کوئی شخص لوگوں کی نظر میں

---

1) صحیح مسلم:2564۔

بظاہر اہل جہنم کے افعال کر رہا ہوتا ہے جب کہ حقیقتاً وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔"[1] (متفق علیہ)

یہ حدیث ان لوگوں کی اقسام بیان کرتی ہے۔ جن کے ظاہری حالات ان کے دلوں کے پوشیدہ امور کے برعکس ومخالف ہوتے ہیں، آپ اہل دنیا میں سے بعض ایسے لوگوں کو پائیں گے کہ آپ سمجھیں کہ: یہ تو دنیا کی محبت میں غرق ہیں لیکن اگر آپ نے ذرا باریک بینی سے کام لیا اور ان کی خلوتوں جلوتوں پر کڑی نظر رکھی تو وہ اللہ کی محبت سے چور اور اس کی عبادت کے شوق سے معمور ملیں گے۔ ان لوگوں اور ان لوگوں کے ظاہری حالات ان کے باطنی حالات سے متناقض ومتضاد ہیں۔ ان کا باطن اہل جنت والا ہے اگرچہ ان کے ظاہری اعمال اہل جہنم والے ہی کیوں نہ ہوں اور ان کے باطن اہل جہنم والے ہیں اگرچہ ان کے ظاہری اعضاء سے اہل جنت کے اعمال ہی سرزد کیوں نہ ہو رہے ہوں اور یہ تضاد زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا اور قابل اعتبار تو خاتمہ ہی ہے۔

کتاب وسنت کی بنیاد پر دینداری اور غلط پروپیگنڈا:

یہ بھی واجب ہے کہ قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کی صحیح تعلیمات اور فہم سلیم کی بنیاد پر دینداری ہو، تاکہ دینداری کے بارے میں جو غلط مفہوم ہے اس کا خاتمہ کیا جاسکے۔ خاص طور پر اس ذہن وفکر پر کاری ضرب لگائی جاسکے جو یہ زعم باطل لئے بیٹھے ہیں، زبان حال وزبان قال سے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ تشدد وغلو اور مبالغہ آمیزی کے مظاہر کے رونما ہونے کا بنیادی سبب یہ دینداری ہے، کیا انبیاء کرام اور اس کے رسول ﷺ دینداری کے اعلی مقامات پر فائز نہیں ہوئے؟ تو کیا ہم انہیں بھی متشدد اور مبالغہ آمیزی والے کہیں گے؟ یا انہیں ان امور کے پروان چڑھنے کا سبب قرار دیں گے۔ نہیں، ہرگز نہیں اور اللہ ایسا سوچنے سے بھی اپنی پناہ میں رکھے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ﴾

"یہ بہت ہی برا کلمہ ہے (سخت بات) ہے جو ان کے منہ سے نکل رہا ہے۔" (الکہف:5)

گمراہ گروہ:

بعض گروہ ایسے ہیں جو گمراہ ہو گئے ہیں اور وہ منہج وسط واعتدال کو چھوڑ بیٹھے ہیں، یہ لوگ امت کے نمائندے نہیں اور نہ ہی یہ کوئی حجت و دلیل ہیں۔ لہٰذا بعض اہل قلم جو گندے پانی میں شکار کھیل رہے ہیں اور وہ ہر مومن ومتقی کے لئے ہی متشدد ومبالغہ آمیزی کے کلمات کا اطلاق اور ان کے فیصلوں کو عام کئے جارہے ہیں، ان کا یہ کہنا انتہائی غلط ومنکر اور ناقابل وقبول ہے۔

کج فکری وبد باطنی:

علماء کی عیب چینی کرنا، اور ان کی پگڑی اچھالنے کے درپے رہنا، دیندار آدمی کی شخصیت کو مجروح کرنا اور ان کا حلیہ بگاڑنا، اس ملک کی دائمی دینی کمیٹیوں اور شرعی ودینی اداروں پر انگلی اٹھانا اور کسی بھی شخص کے غلط کردار وعمل کو ان کی طرف منسوب کر دینا یہ سب چیزیں بتاتی ہیں کہ ان لوگوں کی فکر میں خلل وخرابی آچکی ہے اور وہ بد باطنی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اسلام کے یہی اعمال ونظریات جن کا آج تمسخر اڑایا جاتا ہے وہ

2) صحیح بخاری:2898۔

اسلام جس کے ماننے والوں کی پگڑی اچھالی اور ان کی کردارکشی کی جاتی ہے، یہ وہی اسلام ہے جس پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں اور اسی اسلام نے ایسی نسلیں پیدا کیں کہ غیر مسلم بھی ان کا احترام کرتے اور ان کے شکر گزار ہیں اور یہ اہل اسلام خود ہی اسلام اور دوسرے اہل اسلام کو حقیر سمجھتے اور اسلام پر حملے کرتے ہیں اور یہ غلط فعل کو دین داری کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں ۔اصل مفاہیم کو الٹ رہے ہیں، حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کیا جارہا ہے اور یہ بقلم خود مسلمان قلمکار امت سرانجام دے رہے ہیں اور اسلام اور اہل اسلام کے حق میں جرم کا ارتکاب کررہے ہیں۔

دین: باعث صدافتخار:

نئی نسل کے سامنے ہمیں ایسا نمونہ پیش کرنا چاہیئے کہ یہ دین سے تعلقات کو مزید قوی بنائیں اور دین اسلام کو یہ اپنے لئے باعث عزت وشرف اور صدافتخار سمجھیں تاکہ دین کو ہم تقویت و بقاء دینے میں اور معاشرے کو امن وامان اور سلامتی وآشتی مہیا کرنے میں اپنا رول ادا کرسکیں۔

گمراہ کن فکری وشہوانی طوفان بدتمیزی:

دورحاضر میں مادی مذاہب ونظریات کے مالک لوگ مسلمانوں کو گمراہ کن فکری رو میں بہادینا چاہتے ہیں تاکہ یہ اپنے دین قوی وقویم کے مبادیات وتمسک کم کردیں بلکہ اپنا ناطہ ہی توڑ دیں، ان گمراہ کن نظریات کی رو میں سب سے زیادہ خطرناک چیز یہ ہے کہ یہ اسلام کے خلاف شکوک وشبہات پیدا کررہے ہیں اور لوگوں کی خواہشات میں ہیجان وطوفان پیدا کررہے ہیں اور ان کی چاپلوسی کرکے انہیں شہوت پرستی کے طوفان میں بہادینا چاہتے ہیں تاکہ وہ خواہشات وشہوت پرستی کو ہی اپنا دین بنالیں اور اللہ کے دین حق سے پھر جائیں۔شیطان کے قول کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے جس میں اس نے کہا تھا:﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ [82] إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ﴾

"اس نے کہا: مجھے تیری عزت کی قسم ہے میں ان سب (بنی آدم) کو ضرور بہکا دوں گا لیکن صرف تیرے وہ بندے بچ جائیں گے جنہیں تو نے اپنے لئے خالص کر رکھا ہے۔" (ص:83-82)

تمام پریشانیوں اور مسائل کا حل: دین اسلام:

امت کی تمام مشکلات ومسائل اور پریشانیوں کا علاج صرف دین اسلام کو اختیار کرنا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

"اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی، اس کا تمہیں اللہ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم تقوی و پرہیز گاری اختیار کرو۔" (الانعام:153)

نبی کریم ﷺ نے بھی دین اسلام کی طرف ہی دعوت دی اور اسی سلسلہ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾

"آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتا دیا ہے کہ وہ (صراط مستقیم) ایک دین مستحکم ہے جو طریقہ ہے حضرت ابراہیم (علیہ

السلام) کا جو کہ اللہ کی طرف یکسو تھے۔" (الانعام:161)

جب سیدھا راستہ یہی دین اسلام ہی ہے تو پھر اس راہ پر چلنے والا کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا اور اسے چھوڑنے والا کبھی ہدایت نہیں پا سکتا کیونکہ حق کے بعد صرف گمراہی ہی ہے اور نور کو ترک کرنے والوں کے مقدر میں اندھیروں کے سوا کچھ نہیں اور اللہ نے فرمایا ہے: ﴿فَذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ﴾

"سو یہ اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب حقیقی ہے پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔" (یونس:32)

آج کے دور میں سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ دین داری کے سرچشموں کو ان کی غذاء مہیا کی جائے، عقیدہ صحیحہ اور منہج اعتدال کی جڑیں مضبوط کی جائیں، عقیدہ کے بغیر نوجوان نسل کی زندگی خوشگوار نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ان کے امور و معاملات سلجھ سکتے ہیں بلکہ انہیں فاسد نظریات کی رو اپنے ساتھ لے جائے گی، کبھی وہ متشدد ہوں گے، کبھی شکوک و شبہات میں مبتلا و متردد اور کبھی وہ تخریب کار ہوں گے۔ ایسی حالت میں وہ معاشرے کے کیا خود اپنی ذات کے لئے بھی خیر و بھلائی کا کوئی حصہ مہیا نہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

"ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اسے لئے ہوئے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا؟ اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوش نما معلوم ہوا کرتے ہیں۔" (الانعام:122)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

مسئلہ تکفیر: اصول، ضوابط، شرائط اور مسلم امہ کی ذمہ داری

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبدالعزیز آل الشیخ حفظہ اللہ

1424/10/25ھ 2003/12/19ء

حمد وثناء کے بعد!

ترجیحات اور اعتدال پسندی:

اہم ترین امور اور واجبات مہمہ میں سے ہی یہ بھی ہے کہ ہر مسلمان اس بات کو خوب سمجھ لے کہ دین اسلام وہ دین ہے جس نے ترجیحات کا پورا پورا خیال رکھا ہے اور اہم امور کو ایک ترتیب دی ہے اور اس نے اس بات کا خاص اہتمام کیا ہے کہ وہ ہر چیز کو اس کے انداز سے لیتا ہے کہ تمام مسائل وقضایا کو ان کے صحیح میزان پر تولا جائے اور ان کے شرعی نقطہ نظر دیکھا جائے اور ان کی تفصیلات اور فروع کا مکمل ادارک حاصل کیا جائے۔ اس سلسلہ میں افراط وتفریط، غلو و جفا اور مبالغہ آمیزی وانتہاء پسندی سے کام نہ لیا جائے اور احکام میں سے کسی بھی حکم میں خواہش کی جانب ہر گز سرکشی نہ کرے اگر چہ قصد اچھا اور ہدف وغرض نیک ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ تکفیر:

اس دین کے کتنے ہی ایسے مسائل ہیں جن کا معاملہ خطرناک جن کی شان وشوکت بہت عظیم اور ان کا فہم بہت دقیق و مشکل ہے۔ وہ مسائل قدموں میں لرزش اور فہموں میں گمراہی کا باعث بن جاتے ہیں۔ ان مسائل میں سے سب سے خطرناک مسئلہ کہ جس میں دخل اندازی کرنے والا، اگر دقیق نقاط کو جاننے والا محقق وفقیہ شخص نہ ہو تو وہ ٹھوکر کھا جاتا ہے اور جو علم دین کا وافر علم رکھنے والا عالم ربانی نہ ہو گا وہ اس مسئلہ کے شاخ ورشاخ راستوں میں گم ہو کر رہ جائے گا۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں ایک قوم نے مبالغہ آمیزی وغلو سے کام لیا تو دوسرے لوگوں نے اسے سمجھنے میں کوتاہی وتفریط برتی۔

کتاب وسنت اور منہج صحابہ:

یہ وہ مسئلہ ہے جس میں صحیح وصواب تک صرف وہی ہدایت پا سکتا ہے جس نے کتاب وسنت کے نور سے حظ وافر پایا ہو اور وہ صحابہ وتابعین کے منہج پر چلے۔ یہ وہ مسئلہ وقضیہ ہے جس کے قواعد وضوابط کو علماء کرام اہل تحقیق نے خوب مستحکم کر دیا ہے اور اس کی اقسام وانواع اور شعبوں کو خوب مضبوط کر رکھا ہے، انہوں نے اس کے اصول وضوابط طے کئے، اس کی شرائط اور موانع واضح کئے۔ یہ قضیہ ومسئلہ ہے: ''مسئلہ تکفیر'' یعنی مسلمان کو انفرادی شکل میں یا اجتماعی صورت میں کافر قرار دینا۔

بلا وجہ دخل در معقولات:

جی ہاں! یہ بڑا ہی اہم قضیہ اور ایک عظیم مسئلہ ہے ہر کسی کے لئے قطعا روا نہیں کہ وہ اس میں دخل اندازی کرے کیونکہ کسی کو کافر قرار دینے میں جلدی بازی سے کام لینا، اس مسئلہ میں وقوع پذیر ہو جانا، اس کے احکام میں اختلاط وآمیزش کر دینا اور اس کے بارے میں قرآنی ضابطہ، فہم

نبوی اور اہل حلّ وعقد کے اجماع کے بغیر ہی اپنی ذاتی رائے سے گفتگو کرنا بہت بڑے بڑے فتنوں اور شر ور و مصائب کا باعث بنتا ہے۔ کتنے ہی ایسے فتنے ہیں کہ امت ان سے صرف اس لئے دو چار ہوگئی کہ مسلمانوں کو کافر قرار دینے کے معاملہ میں غلط اعتقاد سے کام لیا گیا اور ایسے مسائل، علماء محققین اور واضح اجماع کی پرواہ نہیں کی گئی۔ کسی نے سچ ہی کہا تھا:

"ہر وہ شخص جو بلندی حاصل کرنا چاہے، ضروری نہیں کہ وہ اسے پا بھی لے اور نہ ہی ہر مرد جوان مرد ہوتا ہے۔"[1]

باعث بلاء و مصائب:

کافر قرار دینے میں جلدی بازی کرنا، علماء محققین نے اس کے لئے جو قواعد مقرر کئے ہیں ان کی رعایت رکھے بغیر اس میدان میں گھس جانا، نصوص کتاب وسنت میں جو شرائط ہیں ان کی پرواہ نہ کرنا، اور ان موانع پہ دقیق نظر ڈالے بغیر ہی فیصلہ صادر کر دینا جن کی طرف شرعا توجہ دینا ضروری تھا ان سب امور کو نظر انداز کر کے کسی معین شخص کے خلاف فیصلہ صادر کر دینا جو صرف اپنی ذاتی رائے اور اپنے مخصوص فہم کی بنیاد پر ہو. یہ سب سخت خطرناک اقدامات ہیں اور کھلا ہوا شر ہے۔ ایسے فیصلوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد سے لے کر آج تک امت نے بہت دکھ اٹھائے ہیں۔ بہت مصیبتیں جھیلی ہیں۔

ہر کسی کا فرض:

تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس نقصان کا ادراک کریں جو ایسے مسائل میں ہر کس و ناکس کے زبان چلانے اور علماء و دعاۃ، مفتیان کرام اور فقہاء کا بھی فرض ہے کہ وہ اس حق کو بیان و واضح کریں جو اللہ کو راضی کرنے والا ہو اور مسلمانوں کے مفادات کا ضامن ہو اور مومنوں سے شر و بلا کو دور کرے، حق و باطل میں فرق واضح کرے اور غلط و صحیح میں تمیز کرے۔

تکفیر کے سلسلہ میں تفصیلات:

مسلمانو! تکفیر کی غلطی کا ارتکاب کرنا اور ہر کسی کا ان عظیم وخطیر اور اہم قضایا و مسائل میں دخل در معقولات کی جسارت کرنا ایسی حرکت ہے کہ اس سے بہت ہی خطرناک نتائج اور دنیا و آخرت میں انتہائی برا انجام رونما ہوتا ہے جیسا کہ اس کی تمام تر تفصیلات کتب حدیث اور علماء امت کی مؤلفات میں مذکور و محفوظ ہیں۔

امام قرطبی کے افادات:

امام قرطبی کہتے ہیں:

"کسی کو کافر قرار دینے کا مسئلہ بہت ہی خطرناک معاملہ ہے۔ اس میں دخل اندازی کی کئی لوگوں نے جسارت کی اور وہ مات کھا گئے۔ البتہ اس میں بعض بڑے بڑے سلاطین علم نے توقف کیا اور وہ صحیح وسالم رہے۔ اور ہمارے نزدیک سلامتی کا مقابلہ دوسری کوئی بھی چیز نہیں کر سکتی ہے۔ اس مسئلہ میں شرعی نصوص کا موقف بڑا ہی جاندار ہے اور ان کا منہج بڑا مضبوط ہے اور یہ سب محض اس لئے کہ مسلمانوں میں فتنوں کے

1) خزانۃ الادب: 1/ 189۔

دروازے بند کئے جاسکیں اور شیطان لعین کی شرارتوں کی راہیں روکی جاسکیں۔"

تحذیری اسلوب:

مسلمانو! نصوص شرعیہ نے کسی مسلمان کو کافر قرار دینے سے روکنے کے لئے جو اسلوب اختیار کئے ہیں کہ کسی بھی مسلمان کو قرآنی دلیل اور فہم سنت کے بغیر کافر نہ قرار دیا جائے وہ بڑے واضح ہیں اور دین اسلام میں معلوم ومعروف ہیں اور ان میں سے ہی سب سے پہلی اور بنیادی چیز یہ ہے کہ ہر مسلمان کا احترام اور اس کی عزت وآبرو کے تحفظ کو واجب قرار دیا گیا ہے اور اس سے اس بات کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ کسی بھی مسلمان کو کسی بھی عیب وقدح کی بناء پر اس کے دین میں کیڑے نکالنے سے گریز و پرہیز کیا جائے سوائے اس کے کہ کوئی نبوی برہان اور واضح وجلی دلیل موجود ہو۔

قرآنی تعلیمات:

اب اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو محض کسی عارضی شبھے کی بناء پر یا غیر صحیح و کج فہمی کی وجہ سے کسی پر کفر کا الزام لگا دے؟ تب تو یہ گناہ اور بھی بڑا اور جسارت اور بھی واضح و بری ہوگی۔ اللہ تعالی نے تو یہاں تک فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ﴾

"اور آپس میں ایک دوسرے کو برے لقب نہ دو، ایمان کے بعد فسق برا نام ہے۔" (الحجرات:11)

علماء کرام کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ آدمی کا اپنے کسی مسلمان بھائی کو یا کافر یا فاسق وغیرہ کہنا ہی برے لقب دینا ہے۔ اور ارشاد نبوی ﷺ ہے: "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ"

"کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔"[1] (متفق علیہ)

موضوع بحث اور شرعی نصوص:

مسلمانو! شریعت حجت و دلیل مانگتی ہے اور معذرت کی راہ سے روکتی ہے، شریعت کی نصوص میں صرف وہی تعلیمات ہیں جو کہ عمومی ہیں بلکہ خاص اس موضوع کے بارے میں بھی ادلاء موجود ہیں اور اس کی تعلیمات اس سلسلہ میں بھی بڑی واضح ہیں اور وہ سب کی سب کسی کو کافر کہنے میں جلد بازی کرنے سے خبردار کرتی اور روکتی ہیں اور اس معاملہ میں کسی شرعی بنیاد اور نبوی منہج کے بغیر کوئی قدم اٹھانے سے باز کرتی ہیں۔

اور وہ شرعی بنیادیں کیا ہیں؟ اور وہ منہج نبوی کیا ہے؟ اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ رَمَى مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ"

"جس نے اسلام کے سوا کسی دوسرے دین وملت کی جھوٹی قسم بھی کھائی تو وہ ویسے ہی ہوگیا۔ اور جس نے اپنے آپ کو کسی چیز سے خود قتل کر

1) صحیح بخاری:48۔

لیا (خودکشی کی) وہ اس چیز سے جہنم کی آگ میں سزا دیا جائے گا اور کسی مومن کو لعن طعن کرنا اسے قتل کرنے جیسا گناہ ہے اور اگر کسی نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ اس نے اسے قتل ہی کر دیا۔"[1] (صحیح بخاری)

علامہ ابن عبد البر کی بصیرت:

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں:

"قرآن وسنت کسی مسلمان کو کافر و فاسق کہنے سے منع کرتے ہیں اور اس مسئلہ کو انہوں نے ایسا واضح کر دیا ہے کہ اس میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ گیا۔"[2]

اور آگے چل کر لکھتے ہیں:

"واجب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے جب تک کہ اس کے کفر پر تمام علماء امت کا اجماع نہ ہو جائے، یا پھر کتاب وسنت میں سے اس کے کفر پر ایسی دلیل قائم ہو جائے جس کا کوئی توڑ و دفاع ممکن نہ ہو۔"

مسلمانو! نبی اکرم ﷺ نے مسلمان کو مسلمان کی تکفیر کے مسئلہ میں سستی و کوتاہی و لاپرواہی برتنے سے خبردار کیا ہے، اسی طرح ان کے خلاف فیصلے صادر کرنے میں تساہلی برتنے سے روکا ہے۔ اور آپ ﷺ کے وہ ارشادات بہت ہی خبردار کرنے والے ہیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: "أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا"

"جس کسی نے اپنے کسی مسلمان بھائی کو کہا: اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک پر یہ کلمہ صادق آجائے گا، اگر جسے کہا گیا ہے وہ ایسا ہی ہے تو فبہا ورنہ یہ کہنے والے پر لوٹ آئے گا۔"[3] (متفق علیہ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ اہل علم نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے: "اگر جسے کافر کہا گیا ہے وہ شرعی کفر کی بناء پر واقعی کافر ہے تو کہنے والا سچا ہے اور یہ لفظ اسی پر صادق آتا ہے اور اگر وہ کافر نہ ہو تو اس قول کی عار اور گناہ کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔"[4]

علماء سلف وخلف کی تنبیہات:

اللہ والو! علماء سلف وخلف ہمیشہ سے تکفیر میں جلد بازی کرنے سے باز کرتے آئے ہیں اور کسی کو مسلمانوں میں سے کافر کہنے میں تیزی دکھلانے سے روکتے آئے ہیں لہٰذا ان کا کلام اس کی اتنی خطرناکی بیان کر رہا ہے کہ اس کا احاطہ کرنا ممکن ہے۔ البتہ ان کی تحقیقات کانوں میں رس گھولنا، ان کے فیصلوں سے بصیرت حاصل کرنا اور ان کے مضبوط کلام پر گہری نظر ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے، اسی طرح ان کے ورع وتقویٰ کا بیان بھی ہمیں اس بات کی وضاحت میں مدد دے گا کہ مسائل تکفیر میں غور وخوض دین کے عظیم ترین اور انتہائی دقیق مسائل میں سے ہیں اور ان میں مہارت صرف انہی ربانی علماء اکابر کو حاصل ہوتی ہے جو بہت ہی وسیع، تیز فہم، طویل تجربہ، درست رائے اور صحیح ورع وتقویٰ والے ہوں۔

1) صحیح بخاری: 6105۔

2) تمہید: 17/ 21-22۔

3) صحیح بخاری: 6104۔

4) فتح الباری: 10/ 467466۔

عام مسلمانوں میں سے کسی کے لئے روانہیں کہ وہ ایسے مسائل میں دخل اندازی کرے بلکہ ایسے مسائل میں دخل در معقولات کرنا عظیم غلطی وخطا اور ظاہر و واضح گناہ ہے کہ کوئی ایسے خطرناک امور میں دخل دینے کی جسارت کرے خصوصاوہ لوگ جن کا علم بھی متقدمین علماء فاضل کے علم کا عشر عشیر بھی نہیں بلکہ ان اہل عمل علماء اعلام کے کسی درجے کو بھی نہیں پہنچتے۔

امام غزالی کی تلقین:

امام ابو حامد غزالی کہتے ہیں:

"جہاں تک بھی ممکن ہو اس مسئلہ تکفیر سے احتراز و اجتناب ہی کرنا چاہیئے کیونکہ قبلہ شریف کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے والے نمازیوں اور کھل کر لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) کا صراحت کے ساتھ اعتراف و اقرار کرنے والے لوگوں کے مال و جان کو مباح کر لینا خطا اور ہزاروں کافروں کو غلطی وخطاء زندہ چھوڑ دینا اس سے کہیں ہلکا ہے کہ کسی مسلمان کے خون سے از راہ خطا ہاتھ رنگے جائیں۔"

علامہ ابن ناصر دمشقی کی فقاہت کا نمونہ:

علامہ ابن ناصر الدین دمشقی کہتے ہیں: "کسی معین مسلمان کو لعنت کرنا حرام ہے اور اس سے بھی بڑا گناہ یہ ہے کہ اس پر کافر ہونے کی تہمت لگا دی جائے اور اس کے بارے میں یہ کہہ دیا جائے کہ وہ اسلام سے خارج ہو چکا ہے۔ اور اس میں کئی ناپسندیدہ امور پائے جاتے ہیں، ان میں سے ہی چند ایک یہ ہیں:

(1) ایک تو یہ ہے کہ اس طرح اس ملت پاکباز کے افراد پر کافروں کو ہنسنے کا موقع ملتا ہے۔ اسی طرح وہ مسلمانون پر طعن و تشنیع کرنے کا موقع پالیتے ہیں اور اس کے ساتھ وہ اس دین کے مسائل و شرائع کو کمزور سمجھنے کا بہانہ پالیتے ہیں۔

(2) ان ناپسندیدہ امور میں سے ہی دوسرا یہ ہے کہ تہمت لگانے والے کی دیکھا دیکھی کچھ دوسرے لوگ بھی یہی روش اختیار کرلیں اور ان سب کا گناہ بھی اسے ہو اور یوں اس کا گناہ بہت بڑھ جائے، اور جس پر کفر کی تہمت لگا دی جائے وہ کم ہی کسی مسلمان کو چھوڑتا ہے۔

اس سے آگے علامہ دمشقی نے تکفیر سے ڈرانے والی احادیث ذکر کی ہیں اور پھر لکھا ہے: "کیا اس وعید سے بڑھ کوئی بھی دھمکی ہو سکتی ہے جس شخص نے کسی پر کافر ہونے کی تہمت لگائی اور اپنے کسی بھائی کو ملت اسلامیہ سے خارج قرار دے دیا۔ اس کے لئے اس کے اس فعل کو شیطان نے یہ کہہ کر مزین کیا ہوتا ہے کہ تم نے حق بات کہہ کر اس پر یہ الزام لگایا ہے اور تمہارا یہ فعل تو محدثین کے باب الجرح والتعدیل میں سے ہی ہے کہ کسی کی اچھائی و برائی بیان کر دی جائے اس میں کسی معمولی بات پر سکوت اختیار کرنا بھی درست نہیں ہوتا چہ جائے کہ کسی کی بہت بڑی بات پر خاموشی اختیار کی جائے۔ ہرگز نہیں! لوگوں کے بارے میں کلام کرنے کی راہ میں کئی رکاوٹیں ہیں، جو شخص اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہوئے کلام کرتا ہے تو وہ بوجھ و گناہ سے ہرگز نہیں بچ سکتا، اگر اپنے بھائی پر تہمت لگانے والا اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور دیکھے کہ اسے اس بات پر کس چیز نے اکسایا؟ تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ سراسر خواہش نفس کی پیروی کے تحت ہوا ہے جو کہ پیرو کار خواہشات کے لئے ہلاکت کا باعث ہے۔"

امام ابن الوزیر کی تحقیق:

اے میرے مسلمان بھائی! ایک محقق عالم کا قول سنئے جو کہ علماء اسلام میں سے ہیں اور وہ ہیں علامہ ابن الولید رحمۃ اللہ علیہ وہ کہتے ہیں:

"اگر دلائل میں تعارض واشتباہ ہو جائے تو کسی کو کافر قرار دینے میں توقف اختیار کرنا ہی اولیٰ اور زیادہ ترین احتیاط ہے۔ اور یہ اس لئے کہ توقف اختیار کرنا واقعی تقصیر و غلطی بھی ہوگی تو یہ حقوق اللہ کے سلسلہ میں کوتاہی و تقصیر ہوگی جب کہ اللہ تعالیٰ غنی، تعریفوں والا، معاف کرنے والا، وسیع عفو و کرم والا، سامنے والے کے لئے بہت ہی بڑا دل رکھنے والا، تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا اور تمام حاکموں سے بڑا حاکم سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ اور اگر تکفیر میں غلطی ہوئی تو یہ مومنوں مسلمانوں میں سے کسی اللہ کے بندے کے حق میں تقصیر و کوتاہی ہے جو کہ بہت ہی بڑا گناہ بلکہ بہت ہی بڑا جرم ہے۔ یہ شخص ایک مسلمان کے حقوق میں زیادتی کرتا ہے اور اس کے حقوق میں کمی بیشی بلکہ اس پر زیادتی بہت ہی بڑا ظلم ہے۔ اس نے اپنے ایک مسلمان بھائی کو اسلام سے خارج قرار دے دیا حالانکہ وہ تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور وہ اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ کے تمام رسول، اس کی نازل کردہ ساری کتابیں اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی اسماء حسنیٰ اور اس کی صفات علیا آئی ہیں وہ سب برحق ہیں اور بالجملہ ان میں کسی میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں ہے، البتہ اس سے بعض تفصیلات میں سے کسی میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ البتہ اس سے بعض تفصیلات میں سے غلطی ہوگئی اور جن امور میں اس سے غلطی ہوئی ان میں اس نے جو تاویل کی ہے وہ بھی اس نے واضح طور پر بیان کر دی۔ اگر اس نے اللہ کے اوصاف میں سے کسی وصف کامل کو وصف نقص شمار کیا تو وہ صرف اس لئے کہ اس نے اسے وصف کمال ہی سمجھ کر ایسا کیا ہے، اور اگر اس نے کوئی بری بات اللہ کی طرف منسوب کر دی تو وہ محض اس لئے کہ وہ اسے اچھی بات سمجھتا تھا، اور اگر اس نے بری بات کو اللہ کی طرف منسوب کرنے میں جان بوجھ کر یہ اقدام کیا ہے تو اس بات کے جان بوجھ کر کرنے کا تعلق دل سے ہے جس کے تمام ارادے ہم سے پوشیدہ ہیں اور ان پر فیصلہ کرنے والا صرف اللہ علام الغیوب ہی ہے۔

خوارج کو بڑی ہی سخت سزائیں دی گئیں اور ان کی سخت مذمت کی گئی کیونکہ وہ مسلمانوں میں سے گناہگاروں کو کافر سمجھتے اور قرار دیتے تھے اور اللہ کی جناب میں نافرمانی کرنے کو بھی وہ بڑا (گناہ) سمجھتے تھے اور اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کو کافر قرار دیتے تھے اور اس میں بھی اللہ کے لئے ان کی تعظیم کا عمل موجود تھا۔ لہٰذا آج جو شخص کسی مسلمان کو کافر قرار دیتا ہے، اس کا یہ فعل بھی انہی کے گناہ جیسا ہوگا۔ اور یہ دین میں بہت ہی بڑا خطرہ ہے لہٰذا ہر عقلمند اور بردبار شخص کو چاہیئے کہ اس فعل سے سخت اجتناب کرے یہی وجہ ہے کہ تکفیر کے مسئلہ میں توقف اختیار کرنے والے کو صاحب عذر قرار دیا گیا ہے اور محققین علماء کے نزدیک یہی صحیح تر راہ بھی، بلکہ یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے اس پر دلائل و براہین قائم ہو گئے ہوں۔"

مسئلہ تکفیر کے اصول وضوابط اور شرائط:

اے امت اسلام! تکفیر ایک بہت ہی بڑا مسئلہ ہے، اس کے کچھ اصول وضوابط اور شرائط ہیں یہ تکفیر ایک شرعی فیصلہ ہے اور خالص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حق ہے اس بات پر اہل علم کا کلام تواتر کی حد تک پہنچا ہوا ہے اور متاخرین علماء اپنے علماء سلف ومتقدمین سے اسے

نقل کرتے آرہے ہیں ۔ چنانچہ علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

”کسی میں کفر ثابت کرنا اللہ اور پھر اس کے رسول ﷺ کا حق ہے، یہ صرف قرآن وسنت کی کسی نص سے ثابت ہوتا ہے محض کسی کے قول سے نہیں ۔ جسے رب العالمین اور اس کے بندے (ﷺ) نے کافر قرار دے دیا ہو، وہ دوہرے کفر میں مبتلا ہے ۔“

لاش جلانے کا حکم دینے والا:

اور پھر جب کوئی بھی کام شروع میں ثابت ہو جائے کہ وہ کفر میں مبتلا کر دینے والا ہے تو پھر ضروری ہے کہ اس فیصلہ کا انطباق اور اطلاق کسی معین قائل یا معین فاعل پر ہو جس میں تکفیر کی ساری شرطیں پوری ہوتی ہوں اور تمام موانع کی نفی ہوتی ہو، اس موضوع پر اہل علم کے اقوال بکثرت اور ایک دوسرے کے مؤید ہیں ۔ اور وہ سب اس بات پر نص ہیں کہ: کسی کے لئے روا نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو کافر قرار دے اگر چہ اس سے خطاء و غلطی کا ارتکاب ہوا ہو حتی کہ اس پر حجت قائم ہو جائے ۔ اگر کسی کا اسلام یقین کے ساتھ ثابت ہو جائے تو اس کا اسلام کسی شک کی بناء پر زائل نہیں ہوگا ۔ اور یہ بآسانی زائل ہو بھی کیسے؟ جب کہ صحیح بخاری و مسلم میں اس آدمی کے بارے میں آیا ہے جس نے کہا تھا:

”جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا پھر جلی ہوئی میری ہڈیوں کو پیس کر (اس پاؤڈر کو) سمندر میں بہا دینا: اللہ کی قسم! اگر اللہ نے مجھے پکڑ لیا تو وہ ایسا عذاب دے گا جو دنیا میں کسی نے کسی کو کبھی نہ دیا ہو ۔ انہوں (اس کے بیٹوں) نے ایسا ہی کیا ۔ اللہ نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کرنے کا کیوں کہا ۔ وہ کہتا ہے کہ تیرے خوف نے مجھے ایسا کرنے پر آمادہ کیا تھا ۔ اللہ نے اسے بخش دیا ۔“

علماء امت کا کہنا ہے کہ اس آدمی نے اللہ کی قدرت میں شک کیا تھا اور اس میں شک کیا تھا کہ وہ لوٹایا جائے گا یا نہیں؟ بلکہ اس بات کا اعتقاد یہ کفر تھا اور اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق واجماع ہے لیکن اس کا یہ کفر اس کی جہالت کے نتیجے میں تھا البتہ وہ شخص مومن تھا، اللہ سے ڈرنے والا تھا اور انجام وسزا سے ڈرتا تھا، اسی کے نتیجہ میں اللہ نے اس کی مغفرت فرمادی ۔

اور کسی اہل اجتہاد کا تاویل کرنا، (اور خطاء کر جانا) لیکن نبی ﷺ کی پیروی میں کوشاں رہنا تو اسے اس شخص سے بھی مغفرت کا زیادہ مستحق واولی بنا دیتا ہے ۔

امام شوکانی کے جواہر پارے:

امام شوکانی نے لکھا ہے:

” اللہ کی ذات اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی مسلمان شخص کو یہ لائق نہیں کہ وہ کسی کے دین اسلام سے خارج ہو جانے اور کفر میں داخل ہو جانے کا فیصلہ صادر کر دے سوائے اس کے کہ اس کے پاس سورج سے زیادہ روشن وواضح دلیل و برہان موجود ہو ۔“

درر آل الشیخ:

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کے خلف رشید شیخ عبد اللہ نے لکھا ہے:

” غرض جو شخص اپنے نفس کا خیر خواہ ہے اس پر واجب ہے کہ وہ کسی کو کافر قرار دینے کے مسئلہ میں اللہ کی طرف سے واضح دلیل و برہان اور صحیح

علم ہو جانے تک زبان نہ کھولے۔ محض اپنے فہم وعقل کی بناء پر کسی کو اسلام سے خارج قرار نہ دے دے۔کسی شخص کو اسلام سے خارج کر دینا یا کسی کو اسلام میں داخل کر دینا دین کے بہت بڑے امور میں سے ایک ہے،اور شیطان نے اکثر لوگوں کو اس مسئلہ میں پھنسا کر پھسلایا ہے۔"

اہم مسائل: اہل اختصاص کا خاصہ:

مسلمانو! ایسے عظیم مسائل میں دخل اندازی کرنے یا اس تکفیر کے موضوع پر انفرادی طور پر تمام لوگوں کو اجتناب کرنا چاہیے اور ان پر زبان کھولنے سے انفرادی طور پر تمام لوگوں کو اجتناب کرنا چاہیئے ان پر واجب ہے کہ وہ اس موضوع کی نفی واثبات کسی بھی جہت کی تفصیلات میں غور وخوض کرنے سے اپنے آپ کو بچائیں اس موضوع کو اپنا نصب العین نہ بنالیں۔ایسے مسائل میں فیصلے صادر کرنے کا کام علماء ربانی اور ائمہ مجتہدین ومہتدین کے لئے چھوڑ دیں تاکہ وہ ایسے فیصلے کریں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کرنے والے ہوں اس کے باوجود علماء متقدمین نے اپنی تصنیفات میں اس مسئلہ میں بڑی سختی سے کام لیا ہے اور انہوں نے بیان کیا ہے کہ مفتی پر واجب ہے کہ وہ سد ذرائع کی غالب کوشش کرے اور سد اللباب فتوی میں مکمل احتیاط برتیں۔

ان کے کلام میں سے ہی ان کا یہ قول بھی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے: "مفتی کو چاہیئے کہ وہ سب امکان تکفیر کے مسئلہ میں احتیاط برتے، کیونکہ اس کا خطرہ بہت بڑا ہے اور ایسے کفریہ اقوال وافعال میں غالب اکثریت ایسی ہوتی ہے جن میں قصد وارادے کا دخل نہیں ہوتا۔"

بعض علماء کے اقوال:

بعض علماء نے کہا ہے:

"کسی مسئلہ میں کئی وجوہ ایسی ہوں جو کفر کو واجب کرنے والی ہوں اور کوئی ایک وجہ ایسی ہو جو تکفیر کی راہ میں مانع ہو تو مفتی کو چاہیئے کہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے کسی کے کافر ہونے کا فتوی صادر نہ کرے سوائے اس کے کہ کوئی کفر کے قول وفعل کا پورے موجب وارادے سے عزم کا اظہار کر دے اور ایسے میں اسے کوئی تاویل فائدہ نہ دے گی۔"

عقیدہ اہل سنت والجماعت:

علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ طے شدہ امر ہے کہ کفر کے کئی شعبے ہیں اور اس کے کئی مرتبے ودرجے ہیں۔ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اس آدمی کو ملت اسلامیہ خارج کر دیتے ہیں اور انہی میں سے بعض وہ بھی ہیں جو مسلمان کو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتے اور کسی شخص کے کفر کے مختلف شعبوں میں سے کسی شعبے کا ارتکاب کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مطلقا کافر ہی ہو گیا ہے جب تک کہ اس پر کفر کی اصل حقیقت قائم نہ ہو جائے۔

نیم ملا: خطرۂ ایمان:

برادران اسلام! بعض اہل قلم مصنفین وصحافی ایسے ہیں جو مسلمانوں کے سامنے ایسی تحریریں لا رہے ہیں جن کے ذریعے وہ بڑی دشوار گزار گھاٹیوں پر چڑھتے نظر آتے ہیں وہ ایسے موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں جن کا نہ ان کے پاس کافی علم ہے اور نہ وہ ایسے موضوع کا صحیح احاطہ بھی کر

سکتے ہیں آپ دیکھیں گے کہ ان کی حالت اس جاہل طبیب کی سی ہے جو زکام کا علاج کرنے کے لئے وہ دوا دے دیں جس سے مریض تندرست ہونا تو کجا جذام (کوڑھ) کے مرض میں مبتلا ہو جائے۔ (جیسا کہ معروف ہے: نیم حکیم خطرۂ جان: نیم ملا خطرۂ ایمان-مترجم)

ایسے لوگ قرآن وسنت کے قواعد پر ظلم کرتے ہیں، اس کے علاوہ وہ اہل سنت و اہل ایمان کے اصولوں کی بھی صریح خلاف ورزی کرتے ہیں اور اپنے اس فعل سے وہ ان اہم مسائل میں قرآن وسنت کے معتبر اصولوں کے اعتبار و اعتماد کو تباہ کر دیتے ہیں اور اہل علم وعرفان نیز اہل تحقیق و بیان کے اقوال و اختیارات کی خلاف ورزی بھی کرتے ہیں۔ اس فعل سے وہ مرجئہ کے عقیدہ میں واقع ہو جاتے ہیں جو کہ اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے مخالف ہے۔ اور اس سے بچنے کا کوئی راستہ سوائے اس کے کہ معاملہ ومسئلہ کو اس کی اہمیت رکھنے والے کے سامنے پیش کیا جائے اور ان معاملات میں دخل اندازی نہ کی جائے جسے مخلص علماء اور اہل تخصص فقہاء کے سوا دوسرا کوئی نہیں سمجھتا ہے۔

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

”پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرو۔“ (النحل:43)

یہ پارٹی بازیاں اور یہ ذلتیں:

مسلمانو! امت اسلامیہ کے لئے وقت آگیا ہے وہ اپنے ماضی اور حال کو اچھی طرح سے سمجھ لے اور واقع وتجربہ اور برہان سے یقین وبصیرت حاصل کریں کہ متعدد جماعتیں اور دھڑے بندیاں قائم کرنا مختلف قومی محاذ بنانا، متفرق متعصبانہ وعنصریت پرستانہ پارٹیاں تشکیل دینا، جھوٹے نعروں کے پیچھے بھاگنا اور مہلک پروگراموں کے جھنڈوں والوں کے بیچ جمع ہونا، ان سب امور نے امت کو بدترین شکستوں اور تنزل و زوال کے گہری گھڈوں میں پھینکنے کے سوا کچھ نہیں کیا۔ اسے صرف ذلت ورسوائی ہی دی ہے اور ذہانت وتذلیل ہی سے دوچار کیا ہے۔ اللہ کی قسم اس ذہن اور ان نظریات نے نہ کوئی مجد وعظمت بنائی ہے نہ عزت وشرف حاصل کیا ہے اور نہ ہی کسی کو سعادت وخوشی بخشی ہے۔

یہ اسباب شقاوت ومصائب:

جی ہاں! اب امت کے لئے وقت آگیا ہے کہ وہ مکمل سنجیدگی، صدق وسچائی اور حزم واحتیاط سے اس بات کو یاد کرے کہ اس کا اپنے رب کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت سے منہ پھیرنا اور ان کی بجائے بشری قوانین اور خود ساختہ دستوروں کو اپنانا ہی ایسے امور ہیں جنہوں نے اسے شقاوت وبدبختی اور مصائب وبلاؤں میں مبتلا کیا ہے۔

امت کی شیرازہ بندی:

اے امت کے دانشمندو! اے اہل عقل لوگو! خبردار ہو جاؤ! اپنے قرآن اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کی روشنی میں اصلاح احوال وصلاح معاشرہ کی فکر کریں۔ ہمارا ہدف ومقصد یہ ہونا چاہیئے کہ اتحاد واتفاق اور شیرازہ بندی قائم ہو، اور ہمارا نصب العین یہ ہونا چاہیے کہ سید البشر ﷺ کی اتباع وپیروی ہو۔ اس امت کے اس آخر کو بھی صرف وہی چیز سنوار و سدھار سکتی، سعادت سے ہمکنار کر سکتی اور ساحل مراد اور نجات تک پہنچا سکتی ہے جس نے اس امت کے ہراول دستے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو نجات دی، انہیں سنوارا سدھارا اور انہیں دونوں

جہانوں کی سعادتوں سے مالا مال کیا تھا۔

قرآن وسنت سے قیادت امت:

خبردار ہو جاؤ! عالم اسلام کے لئے اب وقت آگیا ہے کہ وہ اپنی قیادت قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کے اس فہم صحیح کے سپرد کریں جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام چلتے گئے ہیں اور جس پر چل کر پوری بنی نوع بشر نے سعادتیں سمیٹی ہیں اور جس کی بدولت ہی یہ ساری روئے زمین عدل وانصاف، رحم وکرم، اصلاح وسدھار، حکمت و دانائی، نجات وفلاح اور نور ونجاح سے بھر گئی تھی۔

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

صلہ رحمی کے فضائل وثمرات اور قطع رحمی کی مذمت ونقصانات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ

1424/11/3ھ 2003/12/26ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اللہ تعالی کی نعمتوں کے نزول کا باعث بنتا ہے اور ترک تقوی اور اس سے دوری کی نتیجہ میں مصیبتیں آتی ہیں۔

اصلاح وتعمیر معاشرہ:

مسلمانو! اسلام انسانوں کا ایک انتہائی باہمی رحم وکرم اور عطف ومہربانی والا معاشرہ تعمیر کرنا چاہتا ہے جس کی قیادت وسیادت محبت وبھائی چارے کے ہاتھ میں ہو۔ اور خیر وبھلائی اور عطاوکرم کا اس پر راج ہو، اور خاندان معاشرے کی اکائی ہوتا ہے۔ جو کہ اللہ کے خوف وتقوی اور صلہ رحمی کے نتیجہ میں سعادت وخوشحالی پاتا ہے۔ اسلام نے خاندان کی جڑیں مضبوط کرنے اور اس کی عمارت کو پائدار بنانے کا خاص اہتمام کیا ہے۔

صلہ رحمی قرآن وسنت کی روشنی میں:

اللہ کی توحید اور والدین کی اطاعت کے حکم کے ساتھ جس چیز کا حکم دیا گیا وہ یہی صلہ رحمی ہی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى﴾

"اللہ کی عبادت وبندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور قرابت داروں سے بھی حسن سلوک کرو۔" (النساء:36)

نبی اکرم ﷺ نے عبادات میں توحید الہی اور نماز وزکواۃ کے ساتھ ہی صلہ رحمی کو بھی شمار فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:: مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تَعْبُدُ اللهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ"

"اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو اور زکواۃ ادا کرو اور صلہ رحمی (رشتوں کو قائم) کرو۔"[1] (متفق علیہ)

پہلی امتوں کو صلہ رحمی کا حکم:

ہم سے پہلی امتوں کو بھی رشتے داریوں کو قائم وبحال رکھنے کا حکم تھا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى﴾

---

1) صحیح بخاری:1396۔

"اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے یہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، اور قرابت داریوں کو بحال رکھنا۔" (البقرہ:83)

آغاز بعثت اور صلہ رحمی کا حکم:

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے اپنی بعثت کے آغاز میں ہی صلہ رحمی کی طرف دعوت دی تھی.

قَالَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ السُّلَمِيُّ : فَتَلَطَّفْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لَهُ : مَا أَنْتَ ؟ قَالَ : أَنَا نَبِيٌّ . فَقُلْتُ : وَمَا نَبِيٌّ ؟ قَالَ : أَرْسَلَنِي اللهُ . فَقُلْتُ : وَبِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ ؟ قَالَ : أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ وَ كَسْرِ الْأَوْثَانِ، وَأَنْ يُوَحَّدَ اللهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ "

چنانچہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے شروع میں ہی مکہ مکرمہ آیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے پوچھا: آپ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:" میں نبی ہوں۔" میں نے پوچھا: نبی کا کیا معنی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:" مجھے اللہ نے اپنا رسول و پیامبر بنایا ہے۔". میں نے عرض کیا: اللہ نے آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:" صلہ رحمی کرنے، بتوں کو توڑنے اور اللہ کی توحید و یکتائی کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔"[1] (صحیح مسلم، مستدرک حاکم)

دربار ہرقل میں اس کا تذکرہ:

ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ ابوسفیان نے (عہد کفر میں ہونے کے باوجود) گواہی دی تھی کہ وہ کہتے ہیں:" اعْبُدُوا اللهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ "

" صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور وہ ہمیں نماز پڑھنے، سچ کہنے، عفت و پاکدامنی اختیار کرنے اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیتے ہیں۔"[2] (متفق علیہ)

ہجرت کے فوراً بعد صلہ رحمی کا حکم:

نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ آئے تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے جن امور کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کروائی ان میں سے ہی یہ صلہ رحمی بھی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:" نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے اور آپ نے جو باتیں کیں ان میں سے جو میں نے سنا سب سے پہلے آپ نے فرمایا:" يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ ، وصلوا الارحام، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ "

" اے لوگو! سلام کو عام کرو، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، راتوں کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں تم نماز (تہجد) ادا کرو، اس طرح

1) صحیح مسلم:832۔
2) صحیح بخاری:7۔

آسانی وسلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"[1] (ترمذی، ابن ماجہ)

وصیت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلہ رحمی کی وصیت فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "أَوْصَانِي خَلِيلِي أَنْ أَصِلَ الرَّحِمَ وَإِنْ أَدْبَرَتْ" (معجم طبرانی کبیر)

"میرے خلیل (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں صلہ رحمی کروں اگر چہ رشتہ دار میرے ساتھ بے رخی کا سلوک ہی کیوں نہ کریں۔"[2]

علامات ایمان:

قرابت داروں سے تعلقات جوڑنا اور صلہ رحمی کرنا ایمان کی نشانی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ"

"جو شخص اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔"[3] (متفق علیہ)

اللہ تعالی نے قطع رحمی پر قریش کی مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً﴾

"یہ تو کسی مسلمان کے حق میں کسی رشتہ داری یا عہد کا مطلق لحاظ نہیں کرتے۔" (التوبہ:10)

والدین سے حسن سلوک:

صلہ رحمی قائم کرنے کے لئے سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی و حسن سلوک کریں اگر چہ وہ وفات ہی کیوں پا چکے ہوں۔"

عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ السَّاعِدِيِّ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ: نَعَمْ، الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا"

ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: اے اللہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! والدین کے فوت ہو جانے کے بعد بھی میرے لئے کوئی ایسا کام ہے کہ میں ان کے ساتھ حسن سلوک کر سکوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" ہاں، ان کے لئے رحمت کی دعائیں مانگو، ان کے لئے اللہ سے مغفرت و بخشش کرو اور ان کے بعد ان کے عہد و پیمان کو پورا کرو، اور اپنے ان قرابت داروں سے رشتہ قائم رکھو جن کا تعلق تم سے صرف والدین کی طرف سے ہی ہے۔"[4] (ابو داؤد)

---

1) ترمذی:2485۔
2) معجم طبرانی فی الاوسط:7739۔
3) صحیح بخاری:6138۔
4) ابو داؤد:5142۔

رحم اور رحیم ورحمن:

اللہ تعالی نے رحم کو پیدا فرمایا اور اس کا نام اپنے اسم گرامی سے نکالا اور ہمارے رب نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص صلہ رحمی کرے گا میں اسی سے اپنا تعلق رحمت قائم رکھوں گا اور جس سے اس ذات رحیم نے تعلق پیدا کر لیا اس کے گھر میں ہر طرح کی بھلائیاں جمع ہو گئیں۔ اور اس سے کوئی اس تعلق کو ختم نہیں کروا سکتا۔ اور جسے اللہ جبار نے بے تعلق و دم کٹا کر دیا۔ اسے کوئی شخص بلندی و سرخروئی نہیں دے سکتا اور وہ ذلت و خواری (غم واندوہ) میں زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ﴾

”جسے اللہ ذلیل کر دے اسے کوئی عزت وتکریم نہیں دے سکتا۔“ (الحج:18)

صلہ رحمی کے انمٹ تاریخی نقوش:

صلہ رحمی کرنے والوں کا ذکر خیر اور تاریخی نقوش اللہ تعالی طویل عرصے تک قائم رکھتا ہے۔ قطع رحمی کرنے والوں کی طرح جلدی ہی ان کی تاریخ کمزور اور ان کے نقوش زائل نہیں ہو جاتے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ: بَلَى قَالَ: فَذَاكِ لَكِ"

”اللہ تعالی نے رحم سے کہا تھا: کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جو تیرے ساتھ تعلق قائم رکھے گا میں بھی اس سے تعلق بحال رکھوں گا اور جو قطع رحمی کرے گا میں بھی اس سے قطع تعلقی کر لوں گا۔“ اس پر رحم نے کہا تھا: ہاں میں اس پر راضی ہوں۔ اللہ تعالی نے فرمایا تھا: میں تجھے یہ عہد دیتا ہوں۔“[1] (متفق علیہ)

اور ارشاد نبوی ﷺ ہے: "الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ: مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللَّهُ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللَّهُ"

”رحم عرش الہی کے ساتھ لٹک رہا ہے اور کہتا ہے: جس نے مجھے جوڑا میں اس سے رشتہ قائم رکھوں گا اور جس نے مجھے توڑا میں اس سے ناطہ توڑ لوں گا۔“[2] (صحیح مسلم)

مصائب ومشکلات کا خاتمہ:

صلہ رحمی اللہ کے حکم سے مصائب ومشکلات کو دور کرتی ہے اور اللہ کے فضل کے ساتھ بندے سے بلائیں دور کرتی ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ پر پہلی وحی۔ اقرا باسم ربك الذی خلق۔ نازل ہوئی تو آپ ﷺ (غار حراء جبل نور) سے کانپتے ہوئے واپس آئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گھر پہنچتے ہی فرمانے لگے: زملونی (مجھے کمبل اوڑھا دیجئے) نبی اکرم ﷺ نے معاملہ کی خبر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دی اور فرمایا کہ میں ڈر گیا ہوں اور مجھے جان کا خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "كَلَّا، أَبْشِرْ، فَوَاللَّهِ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، وَاللَّهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ"

”اللہ کی قسم! آپ کو ایسا کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا، اللہ آپ کو کبھی غمناک و پریشان نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ کمزوروں کی دست

---

1) صحیح بخاری:5987۔

2) صحیح مسلم:2555۔

گیری فرماتے ہیں، ناداروں کو کپڑا پہناتے ہیں اور مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں۔"[1] (صحیح بخاری)

قرابت داروں سے نرمی کا حکم الٰہی:

اللہ تعالی نے قرابت (رشتہ) داروں کے ساتھ بھی اسی طرح رافت و نرمی اور شفقت و محبت کرنے کا حکم فرمایا ہے: جیسا کہ ہم مسکینوں کے ساتھ نرمی و شفقت سے کام لیتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾

"اور قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو۔"

صدقہ اور قرابت داروں:

یتیموں، مسکینوں پر خرچ کرنے سے بھی رشتہ داروں کا حق زیادہ ہے اور وہ ان پر مقدم ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾

"لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں. آپ (ان سے) کہہ دیں کہ بھلائی (مال) سے جو بھی تم خرچ کرو وہ اپنے والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔" (البقرہ:215)

قرابت داروں پر خرچ کرنا اور دوگنا اجر وثواب:

رشتہ داروں پر خرچ کرنا دوگنا اجر وثواب ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:"الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ"

"مسکین پر صدقہ صرف صدقہ ہے جبکہ قرابت داروں پر صدقہ ہی نہیں بلکہ ساتھ ہی صلہ رحمی بھی (دوگنا اجر وثواب) ہے۔"[2] (ترمذی)

مسکین قرابت دار کا پہلا حق:

صدقہ سب سے پہلے جسے دیا جائے گا وہ ایسے قرابت دار ہیں جو مسکین بھی ہوں، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا باغ صدقہ کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا:

"وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ"

"میں سمجھتا ہوں کہ اس باغ کو تم اپنے قرابت داروں پر صدقہ کر دو۔ تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچازادوں پر صدقہ کر دیا۔"[3] (متفق علیہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"میں اپنے بھائیوں میں سے کسی بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کروں، یہ چیز مجھے بیس درہم صدقہ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔"[4]

---

1) صحیح بخاری:4954۔

2) ترمذی:658۔

3) صحیح بخاری:1461۔

4) احیاء علوم الدین:1/ 220۔

قرابت داروں پر خرچ کرنے والا شخص سخی اور صاحب جود و کرم ہے۔

امام شعبی فرماتے ہیں: "میرے قرابت داروں میں سے جو بھی فوت ہوا اور اس پر کسی کا کوئی قرض ہو، اس کا قرض میں ادا کروں گا۔"[1]

پڑوسی کا حق:

پڑوسی کو بھی قرابت دار شمار کیا گیا ہے اور وہ دوسروں سے بھی زیادہ اہتمام ونگرانی کا مستحق ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ﴾

"اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھ (ہمنشین) سے بھی حسن سلوک کرو۔" (النساء 36)

قرابت داروں کو تبلیغ کرنا:

اپنے قرابت داروں کو تبلیغ و دعوت کرنا، ان کی راہنمائی کرنا اور ان کی نصیحت وخیر خواہی باقی سب لوگوں سے زیادہ ضروری ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾

"اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔" (الشعراء:214)

قرابت داروں کی تکریم:

رشتہ داروں کی عزت وتکریم کا حکم دیا گیا ہے مگر شرط یہ ہے کہ انہیں مقدم کرنے میں کسی کی حق تلفی یا کسی اصل حق میں کمی بیشی نہ ہونے پائے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ﴾

"جب بات کرو تو عدل وانصاف کرو، اگرچہ وہ شخص قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔" (الانعام:152)

صلہ رحمی کے ثمرات وبرکات:

صلہ رحمی پر بڑے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کے ثمرات وبرکات بہت زیادہ ہیں جو تعمیر حیات میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اہل وعیال اور اہل خاندان کے ساتھ محبت کرنا رزق میں فروانی وکشادگی اور عمر میں درازی کا باعث ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ"

"صلہ رحمی اہل وعیال اور اہل خاندان میں باہمی محبت، مال میں فروانی اور عمر میں درازی کا باعث ہوتی ہے۔"[2] (ترمذی، مسند احمد)

اور بخاری ومسلم میں ہے: "مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ أَوْ يُنْسَأَ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ"

"جسے یہ بات خوشگوار لگے کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو اور اس کی عمر دراز ہو، اسے صلہ رحمی کرنی چاہیئے۔"[3] (بخاری ومسلم)

شارح بخاری امام ابن التین کہتے ہیں:

---

1) سیر اعلام النبلاء: 4/298۔

2) ترمذی: 1979۔

3) صحیح مسلم: 2557۔

"صلہ رحمی اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے اور اس کی نافرمانی سے بچنے کی توفیق پانے کا سبب بنتی ہے اور اس آدمی کے مرنے کے بعد بھی اس کا ذکر خیر لوگوں کی زبانوں پر جاری رہتا ہے۔گویا کہ وہ آدمی ابھی مرا ہی نہیں۔"[1]

صلہ رحمی: جلیل القدر عبادت:

صلہ رحمی کرنا تمام عبادات سے زیادہ مخصوص اور ایک جلیل القدر عبادت ہے۔عمرو بن دینار فرماتے ہیں:

"کسی فریضہ کی ادائیگی کے لئے اٹھائے گئے قدم کے بعد کوئی قدم ایسا نہیں جو صلہ رحمی کے لئے اٹھائے گئے قدم سے زیادہ اجر وثواب والا ہو۔اس کا فوری ثواب دنیا میں ہی مل جاتا ہے اور اسی عمل پر آخرت کی نعمتیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔"[2]

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:لیسَ شيءٌ أطیعَ اللهُ تعالى فیهِ أعجلَ ثوابًا من صلةِ الرّحِمِ.

"کوئی ایسا عمل نہیں جس میں اللہ کی اطاعت کرنا صلہ رحمی سے جلدی ثواب پانے کا موقع ہو۔"[3] (سنن کبری بیہقی)

جنت کا وعدہ:

قرابت داروں کے حقوق ادا کرنے والے شخص سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد حقیقت و بنیاد ہے:"وَأَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ : ذُو سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ ، وَرَجُلٌ رَحِيمٌ رَقِيقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبَى وَمُسْلِمٍ ، وَعَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِيَالٍ"

"اہل جنت تین قسم کے لوگ ہیں:عدل وانصاف پسند حاکم،رحم دل اور نرم طبیعت کا مالک شخص جو ہر قرابت دار اور مسلمان کے ساتھ ہی نرم دل ہو،اور مالدار وغنی جو پاکدامن و پاک سیرت ہو۔"[4] (مسلم)

صلہ رحمی مودت ومحبت میں اضافہ اور قرابت کے رشتوں کو مضبوط کرتی ہے۔اور بغض وحقد اور دشمنی وعداوت کو ختم کرتی ہے۔اور باہمی تعارف و پہنچان اور سعادت مندی کا احساس وشعور ہوتا ہے۔

احسان وصلہ رحمی کے بہت سے ابواب و دروازے اور بہت ہی آسان راستے ہیں۔جن میں سے چند ایک یہ ہیں،کہ ملاقات کے وقت چہرہ ہشاش و بشاش ہو،اور معاملات میں معافی تلافی ونرمی ہو،قول وکلام میں پاکیزگی ونظافت ہو اور چہرے پر رونق و بشاشت ہو،زیارتیں اور ملاقاتیں،غمی وخوشی میں شراکت،احتیاج وضرورت کے وقت احسان،اور اچھائی وبھلائی کے کوشش،ان کی خیر خواہی اور خیر اندیش ہونا،ان کی مشکلات ومصائب میں مدد وتعاون کرنا،اور ان کے مریض کی تیمارداری وعیادت کرنا،ان کی کوتاہیوں اور لغزشوں سے درگزر کرنا،ان کی نقصان دہ وتکلیف دہ چیزوں کو چھوڑنا،اور آپ کے اہل وعیال مخلوق میں سے آپ کی وجہ سے حرمان و بدبختی کا شکار نہ ہو جائیں۔ان تمام باتوں کا نچوڑ وخلاصہ اور جامع مانع تعریف یہ ہے:

---

1) فتح الباری:10/416۔

2) اخرجہ ابن ابی الدنیا فی مکارم الاخلاق:245۔

3) سنن کبری:10/35۔

4) صحیح مسلم:2865۔

کہ حتی الامکان بقدر استطاعت ان کے ساتھ نیکی وبھلائی کرنا اور شر و برائی کو ان سے دور کرنا۔

صلہ رحمی انسان کے سخی و کریم، وسیع الظرف، خاندانی اور وفادار ہونے کی نشانی وعلامت ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے: ”جو اپنے اہل وعیال کے لئے سعادت مند وخوشی بخت نہیں وہ آپ کے لئے بھی سودمند و فائدہ مند نہیں ہوگا۔ اور جو ان سے مشکلات ومصائب کا دفاع نہیں کرسکتا وہ آپ کے بھی کچھ کام نہیں آئے گا۔ اہل بصیرت ونصیحت حاصل کرنے والے ہی ان ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾

”کیا وہ شخص جو علم رکھتا ہو کہ آپ کی طرف جو آپ کے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے وہ حق ہے، اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جو اندھا ہو، نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہوں۔“ (الرعد:19)

خطا کار سے عفو و کرم کا معاملہ:

مسلمانو! رشتہ دار کوئی معصوم تو ہوتے نہیں کہ ان سے کوئی غلطی نہ ہو۔ وہ بھی کبھی غلطی ولغزش میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کے منہ سے غلط بات نکل جاتی ہے کوئی غلط لفظ کہہ بیٹھتے ہیں۔ کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر گزرتے ہیں: اگر ان سے کبھی کوئی ایسی چیز سرزد ہو جائے تو معافی تلافی کا رویہ اختیار کریں کیونکہ یہ عفو و کرم کا شیوہ اہل احسان نیکوکاروں کے اوصاف میں سے ہے۔ معاف کرنے سے اللہ تعالی اس بندے کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے. ان کی برائی کا بدلہ احسان سے دیں، وہ اگر اپنی کسی غلطی پر کوئی عذر معذرت پیش کریں تو اسے قبول کرلیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ معروف ہے لیکن جب انہوں نے معذرت کی تو انھوں نے ان کی معذرت کو قبول فرمایا اور انھیں معاف فرما دیا، انہیں کوئی ڈانٹ نہیں پلائی بلکہ ان کے لئے دعاء فرمائی اور اللہ سے ان کے لئے مغفرت وبخشش طلب فرمائی جیسا کہ قرآن میں ہے: ﴿قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾

” (یوسف علیہ السلام نے) جواب دیا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں بخشے وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔“ (یوسف:92)

لالچ وبخل کا نتیجہ: ظلم وقطع رحمی:

رشتہ داروں کی غلطیوں کو نظر انداز کریں، ان کی کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف کریں اور ان کا مواخذہ اور طعن وتشنیع نہ کریں، محبت وبھائی چارہ کی راہ اپنائیں اور نرمی وصفائی قلب کو اختیار کریں تو آپ صحیح معنوں میں مردانہ صفات کے مالک اور اہل وفا لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔

وہ لوگ چاہے آپ سے قطع تعلق کریں مگر آپ صلہ رحمی کریں وہ اگرچہ غلطی پر غلطی کرتے جائیں آپ معافی وتلافی کی عادت نہ چھوڑیں۔ وہ اگرچہ برائی کریں مگر آپ نیکی کئے چلے جائیں۔ اپنے قرابت داروں کا محاسبہ نہ کریں۔ ان سے قطع تعلق کر کے ان پر اپنے غصے کا اظہار نہ کریں بلکہ آپ صاحب جود وسخا اور کریم النفس رہیں اور حرص ولالچ سے اجتناب کریں۔ یہ چیزیں قطع رحمی کا سبب بنتی ہیں، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "إِيَّاكُمْ وَالشُّحَّ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالشُّحِّ، أَمَرَهُمْ بِالْبُخْلِ فَبَخِلُوا، وَأَمَرَهُمْ بِالْقَطِيعَةِ فَقَطَعُوا"

”حرص ولالچ سے بچیں، اس نے پہلے لوگوں کو ہلاک کر کے رکھ دیا تھا۔ اسی حرص ولالچ کے جذبے نے انھیں بخل کا حکم دیا تو وہ بخل کرنے

لگے،اس نے انھیں ظلم وزیادتی کا حکم دیا تو یہ ظلم وستم ڈھانے لگے۔اس نے انہیں قطع رحمی کا حکم دیا تو وہ قطع رحمی کرنے لگے۔"[1] (ابوداؤد)

صلہ رحمی کی حقیقت:

احسان کا بدلہ احسان سے دینا برابری کا معاملہ اور مکافات عمل ہے جبکہ صلہ رحمی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے رشتہ دار پر بدلے کی خواہش وانتظار کے بغیر احسان کرے۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:"لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلَكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا"

"صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلے میں برابری کرلے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ رشتہ دار اس سے قطع تعلقی کریں اور وہ ان سے اپنا رشتہ جوڑ رکھے۔"[2] (صحیح بخاری)

عبداللہ بن محیریز سے پوچھا گیا کہ رشتہ داروں کے حقوق کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا:"اگر کوئی آپ کی طرف آئے تو اس کا خوش دلی سے استقبال کریں اور اگر کوئی آپ سے بے رخی برتے تو آپ اس کا پیچھا (رشتہ داری کرنا) نہ چھوڑیں۔"[3]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُونِي، وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيئُونَ إِلَيَّ، وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ فَقَالَ: لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَلِكَ"

ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا:"میرے رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلق قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر وہ مجھ سے قطع تعلقی کا رویہ اپناتے ہیں، میں ان پر نیکی واحسان کرنے کی راہ اپناتا ہوں، مگر وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں۔میں حلم وبردباری سے کام لیتا ہوں مگر وہ مجھ پر زیادتی کرتے ہیں۔نبی اکرم ﷺ فرمایا: اگر تو ایسے ہی ہے جیسے تو بتا رہا ہے تو انھیں انگاروں پر لوٹا رہا ہے اور جب تک تم اپنی اسی روش پر قائم رہو گے۔اللہ کی طرف سے تمہارے لئے ایک مددگار مقرر رہے گا۔"[4] (صحیح مسلم)

رحم کی گواہی:

ہر رحم قیامت کے دن آئے گا اور صلہ رحمی کرنے والے کے حق میں گواہی دے گا اور قطع رحمی کرنے والے کے خلاف گواہی دے گا۔ارشاد الٰہی ہے:﴿وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

"اور رشتہ ناطے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کے حکم میں، بیشک اللہ تعالی ہر چیز کا جاننے والا ہے۔" (الانفال: 75)

---

1) ابوداؤد:1698۔
2) صحیح بخاری:5991۔
3) اخرجہ ابن ابی الدنیا فی مکارم الاخلاق:256۔
4) صحیح مسلم:2558۔

کامیاب بھی نقصان خوردہ اور فاتح بھی شکست خوردہ:

مسلمانو! صلہ رحمی کرنے سے تعلقات میں اضافہ وقوت پیدا ہوتی ہے اور آپ کا قریبی قرب پر آپ کو اکتاہٹ میں مبتلا نہیں کرے گا اور دوری میں آپ کو بھولے گا نہیں۔ اس کی عزت آپ کی عزت ہے، اس کی رسوائی میں آپ کی بھی ذلت ورسوائی ہے، اعزاواقارب کی دشمنی سراسر شر و بلاء ہے۔ اس دشمنی میں کامیابی پانے والا بھی نقصان اٹھانے والا ہی ہے اور اس معاملہ میں فتح ونصرت پانے والا بھی دراصل مغلوب و شکست خوردہ ہی ہے۔

قطع رحمی: کبیرہ گناہ:

قطع رحمی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اس کا ارتکاب کرنے والے کو لعنت وتباہی اور ہلاکت کی وعید سنائی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ إِن تَوَلَّيۡتُمۡ أَن تُفۡسِدُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَتُقَطِّعُوٓاْ أَرۡحَامَكُمۡ [22] أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ فَأَصَمَّهُمۡ وَأَعۡمَىٰٓ أَبۡصَٰرَهُمۡ﴾

”اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تمہیں حکومت واقتدار حاصل ہو جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناطے توڑ ڈالو، یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھن لی ہے۔“ (محمد:22-23)

زوال نعمت، انجام بد اور فوری عقوبت کا سبب:

قرابت داروں اور عزیزوں میں ایک دوسرے سے بے رخی برتنا زوال نعمت، انجام بد اور جلد عقوبت وسزا کی علامت و اعلان ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ"

”قطع رحمی کرنے والا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“[1] (متفق علیہ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے: ”قطع رحمی کرنے والا اللہ کی رحمتوں سے منقطع و محروم ہوتا ہے۔ اور اس کی سزا آخرت سے قبل اسی دنیا میں اسے دے دی جاتی ہے۔“[2]

ایسے ہی نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ"

”کوئی گناہ ایسا نہیں کہ جس کی اخروی سزا کے ساتھ ساتھ اللہ اسے اس دنیا میں بھی فوری سزا نہ دے دے سوائے بغاوت وسرکشی اور قطع رحمی کے۔“[3] (ترمذی)

لوگوں کی نظروں سے گرانے والی چیز:

1) صحیح بخاری:5984۔
2) فتح الباری:10/418۔
3) ترمذی:2511۔

یہ قطع رحمی ذلت و رسوائی، ضعف و کمزوری اور تنہائی کا باعث ہے اور یہ غم و اندوہ اور پریشانیاں لاتی ہے۔ قطع رحمی کرنے والا اخوت و بھائی چارے پر قائم نہیں رہتا۔ نہ ہی اس سے وفا کی امید کی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس کی اخوت میں صدق و سچائی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ وہ اپنی حالت سے اس بات کی طرف اشارہ دے رہا ہوتا ہے کہ اس سے اللہ تعالی نے تعلق رحمت توڑ رکھا ہے۔ لوگوں کی حقارت آمیز نظریں اس کا پیچھا کرتی رہتی ہیں بظاہر چاہے اسے کتنا ہی اعزاز و اکرام (گارڈ آف آنرز) سے نوازا جا رہا ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قطع رحمی کرنے والے ساتھ بیٹھنے سے وحشت محسوس کرتے اور کنی کتراتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: أُحَرِّجُ عَلَى كُلِّ قَاطِعِ رَحِمٍ لَمَا قَامَ مِنْ عِنْدِنَا

"قطع رحمی کرنے والا شخص جب ہمارے پاس سے اٹھ کر چلا جاتا تو ہمیں خوشی محسوس ہوتی۔"[1]

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز فجر کے بعد اگر کسی حلقہ درس میں بیٹھے ہوتے تو فرماتے: أُنْشِدُ اللهَ قاطعَ رحِمٍ لَمَا قام عنَّا، فإنّا نريدُ أن ندعوَ ربَّنا، وإنّ أبوابَ السماءِ مُرتَجَةٌ (مغلقة) دونَ قاطعِ الرَّحم".

" میں قطع رحمی کرنے والے کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ وہ ہم سے اٹھ کر چلا جائے کیونکہ اب ہم اپنے رب سے دعا مانگنے لگے ہیں اور قطع رحمی کرنے والے پر آسمان و رحمت کے دروازے بند کئے جا چکے ہیں۔"[2]

والصلح خیر:

جس کی کسی رشتہ دار کے ساتھ کوئی عداوت و دشمنی چل رہی ہو اسے چاہیئے کہ فوری طور پر صلہ رحمی شروع کر دے اسے معاف کر دے اور اس کی طرف سے اپنے دل کو صاف کر لے پس جس نے معاف کر دیا اور صلح و صفائی کر لی اس کا اجر و ثواب اللہ کے پاس ہے۔ حسن اخلاق کا صلہ رحمی میں بڑا عمل دخل اور اثر ہے قرابت داروں کے ساتھ ادب سے پیش آئیں۔ جس نے اپنی زبان کی حفاظت کر لی اس نے اپنے نفس کو راحت و سکون میں رکھ لیا۔

ہدیہ و تحفہ کی تاثیر:

ہدیہ و تحفہ دینے کا محبت و مودت پیدا کرنے اور اسے مضبوط کرنے میں بڑا رول ہے اور دلوں کو قریب کرنے میں ہدیہ بڑا کردار ادا کرتا ہے۔ دلوں کو محبت و مودت پر جمع کرنے والا چیز سخی کا ہاتھ اور نیکی و احسان ہے اور جب آپ زبان سے اچھی بات کرتے ہیں تو عمل سے بھی نیکو کاری کیجیے تاکہ فصاحت زبان اور ثمرۂ احسان دونوں چیزیں آپ کے پاس جمع ہو جائیں۔

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

1) بیہقی فی الشعب: 6/ 224۔
2) بیہقی فی الشعب: 6/ 224۔

اسلام - دین رحمت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ
1424/11/10ھ 2004/1/2ء

حمد وثناء کے بعد!

اے اللہ کے بندو! زندگی کے کچھ قواعد اور اصول ہیں جن پر اس کی بنیاد ہے اور انہی بنیادی اصولوں اور صفات کریمہ میں سے ایک صفت رحم وکرم ہے جس سے زندگی سعادت مند ہوتی اور مخلوق اس سے بہرہ ور ہوتی ہے۔ رحم وکرم ایسی اخلاقی صفت اور اعلی وصف ہے جو کہ صرف سعادت مندلوگوں کے حصہ میں آتا ہے، بدبخت ہیں وہ لوگ کہ اس سے محروم ہوتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "جَعَلَ اللهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ، فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ، وَأَنْزَلَ فِي الْأَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا، فَمِنْ ذَلِكَ الْجُزْءِ تَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ حَتَّى تَرْفَعَ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ أَنْ تُصِيبَهُ"

"اللہ تعالی کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے صرف ایک اس نے زمین پر اتاری ہے اسی کی وجہ سے پوری مخلوق باہم رحم وکرم کا سلوک کرتی ہے حتی کہ گھوڑا اپنا کھر اور اونٹ اپنا پاؤں دیکھ بھال کر رکھتا ہے تا کہ کہیں وہ اس کے بچے پر نہ آئے جائے۔ اور باقی ننانوے (99) رحمتیں اللہ نے قیامت کے دن کے لئے روک کر رکھ لی ہیں۔"[1] (صحیح بخاری شریف)

اللہ تعالی کی صفات میں سے ہی ایک صفت رحمت بھی ہے جیسی کہ اس کے جلال وشان کے لائق ہے۔ یہی صفت مخلوق میں صفت کمال ہے جس کی وجہ سے وہ آپس میں رحم وکرم کا معاملہ کرتی ہے، قوی وطاقتور شخص، ضعیف وکمزور پر شفقت کرتا ہے اور اسے نفع پہنچانے اور اس سے شر کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں رحم وکرم:

صفت رحمت انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ مگر گناہوں کی وجہ سے یہ صفت بدل کر قسوت وسنگ دلی کا روپ دھار لیتی ہے۔ اسلام نے تمام مسلمانوں پر واجب کیا ہے کہ وہ اس صفت جمیلہ کے زیور سے آراستہ ومزین ہوں کیونکہ دین رحمت ہے، اس کی تمام تعلیمات ہی خیر و عدل، حق وسلامتی، امن وامان اور اللہ کے لئے عبودیت و بندگی کے جذبات پیدا کرنے کا کام کرتی ہیں۔ اسی طرح اسلامی تعلیمات باطل کی کمر توڑنے اور شر کی جڑیں کاٹنے والی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اپنے نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾

"(اے میرے نبی!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" (الانبیاء:107)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ ارْحَمُوا أَهْلَ الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ"

---

1) صحیح بخاری:6000۔

"رحم و کرم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے، تم اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔"[1] (ابوداؤ، ترمذی)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ"

"جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔"[2] (بخاری و مسلم)

اور مسند احمد میں یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں یہ اضافی کلمات بھی ہیں: مَنْ لَا يَغْفِرْ لَا يُغْفَرْ لَه۔

"جو کسی کی غلطی معاف نہیں کرتا، اسے بھی اس کے گناہ نہیں بخشے جائیں گے۔"[3] (مسند احمد)

اور ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے: "تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى"

"باہم پیار و محبت، رحم و کرم اور شفقت و رافت میں مومنوں کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ ایک جسم ہے کہ اگر اس کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم ہی بے بسی و بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"[4] (بخاری و مسلم)

اسلام نے ہر چھوٹے بڑے اور کمزور پر رحم و کرم کرنے اور ترس کھانے کی تعلیم دی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ"

"جس نے اپنے سے بڑے کی عزت و توقیر نہ کی اور اپنے سے چھوٹے پر رحمت و شفقت نہ کی، نیکی کا حکم نہ دیا اور برائی سے منع نہ کیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"[5] (احمد و ترمذی)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی (بدو) آیا اور اس نے کہا: آپ لوگ تو بچوں کو چومتے ہیں، مگر ہم تو نہیں چومتے، یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "أَوَأَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ"

"یہ بات میرے ہاتھ میں تو نہیں کہ اللہ تعالی نے تمہارے دل سے رحمت نکال رکھی ہے۔"[6] (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی ہے: "لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ"

"شقی القلب و سنگدل شخص کے سوا کسی کے دل سے رحمت نہیں چھینی جاتی۔"[7] (ابوداؤد، ترمذی، حدیث حسن)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ"

---

1) ابوداؤد: 4941۔
2) صحیح بخاری: 7376۔
3) مسند احمد: 4/ 365۔
4) صحیح بخاری: 6011۔
5) ترمذی: 1921۔
6) صحیح بخاری: 5998۔
7) ترمذی: 1923۔

"اللہ نرم ہے اور وہ نرم دلی کو پسند کرتا ہے اور وہ جو کچھ نرمی پہ دیتا وہ سختی پر نہیں دیتا، بلکہ کسی بھی دوسرے طریقے سے نہیں دیتا۔"[1] (صحیح مسلم)

جانوروں سے رحم و کرم:

یہ رحم و کرم کی صفت اور اسے اپنانے کا تعلق صرف انسانوں تک ہی نہیں، بلکہ اسلام تو دین رحمت، عدل و انصاف اور امن و سلامتی کا دین ہے۔ اس نے اپنے ماننے والوں کو رحم و کرم کا رویہ اپنانے کی تلقین کی ہے۔ سامنے انسان ہو یا حیوان۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَأَسَرَّ إِلَيَّ حَدِيثًا لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ، وَكَانَ أَحَبُّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ هَدَفًا، أَوْ حَائِشَ نَخْلٍ قَالَ: فَدَخَلَ حَائِطًا لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَإِذَا جَمَلٌ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَنَّ وَذَرَفَتْ [329/2] عَيْنَاهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ ذِفْرَاهُ فَسَكَتَ، فَقَالَ مَنْ رَبُّ هَذَا الْجَمَلِ، لِمَنْ هَذَا الْجَمَلُ؟ فَجَاءَ فَتًى مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: لِي يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: أَفَلَا تَتَّقِي اللهَ فِي هَذِهِ الْبَهِيمَةِ الَّتِي مَلَّكَكَ اللهُ إِيَّاهَا فَإِنَّهُ شَكَا إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيعُهُ وَتُدْئِبُهُ"

چنانچہ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی بلبلانا شروع کر دیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اونٹ کے پاس گئے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا اس سے پیار کیا اور تھپتھپایا تو وہ پرسکون ہو گیا اور اس نے بلبلانا بند کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ اونٹ کس کا ہے؟ ایک انصاری نوجوان آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں اس کا مالک ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: "تم اس جانور کے معاملہ نہیں ڈرتے جس کا اللہ نے تمہیں مالک بنایا ہے؟ اس نے یہ شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور کام زیادہ لیتے ہو۔"[2] (مسند احمد، ابوداود)

اللہ تعالی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اونٹ کی بولی سکھلا دی جس طرح کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تمام جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سکھلائی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ، فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ، فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفْرِشُ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا، فَقَالَ: مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ؟ قُلْنَا: نَحْنُ، قَالَ: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ"

ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ضرورت سے ایک طرف چلے۔ ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے۔ ہم نے اس کے بچے اٹھا لئے۔ اس نے ہمارے سروں پر پھڑ پھڑانا شروع کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو چڑیا کو

1) صحیح مسلم: 2593۔

2) ابوداؤد: 2549۔

ہمارے سروں پر پھڑ پھڑاتے دیکھ کر فرمایا: ”اس چڑیا کے بچے اٹھا کر اسے کس نے ستایا ہے؟ اس کے بچے اسے واپس کردو۔ نبی اکرم ﷺ نے چیونٹوں کا گھروندا دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اسے کس نے جلایا ہے! ہم نے عرض کیا ہم نے جلایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالی کے سوا کسی کے لیے لائق نہیں کہ وہ آگ کے ساتھ کسی کو عذاب دے۔“[1] (ابو داوٗد)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ : مَرَّ ابْنُ عُمَرَ بِنَفَرٍ قَدْ نَصَبُوا دَجَاجَةً يَتَرَامَوْنَهَا ، فَلَمَّا رَأَوُا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوا عَنْهَا ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : مَنْ فَعَلَ هَذَا ؟ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ فَعَلَ هَذَا " (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے کسی جاندار کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کی، اس پر لعنت ہے۔“[2]

حضرت شدید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "مَنْ قَتَلَ عُصْفُورًا عَبَثًا عَجَّ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يَقُولُ : يَا رَبِّ ، إِنَّ فُلَانًا قَتَلَنِي عَبَثًا ، وَلَمْ يَقْتُلْنِي لِمَنْفَعَةٍ "

”جس نے بلا وجہ کسی چڑیا کو مار دیا وہ قیامت کے دن اللہ کے حضور فریاد کرے گی اور کہے گی کہ اے اللہ! اس نے مجھے کسی منفعت و ضرورت کے لئے نہیں بلکہ بلا وجہ ہی کیوں قتل کر دیا تھا۔“[3] (نسائی و ابن حبان)

کافروں سے حسن سلوک:

اسلامی تعلیمات میں رحم و کرم کی ترغیب و تربیت کا تو یہ عالم ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو اس بات کا بھی حکم دے رکھا ہے کہ مسلمان تو مسلمان، غیر مسلم پر بھی ظلم و زیادتی نہ کرو،

عَنْ هِشَامِ بْنِ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ : مَرَّ بِالشَّامِ عَلَى أُنَاسٍ ، وَقَدْ أُقِيمُوا فِي الشَّمْسِ وَصُبَّ عَلَى رُؤُوسِهِمُ الزَّيْتُ فَقَالَ : مَا هَذَا ؟ قِيلَ : يُعَذَّبُونَ فِي الْخَرَاجِ فَقَالَ : أَمَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّ اللهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ فِي الدُّنْيَا "

چنانچہ ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کا گزر شام میں ایسے نبطی اہل ذمہ (غیر مسلموں) پر سے ہوا جنہیں جزیہ نہ دینے کی پاداش میں باندھ رکھا گیا تھا، ہشام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ”جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں اللہ ان کو عذاب دے گا۔“ پھر وہ شام کے امیر (گورنر) کے پاس گئے اور ان سے اس سلسلہ میں گفتگو کی، تو اس نے انہیں کھول دینے کا حکم دے دیا۔“[4] (صحیح مسلم، ابو داوٗد، نسائی)

دورِ حاضر کی ضرورت:

---

1) ابو داوٗد: 2675۔
2) صحیح مسلم: 1958۔
3) نسائی: 4458۔
4) صحیح مسلم: 2613۔

آج دنیا ایسی تعلیمات کی کتنی ضرورت مند ومحتاج ہے اور لوگوں کو ان اسلامی اخلاق وعادات عالیہ کی کتنی احتیاج ہے، جن سے مظلوموں اور ستم رسیدہ لوگوں کے زخم بھرتے ہیں اور یہ مغلوب وضعیف لوگوں کی ہمدردی کا باعث ہوتی ہیں خاص طور پر دور حاضر میں تو اس صفت وعادات جمیلہ کی شدید حاجت ہے جب کہ ہر طرف سے، بچوں کی چیخیں، بیواؤں اور بے کسوں کی سسکیاں، بوڑھوں کے کراہنے اور ان کے آہیں بھرنے کی آوازیں آرہی ہیں۔ اور آج کل جب کہ صرف طاقت وقوت کی زبان ہی سمجھی جاتی ہے، ایسے میں ان اقدار وعادات کی سخت ضرورت ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا [70] يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

"اے ایمان والو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور سیدھی بات کہو، اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور جس نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی وہ بہت بڑی کامیابی پا گیا۔" (الاحزاب:71)

اپنے آپ پر رحم اور اللہ کی مخلوق سے حسن سلوک:

اللہ کے بندو! رحمت یہ بھی ہے کہ اپنے نفس پر احسان کیا جائے اور وہ یوں کہ اللہ کی طرف سے عائد کئے گئے فرائض ادا کئے جائیں اور اس کے حرام کردہ امور واشیاء سے دور رہا جائے۔ اور اللہ کی مخلوق پر احسان یہ ہے کہ خیر وبھلائی کے مختلف ایسے کام کئے جائیں جو اللہ کے بندوں کو نفع پہنچانے والے ہوں اور ملک وزمین میں اصلاح کا باعث بنیں اور لوگوں کو اذیت پہنچانے سے باز رہنے اور انہیں اپنے شر وبرائی سے بچائیں۔ جو شخص ان اوصاف کا حامل ہوگا اسے اللہ اپنی رحمت میں داخل کر دے گا اور اس کے لئے اپنی جنت میں مقام بنا دے گا۔ اور اس کے تمام معاملات سنوار سدھار دے گا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ﴾

"اور میری رحمت ہر چیز پر محیط ہے۔ میں وہ رحمت ان لوگوں کے نام ضرور لکھوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکواۃ ادا کرتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔" (الاعراف:156)

دونوں جہانوں میں اپنا ہی فائدہ:

اے مسلمان! اس صفت رحمت سے متصف ہو جائیں۔ اس کے بغیر زندگی درست ہی نہیں ہوتی اور اس صفت رحم وکرم کا فائدہ سب سے پہلے اس آدمی کی اپنی ذات کو پہنچتا ہے اور وہ بھی نہ صرف اس دنیا میں بلکہ دنیا وآخرت دونوں ہی جہانوں میں۔ حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "وَأَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: ذُو سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَحِيمٌ رَقِيقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبَى وَمُسْلِمٍ، وَعَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِيَالٍ"

"اہل جنت تین قسم کے لوگ ہیں: انصاف کرنے والا امام وحاکم، وہ شخص جس کا دل ہر مسکین اور قرابت دار رشتہ دار کے لئے نرم ورحیم ہو اور وہ نادار آدمی جو عیال دار بھی ہے مگر لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بچا ہوا ہو۔"[1] (صحیح مسلم)

1) صحیح مسلم:2865۔

باز پرس:

اے مسلمانو! اللہ کے دین میں فقہ وسمجھداری حاصل کریں اور پوری طرح باعلم وبصیرت ہو کر اس کی عبادت کریں۔ اور اللہ کی مخلوق پر رحم و کرم کریں اور وہ اس طرح کہ اپنے مال و دولت کو ان پر خرچ کریں اور شر و برائی سے انہیں بچا کر رکھیں کیونکہ اللہ نے اپنے حقوق اور اپنے بندوں کے حقوق کے بارے میں آپ سے پوچھ گچھ کرنا ہے اور یہ پوچھ گچھ اور باز پرس کب ہوگی اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ [88] إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾

”جس دن (بروز قیامت) کہ کوئی مال و اولاد فائدہ نہ پہنچائیں گے سوائے اس کے جو اللہ کے پاس بے عیب اور صحیح سالم دل لے کر حاضر ہوا۔“ (الشعراء 88-89)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

محاسبۂ نفس اور اتباع سنت: راہ نجات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ
1424/11/17ھ 2004/1/9ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کا تقوی اختیار کریں اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کریں اور اس دن سے ڈریں جس دن کوئی کسی کے کام نہیں آسکے گا بلکہ ہر شخص محض اپنے اعمال کی وجہ سے ہی یا تو شقی و نامراد ہوگا یا پھر سعادت وخوشحالی پائے گا۔

خیر کی خبر اور شر سے خبردار:

اللہ کے بندو! اللہ تعالی نے آپ کی طرف حضرت محمد ﷺ کو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور آپ ﷺ اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دینے والے اور ہدایت و راہنمائی کا ایک روشن چراغ تھے اور آپ ﷺ پر اللہ تعالی نے قرآن کریم کو واضح روشن کر دینے والا نور بنا کر نازل فرمایا۔کوئی بھی کام جو بھلائی وفضلیت والا ہے۔اللہ تعالی اور نبی ﷺ نے ہمیں بتایا اور اس کا حکم فرمایا اور ہر وہ کام جو شر و برائی والا اور ذلت ناک ہے اس سے ہمیں منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾

”ہم نے کتاب (لوح محفوظ یا قرآن) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (جو ذکر نہ کی ہو) پھر سب لوگ اپنے رب کے پاس جمع کئے جائیں گے۔“
(الانعام:38)

دوسری جگہ ارشاد الہی ہے:﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ﴾

”اور ہم نے آپ (ﷺ) پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چند کافی شافی بیان موجود ہے اور اس میں ہدایت ورحمت اور خوش خبری ہے مسلمانوں کے لئے۔“ (النحل:89)

اسی طرح نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:" إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ. أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى. أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ. أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً. إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ. وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ. أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ"

”بیشک حلال بین و واضح ہے اور حرام بھی بین و واضح ہے البتہ ان دونوں کے درمیان بعض امور ایسے بھی ہیں جو کہ مشتبہ ہیں جنہیں بکثرت لوگ نہیں جانتے جو شخص ان مشتبہ امور (مشتبہات) سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت وآبرو کو محفوظ کر لیا اور جو شخص مشتبہات امور میں واقع ہو گیا وہ حرام میں واقع ہو گیا۔اس چرواہے کی طرح (اس کی مثال ہے) جو بادشاہ کی مخصوص چراگاہ کے گرد اپنے جانور چراتا ہے اور قریب ہے کہ کبھی بھی وہ اس کی چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں۔خبردار! ہر بادشاہ کی ایک مخصوص جگہ ہوتی ہے (جس میں عام لوگوں کا داخلہ

ممنوع ہوتا ہے) اور اللہ کی ایسی چراگاہ ومحفوظ جگہ اس کے حرام کردہ امور ہیں۔ خبردار! انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو سارا جسم ہی صحیح ہو جاتا ہے اور اگر وہ فاسد وخراب ہو جائے تو سارا بدن ہی بگڑ جاتا۔ خبردار! وہ ٹکڑا دل ہے۔"[1] (صحیح بخاری ومسلم عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ)

ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: إن الله تعالى فرضَ فرائِضَ فلا تُضَيِّعُوها، وحدَّ حُدودًا فلا تَعْتَدُوها، وحرم أشياء فلا تَنْتَهِكُوها، وسكت عن أشياءَ رحمةً لكم غيرَ نسيانٍ فلا تَبْحَثُوا عنها۔

"اللہ نے تم پر کچھ فرائض عائد کئے ہیں۔ انہیں ہرگز ضایع نہ کرو اور اس نے بعض حدود مقرر فرمائی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو، اس نے کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، ان کی حرمت کی پامالی نہ کرو اور اس نے تم پر رحم وکرم کرتے ہوئے بعض اشیاء سے سکوت وخاموشی اختیار فرمائی ہے تم ان کے بارے میں سوال وکریدنہ کرو۔"[2]

محاسبۂ نفس اور اس کے فوائد وبرکات:

اے مسلمان! جب یہ بات آپ کے علم میں آگئی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ پر کون کون سے فرائض عائد کئے ہیں اور اس نے دوسروں کے کون کون سے حقوق آپ پر واجب قرار دیئے ہیں تو آپ پر یہ بات واجب ہو جاتی ہے کہ آپ مسلسل اپنے نفس کا سخت محاسبہ کرتے رہا کریں تاکہ آخرت میں آپ کا حساب ہلکا ہو جائے کیونکہ جو شخص اپنے کردہ وناکردہ ہر کام میں اللہ کو سامنے رکھتا ہے اور اس سے ڈرتا رہتا ہے اس کی کوتاہیاں بھی فرائض وواجبات میں کم ہی ہوتی ہیں اور وہ اپنے آپ کو حرام اشیاء وامور سے روکے رکھتا ہے اور دوسری کی نسبت اپنے اوپر واجب حقوق کو وہ ادا کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ [57] وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ [58] وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ [59] وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ [60] أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ﴾

"یقینا جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں "سمیٹ" رہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف ڈوڑے جانے والے ہیں۔" (المؤمنون: 57-61)

ذاتی اصلاح وسدھار:

جو شخص اپنے رب کو اپنے اوپر نگران مانے اور اس سے ڈرے اور اپنے نفس کا محاسبہ جاری رکھے اور اپنے لئے ان اعمال کا التزام کرے جو اسے اللہ کے قریب کرنے والے ہیں اور اسے گناہوں سے دور لے جانے والے ہیں ایسے شخص کی ذاتی اصلاح ہو جاتی ہے، اس کی حالت موجودہ سدھر جاتی ہے اور اس کا انجام بھی سنور جاتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ

1) صحیح مسلم: 1599۔
2) طبرانی فی الکبیر: 22/222۔

عَنِ الْهَوَى[40] فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى﴾

”ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہشات (کی پیروی) سے روکا ہوگا تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔“ (النازعات: 40-41)

عبادت پر استقامت:

جس شخص نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا، اس کی خوب نگرانی و پڑتال کرتا رہا اور اس پر قابو پائے رہا وہ اللہ کی عبادت کرنے پر صبر کرنے والا ہو جائے گا اور یہ بندے کے لئے اس کے رب کی طرف سے بہت ہی بڑی تکریم و عزت افزائی ہے کیونکہ اس میں اللہ کے اس ارشاد کی تعمیل پائی جاتی ہے: ﴿رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا﴾

”اور آسمانوں کا، زمین کا اور جو کچھ ان کے مابین ہے سب کا رب وہی ہے تو اس کی بندگی کریں اور اس کی عبادت پر جم جائیں۔ کیا آپ کے علم میں اس کا ہم پلہ کوئی بھی ہے۔“ (مریم: 65)

اسی طرح اس میں اس ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل بھی ہے: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى﴾

”اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید کرتے رہیں اور خود بھی اس پر جمے رہیں، ہم آپ سے روزی نہیں مانگتے بلکہ ہم خود آپ کو روزی دیتے ہیں اور آخرت میں بول بالا تو پرہیزگاری و تقویٰ کا ہی ہے۔“ (طٰہٰ: 132)

اسی میں اس ارشاد ربانی کی تعمیل بھی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

”ایمان والو! تم ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لئے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیابی و مراد کو پہنچو۔“ (آل عمران: 200)

اس میں ہی نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو نمونہ بنانا بھی آتا ہے، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کہ اللہ کی عبادت و بندگی کی سختی سے پابندیاں کرنے والے تھے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز با جماعت کے بارے میں فرماتے ہیں: " لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ، أَوْ مَرِيضٌ. إِنْ كَانَ الْمَرِيضُ لَيَمْشِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتَّى يَأْتِيَ الصَّلَاةَ."

”ہم نے اپنے مابین یہ دیکھ لیا کہ نماز با جماعت سے صرف وہی شخص پیچھے رہتا جو کہ واضح نفاق والا منافق ہوتا، ورنہ (لوگ جماعت میں شریک ہوتے حتیٰ کہ) بعض کو تو ایسی حالت میں (مسجد میں) لایا جاتا کہ مرض و بیماری کی وجہ سے (وہ خود چل نہ سکتا اور) دو آدمیوں کے سہارے سے لایا جاتا اور اسے صف میں کھڑے کر دیا جاتا تھا۔“[1] (صحیح مسلم)

---

1) صحیح مسلم: 654۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا ، وَتَزَيَّنُوا لِلْعَرْضِ الْأَكْبَرِ ، وَإِنَّمَا يَخِفُّ الْحِسَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا "

"اے لوگو! قبل اس کے تمہارا محاسبہ و پڑتال کی جائے تم خود ہی اپنے آپ کا حساب کتاب صحیح کرلو اور قبل اس کے تمہارا وزن کیا جائے تم خود اپنے آپ کا وزن کرلو اور اللہ تعالی کے سامنے (بروز محشر) پیش کئے جانے کے لئے خوب تیاری کرلو۔"[1] (ترمذی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ، وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللهِ "

"عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کرلیا اور موت کے بعد (والی زندگی) کے لئے عمل کرلیا اور وہ شخص عاجز و درماندہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کے پیچھے لگا رہا اور اللہ سے محض امید وابستہ کئے رہا۔"[2] (ترمذی)

شر کم خیر زیادہ:

اللہ کے بندو! جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کرلیا اور وہ سنت پر عمل پیرا رہا، اس کی خیر و بھلائی بہت بڑھ گئی اور اس کا شر و برائی بہت کم ہوگئی اور اس کا انجام سنور گیا اور وہ ایسی حالت میں اپنے رب کے پاس آئے گا کہ وہ اس سے راضی و خوش ہوگا اور اسے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ مقام عزت میں داخل کرے گا اور یہ بہت ہی اچھے رفقاء ہیں۔

اقوال کا محاسبہ:

آپ اپنے زبانی اقوال پر اپنے آپ کا محاسبہ کرتے رہیں۔ کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾

"(انسان) منہ سے کوئی لفظ نہیں نکالتا مگر اس کے پاس نگہبان رہتا ہے۔" (ق:18)

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ [10] كِرَامًا كَاتِبِينَ [11] يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ﴾

"یقیناً تم پر نگہبان، عزت والے، لکھنے والے مقرر ہیں، جو کچھ تم کرتے ہو، وہ جانتے ہیں۔" (الانفطار:10-12)

افعال کا محاسبہ:

اپنے اعمال و افعال پر بھی اپنے آپ کا محاسبہ کرتے رہا کریں کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ [7] وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾

"جس نے ایک ذرہ کے برابر نیکی کی اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔" (الزلزال:7-8)

---

1) ترمذی:2459۔

2) ترمذی:2459۔

نیتوں اور خلجان صدر کا محاسبہ:

اپنے دل کی نیتوں اور سینوں میں ابھرنے والے جذبات وخیالات پر بھی اپنا محاسبہ کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ﴾

”یہ بات جان لو کہ اللہ تعالی تو اسے بھی جانتا ہے، جو تمہارے دلوں میں ہے۔ لہذا اس سے ڈرتے رہو۔“ (البقرہ:235)

اہل علم سے پوچھ لو:

اے مسلمان! کسی بھی مسئلہ میں اگر آپ کو شریعت کا حکم معلوم نہ ہو تو اس کے بارے میں اللہ کا حکم علماء کرام سے پوچھ لیں کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

”اگر تمہیں معلوم نہیں تو اہل علم سے پوچھ لو۔“ (النحل:43)

اگر کوئی مسلمان کسی مشتبہ معاملہ میں ذاتی طور پر مبتلائے شک ہو تو اس پر عمل پیرا نہ ہو بلکہ اس سے بچ جائے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ"

”نیکی وہ کام ہے جس کے کرنے پر آپ کا نفس اور دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جس پر آپ کا نفس مطمئن نہ ہو اور وہ سینے میں کھٹکے اور آپ کو یہ ناپسند ہو کہ اس کا لوگوں کو پتہ چلے۔“[1] (صحیح مسلم)

نفس سے مراد:

مراد نفس مطمئنہ ہے جو ہر اس فعل وعمل کو پسند کرتا ہے۔ جو اللہ کو پسند ہے اور وہ ہر اس کام کو برا سمجھتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہو اور یہ نفس مطمئنہ وہی ہے جو اللہ کی ذات پر ہر حال میں بھرپور وثوق اور مکمل توکل وبھروسہ رکھتا ہے، اور نفس سے نفس لوامہ بھی مراد ہے اور یہ وہ نفس ہے جو آدمی کو واجبات میں کمی کوتاہی کرنے پر ملامت کرتا ہے۔ اور بعض محرمات کے ارتکاب پر بھی اسے ملامت کرتا ہے، اور یہاں دل سے مراد وہ دل ہے جو شہوت پرستی میں مغلوب ہ، وس وسوا اور شکوک وشبہات میں مبتلا ہونے سے بچا ہو اور یہی وہ دل ہے جو نیکی و بدی میں شبہ ہو جانے کی شکل میں ان میں تمیز کرسکتا ہے اور بھلائی و برائی میں التباس وشک ہو جانے کی صورت میں ان میں فرق کرسکتا ہے۔ جہاں تک شہوت پرستی سے مغلوب و بیمار نفس اور شہوات وشبہات میں مبتلا و مریض دل کی بات ہے تو وہ مشکوک ومتشابہ امور میں فرق وتمیز نہیں کرسکتا اور نہ ہی وہ اللہ کے پسندیدہ امور وافعال کو پسند کرتا ہے، بلکہ وہ اللہ تعالی کے پسندیدہ امور وافعال سے نفرت کرتا ہے اور اللہ کے ناپسندیدہ امور کو پسند کرتا ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا﴾

”پس جن کے دلوں میں کج ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان

---

1) صحیح مسلم:2553۔

کی حقیقی مراد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور پختہ و مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لاچکے ہیں یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔" (آل عمران:7)

ایسے ہی دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَى﴾

"یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یقیناً ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔" (النجم:23)

راہِ نجات اور طریق خباثت:

اپنے نفس کا محاسبہ کئے رکھنا اور سنت پر مضبوطی سے عمل پیرا رہنا ہی راہِ نجات ہے، اور جس شخص نے اپنے نفس کی لگامیں ڈھیلی چھوڑ دیں اور اسے گمراہی وفساد اور شہوت رانی کے لئے کھلا چھوڑ دیا اور اسے اس کی من مانی پر لگا کر اسے اللہ کی عبادت کے حظ سے محروم کر دیا اور اس شخص نے سنت رسول ﷺ سے بھی منہ موڑ لیا اور اپنے نفس کا محاسبہ نہ کیا تو اس کی حالت موجودہ بہت ہی بگڑ جاتی ہے اور اس کے انجام کی خباثت و برائی بھی یقینی ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿فَأَمَّا مَنْ طَغَى[37]وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا[38]فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَى﴾

"جس شخص نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔" (النازعات:39-37)

ایسے ہی ارشاد الٰہی ہے:﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾

"دیکھنا! اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کی پیروی کر رہا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزر چکا ہے۔" (الکہف:28)

اسی طرح ہی ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ[22] وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ[23] فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ﴾

"اور تم (اپنی بداعمالیاں) اس وجہ سے پوشیدہ رکھتے ہی نہ تھے کہ تم پر تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی، بلکہ تم یہ سمجھتے رہے کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو اس میں سے بہت اعمال سے اللہ بے خبر ہے۔ تمہاری اس بدگمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کر رکھی تھی تمہیں ہلاک کر دیا اور بالآخر تم زیاں کاروں میں سے ہو گئے۔ اب اگر یہ صبر کریں تو بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور اگر یہ عذر و معافی کے خواستگار ہوں تو بھی معذرت و معاف نہیں رکھے جائیں گے۔" (حم السجدہ:22-24)

حالات کی ابتری کا باعث اور اصلاح کی صورت:

اللہ والو! مسلمانوں کے موجودہ حالات کا سختی سے کہ بخوبی تفکر و تدبر کیا جائے، اپنے حسابات کی جانچ پڑتال اور محاسبہ کیا جائے اور ان حالات کی اصلاح کی جائے۔ آج ان پر دشمنان اسلام ٹوٹ پڑے ہیں، مسلمانوں کے اتحاد کا شیرازہ بکھر چکا ہے، ان کی وحدت و آراء پارہ پارہ ہو چکی ہے، اور ان میں بدعات منتشر ہو چکی ہیں اور ان میں آپس میں اختلافات آویزشیں بہت بڑھ گئی ہیں، وہ مصائب و مشکلات میں مبتلا ہو گئے ہیں، اور ان کے حالات بہت بدترین ہو چکے ہیں اور ہر مسلمان اس بات کو جانتا ہے کہ ان سب حالات کا اصل سبب ان کا اپنے دین کے معاملہ میں کوتاہیاں برتنا ہے، اگر مسلمان اپنے باہمی حالات کو سدھار سنوار لیں اور اللہ کے ساتھ بھی اپنے تعلقات کو خوب مضبوط طور پر استوار کر لیں، تو اللہ ان کی ذاتی اصلاح بھی فرما دے گا اور ان کے اور دوسروں کے تعلقات کی بھی اصلاح کر دے گا۔ ارشاد الہی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ﴾

”بیشک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔ اللہ تعالی جب کسی قوم کی سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا اور سوائے اس کے کوئی بھی اس کا رساز نہیں ہے۔“ (الرعد:11)

ہر شخص و جماعت کا محاسبۂ نفس:

مسلمانوں کی اصلاح کا سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ فرد و جماعت کی ہر طرح اور ہر سطح پر اصلاح ہو اور وہ یوں کہ ہر شخص ہر معاملہ میں قبل اس کے کہ اس کا محاسبہ اللہ کرے وہ خود اپنا محاسبہ کرے اور دیکھے کہ اس نے اپنے عمل صالح سے اسلام کی کیا خدمت کی ہے؟ کیا وہ اللہ کے احکام کی تعمیل کے ذریعے اوامر الہی کی تعظیم کرتا اور اس کے سامنے خشوع و خضوع اختیار کرتا اس کی اطاعت و پیروی کرتا اور اس محبت کرتا ہے یا نہیں؟ ایسے ہی کیا وہ اللہ کے منع کردہ امور سے باز آ کر اس کی نہی کی تعظیم کا عملی مظاہرہ بھی کرتا ہے یا نہیں؟ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ﴾

”اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے، اس کے لئے اس کے رب کے پاس بہتری ہے۔“ (الحج:30)

چند سوالات:

کیا مسلمان نبی اکرم ﷺ کی سنت کی تعظیم و توقیر کا عملی ثبوت دینے کے لئے اسے سیکھتا ہے؟ اس کی اتباع و پیروی کرتا ہے؟ اس کی مخالفت کرنے کو برا سمجھتا ہے؟ اور دین میں بدعت سازی سے نفرت کرتا ہے؟ کیا وہ والدین کی حقوق کے ادا کر رہا ہے؟ قرابت داروں اور عام مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوشاں رہتا ہے؟ کیا وہ ہر گناہ کے بعد توبہ نصوح کر کے تائب ہوتا ہے؟ کیا وہ اپنی خطاؤں پر روتا ہے؟ کیا وہ ہر روز علم و فقہ اور عمل صالح کے ذریعے اپنے دین اسلام سے تعلق کو بڑھاتا رہتا ہے؟ وہ دین اسلام کہ جسے اللہ تعالی نے تمام جہانوں کے لئے پسند فرمایا ہے۔

محض دعوے نہیں عملی ثبوت:

اللہ تعالی ہم پر واجب کرتا ہے کہ ہم قیامت کے دن اسے اعمال صالحہ کے ساتھ ملیں، اعمال سے خالی دامن صرف دعوؤں سے کام نہیں چلے گا

۔اور اللہ ہم پر یہ واجب کرتا ہے کہ ہم اس دین میں اپنے اقوال واعمال میں سچے وصادق ہوں، وہ اعمال واقوال جن کے ذریعے ہم اپنے رب کے قریب ہوتے ہیں۔ ہم اپنے رب کے لئے اپنے دین واعمال کو خالص کرنے والے، اپنے خالق ومالک سے محبت کرنے والے، اس کے لئے انکساری وخضوع کرنے والے، اس کی اطاعت و پیروی کرنے والے، اور ارض وسموات کے جبار کے سامنے خضوع وخشوع اور عاجزی کرنے والے بنیں، اللہ اسے عزت سے نوازتا ہے جو اس کے احکام کی تعظیم وتوقیر کرے اور جو اس کے دین کی اہانت کرے، اللہ اسے ذلیل ورسوا کر دیتا؟ کیا کبھی کوئی اللہ کی اطاعت کر کے شقی ونامراد ہوا ہے؟ اور کیا کبھی کوئی اللہ کی نافرمانی کر کے سعادت مند یا بامراد ہوا ہے؟ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

”اور کہہ دیجیے کہ تم عمل کئے جاؤ تمہارے عمل کو اللہ خود دیکھ لے گا اور اس کا رسول ایمان والے (بھی دیکھ لیں گے) اور ضرور تمہیں اسی ذات کے پاس جانا ہے جو کہ تمام کھلی وچھپی چیزوں کو جاننے والا ہے۔ سو وہ عنقریب تمہیں تمہارا سب کیا ہوا بتا دے گا۔“ (التوبہ:105)

اصلاح ومحاسبۂ نفس اور اختیار سنت:

اللہ کے بندو! اللہ کا خوف کھاؤ اس سے جتنا خوف کھانے کا حق ہے، اور اسلام کے مضبوط آہنی کنڈے کو پکڑے رہو، مسلمان کا اپنے تمام چھوٹے اور بڑے کاموں میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہنا اور نبی اکرم ﷺ کی سنت پر سختی سے عمل پیرا رہنا ہی راہ نجات ہے۔ اسی میں زندگی کی درستگی واصلاح ہے اور اسی میں مولائے کریم کی رضاء وخوشنودی پانے کی کامیابی پنہاں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت) کے لئے اس نے اعمال کا کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے، اور (ہر وقت) اللہ سے ڈرتے رہو اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔“ (الحشر:18)

حدیث میں ہے: "مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَذَلِكَ الْمُؤْمِنُ"

”جسے اپنی نیکی اچھی لگے اور برائی بری لگے، وہ مومن ہے۔“[1] (ترمذی)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُونَ أَعْمَالًا هِيَ أَدَقُّ فِي أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعَرِ، إِنْ كُنَّا نَعُدُّ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُوبِقَاتِ"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”تم بعض افعال ایسے کرتے ہو جو کہ تمہاری نظروں میں بال سے بھی زیادہ ہلکے ومعمولی ہیں جب کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں انہیں کبیرہ گناہ سمجھا کرتے تھے۔“[2] (بخاری)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

1) ترمذی:2165۔
2) صحیح بخاری:6492۔

مدرسۂ حج کے اسباق،نصیحتیں اور عبرتیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ
1424/11/24ھ 2004/1/16ء

حمد وثناء کے بعد!

فلسفہ وفوائد عبادات:

اللہ تعالی نے جو عبادات مقرر فرمائی ہیں ان میں بہت ساری حکمتیں اور بکثرت فوائد پنہاں ہیں جن میں سے سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اللہ کے اوامر ونواہی کے سامنے بندوں کا خضوع وعاجزی اور اللہ کے لئے بندوں کی عبودیت وبندگی کا حصول ہو، اسی طرح ان حکمتوں اور فوائد میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ ان عبادات کے ذریعے اللہ تعالی اپنے بندوں کا تزکیۂ نفس اور انہیں اچھے خصائل وفضائل کے لئے تیار کرتا ہے۔

حج: ایک عالمگیر مدرسہ:

مسلمانوں کی زندگی میں حج کو ایک عظیم الفائدہ وسیع الاثر اور انتہائی عبرتوں والے مدرسہ کی حیثیت حاصل ہے۔ موسم حج میں روحوں میں بالیدگی آتی ہے اور نفوس انسانی منور ہوتے ہیں۔ حج ایک بہت بڑا عالمگیر اجتماع ہے۔ اسی موقع پر ساری روئے زمین کے کونے کونے سے حجاج کرام اس ارض مقدس کی طرف مہمان بن کر آتے ہیں۔ ان کے رنگ الگ الگ، ان کی نیشنلٹیز (قومیتیں) مختلف اور ان کی بولیاں متعدد ہوتی ہیں۔ اللہ تعالی نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا ہے: "انْظُرُوا إِلَى عِبَادِي هَؤُلَاءِ جَاءُوا شُعْثًا غُبْرًا"

"میرے بندوں کی طرف دیکھو وہ کس طرح پراگندہ بال اور گرد وغبار سے خستہ حال ہو کر میرے پاس آئے ہیں۔"[1] (طبرانی، مسند احمد)

دعاء وندائے خلیل علیہ السلام:

قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء بیان کی ہے کہ انھوں نے اپنے رب سے عرض کیا تھا: ﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ﴾

"اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد کو ایک ایسی وادی میں لا آباد کیا ہے جس میں کوئی زراعت وکھیتی باڑی نہیں ہوتی صرف تیرے عزت وحرمت والے گھر کا قرب (دیکھا) ہے تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ تیرا شکر کریں۔" (ابراہیم:37)

اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعاء سن لی اور لوگوں کے دلوں کو اس مقام مقدس کی طرف مائل کر دیا تاکہ وہ تلبیہ وتکبیریں کہتے

1) طبرانی فی الاوسط:8993۔

ہوئے، اللہ کے سامنے عاجزی و انکساری کی حالت میں آئیں اور اس مکان طاہر کو آباد کریں اس کی رونقوں کو بڑھائیں۔ان کے اتنے بڑے بڑے ریلے آتے ہیں کہ جن کا شمار و گنتی بس سے باہر ہے، وہ طواف بیت اللہ سے شرفیاب ہوتے ہیں، پھر صفا و مروہ کی سعی کی سعادت پاتے ہیں، طواف کا سلسلہ بلا انقطاع چلتا ہی رہتا ہے دن کی گرمی چاہے حد کو پہنچ چکی ہو اور رات کی خنکی چاہے تمام حدیں پار ہی کیوں نہ کر گئی ہو۔ بیت اللہ کے دروازے شب و روز چوبیس گھنٹے کھلے رہتے ہیں۔

فیضان تہذیب امت:

حج کے دوران حاجی مہبط وحی کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کرتا ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدم بوسی سے جو گلیاں شرفیاب ہوئی تھیں ان میں چلتے ہوئے اس کے دماغ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کے نشانات کا نقشہ ابھرتا ہے۔وہ تمام یادیں اس کے دل میں تازہ ہو جاتی ہیں وہ اس تاریخ ساز اور تاریخی سرزمین پر اپنے سامنے تاریخ کے ابواب پلٹتے محسوس کرتا ہے۔اس سرزمین کی ریت کا ہر ذرہ ایک روشن تاریخ لئے ہوئے ہے اور وہ اس تہذیب کے بارے میں پکار پکار کر گواہی دیتا ہے جس کی عطاؤں سے پوری بشریت فیضیاب ہوئی۔

توبہ نصوح:

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ توبہ نصوح کرے اور ان مناسک میں داخل ہونے سے قبل تجدید توبہ کرے اور اللہ سے یہ عہد کرے کہ وہ اب صرف ایک ہی رب کی عبادت کیا کرے گا۔اس کی اطاعت میں کوشاں رہے گا اس کی نافرمانی سے بچے گا۔نمازیں قائم کرے گا، برائیوں کو ترک کر دے گا اور حرام اشیاء و امور سے دور رہے گا۔

حج: ایک قلعہ و پناہ گاہ:

حج تمام مسلمانوں کے لئے قلعہ و جائے پناہ ہے، عابد لوگ اپنے رب کا مزید قرب پاتے ہیں اور نافرمان و گناہ گاران ایمانی فضائیوں میں رحمتوں کے پر بہار جھونکوں سے مشام جاں کو معطر کرتے ہیں اپنے گناہوں کا اقبال و اعتراف اور اقرار کرتے ہیں اور اپنے رب کے عفو و کرم، مغفرت و بخشش، رحمت اور رضاء و خوشنودی کی بھیک مانگتے اور جھولیاں بھرتے پھرتے ہیں۔اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:﴿لَنۡ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰـكِنۡ يَّنَالُهُ التَّقۡوٰى مِنۡكُمۡ‌ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَـكُمۡ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰٮكُمۡ‌ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُحۡسِنِيۡنَ﴾

”اللہ کو تمہارے گوشتوں اور خونوں سے ہرگز کچھ نہیں پہنچتا بلکہ اسے تو تمہارا تقوی پہنچتا ہے، اسی طرح اللہ نے ان (قربانیوں) کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تاکہ اس بات کے بدلے کہ اس نے تمہیں ہدایت بخشی ہے، اسے بزرگی سے یاد کرو (تکبیریں کہو) اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نیکوکاروں کو خوشخبری سنا دیں۔“ (الحج:37)

عمل میں اخلاص:

اور ایام حج کے ضمن میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَةَ لِلّٰهِ﴾

"حج وعمرہ کو اللہ کی خاطر پورا کرو۔" (البقرہ:196)

اس دنیا میں سرانجام دیئے جانے والے ہر عمل سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی ہی مطلوب ومقصود ہونی چاہیئے کیونکہ قبولیت عمل کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اپنے اعمال میں اخلاص للہ پیدا کرے۔

اے حاجی! آپ کو اپنے حج وعمرہ سے صرف اللہ کی رضاء وخوشنودی طلب کرنا چاہیے، ریاء کاری ودکھلاوا، فخر ومباہات اور خوشامد مطلوب نہ ہو۔ آپ کے اس مبارک سفر سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشی ہی مقصود ہو تاکہ آپ جنت کی نعمتوں کے مستحق بن سکیں۔ اس سفر مبارک کے دوران جو حرکت، جو نظارہ اور جو پائی پیسہ کوئی حاجی خرچ کرتا ہے وہ اسے اللہ کا قرب مہیا کرتا ہے اور اس کی نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ، إِنْ دَعَوْهُ أَجَابَهُمْ، وَإِنِ اسْتَغْفَرُوهُ غَفَرَ لَهُمْ"

"حجاج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے خصوصی مہمان ہوتے ہیں، اگر وہ اس سے کچھ مانگیں تو وہ ان کی دعائیں سنتا ہے اور اگر وہ اس سے مغفرت وبخشش طلب کریں تو وہ انہیں بخشتا ہے۔"[1] (ابن ماجہ)

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہمیشہ اللہ سے اخلاص کی دعائیں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ یہ دعاء فرمایا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ حَجَّةٌ لَا رِيَاءَ فِيهَا وَلَا سُمْعَةَ"

"اے اللہ حج صرف تیرے لئے ہے نہ ریاء کاری اور نہ ہی دکھلاوا۔"[2] (ابن ماجہ)

خلوص نیت کی تاثیر:

حج میں خلوص نیت کی عظیم تاثیر کا یہ عالم ہے کہ اس سے نفس کا تزکیہ وتطہیر ہوتی ہے اور فلاح ونجات بھی ملتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد میں خلوص نیت کی فضیلت کا اندازہ کریں جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: "وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ"

"...اور حج مبرور کا بدلہ وثواب تو جنت ہی ہے۔"[3] (متفق علیہ)

حج مبرور کی ایک صفت:

حج مبرور کی صفات میں سے ہی یہ بھی ہے کہ وہ خالص اللہ کی رضاء وخوشنودی کے لئے ہو، اور اخلاص للہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔

سلف صالحین میں سے ایک صاحب کہتے ہیں: "عمل کرنے والوں کے لئے اپنی نیتوں کو خالص کرنا تمام اعمال کو سرانجام دینے سے زیادہ مشکل ہے۔"

اور انہی میں سے ایک اللہ والے سے پوچھا گیا: نفس کے لئے سب سے مشکل چیز کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: "اخلاص للہ، جبکہ اس کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو۔"

---

1) ابن ماجہ: 2892۔

2) ابن ماجہ: 2890۔

3) صحیح بخاری: 1773۔

بعض اسلاف کا کہنا ہے: ”ایک گھڑی کا اخلاص ہمیشہ کی نجات کا باعث ہے۔“

غرض اخلاص بہت ہی قیمتی دولت ہے اور انسان صرف اخلاص ہی کے ذریعے شیطان لعین سے خلاصی پاسکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے شیطان کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ[82] إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ﴾

”اس (ابلیس) نے کہا: مجھے تیری عزت کی قسم! میں ان سب (بنی آدم) کو گمراہ کروں (بہکاؤں) گا سوائے ان کے جو تیرے خالص بندے ہیں۔“ (ص:82-83)

تقوی:

اور آیات حج کے ضمن میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾

”اور زادراہ لے کر چلو اور بہترین زادراہ تقوی و پرہیز گاری ہے۔“ (البقرہ:197)

حج کے لئے سب سے بہترین زادراہ بندے کے لئے تقوی ہو سکتا، تقوی ہی انتہاء عبادت اور تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے، اور تقوی کا مفہوم یہ ہے کہ اطاعت وعبادت کی جائے اور حرام اشیاء و امور سے بچا جائے۔

دنیا سے سفر کر جانا دنیا میں ہی سفر اختیار کرنے سے آسان نہیں اور جب اس سفر دنیا کے لئے زادراہ کی سخت ضرورت ہوتی ہے تو سفر آخرت کے لئے تو اس سے بھی زیادہ ہے جب اس سفر دنیا میں زادراہ محض ایک موہوم اور منقطع ہو جانے والے عذاب سے چھٹکارا دلادیتا ہے تو زاد آخرت دائمی ویقینی عذاب سے بچالیتا ہے۔ یہ ہر حاجی کے لئے ایک تنبیہ ہے تا کہ وہ اپنے دل میں تقوی کی دولت ضرور لے کر چلے بلکہ ہر ہر قدم پر یہ اس کے پاس رہنی چاہیئے اور پوشیدہ وعلانیہ اور حرم شریف کے اندر اور حرم پاک سے باہر ہر جگہ اس کے اپنے نفس کے بارے میں اور دوسروں کے ساتھ تعلقات میں اللہ تعالی کا تقوی بڑھتا جانا چاہیئے۔

تقوی کی علامتوں میں سے ہی ایک یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے ہر فعل وقول کی اذیت سے بچائے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ" (صحیح بخاری)

”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور حقیقی مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کردہ اشیاء و امور کو چھوڑ دے۔“[1]

اور اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾

”یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص شعائر الہی (ادب کی چیزیں جو اللہ نے مقرر کی ہیں ان) کی تعظیم کرے تو یہ (فعل) دلوں کے تقوی و پرہیز گاری میں سے ہے۔“ (الحج:32)

اعمال ومناسک حج کی تعظیم وادب کرنا بھی دلوں کے تقوی میں سے ہے اور یہ تعظیم وادب یوں ہوگا کہ ان اعمال ومناسک حج کی قدر و منزلت اور جلالت شان کو دل سے مانے اور اس سے محبت کرے اور ان کی ادائیگی میں اللہ کے لئے اپنی عبودیت و بندگی کی تکمیل کرے۔

---

1) صحیح بخاری:10۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لَا تَزَالُ هَذِهِ الْأُمَّةُ بِخَيْرٍ مَا عَظَّمُوا هَذِهِ الْحُرْمَةَ حَقَّ تَعْظِيمِهَا، فَإِذَا ضَيَّعُوا ذَلِكَ هَلَكُوا"

"یہ امت اس وقت تک خیر و بھلائی میں رہے گی جب تک یہ اس مقام حرمت (خانہ کعبہ) کی اتنی تعظیم کرتی رہے گی جتنی کہ اس کا حق ہے اور جب وہ اس (تعظیم کعبہ) کو چھوڑ بیٹھے تو ضایع ہو جائیں گے۔"[1] (ابن ماجہ)

اسلام: ایک عالمی دین:

آیات حج کے ضمن میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾

"اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں، وہ پیادہ پا آپ کے پاس آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے۔ (حج:27)

یہ ندائے خلیل علیہ السلام و اعلان حج اس دین اسلام کی عالمی حیثیت اور اس کی عالمگیریت کا پتہ دیتا ہے۔ یہ نداء تمام انسانوں کو اسلام کی طرف دعوت دیتی ہے تا کہ وہ انہیں بندوں کی غلامی سے نکال کر بندوں کے رب کی عبادت و بندگی کے لئے آزادی دلا سکے، مختلف ادیان انسانوں پر جو جور و جفا روا رکھتے ہیں ان سے نکال کر انھیں اسلامی عدل و انصاف کی فضاؤں میں لے آئے اور اس دنیا کی تنگیوں سے خلاصی دلا کر انہیں آخرت کی وسعتوں سے آشنا کر دے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾

"ہم نے آپ کو (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" (الانبیاء:107)

اسلام عالمی و عالمگیر دین ہے، اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے عرب صحابہ کو حضرت صہیب رومی، بلال حبشی، سلمان فارسی اور دوسرے بہت سارے قبائل و علاقوں کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یکجا کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا"

"تم سب اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔"[2] (متفق علیہ)

حج اور لسانی و نسلی تعصبات کا خاتمہ:

شعائر و مناسک حج پر گہری نگاہ ڈالنے والا شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ رنگ و نسل اور زبان کے تمام امتیازات کو مٹانے کی دعوت دیتے ہیں۔ اور یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میدان عرفات میں خطبہ حجۃ الوداع سے خوب واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبادیات و اصول اور انسانی حقوق کا اعلان فرمایا تھا: اسلام اس لئے بھی ایک عالمی دین ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے اس کا پسندیدہ دین ہے اور اس میں جو کمال و شمولیت پائی جاتی ہے وہ دوسرے کسی بھی دین میں نہیں ہے۔

حجاج کرام کے یہ بابرکت ریلے اور جم غفیر دنیا کے کونے کونے سے اس مبارک مقامات میں جمع و صف آراء ہو جاتے ہیں اور ان کی زبانوں

1) ابن ماجہ:3110۔
2) صحیح بخاری:6064۔

پر یہ ایک ہی کلمہ ہوتا ہے: "لا الہ الا اللہ الا محمد رسول اللہ" اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں"۔

ان تمام حجاج کو ایمانی اخوت و سچی بھائی چارگی، صاف وشفاف وحدت وتوحید اور عادلانہ مساوات نے اکٹھا کر دیا ہے۔ ان میں سے قبائلی و لسانی اور نسلی امتیازات کے تمام مادے پگھل کر زائل ہو چکے ہیں۔ اور رنگ و نسل پر فخر کرنے کے تمام نشانات مٹ گئے ہیں۔ اب یہ صرف اللہ کے طے کردہ فضیلت وعزت کے اسی معیار کو لیتے ہیں جسے بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾

"تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت وتکریم والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ و پرہیزگاری والا ہے۔" (الحجرات:12)

اصل نسب صرف تقویٰ ہی ہے جو اس شخص کو رفعتیں عطا کرتا اور اسے قدر ومنزلت سے آشنا کرتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت و بڑھائی حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے۔"

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ"

"وہ ہم میں سے نہیں جو تعصب کی طرف دعوت دے اور وہ ہم میں سے نہیں جو تعصب کی بناء پر قتال و جنگ کرے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جو تعصب پر ہی مر جائے۔"[1] (ابوداود)

حج: دنیا کے مفادات کا جامع:

آیات حج کے ضمن میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾

"تاکہ وہ اپنے مفادات ومنافع کا مشاہدہ (حاصل) کریں۔" (الحج:28)

اس سے معلوم ہوا کہ حج میں دین و دنیا دونوں کے فوائد ومنافع موجود ہیں۔ یہ موسم حج مسلمانوں کے مسائل کو حل کرنے، ان کی شیرازہ بندی کرنے، انہیں باہم متحد کرنے، باہمی رحم وکرم اور باہمی تعاون کے اصول کا احیاء کرنے اور تفرقہ ختم کرنے، پارہ پارہ امت کے تمام افراد کو باہم یکجا جوڑنے کا ایک عظیم موقع ہے۔ اور یہی اتحاد اتفاق امت اس کی قوت کا راز، اس کی ترقی وعروج کا سبب اور اس کی سعادت وخوشحالی کا اہم ذریعہ ہے: ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾

"اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں کو (الفت ومحبت سے) جوڑ دیا اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔" (آل عمران:103)

---

1) ابوداؤد:5121۔

تفرقہ کی مذمت اور اتحاد کی برکت:

اللہ تعالی نے ہمیں تفرقہ واختلاف کے انجام بد سے ڈراتے ہوئے فرمایا ہے:﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾

”اور باہم تنازعہ وجھگڑا نہ کرو (ورنہ) تم بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔“ (الانفال:46)

اور تفرقہ وتنازعہ کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے افراد کو عذاب کی وعید سناتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

”اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو متفرق ہوئے (بٹ) گئے اور بین احکام و دلائل کے آجانے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے۔اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا۔“ (آل عمران:105)

دشمنان دین کی کوششیں:

اعداء دین اور دشمنان اسلام کو مسلمانوں کے اتحاد واتفاق میں پائے جانے والی قوت اور دفاعی صلاحیت کا پتہ ہے لہذا انہوں نے مسلمانوں کے مابین ہر وقت اور ہر زمانے میں بغض وعداوت اور نفرت ودشمنی کی آگ لگانے کی کوششیں جاری رکھی ہیں اور دور حاضر میں بھی مسلمانوں کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے۔

حج: ذریعۂ اتحاد عالمی:

حج ایک ایسا بہترین موقع ہے جس میں ہم اللہ تعالی کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں اور مسلمانوں کو باہم متحد کر سکتے ہیں، شریعت کا نفاذ اور اختلافات کا خاتمہ کر سکتے خصوصا ان مقامات مقدسہ میں جہاں روح اخوت وبھائی چارگی کو دلوں میں حاضر رکھنا واجب ہے اور اس کے لئے خوش کلامی، خوش اخلاقی، ضبطِ نفس، رحم وکرم، نرمی، دوسروں کے لئے اپنے پہلوؤں میں نرم گوشہ اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن رکھنا ضروری ہے۔اور وہ سب ان تمام امور کے حقیقی طور پر اہل و مستحق ہیں۔اس بات کی ضرورت ہے کہ سخت گیری، سنگ دلی، تشدد، جرح و قدح اور دوسروں کی نیتوں پر طعن اور حملے کرنے سے بچے اور دور رہا جائے۔

یونس صدفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:” میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے زیادہ عقلمند انسان نہیں دیکھا، میں نے ایک دن کسی مسئلہ میں ان سے مناظرہ کیا۔پھر ہم ایک دوسرے سے جدا ہوگئے اور جب وہ دوبارہ مجھے ملے تو انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: اے ابوموسی! کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم اگر چہ کسی مسئلہ میں تو باہم متفق الرائے نہ ہی ہوں مگر ہمارے مابین بھائی چارہ قائم رہے۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اگر ایسا ہوتا کہ جب بھی دو مسلمان کسی مسئلہ میں اختلاف رائے کرتے تو وہ ایک دوسرے سے تعلق توڑ دیتے تو پھر مسلمان کے مابین اخوت ومحبت ختم ہوجاتی۔“

حج اور درس رفق ونرمی:

حج کے دوران مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ رفق ونرمی سے پیش آنے کا گر سیکھتا ہے اور نبی اکرم ﷺ میدان عرفات سے مزدلفہ کی طرف لوٹتے ہوئے بار بار کہتے رہے: "أَيُّهَا النَّاسُ، السَّكِينَةَ السَّكِينَةَ "
"سکون واطمینان سے چلو۔"[1] (صحیح مسلم)
باہمی رحم وکرم دلوں میں محبت ومودت اور الفت پیدا کرتے ہیں جبکہ سنگدلی وسختی حقد وحسد اور کراہت ونفرت کو جنم دیتی ہے، رفق ونرمی کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ ایک مسلمان اپنے بھائی کی مدد کرے۔ اس کے لئے راستہ چھوڑے، اس کا احترام کرے، اس سے محبت کرے، اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ہی اسے اذیت پہنچائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى "
" باہمی محبت ومودت، رحم وکرم، اور عطف والفت میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ جب اس کا کوئی بھی عضو بیمار وزخمی ہوتو سارے کا سارا بدن ہی شب بیداری اور بخار میں مبتلا جاتا ہے۔"[2] (مسلم)
آیات حج کے ضمن میں ہی اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾
" بیشک صفاومروہ اللہ کے شعائر (نشانیوں) میں سے ہیں، لہٰذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف (وسعی) کرلے اور جو کوئی نیک کام کرے تو اللہ قدر شناس ودانا ہے۔" (البقرہ:158)
صفاومروہ کے مابین سعی ہر مسلمان کو یاد دہانی کرواتی ہے کہ امت مسلمہ کی جڑیں تاریخ انسانی میں بہت گہری ہیں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پورے ثبات واستقلال کے ساتھ اور کسی بھی طرح کی مایوسی سے دوچار ہوئے بغیر یقین کامل کے ساتھ ان دونوں کے مابین سعی وکوشش کی اور ساتھ ساتھ ان کا اللہ کی ذات گرامی پر بھرپور توکل وبھروسہ بھی تھا۔ کیونکہ مشکل کشائی صرف اسی مالک الملک ذات الٰہی کے ہاتھ میں ہے جو تقدیروں کو مقرر کرنے والا ہے۔ ان کے اعضاء جسم ظاہری اسباب کے مطابق چلتے رہے اور دل اپنے رب الارباب سے مناجات و سرگوشیاں کرتا رہا، اس انداز سے انہوں نے ہر زمانے اور ہر نسل کے لوگوں کے لئے ایک طریقۂ کار مقرر کردیا جس سے ہمتوں میں تیزی آتی ہے اور اس سے جہد مسلسل کا سبق بھی ملتا ہے کہ کسی دروازہ کو کھلوانے کے لئے اسے ایک مرتبہ دو بار تین دفعہ غرض بار بار کھٹکھٹائیں دستک دیئے جائیں اور اس میں صمیم قلب ویقین کامل شامل ہو اور تردد وشک کی گنجائش نہ ہو، عزم وہمت جوان رہے، اس میں ضعف وکمزوری نہ آنے پائے اور اللہ کی ذات پر توکل صادق ہو۔

لوگوں کی دو قسمیں:

آیات حج کے ضمن میں ہی اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ

1) صحیح مسلم:1218۔
2) صحیح مسلم:2586۔

ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ[200] وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[201] أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾

"پھر جب تم حج کے تمام ارکان ومناسک پورے کر چکو تو (منی میں) اللہ کا (بکثرت) ذکر کرو جس طرح کہ اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے بلکہ اس بھی زیادہ (اللہ کو یاد کرو۔) اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں (جو دینا ہے) دنیا میں ہی عنایت کر دے۔ ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے، اور بعض ایسے ہیں کہ وہ یہ دعاء کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخشا اور ہمیں نار جہنم سے محفوظ رکھنا یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کے اعمال کا حصہ (نیک اجر تیار) ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا (اور جلد اجر دینے والا) ہے۔" (البقرہ: 200-202)

لوگوں میں دو فریق و گروہ پائے جاتے ہیں، ایک گروہ تو وہ ہے جن کو صرف ایک ہی غم کھا رہا ہے کہ اس دنیا کی دولت کو کیسے جمع کریں۔ وہ پوری حرص ولالچ سے اسے جمع کرتا ہے حتی کہ جب وہ اللہ سے دعاء کرنے لگتا ہے تو بھی اس کا دل اس کی محبت سے معمور ہوتا ہے اور اس کی ہر جانب اسی کا پہرہ ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ دنیا میں تو اپنا حصہ پالیں البتہ آخرت میں ان کے لئے کوئی اجر وثواب اور نعمت نہیں ہے۔ جبکہ دوسرا فریق ان لوگوں کا ہے جنھوں نے معاملہ کھلا رکھا، دل کو بڑا وسیع کر لیا اور آفاق نفس کی وسعتوں کا دائرہ تنگ نہیں کیا کیونکہ اسے اس دنیا کا کوئی غم نہیں اس کی ساری فکر تو صرف آخرت کی راحت اور اللہ کی رضاء وخوشنودی کے حصول سے متعلق ہے۔ وہ دنیا میں بھی نعمتوں کو پانا چاہتا ہے مگر آخرت کی نعمتوں کو قطعاً فراموش نہیں کرتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا حصہ عطا کرنے میں اللہ دیر نہیں لگاتا اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے اور اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا﴾

"جو شخص آخرت کا خواستگار ہو اور اس میں کوشش کرے جتنی اس کے لائق ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔" (بنی اسرائیل: 19)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

عشرۂ ذوالحج: فضائل ومسائل

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبدالعزیز آل الشیخ حفظہ اللہ
1424/12/1ھ 2004/1/23ء

حمد وثناء کے بعد!

نیکیاں کمانے کے سیزن:

اللہ کے بندو! امت اسلامیہ پر عظیم موسموں کی آمدورفت ہوتی رہتی ہے اور فضیلت و برکت والے اوقات آتے رہتے ہیں۔ یہ اہل ایمان کے لئے خیرات و برکات جمع کرنے کے لئے اور اپنے درجات بلند کرنے کے لئے غنیمت مواقع ہیں، اسی طرح یہ اوقات ومواسم مومنوں کے لئے حسنات ونیکیاں حاصل کرنے اور برائیوں کے خاتم کے سیزن ہیں۔

اجروعظمت عشرۂ ذوالحج:

اس وقت عشرۂ ذوالحج کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ دن اللہ کے نزدیک فضیلت اعمال اور کثرت اجروثواب کے لحاظ سے سب سے زیادہ عظمت والے ایام ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِي هَذِهِ. قَالُوا: وَلَا الْجِهَادُ؟ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ"

"دنوں میں سے کوئی ایسا نہیں جس میں کئے گئے اعمال صالحہ اللہ تعالی کو ان دنوں میں کئے گئے اعمال سے زیادہ محبوب ہوں۔ (ان ایام سے مراد ذوالحج کے پہلے دس دن ہیں) صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنے جان ومال کے ساتھ میدان جہاد میں اترا تو ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی واپس نہ لایا۔"[1] (صحیح بخاری)

سنن کبری بیہقی میں ہے: مَا مِنْ عَمَلٍ أَزْكَى عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا أَعْظَمَ أَجْرًا مِنْ خَيْرٍ يَعْمَلُهُ فِي عَشْرِ الْأَضْحَى
"کوئی نیکی جو عشرۂ ذوالحج میں کی جائے اس سے زیادہ اجروثواب والی اور اللہ کے نزدیک محبوب و پاک نیکی دوسری کوئی نہیں۔"[2] (سنن کبری بیہقی)

مسند البزار میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "أَفْضَلُ أَيَّامِ الدُّنْيَا أَيَّامُ الْعَشْرِ"
"دنیا کے ایام میں سے سب سے افضل دن یہ دس دن (یعنی عشرۂ ذوالحج) ہیں۔"[3] (مسند البزار)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: "بظاہر ذوالحج کے ان دس دنوں کے امتیاز و فضیلت کا واضح سبب یہ ہے کہ ان میں تمام اہم و بنیادی عبادات

---

1) صحیح بخاری: 969۔
2) بیہقی فی شعب الایمان: 3/354۔
3) مسند البزار: 4/17۔

جمع ہوجاتی ہیں مثلاً نماز، روزہ، صدقہ اور حج وعمرہ اور اتنی عبادتیں کسی دوسرے موقع پر یکجا نہیں ہوتیں۔" (فتح الباری: 2/460)

فضلیت حج بیت اللہ:

آج کل ہم ان ایام سے گزر رہے ہیں جن میں مسلمان بیت اللہ شریف کے حج کے لئے فوج درفوج مکہ مکرمہ چلے آتے ہیں اور اللہ نے ان سے عظیم خیر و بھلائی اور بے شمار اجر و ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ"

"جس نے حج بیت اللہ کیا اور فحاشی و شہوانی حرکت نہ کی نہ کسی دوسرے فسق و فجور کا ارتکاب کیا، وہ حج سے یوں پاک دامن ہو کر لوٹا گویا کہ آج اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔"[1] (متفق علیہ)

ایسے ہی نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ"

"حج و عمرہ کرتے رہا کرو، یہ دونوں فقر و تنگدستی اور گناہوں کو یوں مٹاتے ہیں جس طرح آگ کی بھٹی لوہے سونے اور چاندی سے کھوٹ کو مٹاتی ہے، اور حج مبرور کا ثواب تو صرف جنت ہی ہے۔"[2] (ترمذی و نسائی۔ بسند صحیح)

عشرۂ ذوالحج کے روزے:

مسلمانو! یہ جو فضیلت والے ایام ہیں ان میں روزہ رکھنا مشروع ہے اور اس کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے ایک حدیث میں ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ چار کاموں کو نبی ﷺ نہیں چھوڑا کرتے تھے: "أَرْبَعٌ لَمْ يَكُنْ يَدَعُهُنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صِيَامَ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، وَالْعَشْرَ، وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَالرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ"

"دس محرم کا روزہ، عشرۂ ذوالحج کے روزے، ہر ماہ کے (ایام بیض 13، 14، 15) تین دنوں کے روزے اور فجر کی دو سنتیں۔"[3] (صحیح ابن حبان، مسند احمد۔ لیکن اس کی سند میں ایک راوی ابو اسحاق الکوفی الاشجعی مجہول ہے اور باقی سارے راوی ثقہ ہیں)

البتہ ابوداؤد و نسائی میں نبی ﷺ کی بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے مروی حدیث میں نبی ﷺ کا عمل یوں بیان ہوا ہے: "كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ"

"نبی ﷺ 9 ذوالحج (یوم عرفہ) کا روزہ رکھا کرتے تھے۔"[4] (ابوداؤد و نسائی)

ان روزوں کی فضیلت:

---

1) صحیح بخاری: 1521۔

2) ترمذی: 810۔

3) صحیح ابن حبان: 6422۔

4) ابوداؤد: 2437۔

ان روزوں کی فضیلت کا پتہ اس مرفوع حدیث سے بھی چلتا ہے جو سنن کبری بیہقی میں ہے جس میں ہے:

"ان دنوں میں سے کسی ایک دن کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ان میں کئے گئے نیک عمل کا ثواب سات سو گنا کر کے دیا جاتا ہے۔"

(بعض حفاظ حدیث نے تو اس کی سند کے بارے میں کہا ہے کہ اس میں کوئی خاص قابل اعتراض چیز نہیں۔ البتہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے)۔

بعض وضاحتیں:

امام نووی لکھتے ہیں: "ماہ ذوالحج کے پہلے نو دنوں کے روزے میں کوئی کراہت نہیں پائی جاتی بلکہ یہ مستحب ہیں۔"[1]

جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: "مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطُّ"

"میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسلم کو ان دس دنوں میں کبھی روزے سے نہیں دیکھا۔"[2] (صحیح مسلم)

اس مسئلہ کو وارد کر کے علامہ ابن القیم نے لکھا ہے:

"اثبات کرنے والے کی روایت اگر صحیح سند سے ثابت ہو تو وہ نفی کرنے والے پر مقدم ہوتا ہے۔"[3]

حافظ ابن حجر نے عشرۂ ذوالحج کے روزوں کی فضیلت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

"حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں اس کا رد نہیں پایا جاتا کیونکہ ہوسکتا ہے وہ اس لئے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کسی کام کو کرنا بھی چاہتے مگر چھوڑ دیتے تاکہ وہ عمل امت کے لئے کبھی فرض نہ ہو جائے۔"

امام نووی لکھتے ہیں:

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالحج کے ان دس دنوں کے روزے نہ رکھے۔" یہ روزے نہ رکھنا کسی مرض و بیماری، سفر یا کسی دوسرے عذر کی وجہ سے ہو، یا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزے رکھتے نہ دیکھا ہو جبکہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلقا روزے رکھنے کی نفی لازم نہیں آتی۔"[4]

عشرۂ ذوالحج کے بعض دیگر خصائص و امتیازات:

مسلمانو! ذوالحج کے ان دس دنوں کے خصائص و امتیازات میں سے یہ بھی ہے کہ ان میں بکثرت لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، سبحان اللہ

---

1) شرح صحیح مسلم: 8/71۔
2) صحیح مسلم: 1176۔
3) زاد المعاد: 2/66۔
4) شرح صحیح مسلم: 8/71-72۔

و الحمد للہ کہنے کی بڑی فضیلت آئی ہے ۔ چنانچہ معجم طبرانی کبیر میں جید سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ما من أيّامٍ أعظمُ عندَ اللهِ ولا أحبُّ إليهِ العملُ فيهنَّ من هذِه الأيّامِ العشرِ فأكثروا فيهنَّ منَ التَّهليلِ والتَّحميدِ والتسبيح والتَّكبيرِ ۔

"اللہ کے نزدیک ان دس دنوں میں کیئے گئے نیک عمل سے زیادہ عظمت والا اور اسے محبوب ترین عمل دوسرے کسی دن کا عمل نہیں لہذا ان میں تسبیح (سبحان اللہ) تحمید (الحمد للہ) تہلیل (لا الہ الا اللہ) اور تکبیر (اللہ اکبر) بکثرت کہا کرو ۔"[1] (معجم طبرانی کبیر)

گلی بازاروں میں تکبیریں:

امام بخاری اپنی صحیح میں لکھتے ہیں: "وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا "

حضرت ابن عمر وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ذوالحج کے ان دس دنوں میں بازار جا نکلتے اور تکبیریں کہتے اور ان کے ساتھ ہی دوسرے لوگ بھی تکبیریں کہنے لگتے تھے ۔"[2] (صحیح بخاری)

دو طرح کی تکبیرات:

تکبیر کی اہل علم کے یہاں دو قسمیں ہیں: مطلق اور مقید۔

مطلق یہ ہے کہ ان دس دنوں میں ہر وقت ہی تکبیریں کہی جائیں ۔

مقید یہ کہ صحیح قول کے مطابق فرض ونفلی نمازوں کے بعد مرد اور عورتیں سبھی تکبیریں کہیں۔

اوقات تکبیرات:

تکبیروں کے وقت کے بارے میں جو صحیح ترین روایت وارد ہوئی ہے وہ حضرت علی وابن مسعود رضی اللہ عنہما کا وہ قول ہے جس میں کہ یہ تکبیریں کہنا یوم عرفہ (9 ذوالحج) کی صبح سے لے کر ایام تشریق (11، 12، 13) ذوالحج) کے آخری دن کی نماز عصر تک ہے ۔" (ابن المنذر وغیرہ نے اس کی تخریج کی ہے)

حاجی کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ یوم نحر (10 ذوالحج) کی نماز ظہر کے بعد سے مقید تکبیریں کہنا شروع کردے ۔

تکبیرات کے صیغے:

تکبیروں کے الفاظ کے سلسلہ میں جو صحیح ترین حدیث وارد ہوئی ہے وہ مصنف عبد الرزاق میں ہے جس میں صحیح سند کے ساتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی بڑھائی یوں بیان کرو: " اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر کبیرا " .

---

1) معجم طبرانی کبیر: 11/ 82۔

2) صحیح بخاری: 969۔

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بہت ہی بڑا ہے۔"

اسی طرح حضرت عمر فاروق اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے تکبیر کے یہ الفاظ بھی مروی ہیں: "اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، و اللہ اکبر، اللہ اکبر، و للہ الحمد"

"اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے،، اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اور ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔"

فریب خوردہ ومحروم:

مسلمانو! فریب خوردہ وہ ہے جو اللہ کی اطاعت وعبادت سے ہٹ جائے اور خصوصا ان دس ایام ذوالحج میں، اور محروم وہ ہے جو اللہ کی رحمت سے محروم رہ گیا اور افسوس اس پر ہے جس کے ہاتھ سے یہ مواقع ضائع ہو گئے اور اس فضل واجر کو کمانے میں کوتاہی کر بیٹھا افسوس اور بہت برا ہے وہ جس نے ان دس دنوں کو پایا مگر ان کو غنیمت سمجھتے ہوئے فائدہ نہ اٹھائے اور ویل وہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ان ایام کو بھی بداخلاقیوں میں گزار دے اور نافرمانی وگناہ میں ہی لگا رہے۔

خسارہ پانے والا:

اور سخت خسارے میں ہے وہ شخص جسے خیر وبھلائی کی طرف دعوت دینے والوں نے بلایا مگر اس نے اعراض وروگردانی کی، اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے۔ ان دس دنوں میں مختلف اعمال صالحہ اور طرح طرح کی نیکیوں کے لئے کوشش وجد وجہد کریں اور انہیں غنیمت سمجھیں۔

ارشاد الہی ہے: ﴿وَالْعَصْرِ [1] إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ [2] إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾

"عصر کی قسم کہ انسان نقصان میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔" (سورہ العصر)

مقام قربانی اور قربانی دینے والے کے لئے ہدایات:

اللہ کے بندو! ان دس دنوں کے آخر میں مسلمانوں کے لئے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جو بہترین عمل ہے وہ ہیں قربانیاں: جو شخص اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرنا چاہے اور ماہ ذوالحج داخل ہو جائے تو اس کے لئے حرام ہے کہ وہ اپنے بال کاٹے، ناخن تراشے یا اپنی جلد کا کوئی حصہ نوچے جب تک کہ وہ قربانی کے جانور کو ذبح نہ کرے۔ چنانچہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعَرِهِ وَأَظْفَارِهِ"

"جب تم ماہ ذوالحج کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنا چاہے تو وہ اپنے جانور کو ذبح کر لینے تک نہ اپنا کوئی بال کاٹے اور نہ ہی

ناخن تراشے۔"[1] (صحیح مسلم)

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

1) صحیح مسلم: 1977۔

حج: دروس، بصائر وعبرتیں. فضائل و برکتیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ

8/12/1424ھ، 30/1/2004ء

حمد وثناء کے بعد!

خیرات وبرکات کے سیزن:

مسلمانو! خیرات و برکات سے بھر پور مواسم یکے بعد دیگرے آتے ہی رہتے ہیں جو اپنے اندر شرف زمان وعظمت مکان بھی لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے دل بیت اللہ شریف کی طرف اٹھکلیاں لیتے رہتے ہیں کیونکہ وہ اس کی طرف ہر روز تمام نمازوں میں رخ کر کے کھڑے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾

"آپ اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں۔" (البقرہ: 144-149-150)

مسلمانوں کی نگاہیں پورے جذبے وشوق سے ان دیار مقدسہ کی طرف اٹھتی رہتی ہیں جن میں نت نئی عبرتیں اور نصیحتیں رو پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ﴾

"اس (حرم شریف) میں روشن نشانیاں ہیں۔" (آل عمران: 97)

امن وامان کا راج:

ان مقامات مقدسہ میں امن و امان کا راج رہتا ہے جو اللہ تعالی کے خاص فضل وکرم کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾

"جو اس میں داخل ہو گیا وہ پرامن ہو گیا۔" (آل عمران: 97)

اس حرم وحج کا نفع شہری و بدوی ہر شخص کے لئے عام ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾

"تا کہ وہ اپنے منافع کا مشاہدہ (حاصل) کریں۔" (الحج: 28)

طرح طرح کا رزق اس کی طرف کھچا چلا آ رہا ہے اور اس کے گرد ونواح میں نعمتوں کا نزول مسلسل رہتا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

"کیا ہم نے انہیں حرم میں، جو کہ امن کا مقام ہے، جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل پہنچائے جاتے ہیں (اور یہ) رزق ہماری طرف سے ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں۔" (القصص: 57)

قاصدین کعبہ کے قافلے:

حاجیوں کے قافلے بیت اللہ شریف کا قصد کئے چلے آتے ہیں۔ وہ اس مقام مقدس میں پوری انکساری اختیار کرتے ہیں، وہ اپنے رب کے

وعدوں پر امیدیں لگائے ہوئے ہیں اور اس سے اجرِ عظیم کی تمنائیں لئے ہوئے ہیں اور اللہ کی اطاعت وعبادت میں سے عظیم وجلیل القدر عبادت (حج) پر توجہ مرکوز کئے ہوئے ہیں جو کہ اس دین اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے۔

گناہوں سے طہارت:

بیت اللہ شریف کا حج گناہوں کو مٹانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔حضرت عمرو بن عاص اسلام لانے لگے تو نبی ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: "أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ، وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا، وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟"

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام لانا پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے، اور ہجرت کرنا پہلے تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور حج کرنا بھی سابقہ تمام گناہوں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

اس حج کے ذریعے تمام گناہوں اور برائیوں کا میل کچیل دھل کر نکل جاتا ہے۔نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "مَنْ أَتَى هَذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ"

"جس نے حج کیا اور (اس دوران) کوئی شہوانی حرکت نہ کی اور نہ ہی کوئی برائی (گناہ) کیا وہ (گناہوں سے) یوں پاک ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا۔"[2] (متفق علیہ)

جزاءِ حج: جنت:

اس حج کا ثواب نعمتوں والی جنتیں ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے: "وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ"

"حج مبرور ومقبول کی جزاء و بدلہ تو جنت ہی ہے۔"[3] (صحیح مسلم)

حج کے فوائد ومنافع اور بصائر وعبرتیں:

(1) سلے ہوئے کپڑے اتار کر احرام کی چادریں اوڑھ لینا موت کے بعد والے لباس کفن کی یاد تازہ کرتا ہے۔

(2) اس میں تواضع وانکساری کی تعلیم اور تکبر وغرور سے نفرت پائی جاتی ہے۔

(3) صرف اوپر کی چادر اور تہبند اور اللہ کے سامنے جھکا ہوا ننگا سر کسی بھی صاحب خشوع وخضوع اور عاجز بندے کی کیفیت کی تصویر ہوتا ہے۔

(4) صرف اللہ کی رضاء کے لئے عمل اور خلوص نیت اور عبادت کو صرف اللہ کی خاطر بجالانا حج کا شعار ہے۔اور اسی کے اعلان سے مناسک حج کا آغاز ہوتا ہے چنانچہ حاجی کہتا ہے: "لبيك اللهم لبيك..." "میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں۔"

(5) اس تلبیہ میں توحید کا اعلان اور شرک سے بیزاری کی دلیل موجود ہے۔کیونکہ حاجی کہتا ہے: "لبيك لا شريك لك لبيك"

---

1) صحیح مسلم:121۔
2) صحیح مسلم:1350۔
3) صحیح مسلم:1349۔

”میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔“

(6) اسی تلبیہ میں نعمتوں کی یاد اور نعمتیں عطا کرنے والے کی حمد وثناء اور اس کا شکر بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ تلبیہ پکارنے والا کہتا ہے: "انّ الحمد و النّعمة لك" ”ہر قسم کی تعریف تیرے لئے اور ہر نعمت تیری ہی عطا کردہ ہے۔“

(7) جو شخص اللہ کے اس حرمت وعزت والے ملک میں تلبیہ کہتا ہے اور اللہ کو پکارتا ہے وہ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد اور اللہ کے احکام کی تعمیل کے بعد اللہ کو پکارنے کا اہتمام والتزام اور بھی زیادہ کرے گا۔

(8) خلوص کی یادیں: بیت اللہ شریف کا نظارہ کرنا اللہ کے لئے خلوص فی العمل کا ایک نمونہ دیکھنا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اور ان کے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہما السلام دنیا کے اس سب سے زیادہ شرف والے مقام کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور ساتھ ساتھ ہی اپنے اس عمل کی قبولیت کی دعائیں بھی کئے جا رہے تھے اور اس عمل کے ردّ نہ کئے جانے کا سوال کر رہے تھے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

”اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (تو یہ دعاء کر رہے تھے کہ) اے ہمارے رب! ہم سے (ہمارا یہ عمل) قبول فرما۔ تو بہت ہی سننے اور جاننے والا ہے۔“ (البقرہ: 127)

حضرت حسن بصری کہتے ہیں:

”مومن احسان وشفقت اور امن کو یکجا کر لیتا ہے اور برائی سے بچ جاتا ہے۔“

مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے ہر عمل میں اخلاص للہ کا مظاہرہ کرے، ریاکاری، دکھلاوا اور فخر ومباہات مقصود نہ ہوں۔ وہ صرف اللہ کی خوشنودی اور اپنے گناہوں کے کفارے کا خواہ رہے۔

(9) طواف کو دلوں پر ایک خاص تاثیر حاصل ہے اور دل میں ایک جلال وہیبت آجاتی ہے۔ اللہ کے اس پر امن گھر میں اور کعبہ شریف کے گرد طواف کے دوران اللہ کا جو قرب حاصل ہوتا ہے وہ زمین کے دوسرے کسی حصہ میں ممکن ہی نہیں۔

(10) حجر اسود کے بوسہ کی حکمت وفلسفہ اگر واضح نہ بھی ہو مگر اس میں شریعت واحکام الٰہی وسنت نبوی کی تعمیل وپیروی کا ایک عجیب نمونہ پایا جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: "قَبَّلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْحَجَرَ، ثُمَّ قَالَ: أَمَ وَاللهِ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكَ حَجَرٌ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ"

”اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے۔ نہ کسی کو کوئی نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اور اگر میں نے نبی ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔“[1] (متفق علیہ)

(11) مناسک الحج کی ادائیگی میں سنت رسول کی پیروی کی پابندی اور حسن اتباع کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ"

1) صحیح بخاری: 1597۔

"مجھ سے اپنے مناسک واحکام (حج وعبادت) سیکھ لو۔"[1] (صحیح مسلم)

مسلمان کو چاہیئے کہ ہر نیک کام میں نبی اکرم ﷺ کی مکمل اتباع و پیروی کرے اور ہر اطاعت وعبادت میں آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلے ۔ چنانچہ اللہ تعالی نے بھی فرمایا ہے:﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾

"رسول (ﷺ) تمہیں جو دیں وہ لے لو اور جس چیز سے وہ منع کر دیں اس سے باز آجاؤ۔" (الحشر:7)

یوم عرفہ عالمگیر اجتماع:

مسلمانو! یوم عرفہ ایک انتہائی روشن دن ہے وہ مسلمانوں کی ملاقات کا دن ہے جس دن کہ دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے مسلمان ایک دوسرے سے ملتے ہیں ۔ وہ اللہ سے امیدیں وابستہ کرنے اور اس کے سامنے خشوع وخضوع کرنے کا دن ہے، اس کے سامنے تذلل وعاجزی اور انکساری وخاکساری کرنے کا دن ہے، یہ مسلمانوں کے لئے بڑا کرم والا دن ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"یوم عرفہ کی شام حجاج کے دلوں پر ایمان وایقان، رحمت وکرم، نور وضیاء اور برکات وخیرات کی وہ بارش ہوتی ہے کہ جسے لفظوں میں بیان کرنا ناممکن ہے۔"[2]

افضل ترین ذکر ودعاء: سب سے افضل ترین دعاء وہ ہے جو اس دن کی جائے۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"یوم عرفہ میں مانگی گئی دعائیں عموماً پوری کی پوری ہی قبول ہو جاتی ہیں ۔ اسی دن کلمۂ تقوی کا بکثرت ذکر وورد اور اس کے مفہوم ومعنی کا استحضار و بہترین کلام اور اعلی ذکر ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:"خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ ,وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ, وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ, لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ, وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "

"بہترین دعاء یوم عرفہ کی دعا ہے اور میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے جو ذکر ودعائیں کی ہیں ان میں سے بہترین ذکر ودعاء یہ ہے:

"لا اله الا الله وحده لا شريك له, له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير "

"اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہی اور اسی کے لئے ہر قسم کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔"[3] (ترمذی)

جہنم سے آزادی کے پروانے:

یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالی اپنے بکثرت بندوں کو نار جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے، اور اپنے مقرب فرشتوں میں ان پر فخر کرتا ہے ۔ نبی

---

1) صحیح مسلم:1297۔

2) مجموع الفتاوی:5/374۔

3) ترمذی:3585۔

اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّهُ لَيَدْنُو، ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ"

"کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالی یوم عرفہ سے زیادہ بندوں کو نارِ جہنم سے آزاد کرتا ہو، وہ ان کے قریب ہو جاتا ہے اور فرشتوں کے سامنے ان پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔"[1] (صحیح مسلم)

ابن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میدان عرفات میں موجود تمام حجاج کو اللہ تعالی بخش دیتا ہے، کیونکہ اللہ خطاؤں اور گناہوں سے لت پت لوگوں پر فخر نہیں کرتا جب تک کہ وہ توبہ تائب ہو کر اللہ سے مغفرت وغفران نہ حاصل کر لیں۔"[2]

اس دن اللہ کی طرف لو لگانے والے بن جائیں، اس کی جناب میں انتہائی متواضع ومنکسر المزاج اور خشوع وخضوع والے بن کر حاضری دیں۔ آپ صرف اس کے فضل وکرم کے گداگر ہوں، اسی کے وعدوں میں رغبت رکھنے والے ہوں اور اس کی وعیدوں سے ڈرنے والے ہوں۔

(12) لوگوں کا یوم عرفہ میں یکجا جمع ہونا بروز محشر تمام بنی نوع انسان کے یکجا اکٹھے ہونے کی یاد دلاتا ہے، جس دن کہ انھیں ان کے اعمال کے حساب وکتاب کا بدلہ دینے اور فیصلہ سنانے کے لئے جمع کیا جائے گا تاکہ وہ اپنے اپنے ٹھکانے تک پہنچیں۔ اہل جنت، جنت کی نعمتیں پائیں اور جہنم کے مستحق جا کر عذاب بھگتیں۔

(13) دعاء: ایک عمل وعبادت: دعاء ایک عظیم الشان عمل اور بلند مرتبہ عبادت ہے۔ اس میں بندہ اپنے رب سے اپنی ضروریات کا سوال کرتا ہے اور اس سے اس کے فضل وکرم کا مطالبہ کرتا ہے۔ دعاء کی شرائط کی پابندی کریں اور اس کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ اور کسی بھی ایسے فعل کا ارتکاب کرنے سے کلی طور پر بچیں جو اس کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ دعاء کے لئے قبولیت کے اوقات تلاش کریں اور ایسے مقامات اختیار کریں جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور دعاء کرتے ہوئے پورے دل کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کریں جیسا کہ اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہے: ﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾

"اللہ کو پکارو، دین (وعبادت ودعاء) کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔" (المومن:14)

اللہ سے اپنی حاجت بیان کریں، سرگوشیوں میں اللہ کے سامنے اپنی مشکلات پیش کریں اور دعاء کی قبولیت پر مکمل یقین رکھیں۔ اس ذات کریمی کے آگے آہ وزاری کریں اور گڑگڑائیں اور عطا کے متاخر ہو جانے سے ناامید ہرگز نہ ہو جائیں کیونکہ تاخیر میں بھی اللہ کی رحمت اور کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے اور اللہ تمام مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے، اور تمام حکمتوں کو جاننے والا ہے۔ اس نے اپنے بارے میں فرمایا ہے: ﴿إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾

"وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرمادینا (کافی ہے) کہ ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔" (یٰسین:82)

---

1) صحیح مسلم:1348۔
2) التمہید:1/ 120۔

(14) قربانیاں:

قربانیاں بھی خاص اللہ تعالی کی عبادت ہیں مسلمان ان کے ذریعے اپنے رب کا قرب حاصل کرتے ہیں وہ حج کی قربانیاں (ہدی) ہوں یا عام لوگوں کی قربانیاں (اضحیۃ)۔اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:﴿لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ﴾

"اللہ کو نہ ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون بلکہ اسے تمہارے دلوں کا تقوی و پرہیزگاری پہنچتی ہے۔" (الحج:37)

(15) سروں کو منڈوا کر یا بال چھوٹے کروا کر اللہ کے سامنے جبین نیاز کو زمین بوسی کے لئے رکھ دینا اللہ کے غلبہ وقوت کا اعتراف اور اس کی عظمت کے سامنے ہتھیار ڈالنے اور اس کے سامنے تذلل و خاکساری اختیار کرنے کی علامت ہے۔

(16) ذکر الہی:

ذکر الہی حیات قلوب کا ذریعہ، تہذیب نفس کا سبب، تزکیہ قلب کا باعث اور اقامت ذکر کا مظہر ہے، اور مشاعر مقدسہ و مقامات طاہرہ میں ذکر الہی کی کثرت اس عبادت حج کی ادائیگی کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے، یہی اس کی قبولیت کے لئے زیادہ باعث امید اور اس کے اخلاص میں صدق و سچائی کی علامت ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ﴾

"تا کہ وہ اپنے منافع وفوائد کا مشاہدہ (حاصل) کریں اور معلوم ومعروف (معین) دنوں میں اللہ کا بکثرت ذکر کریں۔" (الحج:28)

اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾

"جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو مشعر الحرام (مزدلفہ کی پہاڑی) کے پاس اس اللہ کا (بکثرت) ذکر کرو۔" (البقرہ:198)

اور فرمان باری تعالی ہے:﴿فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا﴾

"جب تم اپنے مناسک حج پورے کر چکو تو اللہ کا خوب ذکر کرو جیسا کہ تم اپنے آباد و اجداد کا ذکر کرتے تھے یا اس سے بھی زیادہ ذکر کرو۔" (البقرہ:200)

اور ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ﴾

"اللہ کا معلوم ومعروف (معین) ایام میں (بکثرت) ذکر کرو۔" (البقرہ:203)

سارے حج کے دوران ذکر الہی کو اپنا شعار بنائے رکھیں کیونکہ حج کے تمام شعائر تو مقرر ہی اسی لئے کئے گئے ہیں جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"إِنَّمَا جُعِلَ رَمْيُ الْجِمَارِ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللهِ"

"بیت اللہ کا طواف، صفا و مروہ کی سعی اور جمرات کی رمی اللہ کا ذکر کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔"[1] (ترمذی-حسن صحیح)

حجاج کرام میں سے اللہ کے نزدیک ترین وہ شخص ہوتا ہے جو سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہوتا ہے۔

1) ترمذی:902۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہر عمل پر عمل پیرا لوگوں میں سے افضل ترین شخص وہ ہوتا ہے جو ان میں سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہو، روزہ داروں میں سے افضل ترین شخص وہ ہوتا ہے جو روزے کے دوران سب سے زیادہ ذکر الٰہی کرنے والا ہو، صدقہ وخیرات کرنے والوں میں سے افضل ترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والا ہو، اور حجاج کرام میں سے بھی سب سے افضل حاجی وہ ہے جو سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے۔“[1]

(17) توبہ استغفار:

جب حج مکمل ہو جائے تو بکثرت توبہ واستغفار کریں یہ اعمال صالحہ کا بہترین خاتمہ ہے اور استغفار بندے کو ناقص عمل سے نکال کر کامل عمل والا بنا دیتا ہے اور بندے کو ادنی مقام سے اٹھا کر اعلی مقام اور کامل ترین درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔ ہر شخص اپنے حج کو بخیر وخوبی ادا کرے، نواقض ونواقص سے دور رہے تو وہ حج سے یوں واپس لوٹتا ہے کہ وہ پہلے سے بہت ہی بہتر حالت میں ہوتا ہے اور اس میں اچھے انجام کی طرف ایک حسین انقلاب آجاتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾

”اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں، وہ آپ کے پاس پیدل اور تھکی ماندی اونٹنیوں پر سوار ہو کر ہر دور دراز مقام سے چلے آئیں گے۔“ (الحج:27)

حج سے واپسی پر:

مسلمانو! جو شخص غنیمت حج کے حصول میں کامیاب ہو گیا اسی کے لئے یہ لائق ہے کہ وہ اپنے ملک کی طرف انتہائی مطمئن وصالح اور پاکباز ہو کر لوٹے، اس کا دل ایمان وتقوی سے بھرا ہوا ہو گا۔ اس کے نفس کا سلوک وکردار بالکل صاف وصحیح ہو گا۔ وہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری پر قوی عزم وہمت پالے گا اور وہ اپنے رب کی طرف رجوع ومتوجہ ہو جائے گا۔ جب کوئی بھی حاجی اپنے ملک تشریف لے جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ استقامت وصلاحیت اور قول وکردار میں لوگوں کے لئے بہترین نمونہ بنے۔ اور بابصیرت ہو کر لوگوں میں دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دے۔ دین سے گہرا تعلق قائم رکھے۔

(18) اے حاجی! مقامات ومشاعر مقدسہ سے آپ کا اپنے وطن وگھر کی طرف رخصت ہونا آپ کے لئے اس دنیا سے ہی رخصت ہو جانے کی یاد دلاتا ہے۔ آپ اب ایک سفر میں ہیں اور اس کے بعد آپ کو ایک اور سفر آخرت کے لئے زاد راہ تیار کرنا ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”لوگ جب سے پیدا ہوئے ہیں مسلسل ایک سفر میں ہیں اور وہ پڑاؤ ڈالیں گے تو صرف جنت میں یا جہنم میں۔“[2]

---

1) الوابل الصیب:104۔

2) الفوائد:190۔

حجاج کرام و برادران اسلام! موقع ہاتھ سے نکل جانے سے قبل عبادت کے موسموں کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان سے خوب فائدہ اٹھالو۔ یہ زندگی بھی ایک غنیمت موقع ہے اور اس کے دن بہت تھوڑے ہیں اور عمریں بہت چھوٹی چھوٹی ہیں۔

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

فریضۂ حج اور حاجی کے کردار میں حسین انقلاب

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ

12/15/ 1424ھ، 6/ 2/ 2003ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو کہ اس کا تقوی سب سے زیادہ نفع بخش چیز ہے اور اللہ کی نافرمانی سے بچو کیونکہ وہ شخص خائب وخاسر اور نقصان اٹھانے والا ہوگیا جس نے اللہ کے احکام میں کمی وکوتاہی کی۔ ارشاد الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا[70] يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

"اے ایمان والو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور سیدھی بات کیا کرو، وہ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے گا وہ بہت بڑی کامیابی ومراد پا گیا۔" (الاحزاب:70-71)

رمز عبودیت وبندگی:

مسلمانو! بندے کا اپنے رب کی عبادت کرنا یا اس کے اللہ کے سامنے خضوع وعاجزی کی رمز ودلیل صدق ہے، اسی طرح یہ اس کے مطیع فرمان ہونے کی علامت بھی ہے اور یہ ایک ظاہر شریف اور باعث فخر عزت کا نشان بھی۔ عبودیت وبندگی سب سے بلند ترین مقام، سب سے بالاتر غایت ومقصود اور اعلی ترین مرتبہ ودرجہ ہے۔

ایک عظیم الشان فریضہ:

مسلمانو! گزشتہ چند دنوں میں حجاج کرام نے ایک عظیم ترین عبادت سرانجام دی ہے اور قرب الہی کے حصول کے ایک عظیم ترین فریضہ کو ادا کیا ہے۔ میقات پر آ کر انہوں نے اللہ کی خاطر خوبصورت سلے ہوئے کپڑے اتار دیئے (اور دو چادریں اوڑھ لیں) میدان عرفات میں توبہ کے آنسوان کے رخساروں پر سے بہہ نکلے اور یہ ان کا اپنی کمیوں کوتاہیوں اور خطاؤں پر اظہار ندامت تھا، اور ہر زبان میں تمام آوازوں نے اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے اور اس کے آگے اپنی محتاجی بیان کرتے ہوئے فضاؤں کو معمور کر دیا۔ پھر یہ تمام لوگ رات گزارنے کے لئے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو گئے، اور اگلے دن مسلمانوں کا یہ جم غفیر جمرات پر رمی کے لئے جا نکلا، پھر کعبہ شریف کا طواف اور صفا ومروہ کے مابین سعی کرنے کے لئے مکہ مکرمہ جا نکلے، یہ انسان کی زندگی کا سب سے شاندار سفر اور تمام سیر وسیاحتوں سے خوبصورت ترین سیاحت ہے۔

نعمت الہی پر فرحت وخوشی:

اس کے بعد وہ یوں لوٹے کہ حسب ارشاد الہی: ﴿يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ﴾

"انہیں اللہ نے جس فضل وکرم سے نوازا ہے اس پر وہ بہت خوش وخرم ہیں۔" (آل عمران:170)

اورارشادربانی ہے:﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا﴾

”کہہ دیں کہ یہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہوا ہے لہذا چاہیئے کہ لوگ اس سے خوش ہوں۔“ (یونس:58)

یہ نعمت دنیا جہاں کی تمام نعمتوں اور اس کے ساز وسامان سے زیادہ بہتر ہے، کیونکہ وہ سب تو محض ایک خواب وخیال کی طرح ہیں اور بالآخر زوال پذیر ہیں، اس دنیا سے ہی ختم ہو جانے والی ہیں اور یہ متاع دنیا آفات کا شکار ہو سکتی ہے اور چھن بھی سکتی ہے لیکن حجاج کرام کو ان کا حج مبارک ہو، عبادت گزاروں کو ان کی عبادت مبارک ہو، ان کے لئے نبی ﷺ کا وہ ارشاد مبارک ہو جس میں آپ ﷺ نے اپنے رب سے بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:"إِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا ، وَإِذَا تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا ، وَإِذَا أَتَانِي مَشْيًا أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً"

”جب کوئی بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جب وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر بڑھتا ہوں، اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔“[1] (صحیح بخاری)

شکرانِ نعمت:

حجاج بیت اللہ! اللہ نے آپ کو جس عزت افزائی سے نوازا ہے اس پر اس کا شکر بجالاؤ اور اس نے آپ کو جن نعمتوں سے نوازا ہے ان پر اس کی حمد وثناء بیان کرو، اس کا فضل وکرم آپ پر مسلسل جاری ہے اور اس کی خیرات وبرکات بلا انقطاع نازل ہو رہی ہیں اور ان عطاؤں کا دائرہ انتہائی وسیع ہو چکا ہے اور اس کے فضل وکرم کا آپ پر اتمام واکمال ہو گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾

”تم جس بھی سے سرشار ہو یہ اللہ تعالیٰ کی ہی دی ہوئی ہے۔“ (النحل:53)

اور دوسری جگہ فرمایا:﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللّٰهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

”اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا بھی چاہو تو نہیں گن سکتے اور اللہ تعالیٰ تو بڑا ہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔“ (النحل:18)

اللہ سے حسن ظن:

حجاج کرام! اپنے رب سے ہر انعام کا گمان رکھو اور ہر بڑی بھلائی کی اس سے امید لگائے رہو، اللہ سے اپنے حج کی قبولیت کی قوی امید رکھو اور اس کا بھی یقین وامید رکھو کہ وہ تمہارے سابقہ تمام گناہ بخش دے گا۔ چنانچہ ایک قدسی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي"

”میں اپنے بندے کے ظن کے مطابق ہی (اس پر پورا اترتا) ہوں۔“[2] (بخاری ومسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی وفات سے صرف تین دن پہلے آپ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے:"لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللّٰهِ الظَّنَّ"

---

1) صحیح بخاری:7536۔

2) صحیح بخاری:7405۔

"تم میں سے کوئی شخص ہرگز نہ مرے سوائے اس کے کہ وہ اپنے اللہ عزوجل سے حسن ظن رکھنے والا ہو۔"[1] (صحیح مسلم)

تکمیل حج اور واپسی کی تیاری:

مسلمانو! اے بیت اللہ العتیق کا حج کرنے والو! اے روئے زمین کے دور دراز اور دشوار گزار راستوں سے آنے والو! اور ہر طرف سے تلبیہ لبیک اللہم لبیک کہتے ہوئے آنے والو! آپ کا حج تو مکمل ہوگیا ہے اور ان مشاعر مقدسہ ومقامات طاہرہ میں وقوف کر لینے اور ان شعائر دینیہ کو ادا کر لینے کے بعد آپ نے احرام کھول دیا اور بال کاٹ لئے اور ناخن تراش لئے ہیں اور اب آپ لوگ اپنے ملکوں کی طرف لوٹنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

حج کے بعد پھر گناہ اور احمق عورت کی مثال:

اب آپ کوشش کر کے گناہوں کے ارتکاب برائیوں اور حرام امور میں اپنے آپ کو لت پت کرنے سے بچائے رکھیں، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا﴾

"اور اس عورت کی طرح نہ ہو جانا جس نے محنت سے سوت کاتا پھر اسے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے (ریشہ ریشہ) کر دیا۔" (النحل:92)

ایک احمق عورت و نادان اور بے عقل عورت سوت و اون کاتنے میں شب و روز بڑی جانفشانی و محنت کرتی ہے اور جب مضبوط دھاگہ تیار ہو جاتا ہے تو پھر اس کے بل کھولنے لگتی ہے اور اس کے مضبوط تیار ہو جانے کے بعد پھر اسے رواں دواں کر دیتی ہے۔ اس عورت نے اپنی محنت و مشقت سے کیا پایا؟ سوائے تھکن کے، خبردار رہنا! آپ لوگ بھی کہیں اس عورت کی طرح نہ ہو جانا اور اس عظیم فریضے کی ادائیگی کے ذریعے آپ نے نیکیوں کی جو شاندار عمارت تعمیر کی ہے اسے گرانے نہ لگ جانا اور جو اجر و ثواب آپ نے جمع کیا ہے گناہوں کے ذریعے اسے برباد نہ کرنے لگنا اور اللہ کے ساتھ آپ نے جو مضبوط ناطہ جوڑا ہے، اس میں نقص نہ پیدا ہونے دینا۔

نئے صفحے کا آغاز:

حجاج کرام! آپ نے اپنی زندگی کا ایک نیا اور صاف وسفید صفحہ کھولا ہے اور اسی حج کے بعد آپ نے صاف ستھرے و پاک لباس زیب تن کیا ہے، خبردار! رسوا کن افعال، تباہ کن کرتوت اور برے اعمال سے بچ کر رہنا، وہ نیکی کتنی اچھی ہوتی ہے جس کے بعد بھی نیکی ہی کی جائے اور بہت ہی سخت برائی وہ ہوتی ہے جو کہ نیکی کے بعد کی جائے۔

حج مبرور کی علامت:

مسلمانو! حج مبرور و مقبول کی ایک نشانی اور اس کی قبولیت کی ایک علامتہوتی ہے، اس سلسلہ میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ حج مبرور کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:" وہ حج جس سے فارغ ہو کر آپ اپنے گھروں کو یوں لوٹیں کہ دنیا سے دلچسپی باقی نہ رہے اور تمام

---

1) صحیح مسلم:2877۔

ترغیب وتوجہ آخرت پر مرکوز ہو جائے۔"[1]

آپ کا یہ حج آپ کے لئے ہلاکتوں میں گرنے کی راہ میں رکاوٹ بن جانا چاہیئے، یہ تباہ کن لغزشوں کی راہ میں مانع بن جائے اور مزید خیرات و اعمال صالحہ سرانجام دینے کا باعث وذریعہ ہو جائے۔ اور یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ موت سے پہلے مومن کے لئے اعمال صالحہ کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔

حسین انقلاب:

مسلمانو! کتنی ہی خوب بات ہے کہ حاجی اپنے ملک و اہل خانہ کی طرف لوٹے تو اس کے کردار میں یہ حسین انقلاب آچکا ہو کہ وہ اخلاق حسنہ سے مزین ہو، عقل سلیم سے متصف ہو، اس پر سکون و وقار جھلک رہے ہوں، اپنی عزت وآبرو کو ہر عیب دار فعل سے بچا رہا ہو، اس کی عادات پسندیدہ اور اطوار اچھے ہو چکے ہوں۔

یہ کتنی ہی اچھی بات ہے کہ حاجی جب حج کر کے لوٹے تو وہ اپنے گھر والوں سے حسن معاملہ کا پابند ہو اور اپنی اولاد سے حسن معاشرت برتنے والا ہو، دل کا پاک صاف اور منہج حق وعدل اور میانہ روی پر کاربند ہو، اس کا باطن اس کے ظاہر سے بھی اچھا ہو اور اس کے کردار کے مخفی پہلو اس کی نظر آنے والی روش سے بھی عمدہ ہوں، جو شخص حج کر کے ان اوصاف جمیلہ ومحاسن کو اپنا کر واپس لوٹتا ہے دراصل وہی ایسا شخص ہے جس نے اس عظیم فریضہ کی ادائیگی سے حقیقی طور پر استفادہ کیا ہے، اس کے اسرار ورموز کو پایا ہے، اس کے دروس کو اپنے دل میں جگہ دی ہے اور اس کے آثار اپنے کردار کا حصہ بنائے ہیں۔

اعمال ومناسک حج اور معرفت الٰہی:

مسلمانو! حاجی جب سے حکم احرام میں داخل ہو کر لبیک پکارنا شروع کرتا ہے تب سے لے کر تمام مناسک واعمال حج پورے کر لینے تک اس کے حج کے تمام اعمال ومناسک اسے اللہ کا تعارف کرواتے چلے جاتے ہیں، اسے اس کی الوہیت وعبادت کے اکیلے لائق وسزاوار ہونے کے خصائص وحقوق کی یاد دلاتے جاتے ہیں اور یہ سکھلاتے جاتے ہیں کہ اس کے سوا عبادت کا حقیقی مستحق دوسرا کوئی نہیں ہے۔ اسے یہ بھی یاد کرواتے ہیں کہ وہ صرف ایک اللہ ہی ہے جس کی طرف توجہ ورجوع کیا جائے اور اپنی جان صرف اسی کے سپرد کی جائے، وہ بے نیاز ہے اور ساری مخلوقات صرف اس ایک بے نیاز کے در کی محتاج ہے، اسی سے مانگتی ہے، ناپسندیدہ امور میں اسی کی پناہ چاہتی ہے۔ اور مصائب و مشکلات یا کرب وبلا میں اسی سے مدد طلب کرتی ہے۔

اب شرک بدعات کیسے؟

یہ سب کچھ یاد کر لینے اور سیکھ لینے کے بعد کسی حاجی کے لئے یہ کیسے بآسانی ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کے حقوق دعاء و پکار، استغاثہ، طلب ومدد واستعانت، ذبح وقربانی اور نذر ونیاز وغیرہ کو اللہ سے پھیر کر کسی اور کی طرف لے جائے، اور وہ بھی کیا حج ہے جس کے بعد کوئی حاجی ایسے قبیح افعال

1) الجامع الاحکام القرآن للقرطبی: 2/ 408۔

اور صریح شرکیہ افعال سے ہاتھ رنگنے لگے؟

مسلمانو! وہ بھی کیا حج ہے کہ جس کے بعد حاجی شعبدہ بازوں اور جادوگروں کے دروازوں کے چکر کاٹنے لگے، برجوں کی خرافات، نجومیوں یا کاہنوں اور پرندے اڑا کر فال نکالنے والے بہروپئے ٹھگوں کی باتوں کی تصدیق کرنے لگے؟ درختوں سے تبرک حاصل کرنے لگے، پتھروں کو چھونے چومنے لگے اور تعویذ گنڈے لٹکانے پر اتر آئے؟

حج اور یہ کرتوت:

وہ بھی کیا حج ہے کہ جس کے بعد حاجی نماز ضایع کرنے لگے؟ زکواۃ کی ادائیگی روک دے، سود کھانے لگے؟ رشوت ستانی کرنے لگے؟ شراب ومنشیات اور مخدرات ونشہ آور اشیاء استعمال کرنے لگے؟ رشتہ داروں سے قطع رحمی وقطع تعلقی کرنے لگے؟ اور تاکن گناہوں اور برائیوں میں منہ مارنے لگے؟

دائمی محرمات:

حجاج بیت اللہ العتیق! اے وہ حاجی جو احرام کی حالت میں احرام کے محرمات وممنوعات سے رکے رہے تھے اسلام میں کچھ محرمات وممنوعات ایسے بھی ہیں جو کہ سدا، ساری زندگی اور سال بھر ہر وقت ہی ممنوع وحرام ہیں ان کے قریب جانے اور ان کا ارتکاب کرنے سے بچو۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا﴾

"یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔" (البقرہ:187)

دوسری جگہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

"یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔" (البقرہ:229)

غیر اسلامی تحریکوں کی آواز پر لبیک کیسے؟

مسلمانو! جس نے حج میں اللہ کی نداء پر لبیک کہا وہ حج کے بعد کسی ایسی دعوت واصول، کسی نظام ومذہب اور کسی ایسی نداء پر کیسے لبیک کہہ سکتا ہے جو کہ اللہ کے دین کے سراسر خلاف ہے وہ دین اسلام کہ جس کے سوا اللہ کسی سے دوسرا کوئی دین ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

"جو شخص اسلام کے سوا کسی دین کو چاہے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ شخص آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔" (آل عمران:85)

قانون رحمانی یا قانون انسانی؟

جس نے حج میں اللہ تعالی کے لئے لبیک کہا وہ حج کے بعد اپنے معاملات کے فیصلے کرنے کروانے کے لئے اس کی شریعت اسلامیہ کے

سوا کسی دوسرے نظام وقانون کو کیسے اپنائے گا؟ اس کے حکم کے سوا کسی دوسرے کے قلم وفیصلے کو کیسے قبول کرے گا؟ اور اس کے پیغام کے سوا کسی دوسرے کی بات پر کیسے کان دھرے گا؟

ہر جگہ اور ہر وقت سمع وطاعت:

جس نے حج میں اللہ کے لئے تلبیہ کہا اسے چاہیئے کہ وہ ہر وقت اور ہر جگہ اسی کے احکام واوامر پر لبیک کہے اور وہ چاہے جہاں بھی جا رہا اور چاہے جہاں بھی رہ رہا ہو وہ اطاعت الٰہی میں ذرہ بھر متردد نہ ہو، نہ اس سے لمحہ بھر رکنے پائے بلکہ وہ صرف اللہ کے سامنے خضوع وانکساری، خشوع وعاجزی کرے اور اطاعت وفرمانبرداری اور سمع وطاعت صرف اسی کی کرے۔

ارے ناداں! تم نے دیکھا نہیں؟ اے اللہ والے! اے وہ شخص جس پر دنوں پر دن گزرتے چلے جا رہے ہیں اور ہر دن سورج چڑھتا اور ڈوبتا چلا جاتا ہے اور وہ گناہوں برائیوں اور مہلک کبائر میں مبتلا وغرق ہے۔

اے وہ شخص جس پر خیرات وبرکات اور فضائل ورحمات کے موسم آئے اور گزر گئے مگر وہ منکرات وعیوب اور کھیل کود میں ہی مشغول رہا! کیا تم نے حجاج کرام، عمرہ کرنے والوں اور دوسرے عبادت گزاروں کے قافلے نہیں دیکھے؟ کیا تم نے احرام باندھنے والوں کو اس فاخرانہ دنیوی لباس کو اتار کر دو چادروں میں لپٹے نہیں دیکھا؟ کیا تم نے اللہ سے مانگنے والوں کو اس کی طرف دست سوال دراز کئے نہیں دیکھا؟ کیا تم نے اپنے گناہوں پر شرمسار ہو کر توبہ تائب ہوتے لوگوں کو آنسوؤں کی جھڑی لگائے نہیں دیکھا؟ کیا تم نے لبيك اللهم لبيك پکارنے والوں، اللہ اکبر کے نعروں سے فضاؤں کو معمور ومعطر کر دینے والوں اور لا اله الا الله کے ورد وذکر سے ان خلاؤں کو خوشبودار کر دینے والوں کی آوازیں نہیں سنیں؟

غلامی نفس کب تک؟

تجھے کیا ہو گیا ہے۔؟ تجھ پر علی الاطلاق ساری عمر دنیا کا سب سے بہترین دن (یوم عرفہ) گزر گیا مگر تم خواہش نفس کی غلامی میں ہی بدمست و مدہوش پڑے ہو اور تم مضبوط زنجیر گناہ میں جکڑے ہو۔

اے وہ حرمان نصیب! جس کے شب وروز اور صبح وشام گناہوں میں ہی گزر رہے ہیں اور یہی کہے چلے جا رہے ہو کہ آج توبہ کرلوں گا کل توبہ تائب ہو جاؤں گا۔

اے وہ شخص جس کا دل خواہشات کے ہاتھوں میں کھلونا بنا ہوا ہے! اور جہالت ونادانی کا جادو اس کے سر چڑھ کر بول رہا ہے! اے وہ شخص جو شہوت پرستی کی کوٹھری میں قید ہو کر ہی رہ گیا ہے۔ اس رات کو یاد کرو جو تمہیں قبر میں گزارنی ہوگی اور تم تن تنہا ہو گے اور تمہارا کوئی مونس و غمخوار نہ ہوگا۔ جب تک تمہارے پاس مہلت موجود ہے فوری طور پر اس میں توبہ تائب ہو جاؤ اور تلافیٔ مافات کرلو قبل اس کے کہ گناہوں کو کم کرنے کا موقع ہاتھ سے نکل جائے اور فوراً گناہوں اور برائیوں سے رک جاؤ۔ یہ بات خوب ذہن نشین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ دن کے وقت ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا اس کے سامنے تائب ہو جائے اور رات کو دست اقدس دراز کرتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا توبہ کرلے۔

استقامت وپختگی:

اے وہ شخص! جس نے طرح طرح کی عبادات سر انجام دیں، اب اسی روش پر استقامت وپختگی اختیار کرو اور ہمیشہ عمل صالح سر انجام دیتے رہو کیوں کہ آپ اس دنیا کے گھر میں کوئی مستقل نہیں رہنے والے، اور اس دکھلاوے اور ریا کاری سے بچو۔ کیونکہ بعض دفعہ خلوص نیت کسی معمولی سے کام کو بہت بڑا عمل بنا دیتی ہے اور کبھی نیت کا کھوٹ اور ریا کاری بہت بڑے عمل کو بہت ہی چھوٹا سا کام بنا کر رکھ دیتی ہے۔

خلوص نیت:

بعض سلف صالحین امت کا کہنا ہے: ”جسے یہ بات خوشگوار ہو کہ اس کا عمل کامل ہو اسے چاہیئے کہ وہ اپنی نیت کو صاف کرے، اپنے عمل کے نامقبول ہونے سے ڈرتے رہیں۔“

أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ: { وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ } قَالَتْ عَائِشَةُ: أَهُمُ الَّذِينَ يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُونَ؟ قَالَ: لَا يَا بِنْتَ الصِّدِّيقِ، وَلَكِنَّهُمُ الَّذِينَ يَصُومُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَتَصَدَّقُونَ وَهُمْ يَخَافُونَ أَنْ لَا تُقْبَلَ مِنْهُمْ، { أُولَئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ }.

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا جس میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ﴾

”اور وہ جو دے سکتے ہیں دیتے ہیں اور ان کے دل اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ انھیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“ (المؤمنون:60)

(وہ کہتی ہیں کہ) میں نے عرض کیا: کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے اور چوری کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے صدیق کی بیٹی! وہ نہیں بلکہ اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو روزہ رکھتے، نماز پڑھتے اور صدقہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ ساتھ ساتھ ہی اس بات سے بھی ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کے یہ اعمال نامقبول نہ ہو جائیں۔ انہی کے بارے میں آگے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿أُولَئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ﴾

”یہی وہ لوگ ہیں جو نیکیاں کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کے لئے آگے نکل جاتے ہیں۔“[1] (المومنون:61) (سنن ترمذی)

اللہ کے بندو! ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو اور کتاب مبین میں اللہ کے اس قول حق کو ہمیشہ یاد رکھو: ﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾

”اللہ صرف اہل تقوی سے ہی عمل قبول کرتا ہے۔“ (المائدہ:27)

1) ترمذی:3175۔

یہ دنیا: عمل کا میدان:

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ اس کا تقویٰ ہی سب سے بہترین زادِ سفر ہے اور یہی آخرت میں بہترین انجام کا باعث ہے۔ یہ بات بھی پیشِ نظر رکھیں کہ یہ دنیا مقابلے اور دوڑ کا میدان ہے۔ ایک قوم جو سبقت لے گئی وہ کامیاب ہوگئی، جو لوگ پیچھے رہ گئے وہ خائب و خاسر ہوئے اور بازی ہار بیٹھے۔ اللہ اس بندے پر رحم کرے۔ جو دیکھتا ہے تو نظرِ تفکر سے دیکھتا ہے اور جب تفکر و تدبر کرتا ہے تو عبرت حاصل کرتا ہے اور صبر کا دامن تھام رکھتا ہے، اور حق کی راہ میں پیش آمدہ مشکلات پر صرف وہی صبر کرتا ہے جو اتباعِ حق کی فضیلت کو جانتا اور اس کے اچھے انجام کی امید رکھتا ہے اور ارشادِ الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ﴾

"بیشک اچھا انجام تو اہلِ تقویٰ کے لئے ہے۔" (ہود: 49)

مجاہدۂ نفس:

اللہ والو! آپ دنیا میں موتوں کا نشانہ اور بلاؤں مصیبتوں کا ٹارگٹ و گھر ہو، تم بعد میں آئے ہو اور کتنے ہی لوگ تم سے پہلے اس دنیا سے جا چکے ہیں اور کل تم چلے جاؤ گے (سلف بن جاؤ گے) اور دوسرے لوگ تمہاری جگہ لے لیں گے۔ اپنی زندگی و وقتِ حاضر سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد و مجاہدہ کرو کیونکہ یہ مجاہدہ ہی عباد (عبادت گزاروں) کا مال و متاع اور زہاد (اہلِ زہد) کا اصل سرمایہ و راس المال ہے، اور یہی نفسوں کی درستگی و اصلاح کا اصل دارومدار بھی ہے۔ میانہ روی اختیار کئے رہو، سیدھے چلو اور اللہ کا قرب تلاش کرتے رہو، صبح و شام اللہ کی عبادت کرتے جاؤ اور رات کا حصہ (تہجد) بھی نہ بھولو اور افراط و تفریط سے بچتے ہوئے معتدل مزاجی و اعتدال سے چلتے رہو تو ضرور منزل تک پہنچ جاؤ گے۔

اے زائرِ مدینہ! سنبھل:

اے مسلمانو! جنہوں نے حج مکمل کر لیا ہے اور اب اللہ نے تم پر یہ انعام بھی فرما دیا ہے کہ آپ کو نبی ﷺ کے پاک و طاہر شہر مدینہ منورہ تک بھی پہنچا دیا ہے۔ جب آپ مدینہ طیبہ کی ارضِ پاک پر چل رہے ہوں تو یہ بات آپ کے پردہ ذہن سے محو نہیں ہونی چاہیئے کہ یہ وہ شہر ہے جس سے بنی نوعِ انسان کے سب سے معزز ترین دو قدموں کو بوسہ دینے کا شرف حاصل ہے اور یہ مدینہ طیبہ وہ شہرِ مقدس ہے جس میں سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری دس سال بسر فرمائے۔ لہٰذا ہر ممکن کوشش کریں کہ آپ نبی ﷺ کی سنتوں کا علم حاصل کریں، آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں، آپ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلیں، آپ ﷺ کا طریقہ و سنت اختیار کریں اور نظامِ مصطفی ﷺ کی مکمل پیروی کریں۔ اور یہ ہدف یا یہ مقصد آپ اسی وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ آپ اپنے رب کریم اور اپنے معبودِ حقیقی سے مدد طلب نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾

"اور جس نے اللہ (کی ہدایت کی رسی) کو مضبوطی سے پکڑ لیا وہ سیدھے راستے پر لگ گیا۔" (آلِ عمران: 101)

حج اور حیات نو کا آغاز:

حجاج کرام! آپ یہ حج آپ کی فتوحات میں سے پہلی فتح، آپ کی فجر کا سپیدہٗ نور، آپ کی صبح کی روشنی و چمک، آپ کی ولادت ثانیہ یا نئی زندگی کا آغاز اور آپ کے ارادوں کے صدق وسچائی کا عنوان چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے حج وسعی کو مبرور ومقبول فرمائے۔ اوران ایام مبارکہ کو ہمارے لئے اور آپ سب کے لئے بار بار لوٹائے اور امت اسلامیہ کو عزت وکرامت، فتح ونصرت، اقتدار وحکومت اور سرداری ورفعت جیسی عظمتوں سے ہمکنار کرے۔ آمین۔

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

استقامت: مفہوم، اجر وثواب اور بندے کے بہترین و بدترین احوال

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

1424/12/22ھ 2004/2/13ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس سے اتنا ڈرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تقوی ہی وہ سامان ہے جو دنیا و آخرت کی تمام سختیوں میں کام آسکتا ہے۔ یہ رب الجلیل کی رضاء وخوشنودی کا موجب ہے اور اسی کی وجہ سے اللہ تعالی اسباب کو آسان کرتا اور عذاب کو دور کرتا ہے۔

اصل فطرت انسانی کا تحفظ:

اللہ کے بندو! انسان کی سعادت وخوشی اس میں ہے کہ وہ اپنی اس فطرت کو حفاظت کے ساتھ رکھے جس پر اسے اور ساری مخلوق انسانی کو اللہ تعالی نے پیدا فرمایا ہے۔ اپنی فطرت کو صراط مستقیم سے انحراف نہ کرنے دے اور نہ ہی شہوت پرستی میں آ کر اسے فاسد و برباد اور خراب ہونے دے اور نہ ہی شکوک وشبہات کے بھنور میں اسے پھنسائے۔ اپنے اوپر انسانی شیطانوں اور جناتی ابلیسوں کو بھی غلبہ نہ پانے دے تاکہ وہ اسے کہیں اللہ کی راہ سے نہ روک دیں اور ایسے ہلاکت و ذلت اور تباہی کے گھاٹ نہ اتار دیں بلکہ اللہ کی عزت و قدرت کی پناہ لئے رہے، اپنے خالق و مالک پر توکل وبھروسہ کرے اور اس کے دین قدیم اسلام کو مضبوطی سے پکڑے اور اپنائے رہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

”تم یک طرفہ ہو کر دین (اللہ کی راہ) پر سیدھا منہ کئے چلتے جاؤ اور اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کئے رہو) اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ (الروم:30)

اور دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾

”اور جس نے اللہ (کی ہدایت کی رسی) کو مضبوط پکڑ لیا وہ سیدھے راستے پر لگ گیا۔“ (آل عمران:101)

اجر وثواب دارین:

مسلمانو! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالی نے اپنے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنے اور اس کے دین پر مسلسل چلتے رہنے والوں کے لئے کیا کیا اجر وثواب تیار کر رکھے ہیں۔ انہیں کن کن خزانوں کی بشارتیں دے رکھی ہیں۔ ان امور کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ [13] أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

”بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے انہیں نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے، یہی اہل جنت ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔“ (الاحقاف:13-14)

استقامت کیا ہے؟

استقامت کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مضبوطی سے اپنائے رکھنے کا نام ہے اور یہ استقامت ہی انسان کو سعادت دارین میں فوز وفلاح اور کامیابی وکامرانی،نجات دنیاو آخرت اور سختیوں یا مشکلات میں کام آنے والا ہتھیار ہے۔ہم مسلمان اس استقامت کے کتنے محتاج وضرورت مند ہیں،اور آج کے دور میں تو ہمیں اس کی بہت ہی احتیاج ہے جب کہ مصائب ومشکلات بہت بڑھ چکی ہیں اور فتنے عام ہو گئے ہیں تاکہ استقامت کی بدولت اللہ ہمارے اعمال کی اصلاح فرمادے اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری پر ہمارے حالات کو قائم فرمادے اور ہمارے تمام امور کا انجام اچھا کردے اور ہماری آخرت کو سنوار دے۔

استقامت ہی وہ عظیم چیز ہے جو اللہ نے ہمیں ایک نعمت کی شکل میں عطا فرمائی ہے۔اور صرف یہی قیامت دن کے لئے بہترین زادراہ ہے۔اللہ تعالی نے اپنی کتاب،قرآن کریم کی بکثرت آیات میں استقامت وثابت قدمی اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے،چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

”(اے نبی!) جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔اس پر آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ثابت قدم ہوئے ہیں قائم رہیں اور حد سے تجاوز نہ کریں۔وہ آپ کے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے۔“ (ہود:112)

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:﴿فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ﴾

”اور جیسا آپ کو حکم ہوا ہے(اے نبی!) آپ اسی پر قائم رہنا اور لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا اور کہہ دیں کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے میں اسی پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارے مابین انصاف کروں۔“ (الشوریٰ:15)

استقامت کا معنی ہے:

☆ اللہ کے دین پر ثابت قدمی اختیار کرنا اور صراط مستقیم پر چلتے جانے کا التزام کرنا۔بندہ اپنی خواہشات نفس کے تابع ہو کر راہ راست سے منحرف نہ ہو،نہ شہوت پرستی اسے راہ حق سے پھیرے،اور نہ وہ گمراکن بدعات میں مبتلا ہونے پائے۔

☆ استقامت سے مراد یہ بھی ہے کہ اللہ کے اوامر واحکام کی تعظیم وتوقیر اور احترام و پیروی کی جائے اور انہیں اپنانے اور ان پر عمل کرنے میں دیر نہ کی جائے۔بلکہ جلد ان پر تعمیل ارشاد کر کے دکھایا جائے۔

☆ اسی طرح یہ بھی استقامت ہی کا ایک دوسرا پہلو ہے کہ اللہ کے نواہی اور اس کے منع کردہ امور واشیاء سے اجتناب کیا جائے،اور ان کے ارتکاب سے دور رہا جائے۔

☆ ایسے یہ چیز بھی استقامت میں شامل ہے کہ اللہ کی اطاعت وعبادت کی پابندی کی جائے اور کسی فعل کا ارتکاب نہ کیا جائے جو اس عبادت و اطاعت کو بالکل ہی باطل وفاسد کردے یا اس میں نقصان وکمی پیدا کرنے کا باعث ہو۔

☆ اس کا نام بھی استقامت ہی ہے کہ جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو فوراً توبہ نصوح کریں۔

☆ اور یہ بھی استقامت ہی ہے کہ اللہ تعالی کی بیان کردہ اور نبی اکرم ﷺ کی بتائی ہوئی شریعت کے مطابق اللہ کی عبادت کی جائے اور جعلی ومن گھڑت بدعات سے نفرت کی جائے اور ان کے ارتکاب سے بچا جائے، ان سے دور رہا جائے۔

☆ خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی اطاعت وعبادت کرنا، اور اس بات سے ڈرتے رہنا کہ کہیں ہماری یہ عبادات نامقبول نہ ہو جائیں یہ بھی استقامت میں شامل ہے۔

☆ نبی ﷺ کی سنت پر ڈٹے رہنا اور ہر مخالف سنت چیز سے نفرت کرنا بھی استقامت ہی کا ایک رخ ہے اور اس استقامت کا آغاز اور اس کی انتہاء سب اللہ رب العالمین کی توحید کے اثبات واقرار پر ہوتی ہے۔

استقامت اور تفسیری نکات:

امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت سعید بن عمران رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس وہ آیت پڑھی جس میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا ......﴾

"بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ اور پھر اس پر ثابت قدم رہے......" (حم السجدہ:30)

اس کے بارے میں فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا"

اس کے بعد انہوں نے حضرت اسود بن ہلال کی روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت:

"بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے۔"

اس کے بارے میں فرمایا: "{ثُمَّ اسْتَقَامُوا} وَلَمْ يَلْتَفِتُوا إِلَى إِلَٰهٍ غَيْرِهِ"

"یہاں ثابت قدم رہنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔"[1] (مستدرک حاکم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس میں پھر وہ ثابت قدم رہے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس گواہی پر ثابت قدم رہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق معبود برحق نہیں ہے۔"

حضرت ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں: "پھر وہ ثابت قدم رہے" سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے دین وعبادت کو صرف اللہ تعالی کے لئے ہی خالص کیا اور اس کی توحید میں کسی کو شامل وشریک نہ کیا اور صرف اسی سے دعائیں کیں، ان سے استقامت وثابت قدمی طلب کی، اسی سے پناہ مانگی صرف اسی پر توکل وبھروسہ کیا، اسی کی نعمتوں کا لالچ ورغبت رکھی اور اس کے عذاب وناراضگی سے ڈرتے رہے، نذر مانی تو صرف اسی کے لئے، قربانی دی تو صرف اسی کی خاطر، رکوع وسجود کئے تو صرف اسی کے سامنے اور مدد مانگی تو بھی صرف اسی سے۔ اور اس کے علاوہ بھی جس قدر عبادات ہیں، جو صرف اللہ ہی کے لئے ہو سکتی ہیں۔ انہیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص کیا"

انتہاء مقاصد وغایات:

استقامت تمام مقاصد وغایات کی انتہاء ہے، تمام وصیتوں اور تاکیدوں میں سے عظیم تر ہے، اور جسے یہ حاصل ہو جائے، یہ سب سے جلیل القدر

1) مستدرک حاکم:3669۔

عطا ہے،

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ- وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ: غَيْرَكَ- قَالَ: قُلْ: آمَنْتُ بِاللهِ فَاسْتَقِمْ "

سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کے بارے میں مجھے صرف ایک ایسی بات بتا دیں کہ اس کے بعد میں آپ کے سوا کسی سے کچھ نہ پوچھوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”کہہ دو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ثابت قدم رہو۔“[1] (صحیح مسلم)

حضرت حسن بصری کہا کرتے تھے: ”اے اللہ! تو ہمارا رب (پروردگار) ہے ہمیں استقامت وثابت قدمی نصیب فرما۔“

استقامت پر اجر وثواب:

اللہ تعالی نے استقامت پر اجر وثواب بھی بہت ہی زیادہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور استقامت اختیار کرنے والے کو عذاب سے محفوظ رکھے جانے کی گارنٹی بھی عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ[30] نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ[31] نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ﴾

”بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہی ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) تم نہ خوف کرو اور نہ غم کھاؤ اور اس جنت کی بشارت پاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق ہیں اور جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا تمہیں ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہوگی، یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے ضیافت ومہمانی ہے۔“ (حم السجدہ:30-32)

تفسیر ابن کثیر: اللہ اکبر! یہ کس قدر عزت افزائی ہے اور یہ کتنی وسیع نعمتیں ہیں، امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

”ان پر فرشتے نازل ہوں گے“ اس سلسلہ میں معروف تابعی ومفسر امام مجاہد کہتے ہیں کہ یہ موت کے وقت ہوگا۔

”تم کوئی خوف نہ کرو“ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ لوگ آخرت کے معاملہ میں اب بالکل بے خوف ہوجائیں۔“

تم کوئی غم نہ کھاؤ“ اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے دنیوی امور ومعاملات مال واولاد، اہل خانہ یا قرض وغیرہ کا اب کوئی غم نہ کرو کیونکہ اس سلسلہ میں ہم تمہاری خلافت و ذمہ داری نبھائیں گے۔

”تم اس جنت کی بشارت پاؤ اور خوش ہوجاؤ“ کا معنی یہ ہے کہ فرشتے انہیں یہ بشارتیں دیں گے کہ اب ہر قسم کی شر و برائی کا خاتمہ ہوا اور تمہارے لئے اب صرف خیر وبھلائی ہی ہے۔

”ہم تمہارے دوست ہیں دنیا میں اور تمہارے رفیق ہوں گے آخرت میں بھی“ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے موت کے وقت مومن سے

1) صحیح مسلم:38۔

مخاطب ہو کر کہیں گے، ہم دنیا میں تمہارے دوست و ساتھی تھے اللہ کے حکم سے تمہیں سیدھا رکھتے تھے، تمہیں توفیق مہیا کرتے تھے اور تمہاری حفاظت کرتے تھے، اسی طرح ہم آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ہی رہیں گے قبر کی وحشت ناکی میں تمہارے مونس و غمخوار اور دل بہلانے والے ہوں گے، جب صور پھونکا جائے گا تب تمہاری ڈھارس بندھانے کے لئے ہم ساتھ ہی رہیں گے، اور حشر و نشر والے روز قیامت میں بھی آپ کا تحفظ کریں گے۔ پل صراط سے اپنے ساتھ گزار کے جائینگے اور نعمتوں والی جنتوں میں پہنچا دیں گے۔ مطلب یہ کہ جنت میں جو اختیار کرو گے جو تمہارے دلوں کی خواہش ہوگی اور جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی وہ سب موجود ہے۔

"وہاں تمہارا جو جی چاہے گا وہی آپ کے لئے موجود ہوگا" یعنی تم جو کچھ طلب کرو گے وہ تمہارے پاس حاضر کر دیا جائے گا اور جو چیز اختیار کرو گے وہ مہیا کی جائیگی۔

"یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے ضیافت و مہمانی ہے" یعنی تمہارے گناہوں کو بخشنے والے اور تم پر مہربان ذات باری تعالی کی طرف سے ضیافت و نوازش اور عطا و انعام ہوگا۔

اسی طرح اللہ تعالی نے ایک جگہ فرمایا ہے: ﴿وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ﴾

"اور کہہ دیجیے کہ عمل کئے چلے جاؤ، اللہ تعالی تمہارے عملوں کو دیکھ لے گا۔" (التوبہ:105)

بندے کی بہترین حالت:

بندے کا بہترین حال یہ ہے کہ وہ نیکی پر نیکی کئے چلا جائے اور برائیوں سے بچا رہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ [37] وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ [38] وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ﴾

"اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں، اور جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جو اپنے رب کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں اور جو مال ہم نے انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم و تعدی ہو تو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔" (الشوری:37-39)

دوسرا درجہ:

یہ ان مقربین کا حال ہے جو کہ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں اور حرام اشیاء و امور کو چھوڑنے والے ہیں۔ اور پھر اس کے بعد ذرا کمتر درجہ یہ ہے کہ بندہ گناہ کر بیٹھے تو اس کے بعد فوراً نیکی بھی کرے جیسا کہ اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہے: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ﴾

"اور نماز قائم کریں دن کے دونوں کناروں پر (صبح و شام) اور رات کے کچھ حصہ میں بھی، بیشک نیکیاں برائیوں کو بہا لے جاتی ہیں یہ ان کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔" (ہود:114)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ

تَمۡحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ" (ترمذی)

"اللہ سے ڈرو تم جہاں کہیں بھی ہو اور برائی کے پیچھے نیکی لگاؤ، وہ برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔"[1]

بندے کی بدترین حالت:

بندے کی بدترین حالت یہ ہے کہ وہ برائیوں پر برائیاں ہی کئے جائے اور اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے، نہ اپنے رب سے ڈرے اور نہ توبہ کرنے کے بارے میں سوچے، جو شخص ایسی بدترین حالت کو اپنے لئے پسند کرے، ان بدترین صفات پر راضی ہو اور ضلالت و گمراہی کے گڑھوں میں گرنے کے لئے تیار ہو وہ شخص اپنی دنیا و آخرت دونوں ہی برباد کر بیٹھا۔ حسب ارشاد الہی ہے: ﴿ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾

"اور یہ واضح خسارہ و نقصان ہے۔" (الحج:11)

راہ نجات پر چلو:

اے اللہ کے بندے، راہ نجات پر چلنے، آخرت کے لئے صالح عمل کرنے اور اپنے مولا کی اطاعت کرنے، اپنی دنیا کو سنوارنے والوں لوگوں میں سے ہو جاؤ، موت اور اس کی سختیوں کو یاد کرو اور موت کے بعد کی ہولناکیوں کو مت بھولو اور اس دن یعنی روز قیامت کے لئے حسب استطاعت بہترین اعمال سرانجام دو اور اللہ تعالی کی مقرر کردہ وہ گھڑی آنے ہی والی ہے اور تم اللہ کو مغلوب و عاجز کرنے والے نہیں ہو۔

ارشاد الہی: ﴿إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ﴾ (سورہ الأنعام:134)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

1) ترمذی:1987۔

الوداع واستقبال سال پر: چند لمحات عبرت ومحاسبہ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ

1424/12/29ھ 2004/2/30ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندوں! اللہ سے اتنا ڈرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اسے اپنے ظاہری و پوشیدہ ہر فعل پر نظر رکھنے والا مانو۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

”اے ایمان والو! اللہ سے اتنا ڈرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت آئے تو صرف مسلمان ہونے کی حالت میں ہی آئے۔“ (آل عمران:102)

بے ثبات وبیقرار دنیا:

یہ سورج جو روزانہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور ہر شام کو مغرب میں غروب ہو جاتا ہے یہ اپنے اندر بیشمار اور عظیم عبرتیں سموئے ہوئے ہے، اس کا طلوع ہونا اور پھر غروب ہو جانا اس بات کا واضح اعلان ہے کہ اس دنیا کو کوئی ثبات وقرار نہیں بلکہ سورج کے طلوع وزوال کی طرح ہی یہ دنیا بھی زوال پذیر ہے اسے دوام وقرار نصیب نہیں ہے۔

طلوع ہلال اور ولادت انسان:

ان مہینوں کو دیکھ لیں، ہر ماہ کے آغاز میں اس کا ہلال بہت چھوٹا سا طلوع ہوتا ہے جیسے کہ کوئی بچہ جنم لیتا ہے، پھر وہ ہلال بھی آہستہ آہستہ اسی طرح بڑھتا چلا جاتا ہے جس طرح کہ انسانی اجسام بڑھتے اور نشوونما پاتے ہیں اور جب یہ ہلال (چاند کے مراحل سے گزر کر) بدر کامل بن جاتا ہے، تو پھر روزانہ تھوڑا تھوڑا گھٹنا شروع ہو جاتا ہے، اس طرح ہی انسان کی عمر کا معاملہ بھی ہے، سال پہ سال نئے سرے سے چلا آتا ہے جب نیا سال داخل ہوتا ہے تو انسان اس کے آخر پر نظر ڈالتا اور سمجھتا ہے کہ وہ بہت ہی دور ہے لیکن وہ سال آنکھ جھپکنے میں گزر جاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے سال کا آخر آ پہنچتا ہے، اسی طرح ہی عمر انسانی کا معاملہ بھی ہے کہ وہ اسے بہت لمبی سمجھتا رہتا ہے مگر آنا فانا اس پر موت آ جھپٹتی ہے۔ انسان لمبی عمر کی امیدیں لگائے رہتا ہے اور تمناؤں سے اپنا دل بہلاتا چلا جاتا ہے مگر دیکھتے ہی دیکھتے تمناؤں کی ڈوری ٹوٹ جاتی ہے اور خواہشات کی عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے۔

تعجب ہے اس پر..... ان دنوں ہم گزشتہ سال کو الوداع کرنے والے ہیں اور آنے والے سال نو کا استقبال کرنے اور اسے خوش آمدید کہنے والے ہیں، کاش ہمیں اس بات کا پتہ چل جائے کہ ہم نے اس سال ماضی کی جھولی میں اپنے کون کون سے اعمال صالحہ ڈالے ہیں جو کل ہمارے کام آئیں گے اور نئے سال کو خوش آمدید کہتے وقت ہماری عملی پوزیشن کیا ہوگی، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اے بنی آدم! تم ایام سے عبارت ہو جب تم میں سے ایک دن گزر جائے تو سمجھ لیں کہ تمہاری عمر کا ایک حصہ ختم ہو گا۔“[1]

---

1) بیہقی فی الشعب: 7/381۔

ابو حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تعجب تو اس قوم پر ہے کہ اس گھر کے لئے کام کئے چلے جا رہے ہیں جس سے ہر روز آگے ہی کو سفر کئے جاتے ہیں اور اس گھر کے عمل کرنے کو ترک کئے ہوئے ہیں جس کی طرف ہر روز ایک مرحلہ بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ وہ اپنے اس دن پر کیسے خوش ہوتے ہیں جو کہ ان کے مہینے کو ختم کر دیتا ہے، اور اس مہینے پر کیسے خوش ہوتے ہیں جو کہ ان کے سال کا خاتمہ کر دیتا ہے اور اس سال پر (سالگرہ) جیسی خوشیاں کیسے مناتے ہیں، جب کہ وہ سال ہی تو آہستہ آہستہ اس کی کل عمر کا خاتمہ کر دیتا ہے، وہ آدمی اپنی عمر پر کیسے خوش ہو سکتا ہے جسے اس کی اجل کی طرف کھینچے چلی جا رہی ہو اور کوئی شخص اپنی اس زندگی پر شاداں و فرحاں کیسے رہ سکتا ہے جو اسے موت کے منہ میں دھکیلنے کے لئے تلی ہوئی اور رواں دواں ہو۔"[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"ہم خوشیاں کیسے منا سکتے ہیں، جب کہ موت ہمارا پیچھا کر رہی ہے اور قبریں ہمارے سامنے ہیں، قیامت ہمارا یوم موعود ہے، جہنم کے اوپر سے گزرنے والا ہمارا راستہ ہے اور ہمیں جواب دہی کے لئے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونا ہے۔"[2]

دنیا کی طرح ہی دین کے لئے مستعدی:

ہمارے دلوں میں تیر گاڑ رکھا ہے، بلکہ جھنڈے گاڑے ہوئے ہیں، ہمارے شب و روز ہی دنیا کے بارے میں گفتگو کرتے گزرتے ہیں کہ ہم نفع کیسے کمائیں؟ مال و دولت کیسے جمع کریں؟ اگر کسی دنیوی معاملے میں ہماری کوئی میٹنگ ہو تو ہم وقت سے پہلے ہی حاضر ہو جاتے ہیں اور جس نے ہمیں ملنے کا وقت دیا ہو اس کے دروازے پر جلد ہی جا کھڑے ہوتے ہیں، مگر آخرت کے معاملے میں ہمارے دل میں بالکل معمولی سی جگہ ہے اور اس کا تذکرہ ہماری گفتگو میں کم ہی آتا ہے، آپ ذرا جائزہ لے کر دیکھیں کہ جب اذان ہوتی ہے تو کتنے لوگ اقامت نماز سے پہلے ہی جلدی جلدی مسجد پہنچ جاتے ہیں جب کہ آپ راستوں میں لوگوں کو صرف اپنے امور دنیا کے لئے تیز تیز چلتے دیکھیں گے۔

راہ چلتا مسافر:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو وصیت و تاکید فرمائی تھی جس پر غور کیا جائے تو وہ اس دنیا کی زندگی کے بارے میں ایک مسلمان کے نظریہ کو بالکل صحیح و درست کر دے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ"

"دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی راہ چلتا مسافر ہوتا ہے یا گھر سے دور کہیں اکیلا ہے۔"[3] (صحیح بخاری)

یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ راہ چلتا مسافر سامان زیست بہت کم اپنے ساتھ اٹھا کر چلتا ہے اور امیدیں زیادہ نہیں باندھتا اور اپنے زاد سفر کے طور پر بھاری بوجھل چیزوں کی بجائے اپنے ایمان پر انحصار کرتا ہے۔ اس کی گفتگو قرآن کریم کی تلاوت تک ہی محدود رہتی ہے اور اسے

---

1) صفۃ الصفوۃ: 2/165۔
2) احیاء علوم الدین: 4/184۔
3) صحیح بخاری: 6416۔

ایک ہی فکر دامن گیر رہتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خیر و بھلائی کر لے کیونکہ جو دن گزر جائے وہ کبھی لوٹ کر نہیں آتا، یہی وجہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب کہ وہ بستر مرگ پر پڑے ہوئے تھے: "اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں دنیا میں باقی رہنے کو پسند نہیں کرتا تھا اور نہ ہی نہریں جاری کرنے اور درخت بونے کے لئے طویل زندگی کا خواہاں تھا، البتہ میں صرف اس لئے دنیا میں رہنا چاہتا تھا کہ قبر کی لمبی رات کی صعوبتیں و مشقتیں برداشت کرنے کے لائق ہوسکوں، اور روز محشر کی شدید گرمی کو گوارا کرنا سیکھوں، اور تیرے ذکر کے حلقوں میں علماء کی معیت اختیار کرسکوں۔"[1]

راہ چلتا مسافر اپنے دن کی صفائی کو گناہوں کے میل سے گندہ نہیں کرتا اور نہ ہی نیند اور غفلت میں اپنی رات کو چھوٹا کرتا ہے، اگر اسے اطاعت کا کہا جائے تو وہ اس حکم کو فورا قبول کرتا ہے، اور اگر اسے نماز کے لئے بلایا جائے تو فورا لبیک کہتا ہے، وہ صبح و شام پوری استعداد و تیاری میں رہتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جس نے اپنی عمر کا کوئی ایک بھی دن اس حال میں گزار دیا کہ اس میں کوئی حق ادا نہ کیا ہو، کوئی فرض نہ ادا کیا ہو، کسی مجد و بزرگی اور عظمت کی بنیاد نہ رکھی یا کسی قابل تعریف خدمت کو سرانجام نہ دیا ہو یا کسی خیر و بر کے کام کی بنیاد نہ رکھی ہو، یا کسی سے علم نہ سیکھا ہو تو اس نے اپنے اس دن کی نافرمانی کی اور اپنے نفس پر ظلم کیا۔

معاشی دباؤ کی دیوار اور تعجب انگیز کردار:

مسلمان بھائیو! روزمرہ کی زندگی میں معاشی دباؤ اتنے زیادہ ہو گئے ہیں کہ وہ بندے اور اس کے اپنے گریبان میں جھانکنے کے مابین حائل ہو گئے اور قلب و جگر اور اس ضمیر کے درمیان رکاوٹ بن گئے ہیں وہ اسے اپنے ضمیر و دل سے بات ہی نہیں کرنے دیتے، وہ ہر وقت بیش از پیش کے حصول کی دوڑ میں ہی لگا رہتا ہے، وہ دنیا کے حصول کے ڈور اور اپنے نفس کی خواہشات کو پورا کرنے اور اپنے مال و دولت کی بہت بڑی مقدار جمع کرنے کے چکر میں ہی پڑا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سعید بن مسعود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر تم کسی ایسے شخص کو دیکھو کہ اس کی دنیا بڑھ رہی ہے، اس کا زاد آخرت گھٹ رہا ہے اور وہ اس حالت زار پر راضی بھی ہے تو سمجھ لیں کہ یہ فریب خوردہ شخص ہے جو غیر شعوری طور پر اپنی ہی دشمنی پر تلا ہوا ہے۔"

محمد بن واسع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر آپ جنت میں کسی آدمی کو روتا ہوا پائیں تو کیا آپ کو اس کے رونے پر تعجب نہیں ہوگا؟ ان سے کہا گیا کہ یقینا سخت تعجب ہوگا۔ انہوں نے فرمایا: جو شخص دنیا میں ہنستا پھر رہا ہے اور اسے یہ معلوم ہی نہیں کہ آخرت میں اس کا انجام کیا ہونے والا ہے، اس کی حالت اس جنت میں رونے والے سے بھی زیادہ باعث تعجب ہے۔"

محاسبۂ نفس:

برادر مسلم! سال کے آخر میں اپنے نفس کا محاسبہ کریں تاکہ آپ کو پتہ چلے کہ سال بھر میں خیر سے کیا پایا اور شر کی بدولت کیا کھویا اور اعمال صالحہ کا بیلنس کتنا بنایا؟ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وصیت ہے وہ فرماتے ہیں: "حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا، وَتَزَيَّنُوا

1) الزهد لاحمد: 181۔

لِلْعَرْضِ الْأَكْبَرِ "

" اپنے نفسوں کا محاسبہ تم خود کرلو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کوئی دوسرا کرے، اور ان کا وزن تم خود کرلو قبل اس کے کہ ان کا مول تول اور وزن کوئی دوسرا کرے۔"[1] (ترمذی)

یہ محاسبۂ نفس آپ کے سامنے اپنے نفس کے نقائص وعیوب اور پوشیدہ اشیاء کو ظاہر کر دے گا، جن کا علاج معالجہ کرنا آسان ہو جائے گا اور یہ موقع ہاتھ سے نکلنے سے بھی پہلے پہلے ممکن ہو جائے گا۔

مالک بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے ہی آپ کو الزام دیتے ہوئے اپنے نفس سے کہے کہ تم نے فلاں گناہ نہیں کیا؟ تم نے فلاں غلطی نہ کی؟ اور فلاں جرم نہ کیا؟ اور پھر اس کی مذمت کرتے ہوئے اسے نکیل پہنا دے اور اس پر کتاب اللہ کو اپنانا لازم قرار دے دے اور پھر ایک مشاق رہبر وقائد بن جائے۔ اور اپنے گناہوں میں سے کسی بھی گناہ کو حقیر ہرگز نہ کہو ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے نزدیک کھجور کی گٹھلی کے باریک پردے سے بھی کم ہو مگر اللہ کے نزدیک کھجور کے پودے سے بھی بڑا ہو۔"

بے ثمر محاسبۂ نفس:

وہ محاسبۂ نفس جس کا اثر آنکھوں سے بہائے جانے والے آنسو سے آگے نہیں نکلتا اور نہ ہی دل کے اظہارِ غم سے بڑھتا ہے، نہ وہ اپنی اصلاح کرتا ہے اور نہ ہی عملِ صالح کی روش اپناتا ہے، تو ایسا محاسبہ بلا نتیجہ، ناقص بلکہ مردہ ہوتا ہے، ثمر آور محاسبہ و بار آور مراجعہ وہ ہے کہ جو بندے کے دل میں گناہ پر ندامت وشرمندگی پیدا کرے، اور اسے نیکی وبھلائی کی طرف لگا دے۔

اپنے اپنے گریبان میں جھانکیں:

آئیے ذرا اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر ایک دوسرے سے پوچھیں کہ کیا تم نے حقوق اللہ پورے کئے ہیں؟ کیا آپ نے حقوق العباد ادا کئے ہیں؟ نماز کے ساتھ آپ کا تعلق کیسا ہے؟ کیا آپ اسے اس کی تمام شرائط وارکان، واجبات اور خشوع کے ساتھ باجماعت ادا کرتے ہیں؟ کیا اللہ سے ڈرتے ہوئے آپ آنسو بہاتے ہیں؟ وہ آنکھ کبھی جہنم میں داخل نہیں ہوگی جو اللہ کے خوف سے آنسو بہانے والی ہے۔ کیا آپ ابھی نماز فجر وعصر کو باجماعت ادا نہ کرنے پر مصر ہیں۔ یہ چیز تو منافقین کی نشانیوں میں سے ہے، جس کی نماز عصر فوت ہوگئی اس کے سارے اعمال ہی برباد ہو گئے جیسا کہ صادق ومصدوق نبی ﷺ نے اس بات کی خبر دے رکھی ہے، "مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ"[2] (صحیح بخاری)

کیا آپ اب بھی تلاوت قرآن کریم سے غافل ہیں؟ حالانکہ آپ ماہ رمضان میں بڑی توجہ ودلچسپی سے تلاوت کیا کرتے تھے، یہ جو نوافل و مستحبات ہیں، ان میں کوتاہی کیوں کرتے ہیں؟ یہ تو ایمان کی علامت اور رب رحمان کی محبت کا راستہ ہے۔ ایک حدیث قدسی میں آیا ہے نبی

---

1) ترمذی: 2459۔

2) صحیح بخاری: 553۔

ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا"

"میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنے میں کوشاں رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی بصارت بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا دست و باز بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا قدم وساق (ٹانگ) بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔"[2] (صحیح بخاری)

غم دنیا سے نیندیں حرام:

سال ماضی میں آپ کے سامنے کون سا اہم مسئلہ رہا جس نے آپ کی راتوں کی نیند حرام کئے رکھی؟ صرف وہ لقمہ عیش جو آپ کھاتے ہیں یا وہ لباس جو آپ پہنتے ہیں؟ یا کوئی اور عارضی سا فائدہ؟ کوئی جلدی میں اختتام پذیر ہو جانے والی لذت؟ یا وہ مال جسے آپ جمع کرتے اور سنبھال سنبھال کر رکھتے ہیں؟ یا پھر آپ کے سامنے اہم ترین چیز یہ تھی کہ آپ زندہ رہیں تو صرف اللہ کے لیے؟ اس کی رضاء وخوشنودی کی راہوں پر چلیں اور اس کی جنت تک پہنچانے والے اعمال سرانجام دیں۔ آپ کے ایام ماضیہ میں آپ کو کس چیز نے مبتلائے الم وکرب کئے رکھا؟ کیا وہ منصب باعث الم تھا جو آپ کو مل نہ سکا؟ یا وہ دنیا کا مال جسے پانے کی تمنائیں پوری نہ ہوئیں؟ یا پھر اللہ کے دین کی دعوت تمہارے دل میں خلجان مچائے ہوئے ہے، جب دین کا منارۂ نور بلند ہوتا ہے، اور نور کی کرنیں اوپر کو اٹھتی ہیں تو آپ کا دل خوشی کے مارے مچلنے لگتا ہے، نفس سرور وفرحت سے بھر جاتا ہے، جب آپ کو تیز وتند طوفان گناہ گھیر لیں اور بیماریوں کا زور ہو جائے، تو آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں، دل غمگین ہو اٹھتا ہے، اور زبان سے اللہ کے حضور شکوہ شروع ہو جاتا ہے، جو کہ لوگوں کا رب اور اپنے بندوں کے حالات کو خوب جاننے والا ہے۔

نیکیوں کی کھیتی یا کانٹوں کی فصل:

کیا عہد ماضی اور سال گزشتہ میں آپ خیر وبھلائی کی فصلیں بونے والے تھے؟ کہ اپنے کلمات سے فضائل کی تخم ریزی کرتے رہے، اپنے اعمال صالحہ وافعال طیبہ سے عطر بیزی کرتے رہے؟ یا پھر آپ شر وفساد کی کھیتی ہی بوتے رہے؟ گناہوں کی کھیتی ہی سینچتے رہے؟ اپنے بھائیوں کو اذیت وتکلیف ہی پہنچاتے رہے؟ وہ ماضی ہے جسے واپس لوٹانا تو آپ کے بس سے باہر ہے، البتہ آپ یہ ضرور کر سکتے ہیں کہ توبہ و استغفار کے ذریعے اپنے گناہوں کو مٹا لیں۔

عزم وہمت اور حقوق کی ادائیگی کا عہد:

آپ کا یہ نیا سال شروع ہو رہا اگر اللہ توفیق دے تو یہ سارا سال آپ کے ہاتھ میں ہے، اس نئے سال کو بڑی عالی ہمتی اور عزیمت کے ساتھ شروع کریں۔ اپنے آقا ومولا اور اپنے معبود برحق کے حقوق کی ادائیگی کو تمام اشیاء پر مقدم رکھیں اور اللہ سبحانہ وتعالی کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اس کا مسلسل ذکر کیا جاتا رہے اسے بھلایا نہ جائے، اس کا اس کی نعمتوں پر شکر کیا جائے، کفران

2) صحیح بخاری: 6502۔

نعمت نہ ہو،اسی طرح حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد میں سے والدین کے حقوق ادا کریں،ان کی دیکھ بھال وخدمت،ان سے محبت وعزت کارویہ،اورحسن سلوک کریں،اپنے بیوی وبچوں کے حقوق ادا کریں،ان کے دلوں میں ایمان کی تربیت کریں اوران میں اعمال صالحہ کرنے کی صلاحیت،یتیموں،مسکینوں،اوربیواؤں کواپنے درسے دھتکاریں،اپنے خدم وحشم،اجیروں اورملازمین کے حقوق ومزدوری ان کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کریں،اوران پرظلم کرنے سے بچے رہیں،کیونکہ یہ دنیامیں کیاہواظلم قیامت کے اندھیروں میں پھنسادینے کا سبب ہے۔

یہ فانی دنیااوردائمی جنت:

اے برادرمسلم،آپ دنوں کے گزرنے اورعمروں کے ختم ہونے کودیکھ رہے ہیں،اپنے آپ کواس دنیاکی حقیقت یاد دلادیں جس کی طرف دل کھچے چلے جاتے ہیں،اپنے نفس کو یاد دلادیں کہ اس دنیاکے دن زائل ہونے والے ہیں،اس کی چمک دمک،حسن وجمال اورساری دلفریبیاں ختم ہونے والی وفانی ہیں،اس کی فرحتیں اورمسرتیں ہمیشہ ہرگزنہ رہیں گی،اسے جنت کی دائمی نعمتوں کی یاد دلائیں جوجنت جاوداں میں ملنے والی ہیں۔اورارشادالہی ہے:﴿أُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا﴾

"اس کے پھل اورسائے ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔" (الرعد:35)

غنیمت سمجھو:

میرے مسلمان بھائی!آپ نئے سال میں داخل ہورہے ہیں اورآپ نہیں جانتے کہ اس کے دوران آپ کن کن حالات سے دوچارہوں گے اورکون کون سے انقلابات زمانہ اورگردش لیل ونہارمیں مبتلاہوں گے،اپنے صحت وتندرستی کے ایام میں کل کی متوقع بیماری کے ایام کے لئے کچھ کرلیں،موت آجانے کے بعدوالے ایام جن میں کوئی عمل نہ ہوگا،ان کے لئے اس زندگی میں ہی کچھ کربھیج لیں،اپنی مالداری وتونگری میں صدقہ وخیرات کرلیں کہ محتاجی وغربت میں تو آدمی خود تنگدست ہوجاتاہے،اورجوانی کی بہاروں کوعمل صالح کے لئے غنیمت سمجھوکہ بڑھاپے میں کچھ بھی نہیں کرسکتے اس لئے شب وروزکوعمل صالحہ کابیلنس بنانے پرلگالیں۔کیونکہ ارشادالہی ہے:﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾

"(میرے نبی میری طرف سے!)کہہ دیں کہ اے میرے وہ بندو!جنہوں نے اپنی جانوں پرزیادتی کی ہے،رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہونا، اللہ توسب گناہوں کوبخش دیتاہے،اوروہ توبہت ہی بخشنے والاانتہائی مہربان ہے۔" (الزمر:53)

سال نوکے آغازپرامت کی حالت زار:

برادران اسلام!امت مسلمہ سال نوکااستقبال کچھ ایسی حالت میں کررہی ہے کہ اس کاجسم داغ داغ ہے،ٹکڑے ٹکڑے ہے،زخموں سے چور ہے۔(ہمہ تن داغ داغ شد:پنبہ کجا کجانہم–مترجم)

امت مسلمہ کے جسم پرجوالمناک زخم آئے ہیں،انہوں نے پوری امت مسلمہ کے تمام افرادکے اعصاب کوتناؤمیں مبتلاکردیاہے،اورانہیں

غموں میں ڈبو دیا ہے، اور امت جب شہوت پرستی کے داعیے سے مغلوب ہوگئی، گناہوں سے دل لگا بیٹھی، اچھی اور پاکیزہ اشیاء چھوڑ کر حرام و خبیث اور نجس و ناپاک چیزوں کی دلدادہ ہوگئی، خواہشات نفس نے اسے اپنا اسیر و غلام بنالیا، ذمہ داری کا احساس و شعور کھو گیا تو اس کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں، اس کا سودا گھاٹے میں آگیا اور دشمن اس پر مسلط ہوگیا اور یہ ان کے گناہوں کی پاداش و سزا اور شامت اعمال ہے

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا ،فَقَالَ قَائِلٌ : وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ، قَالَ : بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ ،وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ ،وَمَا الْوَهْنُ ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ"

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قریب ہے کہ غیر مسلم قومیں تم پر یوں ٹوٹ پڑیں گی جیسے بھوکے کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں، کسی صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا یہ مسلمانوں کی قلت کے نتیجہ میں ہوگا؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ تمہاری تعداد تو اس وقت بہت ہی زیادہ ہوگی لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے جھاگ کی سی ہو چکی ہوگی، اللہ تعالی دشمن کے دلوں سے تمہاری دہشت و ہیبت کو نکال دے گا اور تمہیں اپنے دلوں میں "وہن" نظر آئے گا کسی صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ "وہن" کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔"[1] (ابوداود و مسند احمد)

وہ امت میدان جنگ میں دشمن پر فتح یاب کیسے ہوسکتی ہے جو اپنے ہی نفس کے مقابلے میں ہار چکی ہو؟ جس کے جسم کو تفرقہ واختلافات نے پارہ پارہ کر رکھا ہو۔

طلوع سپیدہ نور کی امیدیں اور صبح صادق کی کرنیں:

ان تمام بھاری بھرکم بوجھوں اور مہلک قسم کی بیماریوں کے باوجود اب بھی امت مسلمہ کے افق میں فجر صادق کے طلوع ہونے کی واضح آثار موجود ہیں، اس امت مسلمہ کے پاس تہذیبی قواعد موجود ہیں، قیادت و سیادت کے گر جانتی ہے، اور اس کے امکانات بھی موجود ہی رہتے ہیں خصوصاً جب ایمان و عمل صالح کا سہارا لیا جائے تو پھر اللہ اس امت کے حزن وملال اور غم واندوہ کو فرحت و سرور میں بدل دے گا، اس کی تنگیوں اور مصائب و مشکلات کو آسانی و آسودگی میں تبدیل کر دے گا، اسے ذلت و پستی کی جگہ عزت و ترقی عطا کرے گا، ضعف و کمزوری کی بجائے اسے قوی و طاقتور کر دے گا، تاکہ یہ امت اس طرح نکھر کر سامنے آسکے جیسے کہ یہ لوگوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾

"(مومنو!) جتنی امتیں (قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہترین امت ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔" (آل عمران:110)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّک ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

1) ابوداؤد:4297۔